



الحمد لله

کتاب منتخب
مجلد اول

رفع اسلام در حالات

خیر الانام

علیه السلام

سلام انسان انسان العین المبرر من کل شیء امتحی بالزین
صدیقین جناب سید انصار حسین صاوی کی تقویٰ

طبعہ دار الفکر



مکتبہ مبلد

کتابخانه احمدیہ دہلی

بار اول ۱۰۰۰ جلد

فہرست مضامین ۲۱۹۷-۱۹۲

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۲۸	آغاز آثار بعثت رسول	۵۱ تا ۵۲	دیباچہ و مختصر جغرافیہ عرب	۱
۲۳ تا ۲۹	بعثت رسول ۲۷ رجب تا سال دوم بعثت	۱۲	شجرہ طیبہ رسول	۲
۲۱ تا ۲۹	تصدیق و اسلام خدیجہ و علی و زید و ابوبکر و جود	۱۳	کنیت اسمائے گرامی، حلیہ و عادات مضافات حضرت	۳
۳۱	فرشتہ گان پر سرسری نظر امکان ایہام الہی و غیرہ	۱۴	و تحقیق معنی ذاتی	۴
۳۲	عظمت یوم بعثت و تہذیب تعلیمات حضرت	۱۵ تا ۱۶	آغاز سوانح عمری حضرت، تمدن اخلاق و عقاید	۵
۳۳	علی کا فلسفہ عبادت و کیفیت معرفت	۱۷ تا ۱۸	آباد و اجلا حضرت کا موجد ہونا و شرف خاندانی	۶
۳۴ تا ۳۵	مسٹر کارل لایب و مسٹر مارکس کے خیالات، ابوطالب	۱۹ تا ۲۰	تاریخ پیدائش حضرت، امکان ظہور آنا عجیب و پیش گوئی	۷
۳۶	کی اپنے بیٹوں کو ہدایت پیروی رسول و اسلام حضرت جعفر	۲۱ تا ۲۲	شیر خداری حضرت و سپردگی بہ علیہ معذریہ و حالات	۸
۳۷ تا ۳۸	سال سوم بعثت اسلام چند دیگر شخصیات تبلیغ غایت	۲۳ تا ۲۴	پنج سالگی و واقعہ شرح صدر را و اسیر تلالی نظر	۹
۳۹ تا ۴۰	محال چہارم بعثت	۲۵ تا ۲۶	حالات طفلی حضرت تا سال سہتم جنگ کالی و دعائے	۱۰
۴۱ تا ۴۲	دعوت ذوالشیر و وصیت علی کا اعلان بر طوطی	۲۷ تا ۲۸	حالات آغاز و قوت تا سال شانزدہم	۱۱
۴۳ تا ۴۴	پورٹ، کارل لایب گین فریڈرک کی عبادت منصب فی مودیت	۲۹ تا ۳۰	رفتات عبدالمطلب و سپردگی حضرت بہ ابوطالب	۱۲
۴۵ تا ۴۶	رسول کو تبلیغ سے باز رکھنے کی کوششیں و کثرت	۳۱ تا ۳۲	تعلیم حضرت کیسے ہوئی	۱۳
۴۷ تا ۴۸	رسول، ابوطالب علی کا سپہ نوا علی کا قصہ شہر ہونا	۳۳ تا ۳۴	پہلا سفر جانب مصر ہمراہ ابوطالب و پیشین گوئی بحیرہ	۱۴
۴۹ تا ۵۰	سال پنجم بعثت	۳۵ تا ۳۶	حالات سن تیز سال ہفتم تا سہم تا سہم چہارم	۱۵
۵۱ تا ۵۲	ہجرت حبشہ اولی و ثانیہ ایمان ابوطالب پر کوئی	۳۷ تا ۳۸	دوسرا سفر ہمراہ عمر بن زبیر یا عباس یا تیسرا سفر	۱۶
۵۳ تا ۵۴	مشرکین کا دربار حبشہ میں سفیر بھیجا انکی ناکام واپسی	۳۹ تا ۴۰	ترقی مدارج روحانی	۱۷
۵۵ تا ۵۶	ولادت حضرت فاطمہ زہرا	۴۱ تا ۴۲	حالات سن بلوغ سال ہشتم تا سہم تا سہم	۱۸
۵۷ تا ۵۸	سال ششم بعثت	۴۳ تا ۴۴	چوتھا سفر بغرض تجارت مال خدیجہ	۱۹
۵۹ تا ۶۰	اسلام حضرت حمزہ و اسلام عمر بن الخطاب اس پر سرری نظر	۴۵ تا ۴۶	خواست گاری خدیجہ و عقد حضرت بہ خدیجہ خطبہ نکاح	۲۰
۶۱ تا ۶۲	سال سہتم تا دہم بعثت	۴۷ تا ۴۸	اشغال حضرت بعد عقد	۲۱
۶۳ تا ۶۴	مشرکین کا ابوطالب کو چیلنج و محصوری شعیب بیطالب	۴۹ تا ۵۰	ولادت حضرت علی در رسول کی ایک پیشین گوئی	۲۲
۶۵ تا ۶۶	رسول سے قریش کا بائیکاٹ و تحریر عہد نامہ ابوطالب	۵۱ تا ۵۲	تجدید صلح الفضول و تجدید خانہ کعبہ و تصفیہ نزاع	۲۳
۶۷ تا ۶۸	کی حفاظت رسول	۵۳ تا ۵۴	نصب حجر اسود	۲۴
۶۹ تا ۷۰	مشرکین کی حمایت میں جو شعیب بن نزل و جی	۵۵ تا ۵۶	حالات تا سال بعثت یعنی چہم تا سہم	۲۵
۷۱ تا ۷۲	بہس و قریش و جی کی مدافعت فیصلی سوال زخمی	۵۷ تا ۵۸	خطبہ کہ تقسیم ولادت ابوطالب علی پرورش رسول میں	۲۶
۷۳ تا ۷۴		۵۹ تا ۶۰	و سیر انتخاب علی و حفاظت وطن	۲۷

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۶۵ تا ۶۴	درود حضرت بدرینہ علی کا استنطاق قیام محلہ قبا بنی محمد	۴۶	حیرت انگیز نظارہ و صائیں رسول کے متعلق فی ہونہ کا
۶۵ تا ۶۵	ردائی علی اگر کہ حملہ فرشتوں مقابلہ علی : رسیدگی مدینہ	۶۸ تا ۶۶	علاقت - وصایا و وفات ابوطالب علی محافظ رسول
۶۵ تا ۶۶	داخلہ رسول شہر مدینہ و قیام تعمیری و مکان	۶۹ تا ۶۸	حالت حضرت خدیجہ الکبریٰ و دعوت اسلام بیرون
۶۹ تا ۶۸	صلح باہود - فرمان رسول اسلام سلمان فارسی	۵۳ تا ۵۲	مکہ عقد رسول با عائشہ و سودہ
۶۹ تا ۶۸	عقد مواخاۃ - انتخاب پر نظر غور علی کو اپنا بہائی قرار	۵۳ تا ۵۲	سال یازدہم بعثت
۶۹ تا ۶۸	دیا و ابتدائی جماعت منافقین	۵۳ تا ۵۲	معراج حضرت و فلسفہ معراج پر فلسفیانہ نظر معہ ثبوت
۷۰ تا ۶۹	سنت تنظیم علم اسلام و نزول یہ جہاد معہ حساب	۵۳ تا ۵۲	تایخ و مقام معراج و کیفیت معراج شاگرد کی
۷۱ تا ۷۰	اسلام بزرگ شہر مدینہ پہلا فقرائے عیسائی مغوی کی تہذیب	۵۳ تا ۵۲	منزل ارتقا و واپسی
۷۱ تا ۷۰	بائیل کی خونریزیوں کے اذکار و رسول جنگل اسلام	۵۳ تا ۵۲	ابتداء اسلام انصار مدینہ
۷۱ تا ۷۰	و انتظام خمبہ	۵۳ تا ۵۲	سال دوازدہم بعثت
۷۱ تا ۷۰	اسباب آغاز جنگ	۵۳ تا ۵۲	بیعت عقبہ دلی - ماموری مصعب بن ابی سفیان
۷۱ تا ۷۰	غزوہ ابواء جنگ و مسایا حمزہ و عبیدہ	۵۳ تا ۵۲	آغاز سبب نفاق در مدینہ
۷۱ تا ۷۰	غزوہ عسیرہ - علی کا لقب ابوتراب	۵۳ تا ۵۲	سال سیزدہم بعثت
۷۱ تا ۷۰	غزوہ بدر دلی و سریرہ عبداللہ بن جحش	۵۳ تا ۵۲	بیعت عقبہ ثانیہ - تقریر نقباء اسلام مشرکین کا حملہ و
۷۱ تا ۷۰	عقد فاطمہ زہرا علی - علی کی تدعا و منظوری	۵۳ تا ۵۲	رسول کا جنگ گزیر و مشرکین کی جانچ و نتیجہ رسول
۷۱ تا ۷۰	تحویل قبیلہ بنی نضیر فرض روزہ رمضان غیرہ	۵۳ تا ۵۲	کا اصحاب کو حکم ہجرت مدینہ دنیا
۷۱ تا ۷۰	غزوہ بدر کبریٰ مسلمانوں کی پہلی جان توڑ لڑائی علی و	۵۳ تا ۵۲	سال چہار دہم بعثت یعنی سنہ ہجری
۷۱ تا ۷۰	حمزہ کی بے مثل بہادری فتح کا سہرا علی کے شہر متحیر	۵۳ تا ۵۲	غلاب رسول تعلق ہجرت ابوبکر کی خریداری اونٹ پر کل نظر
۷۱ تا ۷۰	قتل رسول کی تدبیر	۵۳ تا ۵۲	مشورہ قریش بابت قتل رسول و حکم الہی نسبت ہجرت
۷۱ تا ۷۰	غزوہ کدو غزوہ بنی قینقح و غزوہ سویق	۵۳ تا ۵۲	مشرکین کا خانہ رسول کا محاصرہ
۷۱ تا ۷۰	سنہ ۳ - غزوہ قرقرہ الکدر و غزوہ بنی ثعلبہ	۵۳ تا ۵۲	رسول کا علی کو بستر سرسلانا موقعہ کی نزاکت رسول کا
۷۱ تا ۷۰	سریرہ قردہ و قتل کعب بن عدی قتل ابورافع واقعات	۵۳ تا ۵۲	دشمنوں کے درمیان سے نکال جانا
۷۱ تا ۷۰	مذکور پر تنقیدی نظر	۵۳ تا ۵۲	مشرکین گمرین داخل ہونا علی کا اطمینان دیوبند کی
۷۱ تا ۷۰	عقد حفصہ و زینب با رسول	۵۳ تا ۵۲	علی کے اشعار و اپنے سرسری نظر رسول کا غاثر و پیر پنچا
۷۱ تا ۷۰	زینب - رقیہ - ام کلثوم دختران مدینہ رسول کے متعلق	۵۳ تا ۵۲	روایت عائشہ - روایت طلحہ و طہیری - روایت عائشہ
۷۱ تا ۷۰	دلالت امام حسن	۵۳ تا ۵۲	پر تاریخی نظر
۷۱ تا ۷۰	غزوہ احبار کیفیت جنگ - خوار شکلا اسلام رسول کا نازک	۵۳ تا ۵۲	رسول کا غامض مخفی ہونا مشرکین کی تلاش ابوبکر کا
۷۱ تا ۷۰	موقعہ علی کی ثابت قدمی و نتیجہ حضرت حمزہ کی شہادت	۵۳ تا ۵۲	گریہ رسول کی تہدید
۷۱ تا ۷۰	غزوہ حمر الاسد عثمان کا مجرم کو پناہ دینا قتل عصام	۵۳ تا ۵۲	رسول کی غار سے روانگی مشرکین کا تعاقب و قمار ادا عائشہ

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۱۳۳ تا ۱۳۴	صلح اہل ذکک ذکر خاصہ رسول پھر یہ شہد بنی فاطمہ کی	۱۱۳ تا ۱۱۴	واقعات سنہ ۱۱۳
۱۳۳	جوبت شمس برائے علی	۱۱۴ تا ۱۱۵	سریرہ ابوسلمہ واقعات جمیع قتل سفیان بن یرموک
۱۳۴	سریرہ اسامہ وغزوہ وادی القری	۱۱۵ تا ۱۱۶	غزوہ بنی النضیر
۱۳۴ تا ۱۳۵	جواب مکاتیب مسلمانانجام سریرہ غالب علیہ السلام	۱۱۶	غزوہ بنی الحیان قصہ بنی بريق بنگساری یہودیہ
۱۳۵	قضا و عقد حضرت بامیونہ	۱۱۶ تا ۱۱۷	ولادت جناب امام حسین و وفات فاطمہ بنت سعد
۱۳۵ تا ۱۳۶	واقعات سنہ ہجری	۱۱۷	غزوہ بدر صغری
۱۳۶ تا ۱۳۷	اسلام خالد بن ولید سریرہ ذات السلاسل	۱۱۷ تا ۱۱۸	واقعات سنہ ہجری
۱۳۷ تا ۱۳۸	سریرہ موت و ہدایات رسول نتائج جنگ میں جنگاں	۱۱۸	غزوہ ذات الرقاع غزوہ ویرانہ یمن
۱۳۸	غزوہ فتح مکہ حسب علی کی گزارش خطبہ کا قیام و غلہ	۱۱۸ تا ۱۱۹	غزوہ بنی مصطلق فتح عقد حضرت باجویرہ علی کی
۱۳۸ تا ۱۳۹	علی کی دوش رسول پھر کعبہ کی جنگ میں قتال و شہد	۱۱۹	جنگ جملہ اٹکائشہ تحقیقات و نتیجہ
۱۳۹	مضامین کی جنگی سریرہ خالد و سعد و عرواح	۱۱۹ تا ۱۲۰	غزوہ خندق علی کی بہادری فضیلت فتح جنگ
۱۳۹ تا ۱۴۰	خالد کا بیانیہ فریقہ قتل علی کا فریقہ فی رسول کا شکر	۱۲۰ تا ۱۲۱	غزوہ بنی قریظہ علی کی کارگرداری و فتح جنگ
۱۴۰	غزوہ جنین ابوبکر کا نگرانی و تاج پاداش اول فریقہ	۱۲۱ تا ۱۲۲	قتل رسول کی دوسری تدبیر اسکا جواب و سریرہ ابو عبیدہ
۱۴۰ تا ۱۴۱	اسلام علی کی ثابت قدری بہادری فتح جنگ و قتل عمار	۱۲۲ تا ۱۲۳	عقد حضرت بازنیب طلحہ زید و تردید الزام
۱۴۱	غزوہ طایف رسول کی علی سے زاداری و کھڑکی ناگاری	۱۲۳ تا ۱۲۴	واقعات سنہ ہجری
۱۴۱ تا ۱۴۲	علی کی فتح تقسیم غنائم	۱۲۴ تا ۱۲۵	سریرہ محمد بن مسلمہ اسیر عکاشہ زید و خطا و غلطی
۱۴۲ تا ۱۴۳	اسلام اہل ہوازن ثقیف و ادعویہ و ادعویہ و ادعویہ	۱۲۵ تا ۱۲۶	غزوہ بنی قریظہ سریرہ کریمہ مدینہ دعا استقامت و فسخ
۱۴۳ تا ۱۴۴	واقعات سنہ ہجری	۱۲۶ تا ۱۲۷	رواگی رسول بکہ مخالفت کفار گفتگو و واقعات صلح
۱۴۴	وصولی زکوٰۃ اسلام بنی تمیم سریرہ علی	۱۲۷ تا ۱۲۸	حدیبیہ مشراط عمر کی مخالفت رسول فایہ صلح
۱۴۴ تا ۱۴۵	رسول کا ایجاہ تک زواج سے ایلا مہ جودہ اسیر نظر	۱۲۸ تا ۱۲۹	بیعت رضوان یا تحت شجرہ اور اسیر نظر غور
۱۴۵ تا ۱۴۶	غزوہ تبوک علی خلیفہ مدینہ حاسدین کین سازش	۱۲۹ تا ۱۳۰	اسلام ابوالبصیر ابو العاص شوہر زنیب تیاری مہر
۱۴۶	عقبہ خلفاء علی و رسول واقعہ پر سیاسی نظر	۱۳۰ تا ۱۳۱	حضرت ارسال خط و خواہ اسلام سریرہ ملا خربہ محمد بن
۱۴۶ تا ۱۴۷	ایسی رسول بلا جنگ سریرہ ابو عبیدہ و خالد بن صاحت	۱۳۱ تا ۱۳۲	ارسال مکاتیب نزول آیہ طہار
۱۴۷ تا ۱۴۸	سازش عقبہ کی حاجت ذریعہ حذیفہ نام سازش کنین	۱۳۲ تا ۱۳۳	واقعات سنہ ہجری
۱۴۸	عمر کی حذیفہ سے طوط	۱۳۳ تا ۱۳۴	غزوہ خیبر سپاہی سہ روزہ ابوبکر و عمر و خیر کی دلچسپ
۱۴۸ تا ۱۴۹	غزوہ تبوک پر سیاسی نظر اخلاق نبوی کا نمونہ	۱۳۴ تا ۱۳۵	طبع آرا بیان علی کرا غیر ذرا عطا علم علی علی کی نیطیر
۱۴۹	قصہ سجدہ خضروا ہندام مسجد	۱۳۵ تا ۱۳۶	بہادری و حرب جنگ دروازہ قلعہ اکبارنا و فتح
۱۴۹ تا ۱۵۰	سریرہ وادی الریل ناکامی و فرار عمر ابوبکر کا میان	۱۳۶ تا ۱۳۷	کرنا عقد حضرت باصفیہ انتظام الماک خیبر
۱۵۰	فتح علی علی کی جیسے سے مشاہرت بزبان رسول		

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۲۱۱	دفن رسول کا قصہ اور انگریز مورخ کی تقریر مولوی سیدی	۱۸۱	آمدن خود قبائل عرب سے تاج
۲۱۲	کا تاسف و تسلیم واقعات الزام کی روشنی میں تنقیدی نظر	۱۸۲	عبداللہ بن ابی سہل کی موت عمر کا رسول پر اعتراض
۲۱۳	واقعات حالات سقیفہ بنی ساعدہ مجربہ بعلق تحقیق	۱۸۳	نزول سورہ برآۃ و ماموری معزولی ابوبکر ماموری علی بن ابی طالب کی ہمدردی و اسیرہ نقیضی نظر
۲۱۴	اعتراف کوئی کی روایت سقیفہ میں جمع کن قبائل کا تھا	۱۸۴	واقعات سنہ ۱- آمدن و خود مزید
۲۱۵ تا ۲۱۶	سقیفہ کی حرکت آزمایان واقعات حدیث ابوبکر کی کیفیت	۱۸۵	مہاجر باہل بخران نزول کی یہاں علی بن ابی طالب کی کیفیت
۲۱۶ تا ۲۱۷	طریق تقریر خلافت و حجت خلافت ابوبکر کی حاجت	۱۸۶	مہاجر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی دوسری نوعیت
۲۱۷	اجماع کی تعریف کس کس نے اخراج کیا اجماع	۱۸۷	حجت اوداع رسول و واقعہ فخر علی بن ابی طالب کے متعلق علم
۲۱۸	خلافت پر آخری نظر کہ ہاں تک یا حجاجی کبھی جاگتی ہو	۱۸۸	اسلمت کی تحقیق تخصیص معنی مولیٰ موقوفہ علی بن ابی طالب
۲۱۹	حضرت ابوبکر کی قابلیت امتحان خلافتی کا طائفہ	۱۸۹	واقعہ سازش عقبہ بن ابی معیط و خفاک عبد بن مسعود
۲۲۰	شیخین کے ذاتی خیالات نسبت تحقیق و نہ حجت خلافت	۱۹۰	علاقہ بنی سعادہ و اہل بیت علیہم السلام کی وفات و انصاف کا
۲۲۱	سقیفہ میں علی کے لیے تحریک کیسے ہوئی استحقاق	۱۹۱	آغاز خلافت رسول سدودی دریا حجاز و مسجد نبوی مدینہ منورہ
۲۲۲	خلافت علی کے وجود و دلائل	۱۹۲	واقعات سنہ ۱- آمدن و قدیمین
۲۲۳ تا ۲۲۴	نوعیت استحقاق خلافت کے متعلق عیسائی مؤرخین کی تحقیق	۱۹۳	بارگاہ خلافت رسول حکم تیار بنی سعادہ و ماموری ابوبکر
۲۲۵	علی کے فضائل و محضائل اور تحقیق عیسائی مؤرخین	۱۹۴	نشان کی خاص ماموری علی و عباس بنی سعادہ کی مخالفت
۲۲۶	مخالفین بیعت کے ساتھ خلافت کا طر عمل	۱۹۵	ابوبکر و عمر کا خلف اسباب نظر بطرف مکالمہ عائشہ رسول
۲۲۷	بیعت ابوبکر کیسے علی پر جا رہا ہے و عمر کا لکھنؤ چلانا	۱۹۶	تصدیق طاس عمر کی خلافت فتح الدائم کی ہمدردی و شہرہ کی تردید
۲۲۸	و قصد حراق خانہ فاطمہ	۱۹۷	حضرت عمر کی دیدہ دلیری انقلاب کیسے تھا کارائے تصفیہ بنی سعادہ
۲۲۹	عیسائی مؤرخین کی تصدیق نسبت قصد حراق خانہ	۱۹۸	وصایا رسول و واقعہ اہلبیت قصد تصاص علی بن ابی طالب
۲۳۰	علی کی طلبی و جوابات و بھر گفاری	۱۹۹	قصد نامت نماز عائشہ کی چالاک کی رسول کی خار و شیطانی طر
۲۳۱	دربار خلافت میں مطالبہ بیعت پر علی و شیخین وغیرہ کی گفتگو علی کا انکار بیعت سے	۲۰۰	فاطمہ سے راز کی باتیں سب ذاتی حوالہ علی بن ابی طالب حجاز طر
۲۳۲ تا ۲۳۳	طلبی و گرفتاری علی و طریقہ عمل پر تنقیدی نظر	۲۰۱	وفات رسول تاریخ وفات عمر کی تلوار بکھتر و وفات
۲۳۴	علی کو بیعت ابوبکر کرنے کے متعلق تحقیق دلائل عدم	۲۰۲	ابوبکر کی فہمائش خطبہ
۲۳۵	امکان بیعت از علی و نتیجہ تحقیق کہ علی ہرگز بیعت نہیں	۲۰۳	ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ کا جنازہ رسول کو چہرہ کر سقیفہ بنی سعادہ
۲۳۶	خاتمہ کتاب و قطعات تاریخ از مولف	۲۰۴	چلا جانا تجہیز و تکفین رسول فہم اہلبیت
۲۳۷ تا ۲۳۸	فہرست غزوات اسلام	۲۰۵	تجہیز و تکفین رسول کس کس نے کی
۲۳۹ تا ۲۴۰	فہرست واقعات اہم عمل صحابہ خالص رسول	۲۰۶	سبب تاخیر دفن رسول صحابہ تین دن تک غائب
۲۴۱ تا ۲۴۲	فہرست حالات از ادراج رسول	۲۰۷	عائشہ کی لاعلمی و قیہ بنی سعادہ سے
۲۴۳ تا ۲۴۴	تقریر از علیہما کھام	۲۰۸	دفن رسول علی آخر شخص جو قبر رسول سے نیچے مرثیہ
۲۴۵ تا ۲۴۶		۲۰۹	رسول از فاطمہ

دیباچہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذي خلق الانسان علمه البيان "مرج البحرين يلتقيان" بينهما برزخ لا يبغيان " يخرج منهما النور والرجاء " والصفوة والسلام على جبينه ورسوله سيدنا الانس والجان " صاحب النجاة والبرهان " حامل الحق والبيان المنزل عليه القرآن " الموبدان لفرقان " محمد المصطفى المبعوث في آخر الزمان " وعلى وزيرة ووصيد على المرتضى مظهر الايمان " المزوج في السماء بخير النسوان " القوى الشديدا لاركان " كاسرا لاصنام والاوثان " قاتل اهل الكفر والطغيان وعلى عترته اهل البيت امناء الرحمن " وكفوز الفرقان " واصحابه زدى الكرم والامتنان " والله المستعان وعلي له الشكران ۵ اما بعد :- ناظرین! ہمیں پرورش ہے کہ سرور کائنات مفر موجودات جناب رسالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جس قدر بھی اسلامی دنیا میں تخریر ہوئیں وہ اول تو زیادہ تر زبان عربی و فارسی میں ہیں جن سے عام مسلمان کم فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور جو اردو میں ان میں بھی سوانح میں سیرت اور سیرت میں تفاسیر و روایات مختلفہ کا ایسا غلط بحث کیا گیا ہے کہ طبیعت کو الجھن معلوم ہوتی ہے اور پھر ان میں مذہبی و اعتقادی خیالات کا ایسا پر تو نظر آتا ہے کہ صحیح رائے قائم کرنا دشوار ہے۔ اور اختلاف روایات کی وجہ سے ترتیب و تسلسل واقعات کے نہونے سے سخت دقت کا سامنا ہوتا ہے تو ایچ کو دیکھا گیا تو وہ بھی عام اس سے کہ کسی فرقہ و مذہب کی ہون ان امور سے خالی نہیں حالانکہ تواریخ و سیرت جداگانہ و مختلف شعبے ہیں اور ہر ایک کا نقطہ نظر جداگانہ ہونا چاہیے اگر سوانح و سیرت میں اعتقادی رنگ نہج ہر امر کو معجزات و الہام نرودل ملائکہ و وحی کی جانب منسوب کر کے خود حضرت کے ذاتی محاسن روحانیت و حقیقت کمال قوت و ماعنی جسمانی مثل فراست و پیش بینی امتیاز و ادراک تدبیر و استقلال تمدن اخلاق سیاست و حکومت جرات و شجاعت پر پردہ ڈال دیا ہے تو تواریخ نے ایک ایسا بدنما خاکہ آپ کے حالات و واقعات کا پیش کیا ہے کہ آپ کی زندگی اور اسلام کی ترقی مثلاً ایسے کارناموں کے انظر آتی ہے کہ وہ ساری قوموں کو طرح

طرح کی نکتہ چینیوں و حضور کے متعلق غلط رائے قائم کر نیکاً موقع ملتا ہے ۔

عصر سے دل میں خیال تھا کہ ان مذہبی و عقادہ پابندیوں سے علیحدہ ہو کر محض تاریخی و سیاسی نقطہ نظر سے حضور پر نور کی زندگی کے سچے حالات از پیدائش تا وفات ایک مختصر اردو رسالہ کی شکل میں پبلک کے سامنے پیش کروں جن سے صحیح اندازہ حضور کے محاسن و مدارج اور اسلام کی تدریجی ترقی و سبب ترقی کا ہو سکے مگر اپنی ناقابلیت پر نظر کر کے ہمت نہ ہوتی تھی۔ لیکن بعض جوابی ہمت دلا کر آمادہ کر ہی دیا۔ لہذا میں نے ہر فرقہ اسلامی یعنی اہل تسنن و تشیع کی تاریخوں و سیرتوں سے مذہبی اعتقادوں سے متعلق الٹے گریز کر کے صرف وہ حالات واقعات جو تعلق تمدن و سیاست سے ہیں اور جو مسلمہ فریقین میں جمع کئے ہیں اختلافی صورتوں میں زیادہ تر تواریخ اہل تسنن کو ملاحظہ قرار دیکر اس کے عقلی پہلو دکھا کر اور نتائج و سبب کا ذکر کر کے ناظرین کی امتیاز پر چھوڑ دیا ہے جاری غرض ہرگز کسی معرکہ آرائی کی نہیں ہے اگر کہیں کسی معرکہ اختلافی میں مداخلت کی ضرورت ہوئی ہے تو اس کو بھی اس کے عقلی و نقلی نشیب و فراز دکھا کر عقل سلیم کے نتیجہ کو ناظرین کے حوالہ کر دیا ہے ۔

بڑی مشکل یہ ہے کہ جس بزرگ کے حالات مجھے لکھنے ہیں۔ اس کے متعلق ایسی ہی باتوں کی افراط ہے جسے مافوق لفظ سمجھ کر زمانہ حال کی تعلیم و فضا آسانی سے قبول کر نیکو تیار نہیں ہوئی بلکہ ہر ایسی بات پر جو قرن قیاس نہ ہو عرض کرنے کو موجود ہو جاتی ہے۔ اس لیے جسے الوسع ایسی باتوں کا رازہ اختیار کیا گیا ہے۔ یا اپنی عقل و سمجھ کی موافق اس کی توجہ یہ کر دی ہے ناظرین دیکھیں گے کہ اس ترک سے بھی کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی کیونکہ وہ ذات جس کے حالات لکھنے ہیں بغیر آسمانی سفارش کے بھی اعلیٰ درجہ کی مثالی حیثیت رکھتی ہے ۔

میں اپنی مشکلات کو خوب سمجھتا ہوں کہ جس نفس کامل کے حالات لکھنے کے متعلق میں نے ارادہ کیا ہے یہ میری قدرت سے قطعی باہر ہے۔ کہ میں تمکو ان کی اصلی نکات کیساتھ دکھا سکوں کیونکہ اکیلے ایسے بے مثال انسان کے حالات میں جس کی عظیم روحانی قوتوں اور اُس کے اثرات کا صحیح اندازہ و ادراک اظہار کرنے کے واسطے ویسے ہی اعلیٰ دماغ قابلیت قوت بیان و قدرت قلم کی ضرورت ہے جس میں بالکل ہی خالی ہوں۔ مگر اپنی تسکین صرف اس امر سے کر لی ہے کہ بہر حال میری کوشش و ہمت ایک اچھے کام کی طرف متوجہ کر کے رکھو تا دنیا سے جتنے وقت و زمانہ کے لیے بھی علیحدہ رکھے گی میرے لیے موجب ثواب و ذریعہ بخشش ہوگی ۔

میں ناظرین پر یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگرچہ میں فرقہ اثنا عشریہ کی ایک ناچیز فرد ہوں مگر میرا لایعلاں مور اختلافی میں ہرگز مذکرہ علمی و مناظر عقلی و سیاسی سے آگے نہیں بڑھا ہے اور اس وجہ سے میں نے

اپنے بیان کو حوالہ کتب اہلسنت سے موقوف کر دیا ہے۔ بلاوجہ کسی کی دل شکنی مجھے ہرگز مسرور نہیں کر سکتی نہ کسی کی خواہ
 خواہ تدبیل سے میری مذہبی عزت میں کچھ اضافہ ہو سکتا ہے تعصب و جنبہ داری کے الزام سے بچنے کے لئے
 میرے پاس صرف ایک ہی ذریعہ تھا وہ یہ کہ میں خلائی مواقع پر اپنے پیمان کی کتب و روایات گریز کر کے
 صرف اہلسنت کی تواریخ سے کام لوں ورنہ ایسا ہی کیا گیا ہے۔ جو میری نیک نیتی کی آخری دلیل ہے اس سے
 التبتہ مجھے کیا بلکہ ہر تاریخ نویس کو مجبوری ہے کہ سوانح رسالت مآب میں تمام تر تواریخ و کتب سیر علی کے کارناموں
 اور فضائل و مراتب سے ہمیں کیونکہ صلیا ہی اک عنوان سے غور و اکمل تعلیم فیض رسالت سے بخشی ہے اور اسی بہادر
 کی گارہی کمائی کا دین اسلام اپنے وجود میں جب تک ممنون ہے۔ ورنہ نہ معلوم اسکا کیا شرم و تاپس ایک تاریخ
 نویس کو اُن کے اذکار سے کی طرح مفر نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں نے اُن کے متعلق بھی تمام حالات کی بناء تواریخ
 اہلسنت پر رکھی ہے۔ بلکہ ان میں بھی نہایت اختصار سے کام لیا ہے اس پر بھی مجھے کوئی گوشہ سوانح رسالت
 کا علی کی جانفتانیوں کے اذکار سے خالی نہیں ملتا۔ میری اس احتیاط و نیک نیتی پر بھی اگر کوئی صاحب سیری
 نسبت تعصب کا گمان فرمائیں۔ تو اُن کے واسطے میرے پاس بحر شکر یہ اور اس انما س کے اور کوئی بدیہ نہیں ہے
 کہ اول اپنے پیمان کے مورخین و محدثین متقدمین کو جنہوں نے اپنی مستند کتابوں میں وہ حالات تحریر فرمائے
 ہیں اس صفت سے متصف فرمائیں مگر انصاف پسند تاریخ میں حضرات سے انصاف کا ضرور امیدوار ہوں
 تمامی واقعات کو نہایت محنت و جانفتانی کے ساتھ حتمی الومح کافی جانچ و صحت کے بعد مسلسل لمحاظ
 تواریخ و سنن ترتیب وار درج کیا گیا ہے تاکہ ناظرین کو ہر امر کے موقع و سبب کے سمجھنے میں سہولت ہو
 اور زمانہ حضرت کے اسلام اور اہل اسلام کے تدریجی حالات پر ناظرین کی نظر باسانی پہنچ سکے۔ کسی چھوٹے
 سے چھوٹے واقعہ کو بھی حتی الامکان ترک یا نظر انداز نہیں کیا گیا ہے کتب مجتہدہ مستدلہ کی عبارت یا ترجمہ کو
 ”دکھ میاں“ تحریر کیا گیا ہے۔ اور اُن کے درمیان اگر کسی نوٹ تالیفی کی ضرورت ہوئی ہے اسکو خطوط و حدانی میں
 تحریر کر دیا گیا ہے۔

میں اپنی اس ناچیز تالیف میں مولف الکرار کے پاکیزہ خیالات و طرز اوا و جدت روش کی تعریف کئے بغیر
 نہیں رہ سکتا جس سے مجھے اپنے نقطہ نظر کے تکمیل میں بے انتہاد دلی ہے اور اکثر مواقع میں نے اُن سے
 اخذ کئے ہیں۔ کیونکہ میرا اور اُن کا مطمح نظر بظاہر ایک تھا جس کے بابت ان کی خدمت میں میں پنا ناچیز شکر یہ
 پیش کرتا ہوں۔

یہی بالکل ظاہر ہے کہ واقعات تاریخی ہمیشہ اسوجہ سے خشک ہوا کرتے ہیں کہ عبارت آرائی اور رنگینی بیان بالکل خالی ہوتے ہیں۔ جدت پسند طبائع کیواسطے اون میں مضمون آفرینی کی دلچسپیاں موجود نہیں ہوتیں اور ان میں گل و بلبل کے دلفریب نظارے نظر آتے ہیں نہ عشق و محبت کے دلسوز فسانے جو ہر طبیعت کو اپنی طرف کھینچ لیں۔ وہ محض سچے واقعات کا سید ہے سادہ الفاظ میں اظہار ہوتا ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں اپنی کمی لیاقت کیوجہ سے انکو بھی ایسے الفاظ و عنوان سے ناظرین کے سامنے پیش نہیں کر سکا ہوں جو کسی دلچسپی کے قابل ہوتا البتہ ناظرین کے کرم ضرور امیدوار ہوں کہ اگر قبول افتدز ہے عز و شرف۔

احقر الکونین السیاحین فی امرہ

مختصر جغرافیہ عرب

حدود اور
رقبہ آباد

قبل اس کے سوانح حنفیہ کا آغاز کیا جائے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کچھ حالات جغرافیہ عرب کے ظاہر کردوں جس سے ناظرین کی واقفیت میں گواضافہ ہوگا عرب کے معنی اصطلاح جغرافیہ میں زمین بے زراعت کے ہیں حدود اور بحر عرب شمال میں۔ ایشیائی ترکستان جنوب میں بحر ہند و خلیج عدن مغرب میں بحر قزح یعنی بحر احمر مشرق میں بحر عمان و خلیج فارس ہیں۔ حد شمالی مختلف فیہ ہے۔ مگر اب مسلمہ طور پر وہ خط ہے جو ۳۴ درجہ عرض البلد سے شہر سویز سے خلیج فارس تک کھینچا جاتا ہے بعضوں نے علاقہ حلب کے دریائے فرات تک کے قطعہ کو بھی عرب میں داخل کیا ہے۔ اور قدیم تاریخوں میں جزیرہ نماے سینا کو بھی عرب میں شامل کیا ہے۔ رقبہ بارہ لاکھ بیس ہزار میل مربع ہے باعتبار رقبہ ملک جرمن و فرانس سے چار گونہ بڑا ہے۔ اور ہندوستان سے ایک ثلث کم آبادی ایک کروڑ دس لاکھ ہے جس میں پانچواں حصہ صرف بدوی لوگوں کا ہے بدوی صحرائیں قحط کو کہتے ہیں۔ اور جو لوگ شہر و قصبوں میں رہتے ہیں ان کو عرب انحصار کہتے ہیں۔ بدوی عموماً بہیڑوں و دنبوں و اونٹوں کو پالتے ہیں اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ خیموں میں رہتے ہیں۔ بضرورت چارہ پانی مویشیان کے ایک جگہ سے دوسری جگہ کو منتقل ہو رہتے ہیں۔ یہ لوگ قدامت سے اپنی زندگی کو شہر کی زندگی سے بہتر سمجھتے ہیں۔ اور اب تک انکی ملکی رسم و رواج میں کچھ فرق نہیں آیا۔ جنگ و جدال ان کی فطرت میں داخل ہے گو تہذیب اسلام نے انکو سیکھد ر نرم کر دیا ہے۔ قساوت ان کی شجاعت سے بدل ہو گئی ہے فیاضی و ہمان نوازی انکا خاص شعار قدیم سے ہے۔ زمانہ خلفاء میں اسلامی فوج کا بڑا حصہ ہی بدوی تھے۔ علاقہ شام کے سرحدی بدوی چار مختلف قبائل

بدوی عرب

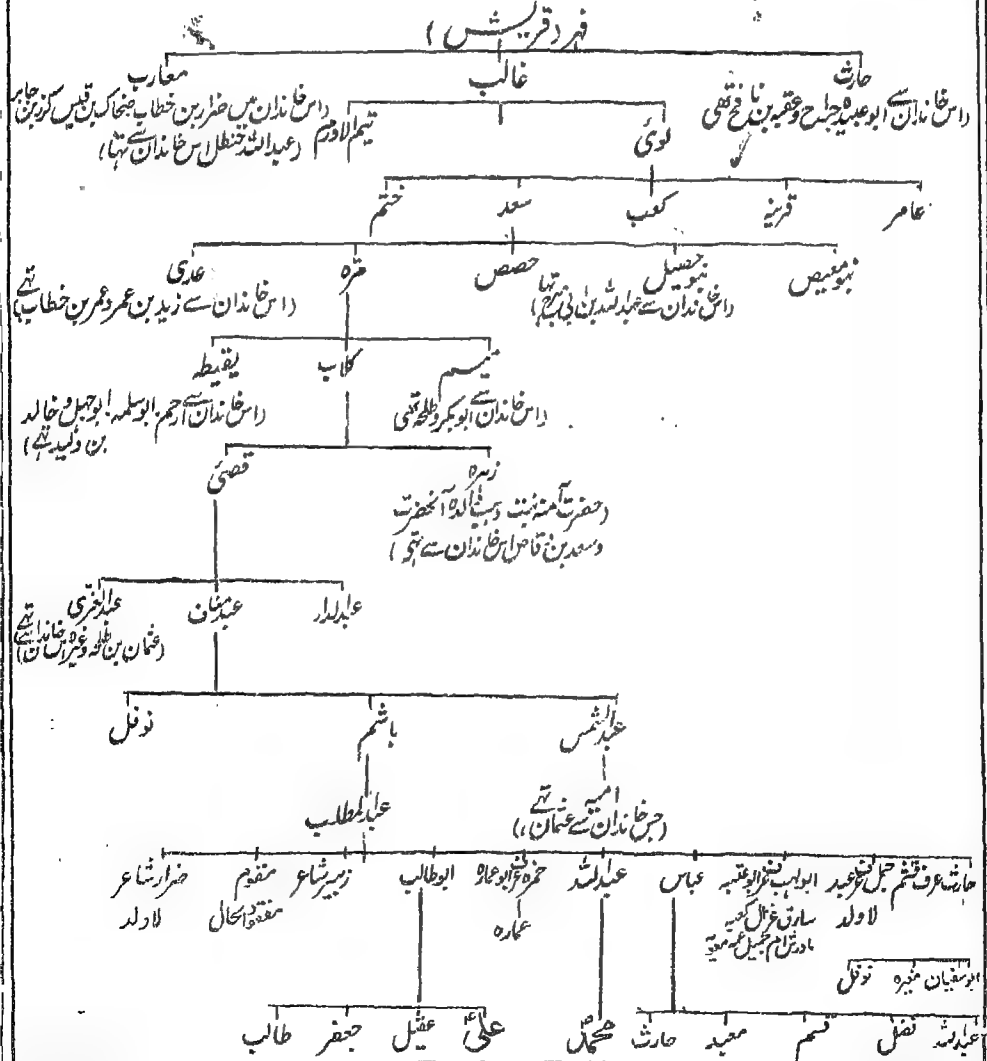
منقسم ہیں (۱)، دروزیہ مسلمان ہیں اور بڑے جبری ہیں۔ فرقہ مواریثہ سے اور ان سے سخت عداوت ہے (۲)۔
 مواریثہ یہ نصرانیوں کا فرقہ ہے۔ مگر یہ بہادر نہیں (۳)، متادلہ۔ کوہستان عرب میں آباد ہیں۔ مذہب مامیہ ہے
 سخت متعصب ہیں (۴)، انصاریہ۔ ایک جداگانہ پہاڑی قوم ہے۔ مذہب بطاہر اسلام ہے مگر تاسخ کے ہی قایل
 ہیں۔ اور آفتاب و ماہتاب کی بھی پرستش کرتے ہیں ۛ

مستوطن عرب: یہ بدوں کی طرح نیم چشتی نہیں ہیں مثل دنیا کی دیگر شایستہ قوموں کے ہیں۔ علاقہ نجد
 کے انخاص زیادہ صناع ہیں۔ گریبان عرب انھیں کی بھی تقریباً وہی ہے جو بدوں کی ہے دہائی فرقہ نجد کی نسبت
 مشہور سیاح پالگریو کہتا ہے کہ وہ بمقابلہ دیگر اہل عرب کے بخیل و بزدل ہوتے ہیں۔ مگر چالاک و خود غرض اور کینہ در
 ہوتے ہیں ۛ

تجارت عرب کی قافلوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ علاقہ عقبہ میں جا بجا ندیاں ہیں بہن میں لعل ہوتا ہے اور نجف
 میں درحقیق۔ فیروزہ و جزیع یانی اکثر مقامات پر ہوتے ہیں۔ بحرین میں موتی ہوتے ہیں۔ راستہ باقدیم۔ دمشق
 سے بغداد تک۔ ریاض سے مکہ تک۔ مکہ سے مدینہ میسقط سے بغداد و دمشق۔ آج کلہ حلب مدینہ تک ریلوے چالی ہے
 جو حجاز ریلوے کہلاتی ہے ۛ

عراق عرب ایک بکڑا علیحدہ گوشہ شمال و مشرق میں ہے جس میں زیادہ تر امامیہ مذہب کے یہاں اب ابصرہ سے
 بغداد اور کربلا تک ریل جاتی ہے جس کی شاخیں کاظمین سامرہ کو بھی گئی ہیں جو عراق ریلوے کہلاتی ہے نجف و
 کوفہ کو موٹر سروس چالی ہے۔ بغداد و کاظمین سے خراساں کو بھی موٹر جاتی ہے۔ اور مدینہ منورہ کو بھی شام ہو کر
 موٹر سے سفر ہوتا ہے ۛ

شجرہ مبارکہ
از آدم



کنیت حضرت کی ابوالقاسم تھی اسبوجہ سے کہ آپ کے ایک صاحبزادہ کا نام قاسم تھا۔
اسماء گرامی القاب حضرت جو قرآن مجید میں آئے ہیں یعنی جن ناموں سے خدا نے آپ کا ذکر آنجید میں فرمایا ہے
حسب ذیل ہیں:-

محمد۔ احمد۔ عبد اللہ۔ حسین۔ نون۔ منزل۔ مدثر۔ طہ۔ رسول۔ ذکر۔ شاہد۔ شہید۔ مبشر۔ بشیر۔ نذیر۔ داعی۔ سراج
منیر۔ رسول اللہ۔ خاتم۔ رحمت للعالمین۔ خاتم النبیین۔ نبی۔ آتی۔ نور۔ نعمت۔ رؤف۔ رحیم۔ منذر۔ مذكر۔ شمس۔
نجم۔ حم۔ حاشر۔ کافی۔ عاقب۔ فتح۔ قاید۔

اسماء حضرت جو دیگر کتب آسمانی میں پائے جاتے ہیں:- توریت میں حیدر۔ انجیل میں احمد و فارقلیطا۔ زبور
اسما حضرت در کتب
آسمانی

بین ماحی :-

حلیہ مبارک :- قد میانہ سے قدرے بلند۔ سر بزرگ۔ بال نہ زیادہ چھیدہ نہ زیادہ کشادہ جو نرم گوشہ تک
سر کے دونوں طرف پڑے رہتے تھے۔ رنگ سفید مایل بہ سرخی و نولانی پیشانی کشادہ۔ ابرو باریک قوس نما دیکھا
سے کشادہ درمیان پیشانی کے ایک رگ تھی جو بروقت غضب ابھرتی تھی۔ ناک لابی درمیان سے قدرے
اٹھی ہوئی۔ ریش مبارک گھنی و ہموار تھی۔ نوکیلی نہیں تھی۔ مونہ بہت چھوٹا۔ دانت بہت سفید و کشادہ۔ سینہ سے
ناف تک ایک خط بالونکا تھا۔ بعضا بدن قوی و موزوں۔ کلائی و پنڈلی صاف و قوی۔ پیرہن میں سے قدر
بلند۔ رفتار با وقار مگر تکرانہ نہیں گردن جھکا کر چلتے تھے۔ چہرہ رعب و رہا جیم اقدس کا سایہ نہ تھا۔

عادات و خصائل :- بات بہ کشادہ پیشانی کرتے تھے۔ سلام کرنے میں تقدیم کی گوشش ہوتی۔ راستہ میں کسی
کی طرف متوجہ ہوتے تو تمام جسم سے اُس کی طرف مڑ کر بات کرتے۔ بات جامع و مانع ہوتی تھی کسی کو بھارت نہ دیتے
بہنی زیادہ ہنس سے ہوتی۔ غور و خوض و غلغلہ سے خالی نہ رہتے تھے۔ بروقت غصہ کوئی سامنے نہ ٹھہر سکتا تھا۔ جو بات
کہتے اسکو اچھی طرح سہا دیتے بیفائدہ بات کہی نہ کرتے تھے۔ شخص کے ساتھ موافق اس کے علم و مرتبہ کے بات کرتے مقدار
بہر حاجت روائی پر آمادہ رہتے۔ بردباری رستی و دیانت کو بہت پسند کرتے تھے مزاج میں بے انتہا انکساری تھی۔ غذا و
لباس دلے درجہ کو پسند کرتے تھے۔ دوسروں کے عیب کی تلاش نہ کرتے شخص سے ایسا برتاؤ کرتے کہ وہ یہ سمجھتا کہ اس سے
بہت خوش ہیں۔ دشمن سے بھی بدسلوکی روانہ نہ کرتے تھے۔ بچپن میں بھی ابھو و لبیک نفرت تھی۔ تنہائی کو زیادہ پسند کرتے
جوانی میں بھی اکثر اترائیں عبادت الہی میں بسر کرتے۔ زیادہ وقت کوہ حرا میں معرفت و یاد الہی میں صرف کرتے تھے
زمانہ عروج اسلام میں وقت کے تین حصہ کئے تھے ایک حصہ عبادت خدا میں ایک اہل و عیال میں ایک کار خلائق

علاؤ احقر

معنی نامی

حضرت اُمّی تھے یعنی کسی دُنیاوی علم سے پُرہنا لکھنا نہیں سیکھا تھا بعضوں نے اُمّی کے معنی یہ لیے ہیں کہ حضرت قطعی لکھ پڑھ نہ سکتے تھے بعض کہتے ہیں کہ پڑھ سکتے تھے۔ مگر لکھ نہ سکتے تھے۔ مگر یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ کیونکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ صلح حدیبیہ کی وقت لفظ رسول اللہ صلحا میں حضرت نے خود اپنے قلم سے قلمزد فرمایا تھا اور جنگ احدہ سے پہلے جو خط حضرت عباس نے مشعر اطلع ارادہ و تہیہ قریش حضرت کو لکھا تھا وہ حضرت نے خود ہی پڑھا، اور صحابہ میں کسی کو اُس وقت اس کی خبر نہ کی تھی۔ فدک کے متعلق بھی حضرت نے جو کتبہ لکھا کہ حضرت فاطمہ کو دیا تھا۔ اُس کی نسبت بھی کوئی یہ نہیں کہتا کہ وہ حضرت کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں تھا۔ اور نہ اُس کا کوئی دوسرا کاتب بتایا گیا۔ وقت آخر بھی جو حضرت نے دوات و کاغذ مانگا تھا تو یہی فرمایا تھا کہ میں تمہارے واسطے ایسی چیز لکھ دوں کہ مرے بعد گمراہ نہ ہو۔ یہ نہیں فرمایا کہ لکھا دوں۔ علاوہ یسین جناب امام محمد تقی و امام جعفر صادق علیہما السلام سے منقول ہے کہ حضرت لکھ پڑھ سکتے تھے۔ اور اس آیت سے استدلال فرمایا ہے کہ :- ھُوَ الَّذِیْ یُبْعَثُ فِیْ الْاٰمِیْنِیْنَ رَسُوْلًا مِنْھُمْ لَیَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھُمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ اور فرمایا ہے کہ ناخواندہ شخص کیسے تلاوت آیات و تعلیم علم و حکمت کر سکتا ہے اُمّی کے معنی تفسیر آئمہ میں منسوب بہ اہل الفریضہ مگر کے رہنے والے کیے گئے ہیں :-

حالات سوانح عمری جناب سالتماہ صلی اللہ علیہ وسلم

سوانح بدایین چونکہ نقطہ نظر میرزا زیادہ تاریخی و سیاسی ہے اور عقائد یعنی امور اعتقاد یہ سے متعلق قطع نظر کر کے صرف سیاسی و تاریخی منظر و احوال اصل کا پیش کرنا ہے لہذا ان حالات جو متعلق ابتدائے خلقت نور حضرت کے بمصدق "اول ما خلق الله نوري" یا "كنت كنزاً مخفياً" یا "كنت نبياً" و آدم بین الماء والطین کے بین قطع نظر کے صرف پیدائش ظاہری سرور کائنات سے حالات کا نقشہ پیش کیا جائے گا۔

آغاز کم

یہ ظاہر ہے کہ حضور کی پیدائش عرب جیسے سخت ملک کے شہر مکہ میں ہوئی زمانہ پیدائش حضرت مین جو دہائی طرز معاشرت تمدن اخلاق حضائل عقاید تھے اگر ان کو تفصیل کے ساتھ دکھایا جاتا ہے تو اسی مقصد کے واسطے ایک بڑی مہبوط کتاب کی ضرورت ہوگی۔ جو مجھے میرے مقصد اہلی سے بہت دور لجا بیگی۔ صرف اس قدر ظاہر کرنا کافی ہے کہ اس وقت سرزمین عرب میں کوئی علمی یا اخلاقی درس گاہ نہیں تھی۔ عام طور پر صحرائی زندگی تھی۔ طرز حکومت

نمدن اخلاق

وَعَمَّا يَدْعُبُ
وَقْتُ مَيْدَانِ
مُصَوِّرِ

شخصی وطوائف الملوک یعنی سرداری قبائل کا تھا کوئی خاص قانون نہ تھا مختلف عقائد مثل یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ تانیر جہالت ملک سے منہ شدہ تنکلوں میں لایج تھے۔ خاص خانہ کعبہ میں موسیٰؑ اور ہارونؑ کی جلوہ گاہ بنا ہوا تھا۔ ہر قبیلہ کا بت یعنی معبود جدا گانہ تھا۔ بلکہ اکثر ایک خاندان میں بھی مختلف افراد جدا گانہ مذہب رکھتے تھے بلکہ حقیقت میں تو عرب کا مذہب عورت۔ تلوار۔ روپیہ اور انتقام تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر بیسوں پشتوں تک قبائل میں خانہ جنگیاں ہوتی تھیں۔ قوائے جوانی کے عروج و قوائے روحانی کی انتہائی پستی کی کھلی ہوئی نظریں بکثرت موجود تھیں۔ افتخار حسب نسب جنگجوی و بہادری البتہ مایہ ناز تھی۔ حیثیت جابلانہ کا جوش تھا۔ مادہ انتقام عروج پر تھا ان کی شاعرانہ طبیعت یا تو کسی شوق کے پھٹے ڈھانچے یا عکاظ وغیرہ کے میلوں میں داد کی تمنیٰ تھی۔ یہ وقت جنگ انتقام ان کی عورتیں ستارہ سحری کی لڑکیاں دف بجا بجا کر شعلہ انتقام کو ہر طرح بھڑکاتیں کہ اگر تم نے ہاتھ مارا تو ہم تمہیں سینے سے لگائیں گے اخلاق کی یہ حالت تھی کہ کثرت سے افعال شنیعہ مثل قتل۔ زنا۔ شراب خواری۔ جوا۔ معمولی اشغال میں داخل تھے۔ ارد گرد کے مروجہ مذہب کے اصول بھی اس قدر گرد آلود تھے۔ کہ ان میں خلاق عروج پر مفید اثر دلنے کی قوت بھی باقی نہ رہی تھی۔ بلکہ وہ خود اس فضا سے متاثر ہو گئے تھے۔ نیمور صاحب کا قول ہے کہ:-

عیسائیوں نے عرب کو پانچ سو برس تعلیم دی مگر معدودی چیز عیسائی نظر آتے تھے یعنی حارث بنی بخران۔ جحیفہ دہنی طے اور یہ بھی حضرت عیسیٰ کی الوہیت کے قائل تھے جو کبھی خدا کے اوتار کہیں خدا بشکل انسان کہیں خدا کے فرزند مانے جاتے تھے حضرت مریم کا بھی بت بنا ہوا تھا اور صلیب کی وقت پرستش کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ یہ بائیت نے مخلوقات الہی کی طرف سے متنفذ کر دیا تھا۔ دین موسوی کا التبر زیادہ عروج تھا مگر بت پرستی کے عنصر وہ بھی خالی نہ تھے مثل زردشتوں کے دو خدا یعنی فاعل خیر و شر کے قائل تھے پس ایسی تاریکی کفر و شرک میں جو جزیرہ نما عرب پر چھائی ہوئی تھی۔ جائزہ بطور پیشین گوئی کیجا سکتی تھی۔ کہ ضرور کوئی بادی پیدا ہونے والا ہے۔

پس ایسے ملک و ایسی فضا میں کسی ایک ریفارمر مصلح آیا یا بانی مذہب جدید کا جو ان صد ہا مختلف عقائد کے بالکل مخالف ہو کامیابی حاصل کر لینا بالا اعلیٰ درجہ کی قوت روحانی کے ممکن نہیں ہو سکتا اسکے واسطے ضرور ایک نہایت زبردست تدبیر (مصلحت) استقلال (مصلحت) اور اخلاق (مصلحت) کی ضرورت تھی۔ کسی ایک قانون ایک شریعت ایک طرز تمدن کے مقابلہ میں کامیاب ہونا کچھ زیادہ دشوار نہیں ہے لیکن یہاں پر صد ہا دشمن مختلف آلات و مختلف جہات سے مقابلہ کو موجود ہوں وہاں صرف ایک واحد شخص کا ان سب کے خلاف کامل کامیابی حاصل کر لینا بجز نہ کہیے تو مافوق بشری قوت کا ضرور ثبوت دیتا ہے۔ بہر حال مجھے اس سالہ

میں اسی واحد ذات کے جسکے سر پر اس کامیابی کا تاج چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے تدریجی نشوونما و ترقیات کا منظر ہے
تعبصاً نہ تاریخی سلسلہ وار واقعات دکھانا ہے جبکہ ماضی زیادہ تر تواریخ ہیں۔ کیونکہ اس میں مذہبی اختلافات و عقاید کے
کنارہ کئی مد نظر رکھی گئی ہے۔ تاریخ عالم بتلاتی ہے کہ بہت کم ایسے مذہب ہیں جو بلا کسی شاہی قوت و امداد کے پہلے
ہوں۔ اور ترقی حاصل کی ہو۔ مثلاً یہود کو یوش بن نون دین سچی کو قسطنطین اعظم زردشت کو دارا۔ بودھ مذہب کو
راجہ اشوک کے داب حکومت سے اشاعت و ترقی میں زبردست امداد ملی۔ برخلاف اسلام کے کہ یہ ایک تنہا تہیم
بے یار و مددگار کو کمال روحانی و مساوات سے ہی جس کو کوئی قوت و امداد حکومت حاصل نہ تھی پہلا اور عروج
کمال پر اپنی ذاتی خوبیوں و قوت بازو سے پہنچا۔

اپنا سلسلہ بیان شروع کرنے میں مجھے یہ دکھانا بھی ضروری ہے کہ حضور پر نور کی ولادت اور اس کے قبیلہ و
خاندان میں ہوئی یہ امر تو عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے۔ کہ خیریت پیغمبر ہونے کے آپ کا تعلق ابتداً خلقت عالم سے
اصلاً طاہرہ و ارحام مطہرہ سے رہا ہو۔ یعنی یہ کہ آپ کے آبا و اجداد میں کوئی مشرک و کافر نہ ہوا و عقل بھی یہی ثابتی
ہے کیسے رفیع مریدانی مذہب جو وحدانیت کا سبق دینے کھڑا ہوا ہو۔ اس قسم کے ذاتی نقص سے پاک
ہونا چاہیے۔ ورنہ وہ ایسے ملک میں جہاں نقائص ذاتی نہایت ذلت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہوں کیا کامیابی
حاصل کر سکتا ہے۔ انسان کو پیڈیا پر ٹانگا میں بھی کسی قدر قوت کیساتھ دکھایا گیا ہے کہ محمد مصطفیٰ کی بعثت سے پہلے
بھی موحدین تھے جنکو وہ حنیف کے نام سے نامزد کرتا ہے مگر تاریخ عالم بتلاتی ہے کہ ابتداً آفرینش عالم سے کوئی
زمانہ ایسا نہیں گذرا جس میں موحدین نہ ہوں خواہ وہ کتنے کم کیوں نہ رہے ہوں پس آپ کے آبا و اجداد کا ابتداً
موحدین میں ہوتے رہنا کوئی تعجب انگیز یا خلاف قیاس بات نہیں ہو سکتی۔

یہ بھی تاریخی واقعہ ہے کہ جس سے کی طرح انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آپ کے آبا و اجداد اولاد حضرت اسماعیل بن حضرت
ابراہیم علیہ السلام سے تھے۔ اور فرزندان اسماعیل ہی جو حضور کے اجداد تھے اوصیا حضرت ابراہیم کے ہوتے رہے جو بلا موجد
ہونیکے ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ اور بادشاہی تہ و حجاب و مرمت خانہ کعبہ کی انہیں کے متعلق رہی اور یہ خاندان عرب
میں مرجع خاص عام تھا۔ اور حضرت عبدالمطلب ابوطالب کے تمامی اقوال سے جو تواریخ میں موجود ہیں۔ کافی طریقہ پر
ثابت ہوتا ہے کہ یہ حضرات ملت ابراہیم پر اور موحد تھے جس کی تائید قصہ اصحاب فیل سے بھی ہوتی ہے۔ کہ حضرت عبدالمطلب
نے ابراہیم بادشاہ سے جو خانہ کعبہ کو گرانے آیا تھا فرمایا تھا کہ کعبہ خدا کا گھر ہے اس کی وہ خود حفاظت کر لیا۔ بلکہ یہی
لوگ حاکمان شریعت ابراہیم ہی تھے جس کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے تھے اور آثار انبیاء سابقین ایک دوسرے کو

حضرت کے آبا و
اجداد موجد تھے

بوقت جائیسی سپرد کرتے چلے آئے چنانچہ وہ حضرت عبدالمطلب جدا بچہ حضور تک پہنچے اور انہوں نے بعد اپنے حضرت ابوطالب کے سپرد کئے جسے سرور کائنات کو ملے۔ بہر حال مخصوص حضرت عبدالمطلب ابوطالب کے موجد ہونیکے متعلق کافی مواد تواریخ میں موجود ہے اور حضرت کا عالم طفولیت میں ان کی پرورش و تربیت میں رکھر جبکہ تربیت کرنے والے کے خیالات و عقاید کا لازمی انعکاس فطرتاً طبیعت طفل پر ہوتا ہے۔ موجد کامل بلکہ معلم و نقاش وحدانیت ہونا کافی دلیل بچے موجد ہونے کی ہے۔

عزت و شرف
خاندان رسالت

عزت و شرف کی کیفیت تھی کہ کعبہ کے سامنے حضرت عبدالمطلب کے واسطے مسند بچھائی جاتی تھی جو تمام عزت میں کسی کے واسطے ممکن نہ تھا اور سوائے خاندان میں بھی کسی کی مجال نہ تھی کہ اس مسند پر بیٹھ سکے بجز سرور کائنات کے۔ بادشاہ ہونے کے پاس جب بھی جاتے تو سب ایسی عزت کرتے تھے کہ اپنی برابر مسند پر بیٹھاتے تھے جس کی مثالیں بھی تاریخ سے ملتی ہیں۔

حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں دس لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں جن میں سے حضرت عبداللہ والد ماجد حضور کے اور ابوطالب والد ماجد حضرت علی کے ایک زوجہ فاطمہ بنت عمر بن عامر بن عمران بن مخزوم کے بطن سے تھے۔ اور حضرت حمزہ و مقوم دوسری زوجہ سے تھے اور باقی اولاد اور مختلف ازواج سے تھی حضرت عبداللہ کی شادی حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف سے ہوئی تھی جو اسی خاندان کی تھیں جن سے حضور پر نور پیدا ہوئے۔

پیدائش حضرت کی شب جمعہ میں قریب طلوع آفتاب، اربعہ الاول سلسلہ عام الفیل کو وفات حضرت آدم سے بردایت سات ہزار نو سو برس و بقولے نو ہزار نو سو برس چار ماہ سات یوم بعد کو ہوئی حضرت حمل مادر میں تھے کہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا بعضوں نے لکھا ہے کہ آپ کے پیدائش کے سات ماہ بعد اور بعضوں نے دو سال چار ماہ بعد انتقال حضرت عبداللہ لکھا ہے مگر قول اول صحیح معلوم ہوتا ہے جس کی تائید قول و واقعہ حلیمہ سعدیہ دایہ حضرت سے بھی ہوتی ہے۔

تاریخ پیدائش
حضور پر نور

اسکان و مقام
عجیب و غریب
دن پیدائش
خداوند

بہت حالات عجیب و غریب جو قبل پیدائش و بعد ولادت حضور کہ میں رد نما ہوئے وہ متعلق بہ عقاید تصور کر کے ترک کئے گئے ہیں۔ اگرچہ علم نجوم کے جاننے والے واقف ہیں کہ مختلف ستاروں کے مختلف منازل میں پہنچنے یا نکلنے سے مختلف آثار عالم میں مترتب ہو سکتے اور ہوتے ہیں پس اگر کوئی بچہ قرآن سعدین میں پیدا ہو تو اسکے آثار بھی قبل و بعد پیدائش ویسے ہی ظاہر ہو سکتے ہیں۔ لہذا حضور کی پیدائش کے ساتھ ساتھ اگر کچھ آثار عینیہ مترتب ہوئے ہوں جنکو معتقدین اسلام معجزہ یا آثار تبریک کہتے ہیں۔ تو وہ خلاف قیاس نہیں کہے جاسکتے اور نہ ناممکن

تصور ہو سکتے ہیں۔ علاوہ اسکے یہ ظاہر ہے کہ جو بچہ آگے چل کر تمام ملک عرب میں بادشاہ دین دنیا ہونے والا تھا۔ جیسا کہ ہوا تو ضرور ہے کہ اسکے آئندہ اور بچوں سے متغایر و متجاوز ہوں۔ اور اُس سے اگر کچھ امور عجیبہ و غریب ایسے ظہور میں آئیں جو بچوں کی عادت و فطرت کے خلاف پاکر معجزہ کہا جاتا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

یہ بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ عرب میں اس زمانہ میں کہانت کا زیادہ چرچا تھا اور علم قیافہ شناسی بھی بہت زیادہ تھا اکثر آدمی حالات موجودہ سے آئندہ کے واقعات و حالات ذریعہ کہانت و قیافہ شناسی بتلا دیتے تھے علم جوش سے اب بھی ہندوستان میں بچہ پیدا ہونے کی ساعت اجتماع نجوم سے زائچہ تیار کر کے بچے کے آئندہ عمر کے حالات بتلا دیتے ہیں۔ اگر وہاں کے کاہنان و واقفان علم قیافہ و نجوم نے آپ کی پیدائش و حالات آپ کی آئندہ ترقیات کو معلوم کر کے آپ کے متعلق پیشین گوئیاں کی ہوں۔ تو وہ غلط و خلاف قیاس نہیں کہی جاسکتیں چنانچہ اکثر کاہنان قیافہ شناسان نے اس مولود مسعود کو دیکھ کر حضرت عبدالمطلب کو بشارت دی تھی۔ کہ یہ مولود تامی عرب کا سردار و پیشوا ہوگا۔ اور ایک زمانہ ہیکل طبع و فرمانبردار ہوگا۔ اور یہ بانی ایک مذہب جدید کا ہوگا اور پھر متنازع صناعات کی بیخ کنی کریگا جس کی وجہ سے بت پرست گردہ کو ابد سے ہی حضرت سے دشمنی پیدا ہوگی اور وہ درپے ہلاکت ہو گئے تھے۔

حضرت کے متعلق
پیشین گوئیاں
وہ غلط
قیاس نہیں

بعد ولادت حضرت نے اول دودھ اپنی مادر گرامی حضرت آمنہ کا پیا۔ پھر ثویبہ کینزہ زائد کردہ ابوالہب کا پیا۔ اسکے بعد دودھ حلیمہ سعدیہ بنت عبدالمطلب بن حرث کا پیا اور تا ایام رضاعت اسی کی پرورش میں رہے جسکی کیفیت مختصر یہ ہے کہ عرب میں دستور تھا کہ اشرف عرب اپنی اولاد کو ایسے قریوں میں پرورش کیوں واسطے بھیجتے تھے جہاں کی آب و ہوا مفید صحت ہوتی تھی۔ اس وجہ سے فصل بیع و خریف میں معاصات کی عورات شہروں میں جاتی تھیں۔ اور بچوں کو پرورش کیوں واسطے لے آتی تھیں۔ اور اسکے صلہ میں تنخواہ و انعام و اکرام پاتی تھیں۔ سال پیدائش حضور میں قبیلہ بنی سعد میں جو مکہ سے چھ فرسخ کے فاصلہ پر آباد تھا قحط پڑا وہاں کی عورتیں اپنی پرورش میں بچے لینے کو مکہ میں آئیں حلیمہ بھی مع اپنے شوہر بکر بن سعد کے آئی تھی۔ اور عورتیں تو بوجہ تیز رفتاری اپنے اونٹوں کے حلیمہ سے ایک روز پہلے پہنچ گئیں اور سب سے بڑے بڑے گھر و گھرے بچے لے لیے، چونکہ حضرت کے والد کا انتقال ہو چکا تھا بوجہ آپ کے یتیم ہونے کے ان کو زیادہ توقع منفعت کی نہ تھی۔ آپ کو کسی نے نہ لیا تھا۔ دوسرے روز حلیمہ سعدیہ بھی مکہ میں پہنچی اسکو تلاش سے اور کوئی بچہ نہ ملا مخدوں تھی کہ اتنے ایک شخص کو آتے دیکھا جسکے چہرے سے عظمت و جلالت نمودار تھی جو دودھ پلانے والی عورتوں کی تلاش میں تھے دریافت سے حلیمہ کو معلوم ہوا کہ یہ عبدالمطلب سزار

شیر خاری تھے
پروہ کی حلیمہ سعدیہ

قریش میں۔ یہ نزدیک گئی۔ انہوں نے نام و قبیلہ دریافت کیا اس نے نام و پتہ بتلایا جسکو منکر وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ دونوں باتیں اچھی ہیں قبیلہ بھی سعد ہے۔ اور نام بھی حلیمہ ہے اور کہا کہ اُنکے ایک پوتا ہے جسکا نام محمد ہے وہ تم ہے اگر تو اپنی پردش میں لے تو بہتر ہے یتیم کو مسکرا حلیمہ کو گوند مایوسی اور افسوس ہوا اس نے اپنے شوہر سے مشورہ کیا چونکہ اور کوئی بچہ باقی نہیں رہا اُس نے منظور کیا لہذا حلیمہ اُن کے ساتھ آئے گھر گئی اور مولود مسعود کے حسن جمال و چہرہ کے آثار عظمت جلال کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی اور گود میں لیا۔ حضرت نے دامنِ پستان کی طرف رخ کیا جو بقول حلیمہ خشک تھی اور اس سے کبھی دودھ نہیں نکلتا تھا۔ اسوجہ سے حلیمہ نے بائیں پستان میں چاہی تو اس کی طرف رخ کیا۔ دہنی پستان کو پیا اور اس سے دودھ نکلا۔ اور آئندہ بھی تائام رضاعت آپنے ہمیشہ اس کی دامنِ پستان سے ہی دودھ پیا۔ بائیں پستان سے خود اسکا لڑکا پیتا تھا۔ غرض حلیمہ سعدیہ آپ کو لیکر اپنے موضع کو واپس آئی اسی حلیمہ نے حضرت حمزہ عم بزرگوار حضرت کو بھی دودھ پلایا تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے حلیمہ سے نہایت درجہ تاکید آپ کی کافی حفاظت و نگہبانی کے متعلق کر دی تھی اور کہہ دیا تھا کہ آٹھویں روز لا کر حضرت کو دکھا اور ملا لیا کرے۔ آپ کے لانے کے بعد حلیمہ کے یہاں جو برکت ہوئی وہ اس امر سے ظاہر ہوتی ہے کہ جب حلیمہ آپ کو لائی تھی تو اسکے پاس صرف بائیں بکریاں نہیں اور جب آپ کو بعد پروردگار پس کیا تو اُسکے یہاں یکہزار دتیں بکریاں اونٹ تھے اور یہ امر کوئی خلاف قیاس ناممکنات سے نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر بچے ایسے سعید مبارک ہوتے ہیں کہ اُن کی وجہ ہر امر میں ترقی ہوتی ہے چہ جائیکہ وہ بچہ شہنشاہ دین و دنیا ہونے والا ہے۔ اس کی مین و برکت جہتد رہی ہو وہ کہے۔

آپ ناف بریدہ
و ختنہ شیدہ پیدا
ہوئے تھے

یہ امر بھی تو ایچ میں مسلم ہے کہ آپ ناف بریدہ و ختنہ شدہ پیدا ہوئے تھے کیونکہ کسی تاریخ میں کہیں تذکرہ اسکا نہیں ہے کہ آپ کی ختنہ حضرت عبدالمطلب یا ابوطالب نے کسی وقت کرائی ہو۔ یا بعد کو اپنے خود کسی وقت اپنی ختنہ ایام جوانی میں کرائی ہو۔ اسوجہ سے ختنہ سنت اسلامی قرار پائی۔

عمر کمال تک

ایام رضاعت میں یہ ظاہر ہے کہ کوئی واقعہ سیاسی یا تاریخی آپ کے متعلق ہو نہیں سکتا۔ بعض واقعات حالات جو حلقہ فرق اسلامی میں مسلم ہیں جنہیں کچھ اختلاف نہیں ہو درج کیو جاؤ ہیں جو حلیمہ کے بیان کردہ ہیں۔ حلیمہ کا قول ہے کہ آپ مین قوت نشوونما اور بچوں سے بہت زیادہ تھی یہ بھی کوئی خلاف قیاس بات نہیں ہے۔ مین مہینہ کی عمر میں آپ بیٹھے لگے تھے۔ نو مہینہ کی عمر میں چلنے لگے تھے۔ ڈیڑھ سال کی عمر میں باہر نکل کر تیر چلانے لگے تھے۔ آپ کی باتیں بچپن میں ایسی نکش تھیں کہ ہر شخص قبیلہ سعد کا آپ کُنس کہنے لگا تھا۔ اور آپ کو عزیز کہتا تھا۔ آٹھویں روز حلیمہ آپ کو مکہ لا کر آپ کے

جداً اور گرامی کو دکھلاتی تھی حلیمہ کہتی ہے کہ آپ کبھی ورثوں کی طرح اُنکے ابو و نسب میں شریک نہ ہوتے تھے عمر شریف دو سال کی تھی کہ حلیمہ کی دو بکریوں کو بھیر یا لیگیا یا گم ہو گئیں حلیمہ کے لڑکے روتے ہوئے گھڑائے اور خبر کی آپ نے سنکر بچپن کے طور پر فرمایا کہ کل کچھ بکریوں کو ڈھونڈ لائی گئے جو اُس وقت بسکو بچپن کی بات معلوم ہوئی مگر دوسرے روز صبح کو جو لوگ بکریوں کی تلاش میں گئے تو آپ بھی ساتھ گئے اور جنگل میں جا کر سرسبز ہو کر دعا مانگی کہ دونوں بکریاں چرتی ہوئی ملئیں ۛ

اکثر اہلب و کاہن قیافہ شناس جو آپ کو دیکھتے تھے تو آپ کے چہرے کے آثار عظمت و جلال سے حضرت عبدالطلب سے آپ کی بابت پیش گوئیاں سرداری و عروج کی کرتے تھے ایسی وجہ حضرت عبدالطلب آپ کو اپنی تمام اولاد میں زیادہ محبوب رکھتے تھے اور آپ کی حفاظت کے زیادہ سعی رہتے تھے۔ دو سال کی عمر میں ہی اپنے برادران ضاعی کے ساتھ آپ بھی جنگل کو بکریاں چرانے جانے لگے تھے حلیمہ اپنے لڑکوں کو سخت تاکید حفاظت حضرت کی کر دیا کرتی تھی آپ جنگل میں حلیمہ کے لڑکوں سے علیحدہ ہو کر تنہا لگ بولہ دیگر مصنوعات الہی کی سیر فرمایا کرتے اور صنایع قدرت الہی کو نظر غور سے بغرض دریافت کنہ حقیقت دیکھا کرتے تھے ایک روز جبکہ عمر پانچ چار سال کی تھی یہ منظر قدرت و آیات الہی کا غور و خوض سے دیکھنے والا بچہ اپنے نابین خیالات اور اک حقیقت میں محو اپنے برادران رضاعی سے علیحدہ ہو کر بالائے کوہ چلا گیا اور وہاں سے وادی میں تر گیا۔ جہاں کی تنہائی منظر قدرت نے اس پر ایک حالت حیرت و عالم از خود رنگی طاری کر دیا اسی عالم میں اس کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا دو مرد سبز پوش ہوتے آئے جس سے اُس پر در حالت غنودگی سی طاری ہو گئی۔ اب اس کو ایسا معلوم ہوا کہ گویا ایک نے اس کا سینہ چاک کیا اور ایک نقطہ سیاہ نکال کر اس کو آب سرد سے جس کی خشکی مثل برف کے معلوم ہوتی تھی دھویا جوش نور کے ہو گیا اور دوسرے سینہ رکھ کر ہاتھ پر لکھ کر اس طرح صبح ہو گیا۔ دوسرے نے پشت پر ایک مہر ثبت کی جس میں لکھا تھا۔ لا الہ الا اللہ و محمداً رسول اللہ اور کچھ باتیں معرفت الہی کی تعلیم کس حلیمہ کے لڑکوں نے جنگو تلاش سے یہ بچہ نہیں

تھا۔ روتے ہوئے جا کر حلیمہ کو گم شدگی کی خبر دی حلیمہ اس کا شوہر بہت پریشان ہوئے اور تلاش کو نکلے اور اپنے قبیل والوں کو لیکر تلاش کیا یہ کسی کو کیا خیال ہو سکتا تھا کہ اتنی عمر کا بچہ بالائے کوہ جا کر دوسرے لطف وادی میں تر گیا ہو گا اسی طرف تلاش ہوئی نہ ملنے پر حلیمہ نے محبوب عبدالطلب کو فوراً خبر کی جو بہت رنجیدہ و پریشان ہوئے اور موعظ اپنے خاندان و الزمے گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلے اول خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کر کے خد سے دعا مانگی اور معہ عمر بیان تلاش کو موضع بنی سعد میں لے آئے اور چاروں طرف کو سوا بھیجے اس غم و غصہ میں قسم کھا کر کہتے تھے اگر محمد نہ ملایا اس کو

۳۰۰ سال
واقعہ شن
شرح حد

کسی نے گزند پہنچایا تو مشرکین میں سے ایک کو زندہ نہ چھوڑ دینکا مسعودی عقیل بن ابی وقاص و درقابن فوفل اتفاق سے کوہ مذکور کے دوسری جانب کہیں لپس رہے تھے۔ وادی کوہ میں ایک درخت کے نیچے ایک بچہ کو دیکھا کہ عالم محویت حیرت میں نظر جمائے آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے۔ قریب جا کر دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ ورقلے آپ کو وہاں سے اٹھا کر عبد المطلب کے پاس جو تلاش میں تھے پہنچا دیا حضرت عبد المطلب بہت خوش ہو کر ورقہ کو انعام اور بہت کچھ صدقہ دیا۔ دریافت پر حضرت نے وہ سب حال جو ان کو معلوم دیا بتایا کیا۔ حضرت عبد المطلب حلیمہ کو تاکید کر کے کہ اب کبھی محمد سے ایسی غافل نہ ہونا۔ پھر حضرت کو اس کی سپرد کر کے مدینہ میں ان کے واپس آئے :

یہ واقعہ شق صدر تمامی تواریخ و میرالمسندت میں تو تواتر سے ہے۔ مگر احادیث معتبرہ شیعیہ میں یہ واقعہ صریحاً مذکور نہیں لیکن نفی بھی اس کی نہیں کی ہے بلکہ بعض روایات شاذہ سے اسکی حقیقت ظاہر ہوتی ہے بہر حال حتمی طور پر انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اگر بجائے شق صدر اسکو شرح صدر مان لیں تو اختلاف بھی رفع ہوتا ہے اور آیت قرآنی ”الذین شرح صدورک“ کی تائید بھی ہو جاتی ہے۔ زمانہ موجودہ کی ظاہر میں عقول اس کی صحت کے ماننے پر ایک دم آمادہ نہ ہوتی لیکن جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایسی عمر کا واقعہ ہے۔ کہ جس عمر کے بچہ کو ہرگز وہم و گمان یا ادراک اس امر کا نہیں ہو سکتا کہ وہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ یا کیا کرنے والا ہے جس کی وجہ وہ ایک غلط واقعہ کو اپنے آپ کو موید میں اللہ ثابت کر نیو گھر کر بیان کر دیتا۔ تخیلات بھی اس عمر کے بچوں میں نہیں ہو سکتے۔ روح قدس کا انوکھا من لبتہ کہہ سکتے ہیں۔ جو بعید از قیاس نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب حضرت مریم کے رحم میں نطفہ کا ذریعہ روح القدس بلا تو وسط انسان داخل ہونا امر واقع ہے تو آپ کا شرح صدر و تصفیہ قلب بھی ذریعہ روح القدس کے ہونا خلاف قیاس و عقل نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ یہاں نتیجہ واقعہ محض تصفیہ و تزکیہ قلب حضور کا ذریعہ روح القدس کے ہے۔ اور عقلی طور پر بھی یہ ظاہر ہے کہ روح انسان میں چند قسم کی ہوتی ہے ایک روح حیات جو مدبر جسم انسانی ہے دوسری روح حیوانی ہے جسکے تحت میں قوائے شہوانی و غضبانی ہیں۔ ایک روح القدس یعنی کائنات جس سے قوائے عقلی و ذہنی ہے پس اگر روح القدس نے اپنی جہلک اسی عمر میں آپ کے قلب کو منور کر دیا ہو تو کیا تعجب کی بات ہے حلیمہ کا بیان ہے کہ اسی سال سے حضرت نے بموجب تعلیم روح القدس عبادت خدا کرنی شروع کی اور جب بھی آپ کچھ کھانا شروع کرتے تو بسم اللہ پکڑ شروع کرتے اور کھا چکنے کے بعد الحمد للہ فرمایا کرتے تھے۔ گھر سے اکثر غایب ہو جایا کرتے تھے اور تادیر جنگل میں اور کوہ وادی میں تنہا رہنے کے بعد واپس جاتے تھے چونکہ کابھان کو ذریعہ بہت

واقعہ پرست لالی
و عقلی نظر

ورامہبان کو ذریعہ بشارات کتب آسمانی حضرت کے واقعات عجیب سنکر اور آپ کی متصورانہ صورت و چہرہ کی عظمت دیکھکر یقین ہو گیا تھا کہ یہ ضرور قاطع پرستش اصنام و ناخ ادیان مروجہ انام ہونگے جو کل عرب میں ہل چل ڈالیں گے لہذا وہ اُنکے متبعین فطرنا حضرت کے مخالف اور درپے ہلاکت ہو گئے تھے جبکہ اظہار بھی ان کی جانب ہونے لگا تھا۔ اُن لوگوں کی عداوتوں و حضرت کی تنہائی پسند طبیعت سے خائف ہو کر کہ مبادا کوئی دشمن موقع پا کر آپ کو کوئی گزند پہنچا دے حلیمہ سعدیہ نے پانچویں سال کے ختم ہونے پر حضرت کو لا کر آپ کی مادر گرامی و جد امجد کی سپرد کر دیا جسکے صلہ میں بہت کچھ انعام و اکرام پائے حلیمہ جب آپ کو لا رہی تھی تو اشارہ میں ایک کاہن نے آپ کو دیکھ کر کہا تھا کہ اے عرب والو اس لڑکے کو کسی طرح قتل کر دو۔ ورنہ جب یہ بڑا ہو گا تو تم کو قتل کریگا۔ حلیمہ نے یہ تمام حالات مودان تمام واقعات کے جو آیام رضاعت میں گزرے تھے بیان کر دیئے چنانچہ حضرت عبدالمطلب آپ کی اور زیادہ حفاظت کرنے لگے تھے۔ اور آپ کو زیادہ تر پوشیدہ رکھتے تھے۔

سال ششم

آپ چھ سال کے تھے کہ آپ کی مادر گرامی آپ کو ہمراہ لیکر مودان میں کے اپنے میکہ میں مدینہ کو بھام بدر النابتہ تشریف لائیں۔ اور ایک ماہ وہاں قیام کیا اسی شار میں علیل ہوئیں اور انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئیں اس عمر میں مشفق مان کے کنارہ عاطفت سے محرومی اور استقام پر جہاں تسلی نہ ہو سکی کوئی نہیں ایک ایسا سانچہ حضرت کیواسطے تھا جسکا اندازہ تخریب سے باہر ہے ام ایمن آپ کو ہمراہ لیکر مکہ آئیں اور آپ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کی سپرد کیا۔ حضرت عبدالمطلب کو بھی حضرت آمنہ کے انتقال کا سخت صدمہ ہوا اور اب پرورش حضرت کی بالکل حضرت عبدالمطلب کی ذات خاص پر رہ گئی جو آپ کو کسی وقت اپنے سے جدا نہ کرتے اور بہت زیادہ حفاظت حضرت کی مد نظر رکھتے تھے۔

سال ہفتم

اس سال ایک گروہ بنی مدیجہ کا جو فن قیافہ شناسی کا پورا ماہر تھا۔ مکہ میں آیا اور حضور پر نور کو حضرت عبدالمطلب کے ساتھ دیکھ کر اُن سے کہا کہ اس لڑکے کی محافظت میں بہت سعی کرتے رہیگا کیونکہ ہم اسکا قدم اس قدم سے بہت زیادہ مشابہہ پاتے ہیں۔ جو مقام ابرہیم پر ہے حضرت عبدالمطلب نے ام ایمن اور ابو طالب سے اس بات کا ذکر کیا اور حضرت کی حفاظت کی تاکید فرمائی۔ اسی سال ایک اور گروہ یہود کا حضور کا نام اور حضور کے متعلق اخبار سنکر آیا جس نے امتحان آپ کو مرغ حرام کے کباب کھلانے چاہے مگر آپ نے نہیں کھائے اور فرمایا کہ یہ حرام ہے یعنی ذبیحہ نہیں ہے جس سے ان کو صرب بشارت کتاب خود آپ کے نبی ہونے کا یقین ہوا۔

پیش گوئی و امتحان

خشت سالی و
دعا طلب ہاں

اسی سال مکہ میں یوجہ خشک سالی قحط عظیم ہوا۔ بارش قطعی نہیں ہوئی تھی۔ حضرت عبدالمطلب حسب التجار و صرار مردمان مکہ آپ کو ہمراہ لیکر کوہ ابوقیس پر تشریف لے گئے اور حضرت کو اپنے دوش مبارک پر بیٹھا کر دعا کی اور آپ سے بھی دعا کرنے کو کہا آپ نے ہاتھ اٹھا کر بدگاہ قاضی الحاجات دعا کی بہ برکت دعا حضرت خوب بارش ہوئی اور قحط رفع ہوا۔ یہ واقعہ اگرچہ کچھ سیاسی نہیں مگر اس سے تین باتوں کا پتہ چلتا ہے ایک عبدالمطلب کی وجاہت تقدس کہ تمام مکہ میں آپ کا اس کام کیواسطے منتخب ہوئے دوسرے اُنکے عقاید کہ آپ بیتان مکہ میں کسی سے ملتی نہیں تھے بلکہ بیرون شہر جا کر خدائے واحد سے طالبِ رحم ہوتے ہیں۔ تیسرے آنحضرت کے آثارِ مبینہ کا کچھ اثر قلوبِ بلکہ ہر ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت کو ساتھ لیکر دعا کے خواستگار ہوئے۔

آغاز وقوف
حضرت

اب حضرت کی عمر کا وہ حصہ شروع ہو گیا ہے جس میں وقوف و ادراک کی قدرت قوی ہو کر حسن و قبح اشیاء کا احساس شروع ہو جاتا ہے اور تحقیق کہ حقیقت کی طرف طبعی میلان ہونے لگتا ہے! و طبیعت بھی اندرونی و بیرونی اثرات سے موثر ہونے لگتی ہے۔ سب سے پہلا اس نوعِ طبیعت پر جس چیز نے اثر ڈالا وہ خاندانی شرافت عزت حیثیت و شجاعت تھی۔ اسکے بعد اسکے پرورش کرنے والے مشفق و ادا عبدالمطلب کی تیز فہمی نیک نفسی و خوش خلقی نے اپنا نقشہ جمایا۔ اب اس متلاشی طبیعت کی نگاہ ارد گرد کے افعال و عقاید پر پڑی تو خود ساختہ مہم و دود کی پرستش و رذائل فطرت انسانی اعمال نے اس مجسمہ حقیقت کو ایک دم اُن سے متفرک کر کے اسکو اپنے نفس کی تربیت۔ خیال کی پاکیزگی۔ نقابت حق۔ قوانین فطرت اور عبودیت و مہودیت کے تعلقات سمجھنے کی طرقت متوجہ کر دیا۔ جس کے واسطے بہترین مقام کوہِ حرا کی سنانِ ادا اور گھاٹیاں تجویز ہو کر زیادہ وقت وہاں صرف ہونے لگا۔

سال ششم
انہماک نویشہ
دعا و وفات
عبدالمطلب

اس سال نو شیر و ادا عادل شاہ عجم فوت ہو کر اسکا رکا ہر فرزا اسکا جانشین ہوا اور حاتم طائی کا بھی انتقال ہوا۔ مکہ بھی اپنے حصہ سے خالی نہ رہا اور اسی سال محب وطن سردار قریش۔ مجاور خانہ کعبہ حضرت عبدالمطلب بھی سفر آخرت اختیار کیا اور اس دریم عبدالمطلب کے سر شفیق دادا کا سایہ بھی اٹھ گیا جو اسکو زخمِ جگر کے پہاڑ کی طرح سے ہر وقت سینہ سے لگائے رہتے تھے۔ اس زبردست محافظ کے اٹھ جانے نے ایک گہرا اثر سپردالا۔

سیدگی حضرت
بہ ابو طالب

حضرت عبدالمطلب کو چونکہ حضرت سے مفراط درجہ کی محبت تھی انہوں نے اپنے مرضِ موت میں جب اپنی حالت یابوسی کی پائی تو اپنی تمام اولاد کو جمع کیا اور بعد وصایا کے سب دریافت کیا کہ محمد کو تم میں سے کون اپنی پرورش و حفاظت میں لیتا ہے جو میری طرح اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھنے کا عہد کرے۔ سب نے نجوشی آوازیں اٹھائی۔

تب نہوں نے بعض تسکین اپنے پیارے پوتے کا استخراج لیا۔ بتایا تم اپنے چچو نہیں کس کے پاس ہونا چاہتے ہو؟ اب یہ طبیعت انسانی کا جانچنے والا پوتا فوراً اٹھ کر حضرت ابوطالب کی گردن میں بائیں ڈال دیتا ہے ابوطالب فرط محبت حضرت کو گلے سے لگا کر ابدیدہ ہوئے اور عہد کیا کہ محمد کو اپنی جان اور تمام اولاد سے زیادہ سچو ہوگا حضرت عبدالمطلب حضرت کے اس انتخاب خوش ہوئے کیونکہ وہ بھی بوجہ اسکے کہ ابوطالب و عبدالمطلب والد ماجد حضرت کے ایک ماں تھے۔ اور ان سے زیادہ رفاقت کی اور کسی سے امید نہ تھی یہی چاہتے تھے۔ حضرت ابوطالب کو اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ عیالدار تھے مگر حضرت انکو ایسی محبت تھی کہ ایک لحظہ آپ کی مفارقت گوارہ نہ فرماتے تھے۔ اور ہمیشہ اپنے پہلو میں سلایا کرتے تھے۔ حضرت ابوطالب نے جو رفاقت حضرت کی کی اور جس طرح بمقابلہ تمامی قریش و کفار کے محبت حضرت میں سینہ سپر رہے اسکا حال زندہ ظاہر ہو گا۔

کیا ابوطالب کو آپ نے محض فطری محبت تھی؟ نہیں آپ کے اس کم سنے میں آثار جلالت۔ کمالات عقلی۔ محامد و اخلاق نے ابوطالب کو آپ کی کمال روحانیت و حقانیت کا یقین دلایا کہ آپ کی محبت کو مفطر درجہ پہنچا دیا تھا جس کی تائید ابوطالب کا وہ فقرہ کر رہا ہے جو بروقت خواستگار کی خدمت کہا گیا تھا کہ جس سے جی چاہے مقابلہ کر لو محمد سب کراچ بکلیگا۔ ابوطالب کا قول ہے کہ اے اہل عیال جب حضرت کے ساتھ ہو کر کوئی شے کھاتے تو سب میرے ہوجاتے تھے اور کھانا بچ رہتا تھا۔ اور جب علیحدہ ہو کر کھاتے تو غذا ختم ہوجاتی اور وہ میرے ہوتے۔ آپ کبھی بیگاریاں نہ کرتے تھے اور کبھی جھوٹ نہ بولتے تھے۔

سال نہم تا مینوم
لیا ابوطالب کو
پے فطری محبت
تھی

اب یہ وہ زمانہ ہے کہ یہ حیرت انگیز نوخیز لڑکا جس کی نسبت تاریخ کوئی پتہ نہیں مٹی کہ اس نے کسی مدرسہ فلسفہ و اخلاق میں تعلیم پائی ہو۔ یا سوائے معلم فطرت کے کسی دنیاوی معلم کے سامنے زانوئے ادب نہ کیا ہو کچھ عظیم خیالات و تصورات کے دریا میں غرق نظر آئے جس کی برباری متانت۔ نیک نفسی اعلیٰ خیالی خاندان میں ہر شخص کو اس کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔ مگر وہ ہے کہ دنیاوی مشاغل سے قطعاً کنارہ کشی کئے ہوئے ہے۔ کہ وہ حرا کی گھاٹیاں کوہ القبیس کی چوٹیاں ہیں درودہ نہیں معلوم اس کی دور میں نگاہوں نے کونسا نقشہ اسکے سامنے پیش کیا ہے جس کی لٹک۔ اسکو اس بڑے خیال سے الگ ہونے کی اجازت نہیں دیتی جسکے لئے وہ فطرت و قدرت کی طرف سے تیار کیا جا رہا تھا تنہائی ہے اور صانع صنعت کی دشوار گتھیاں اور اس کا ناخن فکر و خوض فیضان قدرت سے فطرت کا سبق لے رہا ہے اور ایک غیر ظاہر حالت کی طرف اسکا قدم بڑھتا جاتا ہے خود ساختہ معبودان قریش کی نسبت کبھی کچھ اظہار نفرت بھی کر دیا جاتا ہے جو موجب ناگواری قریش کا ہوتا ہے۔

تعلیم حضرت کی
کیسے ہوئی

یہاں سفر حضرت
ابوطالب کا بیان ہے

اسی اشارہ میں حضرت ابوطالب بغرض تجارت مصر جانے لگے اور حضرت کو تنہا مکہ میں چھوڑنا مناسب نہ سمجھا لپے ساتھ لینگے بعض مؤرخین کا قول ہے کہ یہ حضرت کی عمر کا نو اسی سال تھا بعض بار ہواں بعض تیر ہواں بتلاتے ہیں یہ پہلا سفر تھا جس میں حضرت کو بیرون مکہ بھی نظر ڈالنے کا موقع ملا۔ اس سفر میں یہ واقعہ پیش آیا کہ جب یہ قافلہ مصر میں متصل صوملیہ راسب کے پہونچ کر وجہ شدت گرمی و دھوپ کے مقیم ہوا پھر جو حسب تعلیم کتاب سما فی حالات و اخلاق زمانہ موجودہ کو دیکھ کر کسی نبی کے معبود ہونیکا یقین کئے ہوئے تھا حضرت کے آثار جلالت و کبر جس سے اسکو معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک ابر حجت آپ پر سایہ کئے ہوئے ہے قافلہ کے پاس آیا اور ابوطالب سے مستفسر ہوا کہ یہ لڑکا کون ہے جنہوں نے بتلایا کہ اوکا بہتیجہ محمد بن عبد اللہ ہے کچھ حالات عقاید بھی آپ کے ابوطالب نے اس سے ضرور ظاہر کئے ہونگے جس سے اور زیادہ بخیر اور حضرت کے خیالات کے جاننے کا خیال پیدا ہوا اور اس نے حضرت سے چند سوالات کئے جسکے جوابات کافی روشنی ملے اُس زمانہ جاہلیت کفر و ضلالت و بت پرستی میں ایسی کامل حقیقت سے بھرے ہوئے خیالات و حدائیت اور فطرت کی موافق اخلاق کی سچی تصویر کو دیکھ کر اس میں صلاح و ترقی نفس انسانی کے مستحکم ارادوں و پاکیزہ خیالات کو پا کر بحیرہ کو کہنا پڑا کہ بیشک یہ لڑکا ملک آزاد کنندہ و نجات دہندہ ہوگا۔ جسے بشارات کتب سابقہ میں موجود ہیں اور بے اختیار اس کی زبان سے یہ فقرہ نکل گیا کہ السلام علیک یا رسول اللہ جس کی ہم آہنگی بخیر و جنت کی اس نے ابوطالب کو صلاح دی کہ آپ کو شام کو نہ لیجائیں کیونکہ یہود سخت مخالف آپ کے عقاید و دین کے ہیں ممکن ہے کہ ظاہر ہونے پر کچھ نقصان انکو پہنچائیں۔ یہ سنکر ابوطالب مضامین مصر میں مال فروخت کر کے چلے آئے اور ایک روایت میں ہے کہ شام کو اور آپ کو ساتھ لے گئے اور وہاں بھی ایسا ہی واقعہ سطور راہب کا ظہور ہوا یا جلیسا بجیل سے آیا تھا اور اس نے بھی آپ کے آثار عظمت و نشان مہربوت کو دیکھ کر تصدیق آپ کے پیغمبر خزانہ ان ہونے کی کی۔ اور بخوف نقصان رسائی یہودیوں آپ کو جلد واپس لیجانے کی رائے دی۔ چنانچہ ابوطالب بجیل تمام مال فروخت کر کے واپس ہوئے۔ یہودیوں کو جو یہ خیالات اور حالات آپ کے معلوم ہوئے تو انکا ایک گروہ ہلاکت حضرت کے ارادہ سے آپ کے تعاقب میں عزمہ ہجرا راہب تک آیا اور اس سے اپنا ارادہ ظاہر کر کے طالبیاد ہوا مگر بجیل نے ان سے کہا کہ تم لوگ ناحق درپے آنا دہلاکت اسکے ہوتے ہو اگر وہ شخص اقی دہی ہے جو بنی آخر الزمان ہونیوالا ہے تو تم مشیت ایزدی کے خلاف اسکو ہرگز نقصان نہ پہنچا سکو گے اور اگر وہ نہیں ہے تو اس عظیم کے ترک ہونے سے کیا فائدہ ہوگا۔ چنانچہ وہ لوگ گشتگوئے بجیل سے مقبول ہو کر واپس چلے گئے اور ابوطالب معہ آپ کے بخیریت واپس آئے اس سفر میں یہ سبب بزرگ مقبول نجات میں بہت زیادہ فائدہ ہوا۔ اور کل مال دو چند و سبب ختمیت پر فروخت ہو گیا۔ اب ابوطالب کو اور زیادہ عقیدہ

و حفاظت حضرت کی مد نظر ہو گئی :-

حضرت کے ستر میں سال کی عمر میں زبیر بن عبد المطلب بقولے عباس بن عبد المطلب آپ کو حضرت ابوطالب سے اجازت لیکر اور حفاظت کا وعدہ کر کے بغرض برکت و نفع کثیر تجارت اپنے ہمراہ ملک یمن کو لگے تھے۔ راستہ میں ہل قافلہ نے بہت سے خوارق عادات اور امور عجیبہ حضرت کے مشاہدہ کئے۔ اور تجارت میں بھی نفع کثیر حاصل ہوا :-

اُنیسواں سال آپ کی عمر کا تھا کہ ہر سپر نوشیرواں شاہ عجم کو اشرف سلطنت نے معزول کر کے اندھاکا اور قتل کر دیا اور خسرو پرویز اپنے باپ کی جگہ تخت پر بیٹھا :-

بیس سال کی عمر تھی کہ ابوبکر آپ کو بغرض برکت تجارت ساتھ لیکر معاہدہ اور قافلہ کے شام کو گئے اور پھر اسی بحیرہ احب کے صومعہ کے قریب قیام ہوا حضرت ایک پیری (سدر) کے درخت کے نیچے بیٹھے جو کہا جاتا ہے کہ سرسبز ہو گیا۔ ابوبکر بغرض لینے سامان طعام وغیرہ کے راہب مذکور کے پاس گئے بحیرہ کے دور سے آپ کو درخت سدر کے نیچے بیٹھا دیکھ کر دریافت کیا کہ کون بیٹھا ہے انہوں نے بتلایا کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں بحیرہ کے سدر کا کہ قسم بخدا وہ نبی مرسل ہیں۔ کیونکہ میں نے کتابوں میں دیکھا ہے کہ بعد حضرت عیسیٰ کے اس درخت سدر کے نیچے سوائے پیغمبر کے کوئی نہ بیٹھے گا۔ اور نہ آج تک بعد اُن کے کوئی بیٹھا ہے! اور بحیرہ مذکور نے حضرت سے آکر ملاقات کی ایسی پیشین گوئیاں سن کر اور حضرت کے حالات و واقعات عجیبہ دیکھ کر سب کو تعجب ہوتا تھا۔ مگر حضرت کے اخلاق۔ راست بازی۔ دیانت داری کے

سنکے قلوب شکر میں پر بیٹھتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اُس محبت حقیقت و دیانت کو تمام اہل مکہ امین کے لقب پکارتے تھے۔ اب حضرت کی عمر کا وہ حصہ آگیا تھا کہ عقل و ادراک کی کھلنے لگنے نے ان پیچیدہ و دشوار گزار مسائل فطری پر غور کرتے کرتے

کہ میں کیا ہوں؟ مجھ کو کیا کرنا چاہیے؟ سبب حقیقی عوالم ظاہری کیا ہے؟ آپ جو ضرور کسی راہ مستقیم پر ڈال دیا ہو گا۔ اگرچہ وہ راہ بھی زیادہ واضح نہ ہوئی ہو۔ اور ممکن ہے کہ کسی بڑے کام یعنی اصلاح انام کی امید ہی پیدا ہو گئی ہو اگرچہ خود کام اور اس کا راستہ طریقہ یقینی درجہ پر ابھی معلوم نہ ہوا ہو۔ اب آپ کے نفس اکیہ کی ترقی اس درجہ پر پہنچ گئی تھی کہ آپ کو خواب میں

انکشافات روحانی ہونے لگے جنکو نزول ملائکہ کہا جاتا ہے جس کی کیفیت آپ ابوطالب اپنے چاہنے والے مرنے پر درشتا کنندہ چچا سے بیان فرما دیا کرتے تھے اور ابوطالب حضرت سے توجہ و مشرکین ایسی باتوں کے اخفاء کی ہدایت فرما دیتے تھے مگر کچھ خود انکو آپ کے مرسل و مویدان اللہ ہو نیکاً تدریجی یقین ہوتا جاتا تھا۔ گرد و نواح کے عقائد اعمال کج و روحانیت و خفانت سے دور تھے ابتدائے آپ کے حق میں قلب پر چھ اثر نہ ڈالا تھا اور ابتداء سے اپنے خود ساختہ معبودوں کے سامنے تسلیم غم نہ کیا تھا۔ اب تو علانیہ طور پر آپ ان غیر حقیقی خداؤں کو برا کہتے تھے۔ اکثر آدمیوں نے ابوطالب سے کہا بھی

سال ہفتم

تا نو دہم

حضرت میں

کی قتل

ہرمز

سال ہفتم

سفر حضرت شام

ابوبکر

ناما سبب سوم

ترقی مدبرہ خانی

کہ تمہارا ہتھیار کبھی خانہ کعبہ میں کر بتوں کی پستش نہیں کرتا اسکو تنبیہ تاکید کر دیکے جواب میں ابو طالب کہہ دیا کرتے تھے کہ وہ تمہارے ان بتوں کو بڑبچھتا ہے اور خدا واحد کی عبادت کرتا ہے جس میں میں رستی پاتا ہوں میں اسکو پستش نہ کر کے یے تاکید و تنبیہ نہ کروں گا۔ اور اسکی مرضی کے خلاف اسکو مجبور نہ کروں گا۔ شخص نے خیالات و عقاید میں زادی کا حق رکھتا ہے۔ عرب خوف ابو طالب کی وجہ سے بظاہر لوگ خاموش ہو جاتے تھے مگر بہ باطن حضرت انکو فنی مخالفت برتی جاتی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت کی تیس سال کی عمر تھی کہ تجدید خانہ کعبہ ہوئی جسکا ذکر حضرت بنیویں سال کے واقعات میں ہے اور وہی صحیح ہے۔ لہذا وہیں پر فصل کیفیت درج کی گئی ہے۔

آپ کے بیباکانہ اظہار حق و قریش کی کینہ و طبیعتوں سے ابو طالب کو ہر وقت اندیشہ حضرت کی طرف رہتا تھا اور آپ کی تنہائی پسند طبیعت اور کوہ حرار کے طویل مراقبوں سے زیادہ خطرہ مخالفین کے موقعہ پا جانیکا رہتا تھا لہذا ابو طالب کو خیال پیدا ہوا کہ کہیں کر کے اس تنہا کوہ نور دی کا سد باب کیا جائے۔ مگر اس خیال کا ابھی کسی پر اظہار نہ کیا تھا۔

حضرت خدیجہ بنت خویلد قریش میں بہت مالدار عورت تھیں انکے پاس قریباً تین ہزار اونٹ بار برداری کے مختلف مقامات پر تھے ہر نواح میں بکے کار پر داز تجارت کے تھے۔ یہ اپنا مال تجارت بغرض فروخت بلا دخلہ میں دوسرے اشخاص کے ذریعہ سے بیجا کرتی تھیں و جو کچھ منافع ہوتا اسکو نصف نصف کر لیتی تھیں جس کو اصطلاح فقہ میں شریک مضرار کہتے ہیں س سال یعنی جب حضرت کی عمر پچیس سال کی تھی بو جیگی میشت حضرت ابو طالب نے حضرت کا کہا کہ اگر تم کو تو خدیجہ سے گفتگو کیجئے کہ وہ تمکو اپنا مال تجارت بغرض فروخت دیدے آپ نے بھی اسکو پسند فرمایا چنانچہ ابو طالب نے خدیجہ سے گفتگو کی وہ چونکہ حضرت کی دیانت داری و استبازی کے اخبار سنتی رہتی تھی حسب تحریر ابو طالب اس نے خود حضرت کے پاس پیغام بھیجا اور حصہ منافع بھی آپکا نصف کچھ زیادہ مقرر کر کے درخواست کی کہ اسکا مال لیکر بغرض تجارت بابتشریف لیجائیں چنانچہ بعد منظوری حضرت سامان سفر میں مقرر ہوئے۔ خدیجہ نے اپنے غلام مسر کو جو اسکا مقدر تھا حضرت کی ملازمت میں چھوڑ دیا اور بعض کتب میں کہ اپنے عزیزوں میں سے ایک شخص حزمہ بن حکیم کو آپ کے ہمراہ بھیجا۔ ابو سفیان۔ عباس حمزہ بھی اپنا اپنا مال لیکر اس قافلہ کے ساتھ ہوئے۔ اور قبا ل بنی مخزوم بنی عدی بنی النضیر بنی زہرہ بنی لوی کے آدمی بھی ساتھ تھے۔ وقت روانگی خدیجہ کے اونٹوں میں سے دو اونٹ بوجہ زیادتی بار کے بیٹھ گئے تھے جو اٹھ نہ سکتے تھے۔ آپ نے ان پر ہاتھ پیرا تو وہ کٹھے ہو گئے اور چیت و تیز چلنے لگے حزمہ کو اس سے تحریر یاد ہوا۔ اب راہوں کی کسی کو سردار قافلہ بنا لیا جاوے تاکہ کوئی نزاع واقع نہ ہو۔ بنی مخزوم نے

روایت ضعیف

تجدید کعبہ

سال ست پنجم

سفر حضرت بغرض تجارت
مال خدیجہ

ابوہل کو بنی عدیٰ مطعم کو بنی نضر بن حارث کو بنی زہرہ اجحہ کو اور بنی لویٰ نے ابوسفیان کو سرداری قافلہ کے لئے نامزد کیا مسرہ غلام خدیجہ نے کہا کہ ہم سوا محمد کے اور کسی کو سردار نہ بنائیں گے۔ ابوہل کو ناکوار ہوا اُس نے مخالفت کی حضرت حمزہ سے اس پر تکرار ہونے لگی۔ مگر اس مصلحت میں جامع الناس نے حمزہ کو روکا کہ رو انکی کیو قت نزاع مناسب نہیں ہے ان لوگوں کو سردار ہونے دو ہم سب کے پیچھے ہی چلیں گے۔ بہر حال قریش ہی سردار ہیں کوئی غیر نہیں۔ چند منزل سیطرح سفر ہوا کہ اس ایات آہیہ مناظر قدرت کے بغور دیکھنے والے ایک روز زبردیکھا اور اپنے ہمراہیوں کو دامن کوہ میں فروکش ہو جائیکا حکم دیا۔ اور سب نے تعمیل کی جسکے بعد کثرت بارش ہو کر سیلاب ہوا سب لوگ رائے حضرت پر عمل کرنے سے اس وقت سے بچ گئے ہوا ایک شخص کے جو ٹھہرنا تھا وہ اس سیلاب میں ہلاک ہو گیا۔ ایک مقام پر ابوہل کے قافلہ نے آگے بڑھکر چاہ کا پانی سب مشکون میں بھرد لیا کہ اس میں پانی حضرت کے قافلہ کیواسطے نرنا مگر جب آپ کا قافلہ پہنچا تو اتنی دیر میں پانی کافی آگیا۔ اور سب سیراب ہو گئے جبکو سب حضرت کے قدم کی برکت تصور کیا۔ وادی زبان میں ایک اڑدے کو دیکھا کہ ابوہل کا اونٹ بٹھک گیا اور وہ گر گیا۔ اور چوٹ آئی۔ اس نے اپنے قافلہ کو پیچھے بٹھا کر روک لیا اور جب حضرت کا قافلہ پہنچا اور رکنے کا سبب دریافت کیا تو اس نے چالاکی سے کہا اب آپ سرداری کیجئے جس سے اس کی غرض یہ تھی کہ آپ آگے چلیں گے تو آپ کا اونٹ بھی اڑدے کو دیکھا کہ بٹھکے گا اور آپ گر جائیں گے مگر طبیعت نفرت انسانی کا بغور ملاحظہ کرنے والا فوراً سمجھ گیا کہ اس میں کچھ کر ہے۔ لیکن قدرت مشیت الہی پر بھروسہ کر کے فوراً بے خوف خطر روانہ ہوا مگر اپنے اونٹ کو ہناتہ احتیاط کے ساتھ سینھالے رہا۔ اڑدہ اسے سے ہٹ گیا اور تمام قافلہ بحیرت گذر گیا۔

نزع سرداری
تھیں کج خواب

واقعہ اثنائے
واقعہ جمعہ راہ

بشارت

مقام ایدہ پرقلیتی بن لوبان بن عبد الصلیب راہ بنے بھی آپ کے آثار کو دیکھا اور خیالات سے مطلع ہو کر شل محل اور نسطور راہبان کے آپ کے بنی مرسل ہوئی پیشین گوئی و تصدیق کی اسی قسم کے اور بہت کجائے جو نظر طوالت ترک نہ جاتے ہیں اس سفر میں آپ ظہور پذیر ہوئے چونکہ اکثر سطحی نظروالوں میں مافوق بشری تصور ہو کر آپ کی زیادتی قدر کا باعث ہوئے جسے ابوہل کو حمد زیادہ ہوا اور مسرہ خزیرہ شستہ دار خدیجہ کے دلوں میں آپ کی عظمت و محبت جلا رہا ہوئی گئی۔ غرضیکہ یہ قافلہ شام گیا۔

شام میں ایک یہودی سے آپ سے مباحثہ ہوا اور دوران گفتگو میں اس نے پچھولات مغزی کی قسم دی تو اس عارف و شفیق رب قدیر نے فوراً ارشاد فرمایا کہ میں تو لات مغزی سے قطعاً نیراہ ہوں! دوران سے تبرا کرتا ہوں در خدا واحد دیکتا کا ماننے والا ہوں سکو شکر اور آپ کے عقائد معقولی سے متاثر ہو کر نے بھی آپ کی رسالت کی خبر دی۔

اس سفر میں مال بہت زیادہ منافع سے فروخت ہوا اور کوئی مال باقی نہ رہا۔ یہ قافلہ مع نفع کثیر واپس مکہ آیا جب قریب نواح مکہ کے پہنچے تو بقرقلیہ نے اپنے اپنے قاصد قافلہ کے بحیرت واپسی کی خبر دینے کو مکہ روانہ کئے۔ آپ بھی میسر سے فرمایا کہ وہ جا کر خدیجہ کو خبر کر دے۔ میسر نے عرض کیا کہ اگر حضور خود تشریف لجا کر خدیجہ کو خبر دینگے تو اسکی زیادہ مسرت کا باعث ہوگا۔ چنانچہ حضور خود قافلہ سے آگے مکہ میں تشریف لائے جسوقت آپ مکہ میں داخل ہوئے خدیجہ معہ چند عورت کے غرض میں ٹھہری تھی اب اسکو چشم خود حضرت کے باوقار چہرہ کی زیارت کرنیکا موقع ملا۔ اور آپ کے چہرہ کے آثار عظمت و جلال نے متحیر کن اثر اسکے قلب پر کیا۔ اُس کو اس عالم محویت میں معلوم ہوتا تھا کہ ایک برحمت آپ کے شرف سایہ کے ہوئے ہے۔ جب اپنے پہنچا اُس کو خوشخبری پہنچائی اُس نے اپنے مزید اطمینان کے واسطے آپ سے عرض کیا کہ آپ اپس تشریف لجا میں درمیں میسرہ کے تشریف لائیں جس سے اُس کی غرض یہ تھی کہ اس طرح اسکو حضرت کی دوبارہ زیارت کا موقع ملے گا اور میسرہ سے دوران سفر کے ہی آپ کے حالات معلوم ہو کر صحیح راقیم کر سکے گی۔ چنانچہ حضرت واپس ہوئے اور خدیجہ دیکھتی رہی ۛ

خدیجہ کی جالچ د

اظہار و ارادہ عقد

انحضرت

اب قافلہ کے مکہ پہنچنے پر خدیجہ نے میسرہ سے واقعات سفر دریافت کئے تو میسرہ و خرمیہ نے جو امور عجیبہ و غریب حمیدہ حضرت کے دیکھے تھے اور ان سے جو اثرات ان کے قلوب پہ ہوئے تھے ظاہر کئے جو کہ خدیجہ کے دل میں آپ سے عقد کرنے کا خیال پیدا ہو گیا۔ اس سے قبل عقیقہ بن ابی معیط و صلت بن ابی شہاب جنہیں سے ہر اک کے یہاں چار چار سو کنیریں و غلام تھے اور جو بہت مالدار تھے اور علاوہ اُن کے ابوہل ابو سفیان بھی خدیجہ سے خواستگاری عقد کی کر چکے تھے لیکن سب کو انکار کر چکی تھی۔ اب نفیسہ نامی ایک عورت کی معرفت خدیجہ نے اپنا مافی الضمیر حضرت کے پاس کھلا کر بھیجا اور درخواست کی کہ حضرت اسکے چچا سے اسکے متعلق خواستگاری کریں اگرچہ خدیجہ کی عمر منازل شباب جوانی کو طے کر چکی تھی اور وہ اس سے قبل دو شوہروں کی زوجیت میں بھی رہ چکی تھی مگر اس مابطیعت انسانی واقف فطرت رحمانی کی پاک اور دور بین نگاہ ظاہری جذبات خواہشات نفسانی کی تابع نہ تھی اُسکے گہری نگاہ نے خدیجہ کے حسن و جمال عادات و خصال میں کچھ ایسے آثار نیک نفسی و پاک طینتی خوش خلاتی کے دیکھ لئے تھے جنہیں زادی کیساتھ عصمت و قیام قبول کیساتھ انحسار و ایشار کی شعاعیں نظر آتی تھیں جنکو اپنے پاک و مقدس مزاج کی موافق و مناسب پا کر حضور نے منظور فرمایا۔ حضرت ابوطالب خدیجہ کی خواستگاری کیلئے کہا۔ ابوطالب کو بوجہ قبول خدیجہ اسکے انکار کا اندیشہ ہوا جسکو حضرت نے رفع فرمادیا۔ بروایت حضرت ابوطالب نے اول صفیہ کو بھیجا۔ خدیجہ کا استمراح لیا اور اُسکی منظوری و خواہش رکھا اطمینان کر کے ابوطالب نے معہ حضرت عباس حمزہ و غیرہ چند اہل خاندان کے خدیجہ کے باپ خولید کے پاس

خواستگاری کی

بروایتے عمر وہ بنی اسد خدیجہ کے چچا سے جا کر خواستگاری خدیجہ کی حضرت کے واسطے کی جس نے اول تامل انکار کیا چنانچہ
 یہ لوگ غصہ میں چلے آئے خدیجہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اسکو اندھلا لیا ہوا اور اس نے اپنے رشتہ کے چچا زاد بھائی ورقہ
 بن نوفل بروایت خزیمہ کو بلا کر ان سے اپنی خواہش و منظوری درخواست حضرت کی ظاہر کی تو انہوں نے خولید یا عمر کو
 حضرت کے تمام حالات و آثار جو سفر تجارت میں مشاہدہ میں آئے تھے بیان کر کے اور خود خدیجہ کی پسند و مرضی کا اظہار کر
 راضی آمادہ کیا چنانچہ ورقہ دو سو روز ابوطالب کے پاس آیا اور پہلے روز کی بابت معذرت کر کے منظوری خواستگاری
 کا اظہار کیا چنانچہ حضرت ابوطالب معہ تمام بنی ہاشم کے حضرت کو لباس بکریزرگان سے آراستہ کر کے اور ساتھ لیکر خانہ
 خدیجہ پر تشریف لے گئے جہاں پر خدیجہ نے بھی سامان ضیافت کر رکھا تھا۔ اب حضرت ابوطالب نے ایک خطبہ فصیح اور مبلغ
 ادا کیا جس میں بنی خاندانی شرافت و افتخار کا اظہار کیا۔ آنحضرت کی صفت و ثناء خواستگاری خدیجہ کی درخواست
 کی۔ ابوطالب نے اس خطبہ سے انکا موحد ہونا اور حضرت کو فضل اناس سمجھنا بخوبی ظاہر ہوتا ہے جس کی تبدل ہے کہ:-
 الحمد للہ الذی... جعلنا حصنہ بیتہ و سنوس حرمہ... ثم ابن اخي هذا محمد بن عبد اللہ کلوا از
 بحل من قشر الارجح بہ ولا یقاس بالحد منہم الا عظم عنہ وہ خاقابل ثلثہ جس نے..... بھوکا اپنے
 گھر کا محافظ اور اپنے حرم کا منتظم مقرر کیا بعد یہ کہ میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ سے بکا قریش میں جس شخص سے موازنہ کیا گیا وہ بڑا
 ہوا نکلا اور جس کی کے ساتھ اسکا قیاس کیا گیا تو وہ عظیم اور بزرگ تر نکلا، ورقہ منجانب خدیجہ خطبہ پڑھا اور منظوری دیدی
 چنانچہ فہرین ہزار اشتران مایہ و بروایت چار سو شقال طلا و قوے پانچ سو درہم قرار پایا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ
 اپنا خدیجہ نے اپنے مال سے ادا کرنا منظور کیا تھا۔ جو اس نے حضرت کو سہہ کر دیا تھا۔ غرض عقد حضرت کا حضرت خدیجہ کے
 ساتھ ہو گیا اس وقت عمر حضرت خدیجہ کی چالیس سال کی تھی۔ اگرچہ ایک روایت سے عمر خدیجہ وقت نکاح ۲۸ سال بھی
 ظاہر ہوتی ہے مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ وقت انتقال ان کی عمر ۶۵ سال کی تھی اور ۲۵ سال وہ حضور کے عقد میں
 رہیں حضور پر نور کی عمر اس وقت پچیس سال کی تھی حضرت خدیجہ کا یہ تیسرا عقد تھا۔ شہر اوسے بروایت عمر و کندی و ثور
 ثانی عتیق تھا مگر حسب روایت کشف الغمہ اول شادی حضرت خدیجہ کی عتیق بن عابد مخزومی سے ہوئی تھی جس سے ایک لڑکی
 پیدا ہوئی تھی اور اسکے بعد عقد انکا ابوالہ ہند بن زراہہ تھی سے ہوا تھا جس سے ہند بن ہند ولد ہوئی جو فوت ہو گیا تھا
 اور ابن ہشام کا قول یہ ہے کہ پہلا شہر عتیق تھا جس سے ایک لڑکا عبد اللہ و ایک لڑکی جس کا نام نہیں لکھا پھر لکھا
 ہے پیدا ہوئے اور دو سال ابوالہ تھا جس سے ہند لڑکا اور زینب لڑکی پیدا ہوئی تھی :-

مذکورہ خطبہ ابوطالب

اشغال حضرت بعد

بعد عقد حضرت خدیجہ کے بوجہ مال دولت خدیجہ کے معیشت کی جانب سے بالکل تنہا ہو گیا اگرچہ اشارہ دو وجہ

عائلاً غنی میں فرمایا گیا ہے اور اب حضرت کو اور زیادہ موقع کوہ حرا پر جا کر تنہائی میں اپنی اور تمام عالم کی خلقت و اسباب خلقت اور ذات وجود واجب الوجود خالق مہبوط حق پر غور و خوض کرنے اور مدایح معرفت قرآنی الہی کے طے کرنا ملا۔ چنانچہ بیشتر حصہ آپ کے وقت کا وہ ہاگوہ میں صرف ہوتا تھا۔ اور انکشافات رموز فطرت روز بروز آپ پر زیادہ ہوتے جاتے تھے۔ اس سال بجا و رخانہ کعبہ محافظ رسول بطحی یعنی ابوطالب کے یہاں ۱۳ رجب سنہ ۱۱ھ کی صبح کو بطن فاطمہ بنت اسد خاں نے کعبہ میں فرزند پیدا ہوا جو ابتداً خلقت سے منظر العجائب الغرائب مانا گیا اور جب کو اگے چل کر امور رسالت و ترقیات اسلام خاص تعلق رہا ابتدا ہی میں ولادت خانہ کعبہ کا ایسا شرف اس کو ملا کہ جو آن تک کسی کو حاصل نہیں ہوا تھا۔ یہ وہ مولود ہے کہ جس کی خبر منجھو اپنے مولد سے بھی بہت کچھ علی تعلق ہو گا۔ اس وقت کون خیال کر سکتا تھا کہ وہ بچہ جو آج تین سو ساٹھ بتوں کے غاصبانہ عمل میں خلق ہوا ہے وہی ایک دن اسی اپنے مولد کو دوش رسول پر معراج پا کر ان بتوں کی آلالش سے پاک کر گیا کون سمجھتا تھا کہ اس خانہ زاد خدیج بن نفیث کو خدائی کا بھی گمان ہو جائیگا۔ علاوہ تعلقات رشتہ کے حضور پر نور کو خاص تعلقات محبت اس کو دے ہو جو اس کی خدمات کے رہے۔ خبر ولادت پاکر بھی حضور خود خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے اور اس مولود مسعود کو آغوش مبارک میں لیکر معراج کا شرف عطا فرمایا اور اس مولود نے بعد پیدائش حضور کے ہی رو انور کی زیارت کی۔ پرورش تربیت بھی اس مولود کی اسی ہادی کے کنارے عاطفت میں ہوئی جس نے ثابت کر دیا کہ شاگردان تابعین رسول میں صرف یہی وہ فرد اکمل نکلی جو نہ صرف اسلام کے لئے بلکہ ان کل مذاہب کے لئے جنہوں نے اچھی اور اکمل ذاتوں کی یادداشت رکھ چھوڑی ہے یہ تنہا ذات کل کے فخر کرنے کی لائق ہے جس کے کارنامے اُسکے پرورش کنندہ ہستاد کے سوا کس کیساتھ ساتھ نظر کی نظر سے گزریں گے۔ اس مولود کے والد ابوطالب نے اس کا نام زید رکھا تھا۔ اور والدہ نے اپنے باپ کے نام پر اسد (جد) رکھا تھا مگر اُس روشن ضمیر ہادی کی دور میں آنکھوں کے سامنے یہ معلوم کونسا نقشہ تھا اور کس علی منزلت کا تصور اس مولود کو کیا دل میں تھا کہ آپ نے اس کا نام علی رکھا اور اسی نام سے یہ بچہ موسوم ہوا کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ ع

فرزند بجانہ حبشہ پیدا

فاطمہ بنت اسد مولود کو گہر لیکر آئیں حضرت نے طشت آفتابہ طلب کیا۔ اور مولود کو خود غسل دیا۔ غسل دیتے میں حضور کے چہرہ سے کچھ اتارا فرسنگی ظاہر ہوئے پوچھنے والوں نے سبب پوچھا جس کا جواب سن دی کا بل کے خیال پر عکس ٹٹا ہے کہ وہ موت اور زندگی کے مسئلہ کی کھل کر چکا ہے۔ جواب دیا گیا کہ جس طرح میں آج اسے غسل دے رہا ہوں سیر پیش نظر ہے کہ یہ لڑکا مجھے آخری غسل دیکھا گیا کوئی بشر کسی بات کو جو آئندہ کے پردہ میں چھپی ہو اثبات یا نفی میں کہہ سکتا ہے مگر اس آئین کا خیال جو تحقیق کی حد پر تھا جیسا کہ واقع ہوا جو اُس کو کمال قوت روحانی کی میں دلیل ہے۔

سنہ عام الفیل ۱۱ھ

سال بست نہم

ولادت علی عہد حضرت مہدی

حضرت کی پیشین گوئی

تجربہ حلف الفضول

غالباً اسی سال میں پہلی دی برحق نے عربوں کو انکا ایک پورا نال حلف جو حلف الفضول کے نام سے موسوم کیا گیا تھا جس میں عہد کیا گیا تھا کہ اندرون دیوار ہائے مکہ شریعتیں نہ کی جائیں گی یا دلا کر چار پانچ بڑے خاندانوں میں تحریک کر کے اس حلف الفضول کو دوبارہ قائم تازہ کرایا (تفقید الکلام) جس میں عورتوں نے تحفظ عصمت و حرمت کی شرط بھی تھی جو حضور کے کمال نیک نفسی اور پاک باطنی کی دلیل ہے۔

بہ خانہ کعبہ

اسی سال قریش نے خانہ کعبہ کو جس کی دیواریں بوجہ بارش و سیلاب کچھ منہدم ہو گئیں تھیں۔ از سر نو تعمیر ارادہ کیا جسے دو بڑے سبب تواریخ میں پکے جاتے ہیں۔ ایک تو دیوار و نکابوسیدہ و منہدم ہو جانا و دوسریہ کہ درمیان بیت اللہ کے ایک خزانہ بطور چاہ کے تھا جس میں ہڈیاں و تحایف رکھے جاتے تھے اس میں ایک غزال طلائی بھی تھا۔ بدعاشوں کی ایک جماعت نے جسکا سفر غنہ کہا جاتا ہے کہ ابواب تھا دیوار پھانڈ کر خانہ کعبہ سے اسکو چور لیا تھا۔ چنانچہ عامی قریش شریک چندہ و کا تعمیر ہو کر اپنے اپنے مال حلال طیب سے چندہ دیا۔ اسی زمانہ میں ایک کشتی جو شاہ روم نے مدد سامان عمارت و کٹری وغیرہ کے بغرض تعمیر ایک کلیسہ کے بھی تھی جو جدہ کے قریب پہنچ کر پاپوین دہس گئی تھی۔ قریش کو جو کشتی کے اس طرح تباہی کی خبر پہنچی تو ولید بن مغیرہ کو مع ایک جماعت کے پہنچ کر وہ سامان کشتی خرید کر لیا۔ اور مکہ لے گئے اور حضرت ابوسم کی ہی بنیادوں پر کا تعمیر شروع کیا گیا۔ دیوار کا کعبہ کی تعمیر بذریعہ قرقہ مخصوص تباہی قریش کی سپرد ہوئی قریش نے خود پتھر جمع کئے تھے حضرت بھی پہر لانے میں قریش کی شرکت فرماتے تھے تعمیر در کعبہ سے تا وسط رکن یحییٰ و حجر حضرت کے قرقہ میں لٹی تھی و بروایت دیگر حجر سود سے رکن شامی تک حصہ بنی ہاشم میں تھی۔ حجر اسود کعبہ کے نصب کرنے کی بابت نزاع پیدا ہوا ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ اس کے سردار کے ذریعہ سے نصب ہو اس نزاع کو طول ہوا۔ بالاخر طے ہوا کہ صبح کو جو شخص اول در بنی شیبہ سے مسجد الحرام میں داخل ہو وہ اس معاملہ میں حکم مقرر کیا جاوے اور وہ جس کی نسبت حکم نصب کے نے حجر اسود کا کردے۔ وہی اسکو نصب کر لیا۔ اتفاق سے اول شخص داخل ہوا وہ حضرت تھے چونکہ سب لوگ آپ کو امین جانتے اور مانتے تھے سب خوش ہوئے کہ آپ کسی کی رو رعایت سے حکم نہ دینگے چنانچہ آپ حکم کئے گئے اس بنا دی امین نے جو مہجانبہ شدت کثرت کو وحدت کا سبق دینے اور افتراق کو اتحاد سے تبدیل کرنے پر مامور ہونے والا تھا اس نزاع کو جس میں عرب کی خونریز جہالت کے سبب سخت جہل و قتال کا اندیشہ تھا اس خوبصورتی سے طے کیا کہ کسی قبیلہ کو محل مسکات باقی نہ رہا۔ یہ واقعہ آپ کی کمال ذکاوت و فہانت اصول مساوات و دیانت کا اعلیٰ درجہ کا ثبوت ہے اپنے حکم دیا کہ ایک پل در پچھانی جائے اور بروایت خود اپنی عیا مبارک بچھا دی اور خود حجر اسود کو اٹھا کر اس پر رکھا اور قبیلہ کے سردار کو باکر ایک ایک گوشہ چادر عیا کا انکودیا اور فرمایا کہ اب سب اٹھا کر چلو چنانچہ اس طرح سب اٹھا کر لے گئے اور موقع پر پہنچ کر حضور خود چادر سے انار کو اسکو آگے مقام پر نصب فرمادیا۔ اس طرح پھر اس کے اٹھانے میں سب کی شرکت

حضر حکم کئے گئے

نصفینہ نزل انصاف
تجزا سود

بھی ہو گئی کہ سبکو موقعہ ایک دوسرے پر فخر یا شکایت کا نہ ہوا ورنہ صبح جھڑپیں جو کسی نبی یا معصوم کے ہاتھ سے بھی ہونا چاہیے تھا حضور کے ہی دست حق پرست سے ہوا۔ یہ دراصل حضرت کا اہل کہ خصوصاً قریش پر احسان ہوا کہ سخت خیر نری سے بچا لیا اور ان پر واضح بھی کر دیا کہ تلگوگوں کا ایک کرنے والا بجز ہمارا اور کوئی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ راوی ہیں کہ چونکہ اس تعمیر میں کئی عہدہ تھے حضرت ابیہیم سے اختلاف ہو گیا تھا حضرت نے ایک وقت میں عائشہ سے فرمایا تھا کہ "لو ان قومك حدثت عهدا لكفر لنقضت الكعبة ورددتها على قواعل بلہیہ وجعلت لہا بابا بآشہ سرقیا و بابا غریبا" یعنی اگر تمہاری قوم زمانہ کفر کی بات چیت نہ کرے لگتی تو میں خانہ کعبہ کو توڑ کر قواعل حضرت ابیہیم کی موافق کر دیتا اور اس میں ایک دروازہ شرقی دالیکہ اپنی قرار دیدیتا۔ اس حدیث کے بناء پر عبد اللہ بن مسیر نے اپنے زمانہ حکومت میں تعمیر قریش کو منہدم کر کے موافق مشا حدیث کے قواعل ابیہیم پر عمارت کو بجال کیا مگر جب حجاج بن یوسف مخالف عبد الملک مروان کے ابن مسیر سے لڑا اور فتح پائی تو حکم عبد الملک بنا ابن زبیر کو خواب کر کے اسی طرح جیسے حیات آنحضرت میں تھی کر دیا۔ ہارون شید نے اپنی خلافت کے زمانہ میں چاہا کہ مطابق بنا زبیر کے اسکو درست کر اوسے اور امام مالک اس کی بابت مشورہ کیا بھی مگر انہوں نے بعد غور مشورہ دیا کہ اب ترسیم کرنا مصلحت نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اس میں اختلاف و نزاع کا اندیشہ ہے۔ لہذا اس موئین خاموشی بہتر ہے چنانچہ وہ خاموش ہو رہا (نوٹ) مگر یہ روایت حدیث عائشہ صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اول تو تعمیر اول کا حضرت کی موجودگی اور شرکت سے ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ اگر قواعل ابیہیم سے کچھ اختلاف ہوتا تو اس وقت حضرت اصلاح فرما دیتے۔ ورنہ بعد فتح مکہ قوت اختیار حال ہونے اپنی حیات و زمانہ میں ترسیم فرما سکتے تھے حضرت نے کوئی ترسیم نہ فرمائی نہ خلفائے سگسی نے اس حدیث کی طر توجیہ کیا یہاں تک علی نے اپنے زمانہ خلافت و حکومت میں بھی اسکو ویسے ہی رہنے دیا۔

اس سال مکہ میں قحط پڑا حضرت ابوطالب پر بوجہ کثرت اولاد کے کچھ سختی تھی حضرت کو باعث عقدہ خدیجہ فرارنت ہو گئی تھی حضرت عباس ہی نو حال تھے۔ ابوطالب کو القہ ضرورت تھی کہ کوئی ہمارے دمد دگا لائے جو چھ کو ہلکا کر دے مگر غیور ابوطالب بغیر شکایت و اظہار رے باطنیائی کے سختی برداشت کرتے رہے یہاں تک کہ حضور کے دروسے پہرے کوئے دل و صلاہ رحم کے گہرے خیال نے اسکو نظر انداز نہ کیا اور حضرت عباس کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے کہا کہ بچا آپ ماں دار میں رہیں بھی امداد دینے کے قابل ہوں چچا ابوطالب قابل ملازمین ان کی اعانت کرنی ضرور ہے حضرت عباس نے بھی صراحتاً ظاہر کی چنانچہ انکو لیکر ابوطالب کے پاس گئے اور طے کیا کہ علی حضرت کی سپرد ہوں جو تر عباس کے حوالے گئے ہوں عقیل ابوطالب کے پاس ہیں اب علی بالیکہ حضرت کی تعلیم و تربیت میں آئے گئے۔ اور یہ آئیدہ تعلیم ہو گا کہ نہ دل نے اسکو چاہا

حدیث بروایت عائشہ

شہ عالم افضل

سال ہی چہا نام حضرت

قحط کو ترسیم نہ فرما دیا ابوطالب

علی آنحضرت کی پرورش

طرح کے کوئی تعلیم و تربیت دی۔ ابن ہشام تنقید الکلام کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نے علی کو اپنا فرزند بنایا۔ کیا یہ اتفاقی قریح تھا کہ علی کا نام حضرت کی واسطے رکھ لیا گیا ہو؟ نہیں یہ خوب غور و خوض کا انتخاب تھا۔ اس سبق آموز فطرت نے ابتداء سے کچھ اتنا اس بچہ میں ایسے دیکھ لیے تھے جو اسکے اسرار قدسیہ بھرے ہوئے قلب کو اپنی طرف کھینچ چکے تھے۔ اسکو اپنے ان عظیم خیالات و اعلیٰ مقاصد کے پورا کر نیکو چیز غور و خوض کرتے ہوئے چونتیس تیس برس گزر چکے ہیں ایک مددگار کی ضرورت تھی مگر مددگار بھی ایسا ہی ہونا چاہیے جسکو خود اپنے اصول کی موافقت تیار کیا گیا ہے۔ اور جس کی طبیعت پر کوئی افشاش سولے نقش مطلوب کے نہ پڑا ہو۔ یہی وجہ حاصل اس انتخاب کی تھی۔

وجہ انتخاب

عثمان بن حویرث ایک عربی دربار قسطنطنیہ میں دین مچی قبول کر کے قیصر سے روپیہ لیا تھا اور وعدہ کر کے آیا تھا کہ تم میرے نایابوں کی حکومت کرو اور ہنگامہ مگر حضرت کی قوت الہامی اور حسن سعی سے اسکا ارادہ ظاہر ہو گیا اور اسکو ناکامی ہوئی۔ ابن خلدون، اور اس طرح حضرت نے اپنے مولد و وطن کو تیا صو کے ظلم سے بچایا اور یہ ایسا اعظم تھا کہ نبی آدم کی دائمی شکر گزاری کے قابل ہے (تنقید الکلام)

حضرت کی عظمت و شان

بعض کتب اہل تسنن میں ہے کہ ولادت با سعادت جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا اس سال میں ہوئی مگر یہ ریا صحیح نہیں ہے کیونکہ اجماع مؤرخین اس پر ہے کہ آپ کی ولادت بعد نبوت حضرت سال پنجم بعثت میں ہوئی اور یہی صحیح ہے۔

سال پنجم

روایت ضعیف و ثلوت سیدہ

اب کمال روحانیت حضرت کی یہ حالت ہوئی تھی کہ انوار آئینہ کی پراسیہ مستولی ہو گئے کہ اسکو اللہ جل جلالہ کی یاد محو ہو گئی تھی بہت زیادہ وقت کوہ چراگے دروں میں صرف ہوتا تھا جہاں آپ عشق یاد الہی میں غرق رہتے کبھی ضرورت جرح جناب خدیجہ میں چلے آتے تو بہت تھوڑی دیر طہر بعد فراغت ضرورت پھر واپس جا کر مصروف یاد الہی ہو جاتے۔ یہاں تک کہ سیرت نبویہ حضرت مصدر و مورد آیات انوار الہی و محل ولایت سرار لائیا ہی ہو گیا۔ رات کو سوتے ہی رویا کا منظر نظر آئے نگین غیبی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں اور روشنیوں نظر آتی تھیں۔ روح القدس تمام رموز آسمانی و علوی لدنی کہ لوح محفوظ میں تھے لوح قلب حضرت پر منکشف و مخی کر دیتے تھے۔ تاکہ آفتاب نبوت رسالت مطلع بطحا و جبل حرہ سے طالع ہوئے کی قابل ہو جائے اور حضرت تنہا کوہ شاگرد علی بھی بوجہ از ویا و تعلق قلبی اپنے استاد و معلم کے ساتھ کوہ حرہ کی گوشہ نشینوں میں سجود رہتا تھا اور بعض آثار قدسیہ کی چشم خود کو بھٹاتا معلوم کے نفس قدسی کا اپنے دل پر اثر لیتا اور اس کی تعلیمات کو عملی حیثیت سے بھٹاتا تھا اور اخذ کرتا تھا۔ اور یہ تھا ہی ناممکن کہ ایک نفس عظیم و بزرگ پر اپنا نقش جمانے گذر جائے۔

آغاز آتنا نبوت

سال جن جن کم عمر
شعبان
۲۴ ربیع الثانی

اپنی مقدس عمر کے چالیس سال ایسی ریاضتوں و تفکرات عمیقہ میں گزارنے کے بعد یہ قدرت الہی کا دل کی انہوں
سے دیکھنے والا ایک روز حسب عادت کوہِ حر کی گہری چٹان پر عبا میں لیٹا ہوا لیٹا ہے۔ اور اس پہاڑ کی خاموشی و فضائیت
فطرت کی کل چیزوں کو بغور دیکھ رہا ہے اسکا صاف نفس ہرسانی نعمت کے قبول کرنے کے لیے کہلا رہا ہے اور خیالات
پر ہر صبح گرفت سے حکومت کر رہا ہے دماغ اُن بڑے مسائل پر غور کر رہا ہے جو ہدایت خلق کے لیے اس کی زبان سے
عقرب جاری ہونے والے ہیں آرزوئیں ہیں کہ قوم اور خلائق اچھی راہ پر لائی جائے کہ دفعتاً بڑی قوتِ اسیر ایک
عالم طاری ہوتا ہے اور پہاڑ کی سنجیدہ خاموشی میں ایک آواز سنائی دیتی ہے کہ کوئی کہہ رہا ہے ”يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ تُرَاقِبُ
قَوْمًا لَا تَذَرُ رُؤْيَاكَ فَكَيْفَ تَدْرِي أَنَّهُمْ يَتَّبِعُونَ رُؤْيَاكَ“ اور اپنے پروردگار کی بزرگی ظاہر کرنا
اس نئی قسم کی آواز نے کچھ اضطراب پیدا کیا تھا کہ اس دوسری آواز نے کہ ”اضطراب کو دور کر دینی آدم کا فرق
جو تجھ پر ہے ادا کر تسکین دے“ (تفہیم الکلام)

روزِ رونقِ الصفا
جنابِ انقلاب

اور روایتِ روضۃ الصفا حیاتِ القلوب پہلی آواز تھی کہ: ”اَقْلَامُ يَأْسِفُ الذِّي خَلَقَ خَلْقَ الْكَافِرِينَ“
علیٰ دینے پروردگار کا نام لیکر پڑھو جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا انسان کو خون بستہ جس کو جبریل میں پیکرِ رب عجل
نے اس میں خلائق کے پاس یہ ہیئت اُسی کر سنایا اور اپنا نام بتلایا اور جنابِ اقدس اس الٰہی مبعوث و مامور باہر
رسالت ظاہری کیا اور طریقہ عبادت سکھایا۔ اس گوشہ نشین پر اس مخاطب سے عظمتِ خداوندی کا جواب طاری ہوتا ہے
یہ اپنے اُس عالمِ محویت میں پہنچتا ہے کہ ملائکہ آسمان سے نازل ہو چکے ہیں اور ہر ذرہ نے زبان پیدا کی ہے اس کے ہر گوشے سے
جلالِ خداوندی ظاہر ہو رہا ہے اسکو معلوم ہو رہا ہے کہ ناقابلِ رد کا نور کا سیلاب دنیا کے ہر مقام پر لہر لے رہا ہے یہ
حیلم صاف باطن گوشہ نشین اسی عالم میں پہاڑ سے اترتا ہے کہ ”شجر و حجر السدر علیک یا بنی اللہ“ کہتا ہوا معلوم
ہوتا ہے۔

یہ اسی عالم میں پیغمبرؐ کو سوزِ خدیجہ کے پاس پہنچا ہے زبان سے پہلے چہرہ مبارک کے آثار نے کچھ واقعہ خوانی کی ہے اُٹھتا
ہوئے کہ سروی معلوم ہوتی ہے چادر اُڑا دو چادر لپیٹ کر بیٹھے تھے کہ پہرہ ہی پہچانی ہوئی آواز کان میں آئی ”يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ تُرَاقِبُ
قَوْمًا لَا تَذَرُ رُؤْيَاكَ فَكَيْفَ تَدْرِي أَنَّهُمْ يَتَّبِعُونَ رُؤْيَاكَ“ اس فقرہ کا اعادہ کیا۔

تاریخِ نبوت

تصدیقِ خدیجہ اکبری

یہ واقعہ تاریخِ اسلام میں نبوتِ رسولؐ کے مشہور نام سے پکارا جاتا ہے جو باتفاقِ اجماع علیٰ شیعہ ۲۴ ربیع الثانی ۱۸
علیٰ البہشت میں القبتہ تاریخ میں اختلاف ہے بعض روزِ دوشنبہ ۱۸ رمضان بعض ۱۹ بعض ۲۴ رمضان بتلاتے ہیں ورنہ
بعضوں نے ۱۲ ربیع الاول لکھا ہے یہ تصریحِ خدیجہ نے رسولؐ کی زبانی کل حالات منکروں کو اس حالت میں تشریف کی تسکین

کی اور پھر اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو ایک ضعیف العمر سچی عالم تھے اور ان سے جبریلؑ کے حال پوچھا۔
 ورقہ نے سننے سے ہی پوچھا کہ ایسے ملک زمانہ میں جہاں بجائے خدا کے بتوں کی پرستش ہو رہی ہے خدا کا نام لیا بھی کوئی
 نہیں نہیں یہ نام کیسے معلوم ہوا۔ خدیجہ نے جواب دیا کہ محمد بن عبد اللہؐ نے بتلایا ہے کہ آج جبریلؑ ان پر نازل ہوئیں یہ منکر و
 نے کہا کہ جبریلؑ ایک فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ پر بجانب خدا وحی لاتا تھا۔ اور میں لوگوں میں محمدؐ سے زیادہ کسی کو پیغمبری
 کے لائق نہیں پاتا۔ حضرت خدیجہ نے ایک ورہ استہیابی اپنا اطمینان کیا جب اس نے بھی موافق قول ورقہ بتلایا تو واپس
 آکر حضرت کے مبعوث پر سالت ہونے کی تصدیق کی اور بتعلیم حضرت اقرار صادق اشھدان لا اللہ الا اللہ
 وان محمد رسول اللہ کا کیا ہے

وجود فرشتگان پر سرور
نفس

جو لوگ کسی ایسے وجود کے جسے فرشتہ کہنے میں قائل نہیں ہوتا اور انسان کے اور خدا کے درمیان کسی تیسری چیز کو پیغامبر
 کی شکل میں قبول کرنا نہیں چاہتے حالانکہ واجب لوجود ممکن لوجود و متضاد وجود سے تعلقات کا بلا کسی درمیانی وجود
 کے قائم رہنا محال عقلی ہے جیسے کہ آگ پانی کا تعلق بلا کسی واسطہ کے ایک مینی کمزور کے فنا کا باعث ہو جائیگا ان کی
 تسکین کے لئے الہام کی ایسی صورت موجود ہے جسے مکاشفہ روحانی کہا جاتا ہے اور جسکو اس معلم کے شاگرد علی نے سہ
 باطنی کہا ہے اسکے قبول کرنے میں تو انکو غالباً عذر ہو گا۔ اگر اس میں بھی عذر ہو تو انفس کے ساتھ کہا جائیگا کہ ہم قوت
 نفس کو جانتا نہیں چاہتے اور نہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں خود تجربہ انسانی اس کی بین شالیں و روشنی پر مشکیں کر سکتا
 ہے اکثر اوقات انسان کی کیفیت قلبی ایک ہونی والی بات کا پتہ دیتی ہے یا بسا اوقات انسان بلا کسی ہیشہ کے خیال
 کے ایک تعبیر فی خواب دیکھتا ہے اور ویسا ہی ظہور میں جاتا ہے نفس و دماغ معمولی انسان کی مخفی قوتیں ہیں اور ہر ملی انسان
 و نبی کے نفس میں لازمی طور پر فرق ہونا چاہیے جو مدتوں کی ریاضتوں میں ان قوتوں کو کامل ترقی دیکھا ہو اور تربیت
 نفس و تذکیہ خیال کے تمام مدارج طے کر چکا ہو ہے

امکان الہام

تصدیق صدیقہ اولیٰ خدیجہ الکبریٰ کے یہ وہ قوتوں میں سے ہیں ایمان لانے والی نہیں حال کے بعد اسباب شاگرد و شیعہ کی
 تصدیق کی کیفیت ملاحظہ ہو جو ابتدائے اسکے واسطے تیار کیا گیا ہے اور جو ابتداء عقل سے اس تمام کہ کمالات کی علامت
 خیالی و تصورات خلق و خلق الہی کے نقوش کاملہ کا اپنے قلبی صافی پر عکس رہا تھا اور اپنے استاد کی تمام ان تنہائی کی جہتوں
 میں جسکو اسکا تربیت دینے والا علت العلل کے دریافت کرنے کے لئے جس میں صرف کر رہا تھا شریک رکھ کر ان آثار و قیامت خانیہ
 اجلاں و قدسید ربانی کو جو ختم خود دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھ سکتے تھے ان میں کچھ صریح ہوتے تھے اس معلم نے اعلان رکھا تھا
 صدقہ توحید پر فرما لیکھتے روی قلم کہ کہ اس کی رسالت کی تصدیق کرتا ہے یہ اس شاگرد کی عمر کا دوسوا سال تھا بوقت

تصدیق اسلام علی

۱۱ اور ۱۲ سال کی عمر ہی لکھی ہے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت کے اس شاگرد نے کبھی بت کو سجدہ نہیں کیا جس کی وجہ سے بقول اہلسنت کبر اللہ وجہہ کا معزز خطاب سکولایہ مشرف اس معلم کے اور شاگردوں باہم صحبتوں میں سنگسی کو حاصل نہیں ہوا۔

اسلام زید و ابوبکر

اسکے بعد زید بن حارث جو غلام حضرت کے تھے مشرف باسلام ہوئے۔ بعد ان کے ابوبکر جو ایک مالدار شخص تھا اور ابو جحیفہ تمول فیاضی کے لوگ انکو زیادہ مانتے تھے حضرت کو راستہ میں ملے اور حضرت سے دریافت کیا کہ کیا یہ بات سچ ہے جو میں نے سنی ہے کہ تم ہمارے خدادوں کو برا کہتے ہو اور ہمارے بزرگوں کو بیوقوف بتلاتے ہو حضرت نے فرمایا کہ قسم بخدا میں سچا خدا مودہا ہوں کہ نہ ترک بت پرستی کو چھوڑا کرو ورنہ لاشریک اوجب الوجود خدا کی توحید کی طرف لوگوں کو آمادہ کروں یہ بات بالکل سچ ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں اور چند آیات قرآنی جو نازل ہوئی ہیں سنائیں جس سے متاثر ہو کر ابوبکر ایمان لائے اور مشرف باسلام ہوئے من و آزاد شخصوں میں یہ پہلے شخص تھے جو ایمان لائے۔ (روضۃ الصفا)

اس مقام پر مسٹر گبن داوگلے کی عبارت کا جواہر انہوں نے اشخاص مذکورہ بالا کے ایمان لانے کے متعلق اپنی تاریخ ہسٹری آف لیبیوس میں لکھی ہے ترجمہ بحسنہ درج کرنا خالی از حجبی نہ ہو گا۔

ترجمہ

”تاہم حدیجہ نے اپنے شوہر کی بات کو یقین کیا اور اسکے اس عروج منزلت و شان کی اسکو دلی مسرت ہوئی حدیجہ کے مطیع و محبت کرنے والے زید کو امید آزادی نے اس طرف راغب کیا۔ مشہور و معروف علی بن ابولہب نے اپنے چچا زاد بھائی کے خیالات کو ایک نوجوان ہیرودمیدان کے جوش کیسا اخذ و قبول کیا۔ ابوبکر کے تمول انکس اور صداقت و استیاری نے دین رسول کی تقویت کی جسکا جانشین ہونا اس کی تقدیر میں تھا (ہسٹری آف لیبیوس مصنفہ مسٹر گبن داوگلے)

یہ دن تاریخ عالم میں کوئی معمولی دن نہ تھا۔ یہ دنیا کے عقائدات میں ایک تعمیر عظیم ڈالنے والا دن تھا۔ اب وہ دور شروع ہوتا ہے کہ ملحد عرب جو زندگی کو موت پر ختم ہو جانا تصور کئے ہوئے تھا اور سزا و جزا کا قائل نہ تھا جس کی وجہ سے اسے نہ نیک کاموں سے کوئی امید بہتری تھی اور نہ بُرے کاموں کوئی پوچھ سزا اب زندگی بعد الموت کے مسئلہ کو قوت کے ساتھ گوارہ کرنے کا اسکے جسم کی فدا و روح کی فنا نہیں ہے اور ہر نیک و بد کے واسطے جزا و سزا ملے بعض کو تادیب میں عرض کر سکے ہیں کہ یہ کوئی قابل تعریف درجہ نہیں ہے کیونکہ نیک کسی امید کرنا اور بد کسی خوف کی وجہ سے پرہیز کرنا قابل تعریف امر نہیں مگر ان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ انسان ایک مارتقا کے اعلیٰ درجہ پر نہیں پہنچ سکتا اسلئے ضرورت تھی کہ فوری تادیبی طور پر خباثتوں سے بچانے کے لیے بڑا خوف دلا یا جائے اور اچھائی و نیکی کو اور اس پر عمل کرانے کو کچھ اعلیٰ لالچ دیا جائے

عظمت یم لبثت
تعالیٰ حضرت

جائیں جسکے بعد فطرت اپنے عمل کرنے لگے گی اور پھر کسی خون یا لالچ کی ضرورت باقی نہ رہے گی محمد عربی کی تعلیم و طریقہ تعلیم پر غور کرنے والا دیکھ سکتا ہے کہ ہر ایک بڑے بڑے کل اصول کو سہل ترین طریقہ پر سمجھایا گیا ہے جس میں سب سے زیادہ قوی عنصر تعبد کا ہے اول اس کا اقرار لیکر بعض عادات قبیحہ افعال شنیعہ کے ترک کا عہد لیا جاتا تھا۔ زبان فی لن ترانیوں کی طرف عمل پر زیادہ زور دیا گیا جزا و سزا کی تصویر بہشت و دوزخ کے مرقع میں ایسی کھینچی کہ ہر اچھے کام پر دلکش حوروں کی ہوش ربا صورتیں مسکراتی اور چشم نیم واسے اشارے کرتی نظر آئیں صاف و شفاف نہریں لہرائی معلوم ہوں کہ عذاب کا خوف دلا گیا تو اس طرح کہ دوزخ کی آگ کے دیکھتے ہی ہٹے اور ناقابل برداشت تکلیفیں جسم انسانی میں عشرہ ڈال دین منہرہ جزا کے فلسفہ کے سمجھنے کی ہر شخص میں قابلیت نہ تھی۔ عرب صحرائی کے واسطے ان باریک مسائل کا سمجھنا آسان نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی باتیں مادی شکل میں دکھائی گئی ہیں اور اس سے بہتر اور کوئی صورت ان صحرائیوں کے صلاح کی نہیں ہو سکتی تھی اور یہ کچھ ہادی عرب کا بھی اصول نہ تھا بلکہ پیشتر کے مذاہب میں بھی ان سے بڑھ کر مادی دیکھ سہاں دکھائی دیتی ہیں محمد عربی دماغ و خیال انسانی کو سیدھا راستہ چھلانے اور عمل کرانے کو آیا تھا اس کے الفاظ میں یہ قوت تھی کہ خونی صحرا نشین اس کے سادہ نرم و سچائی میں ڈوبے ہوئے فقرے سن کر کچھ کی طرح رو میتے تھے۔ اور جب کو ان نکات کے سمجھنے کی قابل پایا اسکو تباہی دیا و کھو اس کے اسی شاگرد رشید کا یہ لاجواب فقرہ کیا بتلا رہا ہے۔ ”ما عبد تک خوفاً من تارک ولا طمعاً فحذرتک ولكن وجد تک اهلًا للعبادة فعبد تک“ میں نے تیری عبادت جہنم کے خوف یا بہشت کے لالچ سے نہیں کی بلکہ تجھے عبادت کی لائق پایا پس عبادت کی یہ ارتقا کی عالی منزل ہے یہ اسی ہادی کی معجز نما ہدایت و تعلیم کا اثر تھا کہ وہ قوم جو بقل سر و لیم میوہ باعتبار روحانیت خدا جانے کس قدر مدد سے بے حس پڑے ہوئی تھی ان میں اس تہوڑی مدت کیسے کیسے لوگ پیدا کر دیئے کہ ان میں لوگ شفت الغطاء لما ازدت یعدسا کہنے والے بھی نظر آتے ہیں۔ عرب کی جنگجو طبیعتوں کا صلح سے مبدل کر دینا اور ان میں اخوت پیدا کر دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ بہت پرستیدہ و صحرائی عرب کی زبان پر وحدانی حالت میں خدا سے برحق کی یکتائی قائم کرنے والا کا الہ اللہ الا اللہ کا منہر جملہ جاری ہو گیا اور اس غریب بے سرو سامان نبی کی ذات اور اس کی تعلیم نہ صرف عرب بلکہ اس کا بہرہ بھی ان قوموں کی ہادی ہو گئی جو اس اصول میں عرصہ سے بہکتی پرتی تھیں یہاں پر طبیعت چاہتی ہے کہ مٹر کار لائل کے بعض خیالات جو اس نے حضرت کے متعلق اپنے مضمون میں سرور زائید پرورد و رشتہ میں ظاہر کئے ہیں اور سترٹاس کی تحریر ناظرین کی مزید چسپی کے لئے لکھ دوں۔ یہ مشہور محقق لکھتا ہے کہ ”مجھ میں کوہم یہ ہرگز خیال نہیں کر سکتے کہ وہ صرف ایک شعبہ بازار اور تہی باطن شخص تھے نہ ہم ان کو ایک حقیر چاہ

علی کا فلسفہ عبادت
و کیفیت فقرت

مطرحہ کا لیل کے
خیالات

طلب و دیدہ و دانستہ منصوبہ گانٹھنے والا کہہ سکتے ہیں جو سخت پیغام اسے دیا ہر حال وہ ایک سچا و حقیقی پیغام تھا اگرچہ وہ غیر مرتب کلام تھا یہ قرآن کی خلاف نزول ترتیب کی وجہ سے اس محقق کو کہنا پڑا مگر اسکا مخرج وہی ہستی ہے کہ جس کی تباہ کسی نے نہیں پائی۔ اس شخص کے نہ اقوال ہی جھوٹے تھے نہ اعمال خالی از صداقت نہ کسی کی نقل و تقلید تھی۔ حیات ابدی کا ایک نورانی وجود تھا جو قدرت کے وسیع سینے سے دنیا کو منور کرنے نکلا تھا اور بے شبہ امر ربانی و یونانی ہندوستان میں صاحب لکھتے ہیں کہ کوئی چیز عیسائیوں میں روم کو اس ضلالت و غواہت کے قید خانہ سے نہیں نکال سکتی تھی جس میں وہ گر پڑے تھے بجز اس آواز کے جو سرزمین عرب میں غار حرا سے آئی اس آواز نے اعلیٰ کلمہ اللہ دنیا میں کیا۔ جس سے یونانی انکار کرتے جاتے تھے اور اس پیرایہ میں کیا جس سے ہنرمکن نہ تھا۔

مشرکین کی تحریر

ابوطالب کی بیٹیوں
کو ہدایت پروری
رسول

بعد ازیں ایک روز حضرت معاویہؓ شاگرد علیؓ و اپنی مونس و ہمراز خدیجہ کے ایک گوشہ میں اس مخصوص طریقہ پر جو اب انہیں ذریعہ روح القدس تعلیم دیا گیا تھا عبادت الہی بجالا رہے تھے۔ کہ اتفاقاً حضرت ابوطالب مولیٰ اپنے دوسرے فرزند کے آگے اور دیکھا کہ بیٹے کے ساتھ انکا بیٹا بھی ایک ایسے عمل میں مصروف تھا جس سے محبوبت و محبت خدا تو ظاہر ہوتی ہے۔ مگر چونکہ طریقہ عبادت کا نیا تھا ان کی سمجھ میں آیا فایز ہوئے کہ بعد اپنے فرزند سے پوچھا کہ تیرا کیا مذہب ہے اور یہ تم کیا کر رہے تھے۔ اس کسں پیدا شدی ہو جہاں تال جواب دیا کہ میں یحییٰ بن یحییٰ ہوں۔ خدا اور اس کے سچے پیغمبر محمد مصطفیٰؐ پر اور میں سید کا پیرو ہوں اور یہ عبادت الہی تھی جو ہم کر رہے تھے ابوطالب جواب سے خوش ہوئے اور طریقہ کو پسند کیا اور اپنے بیٹے سے کہا کہ اے فرزند اسی کی اطاعت کر کہ وہ تجھے نیکی کی طرف ہدایت کریگا۔ (تنقید الکلام) اور دوسرے بیٹے جعفر کو بھی اجازت پروری اتباع حضرت کی دیدی کہ وہ بھی سلمان ہو گئے۔ یہ امر حضرت ابوطالب کے موافق ہوئے اور حضرت کو بچا بنی سمجھنے پر کافی روشنی ڈالتا ہے۔ ورنہ بلا اس کے اپنے دو بیٹوں کو ہدایت پروری نہ کرتے۔

سال سوم ہجرت

پانچ سال میں
پندرہ سال کے

اس کے بعد چند آدمی مثل ابو عبیدہ جراح وغیرہ کے جواب دہ ہوئے کہ زیر اثر تھے ایمان لائے اور مشرف باسلام ہوئے مثل ابو سلمہ مخزومی عثمان بن ملعون ارقم بن الارقم عثمان بن عفان۔ زبیر بن عوام عبد الرحمن بن عوف سعد بن ابی وقاص طلحہ بن عبد اللہ تین سال تک بروایت پانچ سال تک حضرت بخوف مشرکین خفیہ طور پر دعوت اسلام فرماتے رہے کہ جس سے صرف پندرہ اور آدمی عمر بن عقبہ۔ خالد بن سعید عمار بن یاسر معہ والدین۔ عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب۔ سعد بن نفیل عقیق بن حرامہ عبد اللہ بن ابی جحش سدی۔ بلال صہب۔ جباب بن اعوث۔ عبد اللہ بن مسعود وغیرہ اس عرصہ میں ایمان لائے کہ یہ آیت فاصدا ع جہا تو حرم اعرض عن المشرکین رحیم کرتا ہے حکم دیا گیا،

اوسکو واضح کر کے سنا دو ورنہ شرکوں کی طرف منہ پھریا نازل ہوئی۔ اب حضرت اعلانیہ دعوت تبلیغ شروع کر دی اور آپ کبھی کبھار صفا پروردگار کی سجدہ کمال میں حجاز میں پکڑے ہوئے گروہ قریش کو مخاطب کر کے فرماتے تھے کہ اے گروہ قریش و ساکنان عرب میں تمکو وحدانیت خدا اور اپنی رسالت کی طرف بلاتا ہوں۔ اور تم سے کہتا ہوں کہ تمہوں کی پیش چھوڑ دو جو تمہارے بنائے ہوئے ہیں در خدا وحدہ لا شریک کی عبادت کرو جو خالق و مالک حقیقی اور واجب الوجود قریش آنکا مذاق اڑاتے اور چوکرتے ایک روز ابولہب نے آپ کو دعوت دینے پر تباہ لک کہا اور لوگوں سے کہا کہ انکی بات مت سنو یہ مجنون ہو گیا ہے کہ آیت "وَالْقَلَمُ وَمَا يَسْطُرُونَ وَمَا أَنْتَ بِمُعْجِزُونَ" اور یقولے ثبت ید بانی لہب نازل ہوئی سب لوگ حضرت کو رہا بھلا کہہ کر چل دیتے تھے کوئی غور سے حضرت کی بات کا سنا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ کو اذن رعشیر تلک الاخرین کا حکم پہنچا۔ تب آپ اپنے فرمانبردار شاگرد علی کو حکم دیا کہ ایک صلح گندم لیکر کھانا تیار کر دو اور ایک پائے کو سفند بریاں کر دو اور ایک پیالہ دو دھکا لا دو اور سب اقربا یعنی بنی ہاشم کو دعوت دو چنانچہ اس مطیع شاگرد نے تعمیل کی اور سب اہل خاندان معہ ابولہب ابوطالب حمزہ وغیرہ کے جمع ہوئے طعام کی مقدار فیل کو دیکھ کر ابولہب نے بطریق استہزاء کہا کہ یہ کیا کھانا ہے جو ایک دی کو بھی کافی ہوگا حضرت نے اس میں بسم اللہ کہہ کر تھالا اور سب فرمایا کہ بسم اللہ کہا دے سب یہ ہو کر کھا اور کھانا بچ رہا۔ تب ابولہب نے قبل سے کہ حضرت کچھ فرمائیں کہا کہ محمد نے جادو کر دیا ہے حضرت نے اس غم غصہ میں کچھ نہ فرمایا اور سب اٹھ کھینچے گئے۔ دوبارہ پھر سیطرہ دعوت کی گئی اس مرتبہ حضرت نے بعد حمد و ثناء الہی کے فرمایا اے فرزند ہاشم مجھے گمان نہیں کہ عرب میں کوئی اور اس سے بہتر چیز تمہارے واسطے لایا ہو جو میں لایا ہوں میں تمہارے واسطے دنیا و آخرت کی بھلائیاں لایا ہوں جواب دو کہ اگر میں تم سے کہوں کہ صبح یا شام کو دشمن تمہارے سر پر یا چاہتا ہے تو تم میری بات کا یقین کرو گے یا نہیں؟ سب نے جواب دیا کہ بیشک ہاشم تمکو سچا جانتے ہیں۔ فرمایا۔ سنو! کسی کا خیر خواہ اس سے جھوٹ نہیں کہتا مجھے خدا کے برحق نے تمام عالم پر نبی بنا دیا ہے کہ سب کے پہلے اپنے عزیزوں کو عذاب آخرت سے ڈراؤں۔ جانولے فرزند ان عبد المطلب کہ خدا نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر یہ کہ کسی کو ایسے قربت داروں میں سے اسکا وصی اور وارث بنایا ہو پس تم سے جو کوئی سب سے پہلے چھ پر بیان لائیگا وہ میری امت میں میرا بھائی وزیر و وصی اور خلیفہ ہوگا۔ مجھ میں وراس میں ہی نسبت ہوگی جو جو کسی کو ہاروں سے تھی جو کوئی میری بیعت اور دشمنی کے مقابلہ میں نصرت کرے گا۔ اے میں وصی و خلیفہ بناؤں گا کہ میری جانب سے تبلیغ رسالت کرے اور بعد میرے میرے فرض کو ادا کرے اور میرے وعدہ کو عمل میں لاوے "حیات القلوب" جو شخص میرے کار ہوتا

تبلیغ اعلانیہ

سال چہارم ہجرت

دعوت ذوالعشرہ

وسایک اعلان

میں مدد کر لگا وہ میر خلیفہ و وصی ہوگا۔ ابا القاسم تم میں کون ہے جو مجھ پر ایمان لاوے اور اس کام میں میری مدد کر دے
میر بھائی۔ وصی وزیر ہوگا اور اسکا اتباع سب پر لازم ہوگا (روضۃ الصفا)

حیرت انگیز خاموشی

اب وہ بہادر نوجوان اور ضعیف بنی ہاشم کا مجمع جس میں کم سے کم چالیس اور زیادہ سے زیادہ انہی کی تعداد تھی اس
سوال پر دم بخود ہے ایک غیر معمولی سائل ہے جو اس مجمع پر چھا یا ہوا ہے عجیب نہیں کہ ان میں سے بعض کی نظر وہیں سے
بٹے ہوئی محبت اور خود آنکھیں داہمہ جو جزو عادت ہو گئے تھے بصورت انحراف مہیب شکلیں دکھا کر لکے لکوں پر
تہر سکوت لگائے ہوئے ہوں اور بعض اپنی وضعداری کے دفعتاً ترک کو غیر معمولی قربانی سمجھتے ہوئے سوال بھی
معمولی سوال نہ تھا پڑانے جیسے ہوئے عقیدے کا ایک لخت توڑ دینا آسان کام نہ تھا اس حیرت انگیز سکوت
سے رسول کو غالباً بالوی ہو گئی ہوگی کہ میرے عزیز اقارب میں سے کوئی میری مدد نہ کرے گا۔

مگر نہیں! دیکھئے اس مجمع میں ایک بچہ رنگ میا نہ قد نوجوان بقول مسرگین۔ اس حیرت و شگ کی حقیقت
خاموشی کو برداشت نہ کر سکا۔ اور اپنے مضبوط پیروں پر کھڑا ہو گیا۔ رسول کی آنکھیں در کان اس کی بھرنے والے
چوہہ یا سولہ برس کے نوجوان کی طرف پیار سے اٹھیں جو بلا اثر عیب جمع کے پرجوش لفاظ میں کہتا ہے کہ۔
جس شرط سے آپ حکم دیں میں بیعت کرتا ہوں "حیات القلوب" یا رسول اللہ میں آپ کے دشمنوں کو میرے سے
جواب دوں گا ان کی آنکھیں پھوڑو لوں گا ابا القاسم۔ وڈ بکلا میں میڈ فال۔۔۔ اٹھی کمن تہا کلسنے بنی کے کام میں شرکت
کر کے شہرت حاصل کی جس نے اس کے عوض میں پناہ لیجھ دینا اور بیٹی دی "انسائیکلو پیڈیا" آخر کیون نوجوان تھا۔ یہ وہی
پرورش تربیت کیا ہوا شاگرد علی تھا۔ رسول کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں پیار سے پشت پر ہاتھ پھر کر اٹھا
ہوتا ہے ٹھہرنا قید تم سے زیادہ عمر ملے کہڑے ہوں مگر تین مرتبھی نوجوان کھڑا ہوتا ہے اب آخر میں رسول فرماتے ہیں۔
ایکھا الذناس میرا وصی خلیفہ ہے "حیات القلوب" اب بھی مجمع بنی ہاشم خاموش ہا مگر پھر یہ نوجوان بڑبڑاتا ہے اور کہتا ہے
اے بنی اللہ میں ان پر آپ کا وزیر ہو گا۔ اب رسول علی کی گردن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تمہاری جماعت میں میرا بھائی اور
وصی اور خلیفہ ہے اس کی بات مانو اور اسکی اطاعت واجب جانو (تحدن اسلام) مسٹر ڈولون پورٹ اپنی کتاب پالوجی
فارمچر اینڈ وی قرآن میں یوں لکھا ہے:-

مسٹر ڈولون ہندی جبار

"تم میں سے کون میرے بوجھ کے اٹھانے میں مدد کرے گا کون میرا وصی اور وزیر ہوگا جس طرح ہارون موسیٰ کے جی تھے
جمع حیرت کو لگا ہو گیا اور کسی نے اس خطرناک کام کے وعدہ کو قبول کرنے میں جرات نہ کی یہاں تک کہ نوجوان اور بہادر
علیؑ جھڑکے ابن عم یہ کہتے ہوئے کہڑے ہوئے کہ یا رسول اللہ میں مدد کروں گا۔۔۔ یا رسول اللہ اچھے اوپر میں آپ کا وزیر

اس کریم النفس نوجوان کو بغلیگر کر کے درس سیکھ لگا کر محمد نے کہا کہ میرے بھائی اور وزیر کو دیکھ لو۔ (ڈولن بورٹا بالوچا) یہ پہلا اعلان خلافت علی کا تھا جو زبانِ سات صد ہوا اس سے زیادہ اور کیا صاف صریح کی خلافت علی کے واسطے ضرورت تھی ہے۔

مشرکوں کی عبارت

مشرکوں کی عبارت بھی ناظرین کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی جو لکھتے ہیں۔ سب کے شہ اور خاموشی کے عالم میں نوجوان علی جو اس وقت تک ۶ برس کا لڑکا تھا اس خاموشی سے بچپن ہو کر کھڑا ہو گیا اور سخت پرجوش لفظ میں کہا کہ ہم مدد کریں گے۔ وہ مجمع جس میں علی کا باپ ابوطالب بھی تھا محمد کا دشمن نہیں ہو سکتا تھا مگر تاہم سب لوگوں کو ایک ادب پھر کے ان پڑھ (امی کا ترجمہ کیسے) آدمی اور ایک ۶ برس کے لڑکے کا فیصلہ کرنے کا منظر کہ وہ دونوں ملکر تمام دنیا کے خیالات کے برخلاف کوشش کریں گے ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی اور تمام مجمع تہقیر لگا کر منتر ہو گیا۔ مگر ثابت ہو گیا کہ یہ سننے کی لائق بات نہ تھی بلکہ بہت گہری تھی۔ یہ نوجوان علی ایسا شخص تھا کہ کسی کو بجز اس کو پسند کرنے کے مفسر نہیں ایک شریفانہ مزاج مخلوق جیسا کہ وہ اپنے کو اس وقت اور اس کے بعد دکھاتا ہے محبت سے بھر ہوا شجاعانہ شان والا شیر کا سنا بہادر۔ مگر باوجود اسکے اس میں ایسی نرمی بچائی اور محبت تھی جیسی ایک کریمین نایب کے شایان ہے یہاں ل چاہتا ہے کہ مشرکین و اوس کے کی اصل عبارت انگریزی کا ترجمہ ناظرین کی مزید دلچسپی کے لیے لکھ دوں جو حسب ذیل ہے محمد نے مجمع سے کہا کہ دو ستوا اور عزیز! میں تمہارے واسطے دنیا اور آخرت کے نہایت ہی بیش قیمت تحائف اور خزانے پیش کرتا ہوں اور میں ہی صرف آپ کو پیش کر سکتا ہوں۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس کی عبادت کی طرف بلاؤں۔ تم میں کون میرے بوجھ کو سنبھالے گا یعنی بٹائیگا؟ تم میں کون میرا مصاحب اور میزور ہوگا؟ اس کا کچھ جواب کسی نے نہ دیا یہاں تک کہ اس حیرت بشدہ و حقارت کی خاموشی کو آخر کا ایک چودہ سال کی عمر کے نوجوان علی کی بیقراری نے جرات بہادری نے توڑا۔ یا رسول اللہ میں وہ شخص ہوں جو شخص آپ کے خلاف کھڑا ہوگا (مقابلہ کر لیا) میں سب سے دانت توڑ دوں گا اس کی آنکھیں پھوڑ دوں گا۔ ٹانگیں توڑ دوں گا اور اس کا پیٹ پھوڑ دوں گا یا نبی اللہ میں پکا وزیر اپنے مہنگا محمد نے اس ہدیہ کو نہایت درجہ کی خوشی کے ساتھ منظور کیا اور ابوطالب اپنے بیٹے کی علی حکومت شان کا تہلک کرنے کا طعن آمیز مضحکہ کیا گیا ڈیگلاں اینڈ فال آف رومن مپا سٹرا

ترجمہ

وہ لوگ جواب تک قالب بیاں بنے ہوئے بیٹھے تھے سنہتے ہوئے اور ابوطالب بطور استہزاء کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ ابوطالب اپنے بیٹے کی باتیں سن اور اس کی اطاعت کراں وہ تجھ پر حاکم ہوگا۔

اب کہاں ہیں وہ متعصب مورخ و منصف جو اسلام کو ایک مذہب مادیت مشہوت پرست ساختہ محمد بتلاتے ہیں۔ بغور

متعصبانی مورخ کی تہذیب

بھلا دیا ہے۔ آیات قرآنی امتحاناً حضرت سنی جاتی ہیں خوبی کو تسلیم ہی کیا جاتا ہے مگر جادو و بنا کر رد کر دی جاتی ہیں مہجرت طلب کئے جاتے ہیں اور دیکھتے پر کھڑکھڑا کر رسول کے دل کو تکلیف دینا جاتی ہے مگر یہ صابر و متین ہادی خلق کسی تکلیف و ناکامی سے یابوسی کو اپنے پاس لے نہیں لیتا اور بلبر تبلیغ دین الہی میں جہیز مامور ہوا ہے مصروف ہے ۛ

ایک مرتبہ ولید بن مغیرہ و عتبہ بن ربیعہ جو مشہور شعرا و سخن شناس تھے مرحلہ قریش خدمت حضور میں تھے میں آیات قرآنی کو سنکر عالم حیرت میں جاتے ہیں مگر آپ بھی ایمان نہیں لاتے ۛ

اب اس پرورش کردہ شاگرد علی کی قوت روحانی کے ساتھ قوت جسمانی کا بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے جب اسکو طفلان قریش کی ایذا رسانی کی خبر ملی تو حضرت سے خواہش ظاہر کی کہ جب آپ گھر سے باہر جایا کریں تو مجھکو ساتھ لے لیا کریں چنانچہ ایک روز حضور میں تشریف لیا جا رہے تھے علی ساتھ تھے ٹکے حسب معمول سنگ افگنی کرنے لگے۔ علی نے دو ایک کو زمین پر روئے ٹپکا دیا کہتے ہوئے بھاگے کہ قصصنا علی (مکو علی نے زخمی کیا) اس روز سے علی کا نام قصم ہو گیا اور اسیدو جسے جنگ احد میں جب آپ مقابل طلحہ بن ابی طلحہ کے گئے تھے تو اسے کہا تھا کہ میں تجھے بچا دیتا ہوں اسے قصم ۛ

عکاظ اور ذوالحجہ کے میلونین بھی آپ جا کر جوش ہدایت میں تبلیغ و وعظ فرمایا کرتے ایک مرتبہ زمانہ حج میں کوہ صفا پر آپ نے دین کی طر ف لوگوں کو دعوت دی۔ گروہ نے دھکی کی صورت اختیار کر لی آپ ہاں سے مروہ پر تشریف لے گئے مگر مشرکین وہاں بھی پہنچے اور پتھر دوس سے حملہ کی نوبت آگئی روئے مبارک زخمی بھی ہو گیا کہہ ابونیس پر چلے گئے وہاں بھی مفرط اس کی خبر علی کو ہوئی تو تینا بانہ دوڑے ہوئے شام ہو گئی تھی تاریکی شب میں حضرت کو گھر کو لائے مشرکین کو معلوم ہوا کہ پراگھم کیا اور گھر کے اندر پتھر برسانا شروع کئے یہاں بھی علی سپر بنے ہوئے تھے آخر اس حلیم نبی نے انہیں مخاطب کئے کہ فرمایا کہ اے قریش تمکو شرم نہیں آتی کہ خبیث بن عورت کے گھر پر پتھر پھینکتے ہو اس پر انکو شرم آئی اور واپس گئے ۛ

بعض اصحاب نے حضرت سے کفار کے ظلم کی شکایت کر کے انکے واسطے بددعا کی درخواست کی مگر اس حرمت اللعالمین نے اس درخواست پر اظہارِ ناراضگی فرما کر ارشاد کیا میں بددعا دینے اور غلاب نازل کرنے نہیں آیا ہوں بلکہ میں عالم کے لیے رحمت کر کے بھیجا گیا ہوں۔ یہ لوگ نادانی سے ایسا کرتے ہیں۔ بلکہ بھی صبر کرنا چاہیے ۛ

جب کفار نے دیکھا کہ باوجود ان کی ایذا رسانی تو مجھے بھی آپ کا تبلیغ سے باز نہیں آتے اور کچھ نہ کچھ آدمی مسلمان ہوتے جاتے ہیں۔ تو جمع ہو کر ابوطالب کے پاس آئے اور کہا کہ مجھو ہمارے خداؤں و ربز کو جسے علانیہ برا کہنے سے باز نہیں آتے انکو رد کو ورنہ انکو ہمارے حوالے کر دو کہ انکو اپنے خداؤں کو جسکو وہ برا کہتے ہیں حوالہ کر دیں ۛ ہاں فیصلہ ہو جائیگا ابوطالب نے بوجہ تالیف قریش حضرت کو بھیجا یا کہ اس سے باز نہیں مگر اس خدا پرہیزگار نے نہایت جزم و استقلال سے

کے نام
جو ہوئے

علی سپر

رحمۃ للعالمین

شکایت کفار و منافقین
استقلال حضرت

جواب دیا کہ اگر آفتاب میرے ایک ہاتھ پر کھدیا جائے اور مانتاب دوسرے ہاتھ پر تو یہی میں اس کام سے جسکے واسطے مبعوث و مامور ہوا ہوں ہرگز باز نہ رہوں گا۔ تب حضرت ابوطالب نے ان سے کہدیا کہ میں مجبور ہوں محمدؐ کیسی طرح مانتا ہی نہیں اور یہ میں جانتا ہوں کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ میں سکو تمہارے حوالے کروں جس پر وہ لوگ غصہ میں اٹھ چلے گئے۔ یہ قول ابوطالب کا کہ محمدؐ اپنے دعوے میں جھوٹا نہیں کیا تصدیق رسالت نہیں ہے ؟

اب کفار نے ایک دوسری صورت مشورہ کر کے نکالی کہ عمارہ پسرو لید کو جو نہایت حسین و جمیل تھا حضرت ابوطالب کے پاس پہنچا کہ اس کو بجائے محمدؐ کے اپنی پرورش میں کہیں اور محمدؐ کو اُن کے حوالے کر دیں حضرت ابوطالب نے جواب دیا کہ کیا تو انصاف ہے کہ میں اپنے بیٹے کو تو کمزور دیدوں کہ تم اس کو قتل کر دو اور تمہارے بیٹے کو لیکر اس کی پرورش کروں یہ ہرگز نہیں ہو سکتا تب کفار نے حضرت کی ایذا رسانی میں اور شدت شروع کر دی لیکن بوجہ حفاظت ابوطالب کے کہ وہ حضرت کی حفاظت و حمایت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتے تھے مشرکین حضرت پر قابو نہیں پاسکتے تھے ۔

اس بچے ہمدرد بنی نے جب دیکھا کہ ان شرار کے کی زیادتیوں و مظالم اُن پر اور ان کے متبع اصحاب پر جس سے زیادہ بڑھتی جاتی ہیں اپنی جان کی زیادہ پرواہ نہ کر کے اصحاب کو حکم دیدیا کہ ایک ایک دو دو کر کے پوشیدہ طور پر مکہ سے جہشہ چلے جائیں جہاں کا بادشاہ اصحٰم بن ابجر بن جاشی تھا جو نصف رحمت شہور تھا بچہ گیارہ ہوا اور چار عورتیں حسب ذیل ہجرت کر کے شاہ حبشہ کی پناہ میں چلے گئے عثمان موعہ زوجہ رقیہ - وزیر بن عبد اللہ پسار بن سعود - و عبد الرحمن بن عوف - ابو حذیفہ اپنی زوجہ سہلہ مسعب بن عمیر - ابوسلمہ بن عبد اللہ اسد موعہ اپنی زوجہ ام سلمہ و دختر ابوامنہ عثمان بن مطعون - عامر بن بکر موعہ زوجہ خرویلہ بنت ابی ثعلبہ - حاطب بن عمرو - ہشیل بن یثرب - یہ لوگ قریب دو ماہ شعبان و صلاخے دہان ہجرت حبشہ سے مکہ واپس چلے آئے مگر خوف مشرکین انہیں سے ہر ایک نے مکہ میں ایک ایک واقف کار یا غزین کی پناہ لیلی سوائے عبد اللہ بن سعود کے جو ہجرت حبشہ کو واپس چلے گئے ۔

لیکن مشرکین کے ظلم کی زیادتی ہوئی تو پھر حضرت جعفر بن ابوطالب کے ہمراہ بہتر و بروایت بیاسی مراد گیارہ عورتوں کا مجمع حبشہ کو بھیجا کہ تا اصلاح مشرکین یا حصول قوت کافی وہیں رہیں آخر تب حضرت نے شاہ حبشہ کے نام ایک خط دعوت اسلام اور ان لوگوں کو اپنے پناہ میں کہنے کی سفارش کا بھی انہیں کے ہاتھ پہنچا تھا جس میں اپنے نئے دین کے متعلق جن جامع و صاف لفظوں میں دعوت دی تھی اور اس کی خوبیوں کا اظہار کیا تھا وہ اس ہادی کی کامل صدا کا بہترین ثبوت تھا اسی کے ساتھ حضرت ابوطالب سردار قریش نے بھی سفارش میں ایک خط لکھ کر دیا تھا جس کا مکمل متن نزل سکا مگر حیات اقلوب کے لئے چند اشعار کا ترجمہ خالی از ہجرت نہیں ہے جس سے ابوطالب کے عقیدہ پر کفایت روشنی

کفار کی چالاک

تدبیر

سال ہجرت

شعبان

ہجرت حبشہ

زیادہ تعداد میں

سلمان حبشہ

ہجرت کر گئے

پڑتی ہے۔ ترجمہ اشعار: ”جان تولے شاہ جہشہ کہ مخمیر ہے مانند موسیٰ اور سچ پسر مریم کے اور جانب خدا سے ہدایت لایا، جیسے وہ لائے تھے تم اسکا وصف اپنی کتابوں میں پاتے ہو گے پس برائے خدا شریک کو ترک کرو۔ راہ حق روشن ہے۔ تار یک نہیں ہے اب وہ لوگ جو ابوطالب کے اسلام و ایمان کے قائل نہیں دیکھیں کہ اس سے زیادہ اور کیا ایمان و اسلام ہو سکتا ہے؟ ہاجرین خط لیکر جہشہ گئے نجاشی نے خط پڑھا کہ ان لوگوں کو تو اپنی ظلم و مین قیام کی اجازت دیدی مضمون دعوت کیمتعلق غور میں رہا۔ داخلہ دربار کی وقت جعفر سے حرب قاعدہ سلاطین سجدہ کرنے کو کہا گیا اس ہما خاندان کے سچے پیرو اسلام نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ ہم لوگ مسلمان ہیں ہماری پیشانیاں سوا خدا کے لگانے کے اویسکے واسطے سجدہ میں نہیں جبکہ سکتیں جس سے شاہ جہشہ کے دلیس بجائے نکر عطلت اسلام قائم ہوگی اللہ سے ہادی برحق کی تعلیم کے بے نظیر اثر!۔

مکہ کی سخی
دکوش

بہر حال جب مشرکین کو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد نئے ہاتھ سے نکل کر جہشہ چلی گئی تو انہوں نے عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید کو شاہ جہشہ کے واسطے کچھ تحائف دیکر اسکے پاس بھیجا کہ مفرورین یعنی ہاجرین کو واپس دیدے عمرو بن عاص اپنی زوجہ کو بھی ساتھ لے گیا تھا۔ عمارہ ایک حسین جوان تھا راستہ میں ان دونوں میں عمرو کی زوجہ کی بابت کشتی میں بحالت شراب خواری نزاع ہوا۔ عمارہ نے عمرو عاص کو کشتی سے پہنک دیا مگر وہ کشتی کے تھڑے کو پکڑ لینے سے اور اورواد میں لگا رہا۔ اسے بچ گیا۔ یہ دونوں جہشہ پہنچ کر دربار نجاشی میں حاضر ہوئے اور تحایف پیش کئے اور عرض کیا کہ تم میں سے ایک جماعت ہمارے دین سے باغی ہو کر تیری پناہ میں آ گئی ہے انکو ہمارے حوالے کر دے۔ نجاشی نے کہا کہ ٹھہرو میں انکو طلب کرتا ہوں ان سے دریافت کروں گا کہ وہ کیا کہتے ہیں کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ جو میری پناہ میں آ گیا ہے اسکو بلا تحقیق نکال دوں۔ چنانچہ نجاشی نے ہاجرین کو طلب کیا۔ اور صورت حال ظاہر کی۔ گروہ ہاجرین میں سے مشہور بایک بٹے جعفر بن ابوطالب سرگروہ قافلہ نے جو سب سے زیادہ فصیح تھے کہا کہ اے امیر نے دریافت کر کے تمہارا ہم لوگ غلام ہیں؟ سفیران قریش نے فوراً کہا کہ نہیں بلکہ بزرگان و اشراف قریش سے ہیں۔ تو پھر کیا ہم ان میں سے کسی کے قرضدار ہیں؟ جواب ملا کہ یہ امر بھی نہیں؟ اب سوال فرمایا کہ آیا ہم نے کسی کا خون کیا ہے؟ عمرو نے کہا کہ یہ بھی نہیں اب جعفر نے کہا کہ اے امیر جب ان باتوں میں سے کوئی نہیں تو پھر سن سٹھا ق سے یہ حکو وائیں لیا نیکے حقدار ہو سکتے ہیں۔ نجاشی اس معقول تقریر پر پتا شرموار سفیران کی طرف سے کوئی جواب نہ ہو سکا۔ نجاشی نے ہاجرین سے اہل جہشہ دریافت کی۔ حضرت جعفر نے کہا کہ ہم نے دین خدا اختیار کیا ہے اور پیغمبر آخر الزمان محمد مصطفیٰ کی رسالت پر ایمان لائے ہیں جنکا حکم ہے کہ کسی کو خدا کا شریک نہ سمجھو اور اسکو وحدہ لا شریک جانو اور اسی کی عبادت کرو۔ یہ لوگ

ہم ظلم کرتے ہیں جسے کچھ کو ہم تیری پناہ میں گئے ہیں اور حضور پر نور کے اوصاف و تعلیمات ایسے ولولہ خیز الفاظ میں بیان کئے کہ نجاشی کو قرآن منزل کے سننے کا اشتیاق ہوا اور خواہش کی جعفر نے سورہ کہم عص "سنائی جس سے نجاشی اور اہل دربار بہت متاثر ہوئے اور سفیران قریش کے ہدایا واپس کر دیئے۔

عمر دین عاص عمارہ نے یہ دیکھ کر کہ اسطر کا میابی نہ ہوئی دوسری کر کے چال اختیار کی کہ نجاشی کو برہم کر نیکو اس کہہ کر کہ یہ لوگ تیرے دین کے بھی خلاف ہیں اور حضرت عیسیٰ کو بھی بڑھتے ہیں تاکہ وہ غضب میں آ کر انکی واپسی کا حکم دیدے نجاشی نے مسلمانوں سے دریافت کیا کہ حضرت عیسیٰ کی بابت تم کیا کہتے ہو؟ حضرت جعفر نے کہا کہ "ھو عبد اللہ در رسولہ و کلمۃ القہا انی مر علیہ اور سورہ مریم نہایت خوش الحانی سے پڑھ کر سنانی یہاں تک کہ جب حضرت جعفر پر مقام تک پہنچے کہ "وہڑی الیہ جند ع الخلة تساقط علیک سوطا جینا کھلی و اشیرہ و قرعہ عینا تو نجاشی اور تمام اہل دربار پر حالت گریہ طاری ہو گئی اور بہت روئے۔ نجاشی کے زبان سے فوراً نکلا کہ مر جاتا ہوں تمہارا پیغمبر پر حضرت عیسیٰ کے تعلق اس سے بہتر کوئی عقیدہ صحیح نہیں ہو سکتا وہ ضرور پیغمبر آخر الزماں معلوم ہوتے ہیں جن کی ابتداء حضرت عیسیٰ نے بھی دی ہے۔

فرستادگان قریش کو نہایت ذلت کے ساتھ دربار سے باہر کر دیا اور مسلمانوں کو وعدہ امان و حفاظت کر کے رخصت کر دیا یہ قافلہ مہاجرین بعد ہجرت حضور پر نور و بعد صلح حدیبیہ کے حضرت کے بلاتے پر مدینہ گیا تھا اور عین بعد فتح خیبر خدمت حضور میں پہنچا تھا۔ اثنائاً تمام حبشہ میں حضرت جعفر کے یہاں لطن اسما بنیت عیس سکند بن جعفر پیدا ہوئے اور عبداللہ بن جحش کا حبشہ میں ہی انتقال ہو گیا جس کی زوجہ ام حبیبہ دختر ابوسفیان حضرت کے عقد میں تھیں جبکہ ذکر آگئے ایک سال اسی سال یعنی سال پنجم بعثت میں بروز جمعہ اردیلقو ۲۰ جمادی الثانی کو جناب خدیجہ الکبریٰ کے لطن سے خلاصہ ولادت ہوئی۔ سیدہ نساء العالمین انجاء مریم و سارا بتول عذرا صدیقہ کبریٰ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کی ولادت باسعاد ہوئی جبکہ وجود فوج و پانچ اسلام کیا تاریخ عالم میں خاص خصوصیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اسی مخدومہ کے ذریعہ سے نسل پیغمبر آخر الزماں آج کل عالم میں موجود ہے۔ اسی طاہرہ و مطہرہ کی عصمت طہارت۔ زہد و التقا۔ سخاوت و عبادت و علم و کرم و حیرت و کل کی بلے انتہا نظیریں موجود ہیں جزو کثیر قرآن پاک کا ان کی شان و اوصاف میں طلب لسان ہے یہی وہ پیاری بیٹی رسول کی ہیں جس کی تعظیم کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو جایا کرتے تھے اور یہی وہ نخت جگر حضرت کی ہے کہ جبکہ عقد حضرت نے جبکہ بتانی اپنے ابن عم شاکر و رشید علی کے ساتھ کیا اسی مخدومہ کے صدف لطن سے دو گوہر ابدار رسالت جناب جن و حسین علیہما السلام آفتاب مہتاب امامت ہو کر چمکے اور اسی کی نسل سے انوار امامت و ہدایت اب تک عالم اسلام کو روشن

سفیران قریش کا نام چال

فرستادگان قریش دربار سے نکلاؤ گئے

ولادت باسعاد و جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے ذریعہ سے نسل پیغمبر آخر الزماں

سنہ پنجم بعثت

و منور کر رہے ہیں یہی وہ پارہ جگر رسول کی ہے جس کی نسبت ارشاد ہوتا تھا فاطمۃ بضعة منیٰ اذ اھا فقد اذانی اور جسکے فرزند اصغر قدیہ راہ خدا حسینؑ شہید کر جانے اپنی اور اپنے کعبہ کی جانین قربان کر کے کشتی دین اسلام کو ڈوبنے سے بچایا اور اپنے پیارے نانا کی زبان سے حلیہ خفیہ دانامن الحیدر کا تعویذ یا جس کی وجہ سے اس مصومہ کی کنیت ام ابیہا یعنی باپ کی ماں ہوئی اتنی سال یا سریدہ و سمیہ مادر عمار یا سر کو جو عمان ہو گئے تھے مشرکین نے کشتی میں کینچ دیا تھا اور سخت تکلیف دیتے تھے ابوہلہ ملعون نے بضرب نیزہ انکو شہید کیا اور یہ اولیٰ شہید اسلام میں شہید عالم ہے کفار نے زبردستی کچھ ایسے کلمات کہلا کر انکا بیچا چھوڑا تھا جو کفر کے تھے بتکو عمار نے انکے مطالبہ سے مجبور ہو کر صرف زبان سے ادا کر دیا تھا گردل نکھانور ایمان سے ملو تھا۔ بعد کو لوگوں نے عمار کے ان کلمات کے کہنے کی غلطی بھی کی مگر حضورؐ نے فرمایا کہ عمار کا دل ایمان سے پُر ہے اسکو اس حالت میں ایسا ہی کرنا چاہیے تھا کہ یہ تفسیر کی ہدایت نہ تھی؟

اس سال حضرت حمزہ عم بزرگوار حضرت جو عرب میں پہلوان شہور تھے ایمان لائے جھکا واقعہ بروایت روضۃ الصفا یہ ہوا کہ حضرت ایک روز نواح کوہ صفایں بیٹھے تبلیغ فرماتے تھے کہ ابوہلہ نے نہایت سخت کلمات ناشائستہ حضرت کی شان میں کہے حضرت نے حسب عادت صبر فرمایا۔ ایک کثیر علیہ السلام بن عدنان کی ان باتوں کو سن کر بھی حضرت حمزہؓ سے واپس آکر حسب عادت طواف خانہ کعبہ کو گئے تھے اُس عورت نے ازراہ تاسف ظلم ابوہلہ اور صبر حضرت کا واقعہ حمزہ سے بیان کیا۔ حمزہ کو بوجہ خونی وغیرت خانہ خونی جو شہید کیا اور اسی وقت بحالت غضب ابوہلہ پر چڑھ گئے اور اس کی حرکت ناشائستہ پر سات حزب اسے ماریں کہ اُسکا سر پھٹ گیا اور بروایت کلینی ابن شہر آشوب واقعہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ باشارہ ابوہلہ عقبہ بن ابی معدی نے اونٹ کی اوجھ لاکر حضرت کی پیٹھ پر ڈالی اس صابر نبیؐ نے اس پر بھی صبر کیا اور بعد ختم نماز کو واپس جا رہے تھے۔ کہ انشا راہ میں حضرت حمزہؓ ملے اور حضرت کے حال کو دیکھ کر فریاد کیا تو کیا یحییٰ بن کر نے والا فقرہ ارشاد ہوتا ہے اے چچا چھوڑو اس شخص کو جسکا نہ کوئی چچا ہے نہ ماں باپ ہیں نہ عزیز نہ قریب نہ کوئی یار نہ مددگار حضرت حمزہؓ کے بہادر دل میں اس کلام سے ایسا جوش پیدا ہوا کہ غصہ میں تلوار لے کر گئے اور جاتے ہی ابوہلہ کو پکڑ کے زمین پر دے مارا لوگ جمع ہو گئے اسکو چھوڑا دیا اور اس پر حضرت حمزہؓ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا تم ہی دین محمدؐ پر ہو گئے؟ حضرت حمزہؓ نے اسوقت تو غصہ میں کہہ دیا کہ ہاں اور بعد کو حضرت کے پاس آکر کلمہ شہادت بصدق دل پڑھ کر مشرف باسلام ہوئے اور عیاشی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے انکو اوجھ مذکور پشت مبارک علیہ کی تھی جس سے یہ واقعہ آخر سال قیام کہہ کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت فاطمہؓ کی پیدائش پانچویں سال نبوت کے ہوئی ہے بہر حال حضورؐ کو اسلام حضرت حمزہؓ سے یہ خدمت ہوئی کہ یہ نیکو شجاع عرب ہوئے تھے ان کی

سال ششم نبوت
اسلام حضرت حمزہ

بہادری کی وجہ سے کفار کے دل شکستہ ہو گئے اور حضرت کو بہت اطمینان اور اسلام کو بھی تقویت حاصل ہو گئی۔
 اسی سال عمر بن خطاب سلمان ہوئے یہ وہ بزرگ ہیں جن کی بدولت اسلام میں تغیر خیر کیفیات رونما ہوئیں اور جو اسے
 تدریس بعد حضرت کے دوسرے نمبر کی حکومت اسلامی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے انکے اسلام لانے کی کیفیت بالکل تاریخی
 اہلسنت سے ہی ہدیہ ناظرین کیجاتی ہے تاکہ الزام نصیب سے بریتا ہے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ عمر بن خطاب جو بعد
 ازان فاروق شہور ہو۔ ایک نہایت زشت خوار تن مزاج مشہور تھے۔ ابو جہل نے اسے کہا کہ محمد ہمارے خداؤں کو برا اور
 ہمارے بزرگوں کو دوزخی کہتے ہیں جو شخص کو قتل کر دے میں اسکو اکہزار ناقہ احمد و ہزار وقیہ سونا و بدایتے سواشتہ ہزار
 اوقیہ نقرہ اسکے صد میں دو گنا عمر بن خطاب نے اس سے اس وعدہ کے ایفاء کی قسم لی اور تلوار لیکر حضرت کے قتل کی واسطے
 چل دیئے۔ راستہ میں سعد ابن ابی وقاص انکو ملے اور پوچھا کہ کہاں جاتے ہو جواب دیا گیا کہ محمد کے قتل کرنے کو بعد نے کہا
 کہ تم ہرگز انکے قتل پر قادر نہ ہو سکو گے۔ یہ بزرگ اپنے غصہ میں ان کی طرف ہی متوجہ ہو گئے رد و قدرح ہوئی سعد بھی آمادہ
 مقابلہ ہو گئے اور طعن سے کہا کہ اول اپنی بہن اور بہنوئی کو تو قتل کر دو جو سلمان ہو گئے ہیں۔ عمر نے کہا کہ اسکا کیا ثبوت ہے؟
 سعد نے کہا ایک ثبوت تو یہی ہے کہ وہ تہلکے ہاتھ کا ذبیحہ ہرگز نہ کھائینگے عمر غصہ میں سعد کو چھوڑ کر اپنی بہن کے گھر آئے
 جانچ پر قول سعد کی تصدیق ہوئی بہنوئی کو زمین پر پٹک کر سینہ پر پڑھ بیٹھے ان کی ہمیشہ نے اپنے شوہر کو بچا چاہا تو
 اسکے ایک ضرب ماری جس سے اس بچاری کا سر پھٹ گیا خون نکلا یا اب اسکو بھی غصہ آگیا وہ بھی انہیں کی بہن
 تھی غصہ میں کہا کہ توجہ کچھ چاہے کہ ہم ضرور سلمان ہو گئے ہیں اور ہرگز اپنے دین سے نہ پہریں گے۔ عمر کو ہمیشہ کا خون دیکھ کر
 کچھ پشیمانی ہوئی اور انکو چھوڑ کر حضرت کے قتل کے واسطے آئے یہاں حضرت کے حجرہ کا دروازہ بند تھا بعض اصحاب
 مثل حمزہ وغیرہ کے موجود تھے۔ زور سے دستک دی۔ دروازہ کھولا گیا۔ عمر کو دست بہ شمشیر دیکھ کر حضرت حمزہ دیگر اصحاب
 موجودین آمادہ مقابلہ ہوئے حضرت اقدس نبوی نے خود اٹھکر بازو عمر کا زور سے پکڑ کر فرمایا کہ اگر تو براہ صلح آیا ہے تو کہہ
 کہ تیرا ہاتھ چھوڑ دوں اور اگر براہ جنگ آیا ہے تو ابھی تیرا سفر نکال دوں گا۔ گرفت حضرت جو نہایت سخت تھی مجبور ہو کر زین
 و لرزاں کہا کہ مجھے چھوڑ دیجئے میں سلمان ہوتا ہوں حضور نے چھوڑ دیا۔ اور کامطیبہ تلقتین فرمایا اور تکبیر کہی اور سب
 لوگ طواف خانہ کعبہ کو آئے (روضۃ الصفا) اسکے بعد باوجود ممانعت حضرت کے اپنے بغرض شہرت اپنے اسلام کو درج
 ظاہر کرتے پہرے اور قریش کے انہیں نامہذب شذاید کرنے کے حالات پر لطف ہیں جو بنظر اختصار ترک کئے جاتے ہیں۔
 اب ناظرین انکے اسلام و تصدیق کی نسبت خود رائے قائم فرمائیں کہ ہائیک یہ قبولی اسلام بالقاب ہو سکتی یا کی جاسکتی
 ہے اور اسکو کہا نیک استحکام کا درجہ حاصل ہو سکتا ہے؟ جسکی نظیریں و مزید حالات آئندہ آئیں گے۔

اسلام عمر بن خطاب

قبولی اسلام پر

سرسری نظر

سال ہفتم تا دہم بعثت محموی حضرت ابوالب

بعثت کو چھ سال سے زیادہ زمانہ گزر گیا۔ مشرکین قریش نے دیکھا کہ اب دین محمدؐ کو تقویت ہوتی جاتی ہے اور دائرہ اسلام وسیع ہوتا جاتا ہے انکی آتش بغض و عناد اور زیادہ تل ہوتی اور مجموعی قوت سے ابوالب کو چیلنج دیا کہ محمدؐ کو روک دیا جائے حوالہ کر دو ورنہ محاربہ مقابلہ کیواسطے آمادہ ہو جاؤ۔ ابوالب نے حضرت کو بلا کر پیغام قریش سنایا اور بطور صلاح حضرت کو رائے دی کہ علانیہ طور پر دشمنی سے بیحد احتیاط رہنا۔ قریش سے کوئی حادثہ نہ ہوگا۔ مگر اس اپنے اراکے کے پختہ اور فرائض منصبی کی پابندی نے نہایت استقلال سے جواب دیا کہ اے عم نامدار میں کچھ کرتا ہوں۔ حکم خدا کرتا ہوں اگر آپ کو میری حمایت میں کچھ اندیشہ یا پس پیش ہو تو رہنے دیجئے میرا خدا میرا حفوظ ہے اور اسیکی حفاظت کافی ہے ابوالب نے اس خدا کی ذات پر کمال بھروسہ کر لیا کہ جیسا استوار پایا تو آپ کو اطمینان دلایا کہ تم اپنا کام کئے جاؤ جب تک میں زندہ ہوں کسی کی مجال نہیں ہو سکتی کہ تم کو ضرر پہنچا سکے۔

جب کفار نے ابوالب کی یہ حمایت دیکھی تو وہ تمام بنی ہاشم کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور باہم اتفاق کر لیا کہ بنی ہاشم سے تمام تعلقات مناکحت و معاشرت تجارت ترک کر دی جائیں اور جسکو جہاں موقع ملے محمدؐ کو قتل کر دے حضرت ابوالب کو ان اخبار کے سننے سے اپنے ہتھیار کی عزیز جان کا خطرہ ہو گیا۔ تو بنی ہاشم کے قریب ۴۰ آدمیوں کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ راکہ قرار پائی کہ سب بنی ہاشم مدہ حضرت کے مکہ سے کچھ دنوں کو ہٹ کر درہ شعب ابوالب میں چلے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور حضرت کو لجا کر شعب مذکور میں پوشیدہ رکھا گیا۔

قریش نے یہ دیکھ کر آپس میں ایک شیعہ تحریر کیا جس میں مذکور بالا امور و عہد درج کر کے تمام اشراف مکہ کے متخط کر کے اسکو دعوہ پہنکا دیا۔ اور ابوہریرہ عاص بن ایل، نفر بن حارث و عقبہ بن ابی معذ تمام دو کا نذرانہ قوافل کو روکتے تھے کہ بنی ہاشم میں کسی کے ہاتھ کوئی خوردنی و پوشیدنی شے فروخت نہ کی جاوے اور ایسا معلوم ہونے پر اس کا نذر و تاہم کو بھی آزار پہنچایا جاتا تھا بنی ہاشم شعب میں بطور مصوریں کے تھے بخوف جان و مال سے باہر آ سکتے تھے نہ کھانے پینے کی اشیاء انکو دستیاب ہوتی تھیں۔

کیا ابوالب اس انتقال مقامی پر اپنے فرض حفاظت کو تمام کر دیا تھا۔ نہیں بلکہ اب پہلے سے بہت زیادہ احتیاط ملحوظ ہو گئی تھی۔ دن میں اپنی اولاد میں سے کسی نہ کسی کو حضرت کی حفاظت و نگہبانی پر مامور رکھتے۔ رات کو ایک جگہ کبھی نہ سلائے کچھ وقفہ کے بعد رسول کو اس جگہ سے جہاں تھوڑی دیر سے تھوہا لگائی فرزند علیؑ کو وہاں چھوڑ دیتے اور خود حضرت کی

ابوالب کو مشرکین کا چیلنج

چیلنج کی گفتگو

حضرت ابوالب

رسول قریش کی بات

مخبر عہد نامہ قریش

ابوالب کی حفاظت

محافظت میں رہتے تاکہ اگر دشمن پہلی جگہ خبر پا کر پہنچ بھی جاوے تو ہتھیار محفوظ رہے اور بیٹا قربان ہو جا۔ (حیا القلوب)
 لیکن زمان سختیوں نے رسول کو اپنے فرض سے باز رکھا ابوطالب بنی ہاشم کو رسول کی حفاظت سے یوم عمر یعنی
 جب زمانہ حج یعنی ذی الحجہ میں جنین جلال قتال کہ میں ماہ جاہلیت طرم سمجھا جاتا تھا یہ چارے محصورین شعب
 نکلتے تھے اور چھپا چوری کچھ انشیا خوردنی وغیرہ لجاتے تھے اور اسی زمانہ میں حضرت بھی باہر آکر دعوت اسلام دیتے
 تھے۔ مال خدیجہ سے کفالت ہوتی مگر قلت اغذیہ سے سخت مصائب تکالیف ان محصورین پر گذرے چار سال
 تک بروایت تین سال بقولے دو سال تک یہ مصائب رہتو اتروفا تو کئے مارے سب کی بُری حالت تھی۔ گویا
 قریبا ہلکے تھے ۛ

بالآخر ہشام بن عمرو بن اسحاق ث۔ زبیر بن ابیہ مخزومی۔ معمر بن عدی بن نوفل بن عبد مناف ابوالختری۔ بیرون
 اسود بن منطب بن عبد لغری۔ پانچ آدمیوں کو از روئے حمیت عرب محصورین کی حالت پر ترس آیا اور ان پنچوں نے
 آپس میں مشورہ کیا کہ افسوس ہم تو آسائش سے بسر کریں درہار اعام بنی ہاشم ایسی مصیبت میں زمین و سٹے کیا کہ اس
 پیمان کو توڑ دینا چاہیے کیونکہ ہم نے ایسے مظالم پر ہرگز رضا مندی نہیں دی تھی اور وثیقہ کو چاک کر دینا چاہیے اور یہ بھی
 سٹے کیا کہ صبح قریش کا جلسہ کر کے یہ امر ختم کرنا چاہیے ۛ

یہاں شعب میں حضرت کو وحی ہوئی کہ وثیقہ میں بجز نام اللہ کے باقی تمام مضمون کو دیک نے کہا ایسا ہے کچھ باقی
 نہیں رہا حضور نے یہ امر حضرت ابوطالب سے ظاہر کیا۔ صبح کو ابوطالب یہ خبر لیکہ قریش کے پاس کو روانہ ہوئے۔ وہاں جھگو
 اشخاص مذکورہ بالا نے قریش کا جلسہ جمع کیا تھا جس میں تقریر شروع ہوئی۔ زبیر نے ابتدا کی :-
 زبیر نے اہل مکہ کی تم اسکو روا کہتے ہو کہ تم سب چین سے رہو اور عیال اطفال بتی ہاشم بھوک پیاس سے مگر ہائیں
 ... ہم نے ہرگز ایسے پیمان وثیقہ پر رضا مندی کے تحت نہیں کئے تھے اسکو اب چاک کر دینا چاہیے۔

باقی چاروں اشخاص مذکورہ بالا نے زبیر کی تائید و موافقت کی۔ ابوہل لعین البتہ مخالف ہوا کہ اتنے میں ابوطالب
 موخیزہ زبان کے پیچھے سب نے جانا کہ شاید مصائب تنگ آکر محمد کو حوالہ کر دینے پر آمادگی ظاہر کرنے لگے ہیں
 مگر حضرت ابوطالب نے پوچھا سب کو مخاطب کر کے کہا کہ اے گروہ قریش محمد نے مجھے خبر دی ہے کہ اسکو بذریعہ وحی
 خبر دی گئی ہے کہ تمہارے وثیقہ کو دیک کہا گئی اس میں سوا اللہ کے نام کے اور کچھ باقی نہیں رہا ہے تم اپنے وثیقہ کو
 دیکھو اگر ایسا ہی ہے جساکہ محمد نے بیان کیا ہے تو تمکو درگزر کرنا چاہیے اور اگر اس کی بات غلط ہوگی تو میں اسکو تمہارے
 حوالہ کر دوں گا (ابوطالب کو مسقدر تعین و اطمینان حضرت کی بات کے سچے ہونیکا تھا اسنے کہا کہ یہ انصاف کی بات

سختیوں رسول پر

اثر نہ ہوا

مشکرین کی حیرت

جوش میں تھی

شعب و وحی شیعہ

طبع تشریش

وحی رسول سچی تھی

ہے چنانچہ قریباً تار کر دیکھا گیا تو ویسا ہی پایا گیا جیسا کہ حضرت نے خبر دی تھی۔ یہ دیکھ کر سب خاموش اور شرمندہ ہو گئے۔ مگر ابو جہل بھر بھی مخالف رہا۔ تب سب لوگ ایک مجمع کیساتھ جا کر حضرت ابوطالب حضرت کو معتمد محصورین کے شعب سے کہیں لے آئے۔ یہ اخراج شعب سوین سال بعثت میں ہوا۔

قریش محصورین کو اگر دیکھا جائے

مجھے تعجب حیرت ہے کہ ان مصائب رسول میں میری مشتاق آہوں کو تو ایچ اہلسنت میں بھی کسی جگہ ان مخلص مصائبین کا جو آگے چل کر حق خلافت رسول قرار پائے کہیں جلوہ دکھائی نہیں دیا کہ آیا وہ بزرگوار جو گوشت و پوست و پیکر کے اُمیں سے ایک سابق لا سلام بھی کہے جاتے ہیں انہیں کہاں؟ ہجرت حبشہ میں نہیں گئے محصوری شعب میں سوا بھی ہاشم کے اور کسی کی شرکت نہیں معلوم ہوتی۔ کسی اور موقع سخت و نازک ان کی حضرت کے ساتھ باوجود مولیٰ قوت شرکتِ مبعوث نہیں پائی جاتی۔ ان مشکلات و خطروں میں بھی سوا علی کے کوئی دوسرا شرکتِ حالِ سینہ سپر سول کا نہیں پایا جاتا۔ تو پھر کیا سبب مشرکین قریش ان بزرگوار و سر کچھ سختی و مصائب نہیں تھے؟ اور کیوں نہیں تھے؟ ناظرین خود تلاش کر لینگے۔ یہ امور ہماری حدود تالیف سے باہر ہیں۔ لہذا آگے بڑھتے ہیں۔

حیرت انگیز نظارہ

یہ زمانہ رسول اصحاب رسول پر کیا گذرا اور گذر رہا تھا اسکے متعلق سرورِ مہم کی عبارت ذیل قابلِ توجہ ہے :-

پیغمبر اسلام اس طرح سے اعدائے نفع میں گھرے ہوئے تھے اور فتح حسین کے منتظر تھے اور ظاہر ہے یار و مددگار تھے اور ان کے اصحاب کا چھوٹا سا گروہ گویا شیر کے منہ میں تھا تاہم آپ جو اس قادر مطلق پر بھروسہ تھا جس کا رسول وہ اپنے میں سمجھتے تھے اور آپ کے پاسے ثبات میں یک سرہ نعرہ نہ ہوتی تھی غرض اس عالم مصیبت و تنہائی میں آپ ایسے عالی مرتبہ اور جلیل الشان معلوم ہوتے ہیں کہ کتب مقدسہ کا وہ میر آپ کا عدیل و نظیر کوئی نہیں دکھائی دیتا۔

مصائبِ سول کی سبب
انگریزی مورخ کا قول

اسی سال میں عاص بن وائل سہمی۔ اسود بن المطلب۔ اسود بن بعوث۔ ولید بن مغیرہ۔ حارث بن قیس لطلطلہ جو بہت دشمنانِ رسول تھے یکے بعد دیگرے ہلاک ہو گئے۔

ہلاکت بعض دشمنانِ اسلام

مخلصی شعب سے دو ماہ کے بعد اور بقول "تمدنِ اسلام" دابن خلدون "ہجرت بنوی سے تین برس قبل حضرت ابوطالب مرض سخت میں مبتلا ہوئے۔ آپ نے اپنی حالت کی ویسی دیکھ کہ اپنی ہاشم کو جمع کیا اور بہت نصائح و وصایا فرمائے بالخصوص آنحضرت کی بابت حسب عبارت روضۃ الصفا فرمایا کہ وصیتِ یکم شمارا یتا بابت و معاونتِ محمد کہ امین قریشِ صدیق عربیاست و وہے باہر سے آمدہ است کہ جان قبول آن کردہ و قلب بصدق آں یایل شدہ و زماں باں گواہی دہ است" اب غور فرمائیں ہجرت جو قابلِ ایمان ابوطالب نہیں ہیں کہ اس سے زیادہ اور کیا تصدیق بالقلب اقرار باللسان ہو سکتا ہے؟ قریب قریب نزع ابوطالب حضور پر نور صریحاً ایسے آتشِ یف لے گئے اور ان سے کلمات شہادت ادا کر لی فرمائش کی تو ابوطالب

علامتِ صحابہ ابوطالب
ایمان ابوطالب
سرری نظر

نے کہا کہ قسم بخدا اگر اندیشہ ملامت طعنہ قیوش کا نہوتا جو یہ کہیں گے کہ ابوطالب موت کے خوف ایمان لے آئے تو میں ضرور اسکو کہہ لیتا
 اسوقت حال بکا متغیر ہو گیا۔ زبان کو منہ میں حرکت دیتے تھے اور کچھ کہتے تھے حضرت عباس نے کان منہ کے پاس لگا پوچھ رہا
 ہے کہا کہ وہ وہی کلمہ کہہ رہے ہیں جسکے حکم دیا تھا روضۃ الصفا اب ظاہر ہے کہ حضرت عباس اسوقت تک ایمان نہ لگاتے لہذا انکا
 اسوقت کا یہ قول جو خود انکے اسوقت کے عقاید کے خلاف پڑتا تھا کیسے طرح غلط مانا نہیں جاسکتا کیونکہ وہ تو قطراً اپنے عقیدے
 کے خلاف بات منکر اسکو مخفی کر دیتے نہ کہ بلا واسطہ ظاہر کرتے۔ علاوہ بریں محمد احمق کا اکابر و خیر اہل سیر سے ہے اُسے روایت کی جو
 کہ جب رسول خدا نے یقین کلمہ شہادت کی کی تھی تو ابوطالب نے اول تو بالا اعلان کہنے کا اقرار کیا مگر آخر میں ہتہ کہا چنانچہ عباس نے
 نہ مگر باوجود اسکے اہلسنت وجماعت و بعض معتزلہ کے نزدیک یہ قول مقبول نہیں کیونکہ اعتقاد انکے اکثر محدثین کا یہ ہے کہ آیۃ
 ”ما کان للنبی...“ ابوطالب کی نسبت نازل ہوئی اور بہت علما اہلسنت کے روایات کے بھی خلاف ہے جو کہتے ہیں کہ آیۃ
 ”اذنک لا تھدی...“ انہ نشان میں ابوطالب کی نازل ہوئی۔ لیکن انفسوس ہے ان عقل پر جو منکر ایمان ابوطالب ہیں کیونکہ اول
 تو جب یہ عقل و نقل ہے کہ نور رسالت سوا اصحاب ظاہر و احرام مطہر کے اور کہیں نہیں ہسکتا اور موافق فرمان رسول کہ
 ”انا و علی من نور واحد“ نور علی کے واسطے بھی ویسے ہی طیب صلب میں نہنالا زمی ہوا۔ دوسرے حضرت ابوطالب کا آخری قرار
 اور اس سے قبل کے اقوال تصاند کلامیہ و دجیہ جو متعدد و مشہور ہیں۔ کمال معرفت و تصدیق آنحضرت پر دلالت کرتے ہیں و اکثر
 میں آپ کے متعلق ایسی پیشین گوئیاں بھی ہیں جو بعد کو سچی ثابت ہوئیں کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ جو شخص اس طرح سے تصدیق کرے
 اور دوسرے کو یہاں تک کہ اپنی اولاد کو انبیاء کی ہدایت کرے اپنی اولاد اور جان سے زیادہ عزیز رکھے آپ کی وجہ سے درجنوں
 بچے کہلے خواب خور اپنے اوپر حرام کر لے مگر جاں نثاری سے باز نہ آئے۔ آپ کے دین کو خیر لادیاں تیلے اپنے بیٹوں کو
 مطیع و متبع بنائے وہ خود ایمان نہ لایا ہو اور کیا ممکن ہے کہ حضرت ایک شرک کی واسطے استغفار کرتے اور طلب جزائے خیر کرے
 (مزنیفی کے لیے دیکھو سنی المطالب فی نجات ابی طالب)

چنانچہ حضرت ابوطالب نے اسی مرض میں تبایخ ۴۰ برس جب ۱۰ سال ہم بخت کو بروایت آخر سال ۱۰ ہم میں فات پائی اہل بیت
 علی بن ابیطالب نے بحکم و ہدایت رسول غسل کفن کر کے دفن کیا حضور پر نور نے بقول روضۃ الصفا خود مشاہدات جنازہ کی فرمائی
 اور انکے واسطے استغفار کیا اور دعائی کہ آپ میری حمایت و حفاظت میں صلہ رحم کیا خدا جزائے خیر دے اس حرم محافل کے
 انتقال سے جو صدمہ حضرت کو ہوا وہ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ابوطالب کی جانفشانیوں اور محبت کو ہمیشہ یاد فرما کر آئندہ
 ہو جاتے تھے اور اپنی ہر مصیبت و عروج کی وقت ابوطالب کو یاد فرمایا کرتے تھے یہ قول بعض موفین اہلسنت کا کہ حضرت نے
 وقت وفات ابوطالب کے حضرت علی سے فرمایا تھا کہ لا یتصل فیہ ناز جنازہ نہ پڑے قطعاً غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ ناز جنازہ

اسوقت تک واجب بھی نہ ہوتی تھی۔ پھر ممانعت کی کیا ضرورت ہوتی :-

حضرت عبدالمطلب نے تو اپنے پوتے کو ابوطالب کی پرورش کیا تھا۔ کیا اس میں رسول نے بھی آپ کو کسی کے سپرد کیا ہو کیا اور ضرور کیا اپنے دو بیٹوں کو آپ پر اپنی جان قربان کر نیکو چھوڑ دیا۔ علیؑ نے رسول کی حفاظت میں اپنے باپ کی سرگرمی دیکھی تھی۔ جانتے تھے کہ وہ ہمیں خطرہ کے موقع پر رسول کی حفاظت کے کام میں لاتے تھے۔ علیؑ اگرچہ خود ذاتی حقوق سے آپ کی حفاظت پر مستعد مگر اب باپ کے انتقال پر فطرتاً اور زیادہ سرگرمی کا خیال پیدا ہو گیا ہو گا۔ اور یہی وجہ تھی کہ ابوطالب کے اس فرزند نے یہ مشکل موقعہ پر رسول کا ساتھ دیا اور حفاظت کی :-

وفات ابوطالب کے تین روز و بروایت ۳۵ روز کے بعد ایک ورعہ عظیم حضرت پر واقع ہوا کہ حضرت کی کچھ پسائی کی موش رفیق بی بی جنابہ علیہ خدیجہ الکبریٰ نے جسے لاپنی تمام دولت حضرت پر قربان کر دی اور حضرت کے تمام مصائب تکالیف میں شریک و سوز رہی جسے اسوقت حضرت کی ادا دہی جب کوئی مدد کرنے والا نہ تھا جسے اسوقت تصدیق حضرت کی کی جب کوئی تصدیق کرنے والا نہ تھا اور جس نے حضرت کے عشق و محبت میں اپنی عیش کی زندگی کو خاک میں ملا دیا تھا۔ اپنی پیاری بیٹی فاطمہ کو جس کی عمر بھی پانچ برس کی تھی حضرت کے کنارے طفت میں بغرض پرورش چھوڑ کر دنیا سے حلت فرمائی "انا لله وانا الیہ راجعون" ان دونوں حادثوں سے غم کا وہ عظیم حضرت پر ٹوٹ پڑا۔ آپ کے بیچ و فلق کی کیفیت تھی کہ باہر نکلنے کو حضرت کی طبیعت نہ چاہتی تھی۔ نکلنا کم کر دیا تھا کیونکہ یہی دونوں بچے غمگسار مصائب کے شریک تہنائی کے رفیق تھے اسید وجہ سے اس سال کو عام الحزن کہتے ہیں۔ عمر شریف ان مرحومہ کی وقت حلت ۶۵ سال کی ہوئی۔ اور چونکہ مکہ میں فن ہوئیں۔ خود حضور نے حضرت خدیجہ کو قبر میں اتارا اور دفن کیا۔ اب پرورش و تربیت حضرت فاطمہ زہرا کی بالکل حضور پر نور کے ذمہ ہو گئی :-

بعد وفات ابوطالب کے شدت قریش حضرت پر بلا عظیم ہو گئی اور سوا حضرت علیؑ کے جو ابھی نو عمر تھے کوئی ایسا یا ورمہ دگا نہ رہا کہ مظالم قریش سے محفوظ رہ سکے۔ اندرون خانہ کی محسوس تہنائی حضرت خدیجہ بھی ساتھ چھوڑ گئیں اب حضرت مکہ میں پنہاں رہنے لگے۔ زیادہ تر درہ حرام میں مخفی رہتے یا وادی کوہ حجون میں۔ مکہ خاص میں بوجہ سخت مخالفت قریش میکہ کیابی نہ دیکھ کر حضرت نے بالآخر مصافحات میں جا کر تبلیغ کر نیکارا ارادہ کیا اور اپنے رفیق غلام زید کو ساتھ لیکر اول آپ قبیلہ بنی کرہ کے پاس گئے اور ان کو دعوت اسلام دی کسی نے قبول اسلام نہ کیا وہاں سے ایک دو ستر قبیلہ کی طرف تشریف لے گئے اول تودہ آپ کی نصرت پر آمادہ ہوئے مگر پھر مخرف ہو گئے۔ وہاں تک طایف تشریف لے گئے یہاں پر دس روز قیام کیا اور دعوت اسلام کی مگر بہ سبب شدت جہاکت کسی نے اسلام قبول نہ کیا بلکہ قبیلہ ثقیف کے روماء میں سے تین بہائی عبدالمیل و

ابوطالب کے بعد ہی فطرتاً

رحلت خدیجہ

۱۵ رمضان

دعوت اسلام

بیرون مکہ

جیب مسودہ پیرن عمرو بن عیمر نے اشرار کو بہکا کر حضرت پرچہ برہوئے جس سے زید کا تو مسہٹ گیا اور حضرت کے بھی ساتھ اسے مبارک بخشی ہوئے وہاں سے واپسی میں حضرت دم لینے کے طور پر ایک بلغین جو عقبہ بن ہشیم کا تہا جو دشمنان میں سے تھے بیٹھ گئے اور خدا سے دعا نصرت فرماتے تھے۔ لکن باغ بھی اتفاق سے اس روز موجود تھے۔ انہیں دیکھا کہ حضرت کو کس قدر اندیشہ ہوا مگر انہوں نے یہ حال سنی حضرت کا معلوم کر کے اپنے ایک غلام نصرانی عداس نامی کی معرفت کچھ انگوٹھ حضرت کے پاس بھجوائے حضرت نے بسم اللہ کہہ کر تناول فرمایا شروع کیا غلام مذکور بسم اللہ نہ کر حضرت کی دریافت کیا کہ یہ آپ نے کیا کہا میں نے اس ملک میں سوائے تونہ خدا کا نام کسی سے نہیں سنا حضرت بعد بھانے اصول عقائد اسلام کے اس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے اس نے بھادوہ منوی نصرانی ہے حضرت نے فرمایا کہ تو بندہ صالح یونس بن مینی کے تریہ کا رہنے والا ہے۔ اس نے استعجاب سے پوچھا کہ آپ یونس کو کیا جانیں تب حضرت نے فرمایا کہ وہ میرے بھائی تھے وہ ہی خدا کے پیغمبر تھے اور میں ہی خدا کا رسول ہوں۔ عداس یہ سکر حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور ایمان لایا۔

واپسی کو دارا عمر

طایف سے واپس ہو کر حضور ایک شب اوی نخلہ میں مقیم رہے جہاں کے متعلق روایات ہیں کہ ایک گروہ جن کا مشرف باسلام ہوا۔ یہاں معلوم ہوا کہ اشرار کہ پھر آمادہ آزار حضرت میں حضرت نے کوہ حرا پر تمام کیا اور قریش میں سے ایک شخص کو جو کلمان ہو گیا تھا افش بن شریک کے پاس بھیجا کہ وہ حضرت کو بغرض ادائے عمر اپنی پناہ میں لے لے کر اسے بوجہ مخالفت قریش اسکو منظور نہ کیا۔ پہلے بن عمر کے پاس بھیجا اس نے بھی قبول نہ کیا پھر عثم بن عدی کے پاس بھیجائے انھوں نے انھیں انھوں نے واسطے منظور کر لیا چنانچہ حضرت اسکے یہاں کئی دن گئے اور بھافت ملا زمان مٹھار کان عمرہ بجلائے۔ ابو جہل نے اس پر بھی حضرت کو ہلاک کرنا چاہا تا کہ مگر فطمان مطعم نے باز رکھا۔ اسوقت پر ہی حضرت نے تبلیغ کو نہ چھوڑا مگر بوجہ مخالفت ابی مکہ کوئی کامیابی نہ ہوئی :-

عقد حضرت عائشہ مسودہ

اسی سال حسب راخولہ بنت اسد حضرت عائشہ بنت ابوبکر سے عقد کیا جو اسوقت صرف ۶ سال کی تھیں بوجہ صغر سنی زفاف موقوف رہا اور تین سال بعد مدینہ پہنچا ہوا۔ حضرت نے مسودہ دختر زبیر کے ساتھ عقد کر کے زفاف کیا یہ مسودہ پیشتر زبیر سلکان بن عمر کی تھی جو کلمان ہو کر حبشہ ہجرت کر گئے تھے اور وہاں کے شہر کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس عمر میں عائشہ کے عقد کے اسباب روایات پر لطف بین مگر میرے موضوع کے خلاف ہیں تاہم تاریخ آئندہ بتلائے گی کہ اس عقد میں کیا پولیصلت تھی ورنہ جب ابن مطعم کے رٹکے سے تنگنی چھڑا کر یہاں نہ کی جاتی۔ انکا مہر بھی خلاف دیگر ازواج رسول کے صرف اسباب خانہ داری پر جو قیمتی پچاس درہم مساوی بارہ روپیہ سکھ انگریزی کی ہوتا ہوا مقرر ہوا تھا جس کی مہر کی وجہ سے اس عقد پر عقد متحدہ کا شہ کیا جاتا ہے بوجہ لال گون رنگ رخسار کا لقب حمیل مشہور ہوا۔

سال یازدہم بعثت معراج شریف

ماہ رمضان سال یازدہم بعثت میں اقمہ معراج حضرت کا ہوا یہ واقعہ بھی مثل نزول وحی و معجزات وغیرہ کے سبکچل اختران ہو گیا ہے اور بظاہر عقول مادی و اسبابی کے لئے ہے یہی حیرت انگیز کہ ایک انسان جسم مادی کیساتھ کس طرح عالم ملکوت یا لاہوت کی طرف صعود کر سکتا ہے اور اسید وجہ سے اسلام میں بھی بعض مادہ پرست فرقہ اپنی کجی عقل کی وجہ سے حضرت کی محض روحانی معراج کے ہی قائل ہو کر رہ گئے اور معراج جسمانی سے الگا کر گئے۔ حالانکہ گردہ ذرا اس بات پر غور کر لیتے کہ آپ کا جسم طہر مادی تھا یا نوری تو یہ دشواری حل ہو جاتی۔ علاوہ ثبوت نقلی کے جو حضور کے اقوال اول ما خلق اللہ نور علی یا انا علی من نور واحد یا اسی قسم کی اور بہت سی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے ایک بین ثبوت جو سب کے مشاہدہ میں آیا ہوا تھا یہ تھا کہ آپ کے جسم کا سایہ نہ تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہم مبارک کو مادہ کثیفہ سے کچھ تعلق و علاقہ نہ تھا۔ ورنہ ضرور حاجب نوار ہو کر سلوم سایہ کا ہوتا۔ سایہ ہونا۔ کافی دلیل نورانیت کی ہے جس کے صعود میں کوئی محال شائبہ نہیں رہتا۔ جو لوگ انفاظ مثلکم یا صندک یا اسی قسم کے اور انفاظ سے آپ کے جسم کو مادیت کا خلعت پہناتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ کیونکہ ان سے مراد صورت ہے نہ کہ خلقت یا حقیقت۔

دوسرے رسائی قریب قدر الہی جو مقصود معراج ہے اسکے واسطے صعود کی کیا ضرورت تھی اسکے واسطے بلند فی مقامی کیسی تھی کہ فلسفہ و ہیئت قدیمہ کے لحاظ سے ہی موجودگی قاسم ہر شے اپنے چیز کو چھوڑ سکتی ہے اور یہاں قاسم برائی موجود تھا۔ فلسفہ جدیدہ کی رو سے کشش کی کمی و زیادتی ایک مادہ کی دوسرے مادہ کی طرف ثقل و حرکت و جذب کا باعث ہوتی ہے پس اگر عالم لاہوت کی وضع مجرد کی کشش نے آپ کی روح کو اپنی طرف کھینچ لیا اور وہ روح جسم کو بھی چاہے یہ مادہ ہی کا کیوں نہ ہو اپنے ساتھ لے گئی تو تعجب کی کیا بات ہے کیونکہ ہم روزمرہ دیکھتے ہیں کہ ذرا سی برقی یا دھانی قوت ہزاروں مادی شایا کو اپنے ساتھ کھینچ لیجاتی ہے اُس پر تو اتنا تعجب نہیں ہوتا اور حضرت کی قوت روحانی کے جو دراصل ایک قوت برقی ہی ہے جسم کو اپنے ساتھ لیجائے میں شکوک پیدا ہوتے ہیں حالانکہ وہ جسم مادی ہی نہیں ہے ایسی عقول انکی کمزوری قابل فحس ہیں۔

فلسفہ جدیدہ کے ماننے والے حضرت علیہ و حضرت ادیس کے صعود جسمانی سے اول منکروں میں کیا کچھ انحضرت کے صعود سے بھی انکار کا موقع مل سکتا ہے تعجب ہے کہ عقیدہ اہل ہندو میں محض ریاضت کنندگان کا زندہ عالم قدس میں پہنچ جانا اور اعتقاد یہود و نصاریٰ میں حضرت ادیس علیہ کا زندہ عالم بالا میں جانا۔ مذہب جو جس میں زردشت کو معراج جسمانی

ب
نظر

از رو فلسفہ جدید

جواب لای

ہونا خلافت قیاس نہو مگر حضرت کی معراج جسمانی خلاف قیاس سمجھی جاوے۔ باوجودیکہ زمانہ موجودہ کے تحقیق پر پورے
 طور سے روشن ہو کہ انسان میں جو قوت برقی یعنی روح ہے اسکے نزدیک ترقی دینے سے انسان صد ایسے کام کرنے پر قادر
 ہو جاتا ہے کہ جو مادی سے قطعی ناممکن معلوم ہوتے ہیں لہذا ان کمالات پر انفس و جوارح حضرت کے کمال نزدیک روحانی و خلقت
 نورانی کے قابل ہوتے ہوئے ہی آپ کی معراج جسمانی کو خلاف قیاس سمجھ کر اسکے منکر ہوتے ہیں ب میں استدلالی راستہ کو
 چھوڑ کر جو میرا طبع نظر نہیں تھا مگر ذکر آجانبہ پر مختصر سی روشنی ڈال دینی پڑی۔ واقعات پر جو میرا مقصود اعلیٰ ہوتا ہے انہوں میں
 معراج حضرت کے تعیین اوقات مقام میں ہی بہت سے اختلافات ہیں بعض شب شنبہ ۱۲ رمضان بعض ۱۳ رمضان
 سال یا زہم بعثت میں بتلاتے ہیں بعض کا قول ہے کہ چھ ماہ قبل از ہجرت مدینہ ہوئی بعض کہتے ہیں کہ ماہ ربیع الاول
 سال اول بعثت میں بعض کے نزدیک ۲ رجب سنہ میں و بعض سال دوازدہم از بعثت بتلاتے ہیں بعض نے کہا ہے
 کہ حضرت کو دو مرتبہ معراج ہوئی بعض روایات سے اس سے بھی زیادہ مرتبہ معراج کا ہونا ظاہر ہوتا ہے اتفاقاً بل سیر
 ہے کہ گیارہویں سال بعثت ابتداء اسلام انصار میں معراج ہوئی جس کی مفصل کیفیت بسوط کتب اسلامی میں موجود
 مختصر اس طور پر ہے کہ عیسیٰ کا دل کی آنکھوں سے دیکھنے والا ایک روز مکان اُم ہانی خواہر علی بن ابیطالب بروایت
 شعب ابیطالب میں تہارات کی تنہائی و سناٹا ہے اور اپنے معبود حقیقی کی یاد میں مصروف اور عشق الہی میں محو ہے اور اس
 متصورانہ عالم میں سکا دماغ و خیال ایک روحانی عالم کی سیر کر رہا ہے اسکا نفس اپنی فطری شان سے کام کر رہا ہے اور
 کوئی اسکے آزادانہ عمل میں مداخلت نہیں سہا ایک عجب حالت محویت طاری ہے کہ وہ افکار و اذیتیں جو اس عالم مادی میں
 تکلیف دہ تھیں ان کی یاد بالکل محو ہو کر ایک غیر معمولی اطمینان و راحت محسوس ہو رہی ہے۔ بہول گیا ہے کہ ہم اسکے علاوہ بھی
 کوئی چیز نہیں۔ انفس مادہ پر غالب ہے کہ روح کی اسکے مرکز اصلی کی طرف کشش مشرّع ہوتی ہے اور روح القدس
 پیک رب جلجل یعنی جبریل میں پیام لاتے ہیں کہ یا بنی اللہ تیار ہو جئے منشا خالق حقیقی ہے کہ اب آپ کو اپنی آیات کبرئے
 اور آپ کے منازل ارتقا کی سیر کرائی جاتی یہ سہرا یا عینی الہامی پر لیک کہنے والا بنی اپنے عالم محویت میں فوراً گہرا ہو جاتا ہے
 اور بہرہ بری روح القدس روانہ ہو کر درمیان صفا و مردہ پہنچتا ہے۔ جہاں پر اسکو ایک ایسا مرکب نورانی نظر آتا ہے جو ان
 مرکبات آلات کے مثل نہیں ہے جس کو عالم مادی میں کام میں لایا جاتا ہے جسکو اسکے عنصر نوری و قوت برقی کے لحاظ سے
 برق کہا گیا ہے جسکے ذریعہ سے سجاد کرام سے آن اُحد میں مدینہ منورہ پہنچایا جہاں حسب ہدایت روح القدس دو رکعت نماز
 ادا کی گئی پھر اسی ذریعہ سے طور سینا پہریت الحکم مولد حضرت مسیح پہنچا دو رکعت نماز ادا کی گئی جہاں سے بیت المقدس
 و مدینہ سجدتھی پر پہنچے یہ وہ منزل ہے جہاں تک پہنچے پانچ یا سبقت کوئی قدر استعداد و تاریخ ارتقا عطا ہوئی

تاریخ و مقام معراج

کیفیت معراج
شریف

جسکے دروازہ کو باب المعراج کہتے ہیں۔ یہاں بھی دو رکعت نماز خالق تعالیٰ کی گئی جس میں پوچھا کہ بعض انبیاء نے جن کی حیات تقابیس تک محدود تھی آپ کی اقتدا کی۔ اب اس سے زیادہ عروج شان کا آغاز ہوتا ہے اور طبقات سماویہ و عوالم روحانیہ کی سیر شروع ہوتی ہے اب یہ آثار الہیہ کا مشاہدہ کرنے والا اپنے آپ کو اس عالم میں پاتا ہے کہ مادہ و مادیات بالکل نکل کر وہ بلا کسی ذریعہ کے ایک غیر مادی وحدت و عظمت کی طرف بڑھ رہا ہے اس متین بلند روی کے اور اگلے ایک غیر معمولی خود فراموشی کی حالت پیدا کر دی ہے۔ یہ دیکھ رہا ہے کہ ہم ان آلات سے نہیں بڑھ رہے ہیں جنہیں ہم عالم مادی میں کام میں لاتے ہیں و اس وقت کی سیر کا کوڑواں حصہ بھی ہمارے اعضاء و آلات مادی سطرے نہیں کر سکتے منازل ارتقا انبیاء الواعزم ہی پیچھے رہ گئے مروج القدس نے بھی اپنی حد سدرۃ المستبصر پہنچا کر یہ کہہ کر اگر ایک سرسبز تر پریم، فروغ تجلی بسوز پریم، ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ ایک کشش ہے کہ اس نفس قدسی کو اس طبعے اور نامتناہی خزانہ کی طرف لینے جارہا ہے جس کا یہ خود ایک مختصر سامونہ ہے۔ یہاں تک کہ قلاب قوسیدہ و ادنیٰ کی وہ منزل آتی ہے جسکے بعد نفس خود کے جزو قدرت لا محدود ہو کر اور اپنے مرکز اصلی میں جذب ہو کر فنا ہو نیکا اندیشہ ہوتا ہے یہاں پہنچنے پر اس لامحدود و نور مجروح کی شعاعوں نے اس نفس خالص کو براہ راست منور کر دیا اور منزل "دنیٰ قدسی" سے تمامی مراحل راہ ستقیم و منازل تسلیم فیصلے ہوئے اور پھر نفس قدسی بغرض ہدایت اصلاح خلق اسی عالم مادی کی طرف واپس کیا گیا ہے۔

ناظرین اس ذات مقدس کے کمال ارتقا کی حد کو کوئی کیا تصور کر سکتا ہے جسکے شاگرد رشید علی بن ابیطالب کی جیسے قلب صافی پر اسی نور مجروح سے منور روشن دل کا پورا انعکاس ہوا ہے منازل ارتقا کے اور اک میں عقول بشری عاجز ہیں۔ جسکا مشہور مقولہ ہے اَنَا الَّذِي نَظَرْتُ فِي عَالَمِ الْمَلَائِكَةِ فَلَمْ أَلِدْ شَيْئًا غَيْرِي قَدْ غَابَ دِينَ وَهْ نَحْضُ هُوں جس نے عالم ملکوت کی طرف نظر کی یعنی اپنے تصور کو معصوف کیا پس اپنے سوا کسی کو نہ پایا یہ تحقیق کہ غیبت تھا، دشمنی مرتضوی جسکو حضرت صوفیہ غلطی سے وحدت وجود ناما حق کی طرف لے گئے اور اور لوگوں نے یہ معلوم کیا کیا سمجھا۔

واپس آکر حضرت نے جسکو وہ سب قعات و مشاہدات علی قدر ضرورت لوگوں سے بیان اور بعض مشاہدات روضین جو اثناء راہ میں ہوئے تھے ظاہر کئے جو صحیح و سچے ثابت ہوئے مگر یا وجود اسکے ہی متشرکین نے حضرت کا استہزاء کیا اور جھٹلایا اس سال ماہ جب میں بزمانہ عمر تبلیغ حضرت چھ آدمی باشندگان مدینہ جو قبیلہ خزرج سے تھے مسلمان ہو چکے تھے نامیہ بن اسعد بن زرارہ، عون بن الحارث بن عفران، رافع بن مالک بن عجلان، قطیبہ بن عامر بن عبدیدہ، عقبہ بن عامر بن بانی جابر بن عبد اللہ بن ربیعہ بعض تبلیغ میں صرف دو اشخاص سعد بن زرارہ و ذکوان بن قیس کی اول مسلمان ہو چکی نسبت لکھا ہے جسکی کیفیت یہ ہے کہ مدینہ کے دو قبیلوں اوس اور بنی خزرج میں ایک جنگ ہوئی تھی جس میں قبیلہ اوس

شاگرد کی منزل ارتقا

والپی و معراج و اطباء
حالات

ابتداء و اسلام الفضائل

غالب آیا تھا۔ بنی خزرج میں سے دو شخص سعد بن زرارہ و ذکران بن عقیس بڑا نہ عمر بغرض طلب مدد اہل کوفہ آئے تھے اور
 یحییٰ بن یحییٰ کے یہاں مقیم ہو کر طالب مدد ہوئے۔ عقبہ نے جواب دیا کہ آجکل یہاں خود لوگ پریشان ہیں ہم میں سے ایک شخص
 محمد دعویٰ پیغمبری کر رہا ہے اور ہمارے خداؤں و بزرگوں کو برا کہتا ہے ہم میں خود نزاعات پیش ہیں کسی زبان بخت و تبلیغ
 حضور کا حال سنا کر انھوں نے تیاق ملاقات حضرت کا ہوا اور باوجود مخالفت عقبہ کے اسوہ خفیہ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر مستفسر
 عقائد و تعلیمات حضرت کا ہوا۔ حضرت نے عقائد اسلامی و ہدایات ربانی اس سے بیان فرمائے اور چند آیات قرآنی تلاوت
 فرمائیں جس سے متاثر ہو کر وہ بصدق دل یگانہ لایا اور اسکے بعد ذکران بھی یگانہ لایا۔ ان لوگوں نے مدینہ میں جا کر سب اہل حضور
 کی بعثت و تعلیمات کا بیان کیا اور عقائد اسلامی کی خوبیاں ظاہر کیں مگر مدینہ میں شہرت ہو گئی بعضوں نے یہ واقعہ زمانہ
 محصورہ شعب بیطالب کا بیان کیا ہے اور ممکن ہے کہ اسعد و ذکران اس وقت سلمان ہو کر گئے ہوں اور اس سال پہنچ آدنی
 اور اسعد کے ساتھ آخر مشرف باسلام ہوئے ہوں دیر ہی قرن قیاس معلوم ہوتا ہے۔

سال دوازدهم بعثت بیعت عقبہ اولیٰ

اس سال بارہ آدمی مدینہ سے بغرض حج و طواف خانہ کعبہ مکہ میں آئے جو یہ تھے سعد بن عبادہ۔ اسعد بن زرارہ۔ عوف مضاء
 پسران غفران۔ رافع بن مالک منذر بن صامت۔ یزید بن ثعلبہ۔ عقبہ بن عامر قطیبہ بن عامر بن حدید ابوالہثم بن الیقینان
 عیلم بن ساعدہ عقبہ بن رفیع۔ ان میں سے علاوہ ان لوگوں کے جو پہلے سلمان ہو چکے تھے باقی بھی حاضر خدمت حضور ہو کر
 حسب ہدایت تعلیم حضرت مشرف باسلام ہوئے حضرت نے ان سب کو مشرکین قریش سے نفعی طور پر مقام عقبہ میں جمع کیا اور
 یہاں پر سب عہد پیمان لے کر دین اسلام پر مضبوطی سے قائم رہیں گے اور ہر مومن حضرت کے حکم و ہدایت پر عمل کرینگے اور
 جو لوگ سلمان ہوں گے اور حضرت کی ہر طرح پر اعانت و حفاظت کرینگے چنانچہ سب دست حق پرست حضرت پر عہد پیمان
 کر کے بیعت کی۔ یہ پہلی بیعت یعنی عہد پیمان متابعت و معاہدہ تھی جو اسلام میں ہوئی اور اسکو بیعت عقبہ اولیٰ کہتے ہیں۔
 ان لوگوں نے مشرکین مکہ کے مظالم سنا کر حضرت کی تنہائی دیکھ کر حضرت سے استدعا کی کہ حضرت آئیں پہلے مدینہ تشریف
 لیں۔ وہ ہر طرح پر حضرت کی حمایت و حفاظت کرینگے اور شاعت دین اسلام میں سعی کرینگے مگر مطیع ربانی جو اپنے تمام
 امور کو مالک حقیقی کی سپرد کر چکا تھا متضرع حکم الہی تھا۔ علاوہ اسکے اسکی دورانہش طبیعت نے بھی اسی اپنے آپ کو غیر مفلوک
 کے قابو میں دیدینا مناسب نہ سمجھا کیونکہ اگرچہ وہ سلمان ہو چکے تھے۔ اور بیعت بھی کر چکے تھے مگر عملی طور پر ابھی کوئی تجربہ آئے قیام
 عہد کا نہ ہوا تھا اور جواب میں فرمایا کہ ابھی مجھے ہجرت کا حکم پروردگار عالم کی جانب سے نہیں ہوا ہے مگر ساتھ ہی اسکے ان لوگوں

کی دشمنی کے خیال سے ان کی خواہش کی بموجب مصعب بن عمیرہ کو جو شعب میں ہی حضرت کیساتھ رہے تھے اور جنکے اعزہ بموجب قبولی اسلام کے اپنے طرح طرح کے مظالم کرتے تھے امتحاناً ان لوگوں کے ساتھ بغرض تعلیم و تلقین و تبلیغ روانہ فرمایا تاکہ انھوں میں مظالم سے ہی نجات ہوگی اور اہل مدینہ کی حالت اور طرز عمل کا بھی تجربہ ہو جائیگا۔ یہ امر حضرت کے اعلیٰ درجہ کے تدبیر پر روشنی ڈالتا ہے۔ مصعب ان لوگوں کیساتھ مدینہ گئے اور سعد بن زرارہ کے یہاں مقیم ہوئے اور دعوت اسلام شروع کی چونکہ طبائع مردمان مدینہ کی بمقابلہ اہل مکہ کے جو صندی جاہل تھے کس قدر نرم اور معقول پسند تھیں تعلیمات اسلامی سے جن میں مقبولیت و حقانیت کی روشنی نمایاں تھی وہاں کے لوگ مسلمان ہونے لگے اور مصعب کیساتھ اہل مدینہ نے اپنے عہد یمین کی پوری پابندی کا اظہار کیا۔ مصعب قبیلہ و قبیلہ آزادی سے جاتے تھے اور دعوت اسلام کرتے تھے قبیلہ بنی النضر اور بنی الاشہل میں اکثر آدمی مسلمان ہوئے۔ سعد بن زرارہ کی خالہ کے بیٹے سعد بن معاذ کو جو یہ خبر ہوئی تو وہ غضبناک ہوا اور اسید بن خضیر کو مبلغ اسلام مصعب کی سرکوبی کو روانہ کیا جو تلوار لیکر مصعب کے پاس آیا مگر جب مصعب آیات قرآنی اور تعلیمات دین الہی سے تو وہ فوراً مسلمان ہو گیا۔ سعد اس پر خود غضب میں بہرہ آویزاں کر اسکو یہی حقانیت اسلام کے آگے تسلیم خرم کرنا پڑا اور وہ بھی مسلمان ہو گیا اور اسے اپنے تمام قبیلہ کو باظہار محاسن اسلام مسلمان کیا۔ پھر تو یہاں جو حق و لوگ مسلمان ہونے لگے مصعب یہ تمام اخبار ترقی اسلام حضرت کو پہنچاتے رہے تھے اور پھر خود بھی بشوق زیارت حضرت مدینہ سے آکر قدم بوس حضرت ہوئے۔

مسلمانان مکہ کو اعزاز
ہجرت مدینہ دی گئی

رسول کی محبت

اخبار و حالات اہل مدینہ سن کر حضرت کو بے حد مسرت ہوتی تھی کہ میں جو جو مسلمان اور ہوئے تھے اور اہل قبیلہ کی طرف سے اپنے بھائی تھے حضرت کو بھی حکم دیدیا تھا کہ وہ متفرق طور پر مدینہ چلے جائیں چنانچہ یہاں سب آدمی مدینہ چلے گئے جو مسلمان نہ تھے مدینہ جاتے تھے بنی خزرج نہایت فراخ دلی سے انکو اپنے یہاں جگہ دیتے تھے اور ہر طرح کے شرائط ہمانداری ادا کرتے تھے۔ قربان لغت اخلاق محمدی کہ اپنی جان کی جو ہر وقت مشرکین کے کہ جو ظلم و ظفیان میں معرض خطر میں تھی کہ علانیہ طور پر رہ ہی نہ سکتے تھے کچھ پرواہ نہیں کجاتی اور محافطت امت کو مقدم سمجھ کر انکو بلا لحاظ اس امر کے کہ آپ بالکل تنہا رہا بیٹھے جانت ہجرت عطا فرمادی جاتی ہے جو بغیر وجدان حقیقی و کمال ایقان وعدہ ہائے لم یزلی مکن نہیں۔

آغاز و سبب مخالفت
در مدینہ

مدینہ میں جہاں شاعت اسلام شروع ہو کر وہ ترقی تھی ایک بنیاد مخالفت کی ہی قائم ہو گئی جس کی وجہ یہ تھی کہ بعد نصرت قبائل اوس و خزرج کے بنی خزرج میں عبداللہ بن ابی سلول کی نسبت جو سردار قبیلہ خزرج تھا دونوں قبائل کی ہمدردی کی رائے تھی جبکہ واسطے ایک تاج امارت بھی تیار کر لیا گیا تھا جو ابھی ناممکن تھا لیکن اب جبکہ تبلیغ اسلام شروع ہو گئی اور حضرت بیعت ہو گئی تو معاملہ اس کی امارت کا التوا میں پڑ گیا۔ اسوجہ سے عبداللہ بن ابی سلول کو مخالفت قلبی

پیدا ہو گئی جسکے نتائج و آثار آئینہ ظاہر ہوں گے۔

سال سیزدہم لغت بیعت عقبہ ثانیہ

سال سیزدہم

اس سال بہت مسلمان و مشرکین مدینہ طوائف خانہ کعبہ کو گئے جو قریب ۱۰ آدمی کے قبیلہ اوس خزرج سے تھے۔
عبداللہ بن ابی سلول بھی ان میں تھا۔ ایک رات کو انہیں سے جو سلمان ہو گئے تھے پہر شعب عقبہ میں جمع ہوئے حضور ہی معہ
اپنے چچا عباس کے جو اس وقت تک سلمان نہ ہوئے تھے تشریف لائے۔ اہل مدینہ نے پہر حضرت اصرار کیا کہ حضور مدینہ تشریف لے جائیں
حضرت عباس سے بوجہ الفت خونی خاموش نہ رہا گیا اور جوش محبت میں کہا کہ اے اہل مدینہ محمد یہاں تو اپنے شہر و اہل عام میں
ہیں تو تم انکو اپنے یہاں مدعو کرتے ہو جہاں پر یہود جو انکے سخت دشمن ہیں موجود ہیں اگر تم حکم عہد میثاق کرو کہ ہر طرح
جان مال سے ان کی حفاظت کرو گے اور ہر دینی اور دنیوی میں انکا اتباع کرو گے اور اپنے عہد پر قائم رہو گے تو اللہ تم
محمد کو تمہارے یہاں بھیج سکتے ہیں۔ یہ تقریر حضرت عباس نے لیکن ہے کہ نو مسلمین مدینہ کے قلوب یا اس اُدی برحق کے
انتعلیم و ہدایت کے جانچنے کی وجہ سے کی ہو یا محض بقاضائے فطری ہو ہر حال سعد بن زرارہ نے اس کی جوابی تقریر
نہایت پر جوش لفاظی میں کی اور بجانب عام مسلمانان مدینہ جملہ امورش کردہ کا نہایت جزم و استحکام کیساتھ اقرار کیا اور اپنے
بادی کے دست حق پرست پر از سر نو سب بیعت کی جس کی ابتداء سعد بن زرارہ دبر وایتہ ابوالہثم بن الیہان نے
کی حضور نے ارشاد فرمایا قل لا اله الا الله والحمد لله انتم منی وانا منکم احارب من حاربکم وامنکم
من سالمکم۔ یہ بیعت عقبہ ثانیہ کہلاتی ہے! وریہ لوگ انصار کے نام سے نامزد ہوئے۔

تقریر نقباء اسلام

اسکے بعد بروایت دروضۃ الصفا اس بانی اسلام نے ان میں بارہ نقباء حسب ذیل منتخب کئے تو قبیلہ خزرج میں سے تین
قبیلہ اوس میں سے بنی خزرج میں سے:۔ سعد بن زرارہ۔ براد بن مغرور۔ رافع بن خضیر بن مالک بن عجلان۔ سعید بن عب
سعد بن ربیع۔ عباد بن صامت بن عبداللہ۔ عمرو یا عبداللہ بن رواحہ۔ عبداللہ بن خرام۔ منذر بن عیر بن جس۔
بنی اوس میں سے:۔ ابوالہثم بن الیہان۔ اسید بن خضر۔ رفیع۔ سعد بن خثیمہ۔ ان سب کو مثل حواریان حضرت عیسیٰ
کنیل و کلیل دین کا مقرر کیا جنہوں نے کفالت مذکور منظور کی۔

قریش کی چٹائی

حضرت انصار کو

متفرق کر دیا۔

قریش کو بھی اس اجتماع و بیعت کی خبر لگ گئی وہ تلواریں لیکر چڑھ آئے۔ انکی آمد کی خبر پا کر انصار نے حضرت اجابت
مقابلہ و جنگ کی چاہی مگر اس متبع احکام الہی اور دور میں بنی نے ارشاد فرمایا کہ ابھی حکم جہاد باسید کا نہیں ہوا
تم لوگ سب قبل انکے پہنچنے کے مخفی طور پر تفرق ہو جاؤ چنانچہ سب متفرق ہو گئے۔ مشرکین پہنچے اور سیکو نہ پایا تو واپس

چلے گئے۔ یہ اس صلح نبی کی سبق آموز ہدایت و رائے تھی وہ دکھانا چاہتا تھا کہ وہ بغیر حکم الہی کچھ نہیں کر سکا و دوسرے یہ کہ غرض بعثت اس کی ہدایت خلق و اجماع میں انسان ہے نہ مقابلہ و جنگ تیسرے یہ کہ جہاد با نفس اول منزل اسلام کی ہے اس کے طے کر نیچے بعد جہاد با سیف کی قابل ہو سکتا ہے دنیاوی و مادیسی نقطہ نظر سے ہی ایسی حالت موقع پر جبکہ تعداد و موافق کی اس قدر قلیل و در حالت بالکل ابتدائی ہو اس سے بہتر کوئی تدبیر دوسرا نہیں ہو سکتی تھی اس وقت میں مقابلہ جنگ سے نہ صرف نقصان عظیم بلکہ اسلام کے خاتمہ کا باعث ہو جاتا ہے۔

جبکہ جو مشرکین کو اس بیعت کی کچھ زیادہ تحقیق نہ نظر ہوئی تو صنادید قریش بنی خزرج کے پاس گئے اور کہا کہ ہمیں سب سے کہتے تھے محمد سے بیعت کی ہے اور عہد کیا ہے کہ محمد کو ہمارے درمیان سے اپنے یہاں لجاؤ اور پھر ہم سے جنگ کر دو بنی خزرج میں سے جو لوگ بھی مسلمان نہ ہوئے تھے اور اس حال سے خیر تھے انہوں نے قسم کھائی کہ ہم کو اس اقلہ کی خبر تک نہیں۔ تب ہ عبداللہ بن ابی سلول کے پاس جو سردار قبیلہ تہلگئے چونکہ وہ بھی شریک بیعت نہ کیا گیا تھا اسے کہا کہ مجھے یقین نہیں ہوتا کہ میری قوم میرے مشورہ کئے ایسا کرتی چنانچہ قریش مطمئن ہو کر واپس چلے گئے۔ اور سب لوگ بعد فراغت حج و الہین متفرق ہو گئے۔

دوسرے روز قریش کو اس خبر کی پوری تصدیق ہو گئی۔ ان کی حلی خباثت نے اُہبار کہ انصار کے تعاقب میں چلے سعد بن عبادہ و منذر بن عمر آئے ہاتھ لگ گئے جبکہ پکار کر وہ لوگ کہ لے گئے اور اراذل کا کیا انگریز عقلمانی روکا اور کہا کہ ہماری تجارت کا بڑا تعلق مدینہ سے ہے مصیبت یہی ہے کہ انکو چھوڑ دو ورنہ ہر فتنہ پہیلے تب انکو چھوڑ دیا گیا۔ اب کفار قریش اور زیادہ درپے آزار حضرت اور مسلمانوں کے ہو گئے۔ تب حضرت نے باقی مائدہ مسلمانوں کو بھی حکم دیدیا کہ وہ مدینہ چلے جائیں چنانچہ یکے بعد دیگرے روانہ ہونے شروع ہو گئے۔ اب سب اول جسے ہجرت کی وہ مصعب بن عمیر تھے جو مدینہ سے واپس آئے تھے اور بقول ابوسلمہ بن عبداللہ یہ جو حبشہ سے واپس آئے تھے۔

سال چہارم بعثت یعنی ۴ھ

ہجرت نبوی از مکہ بجانب مدینہ علی کتبر رسول

حضرت ایک روز خواب یہ کہا تھا کہ آپ نے مکہ سے ایک نخلستان کو ہجرت کی جو درمیان دو نخلستان کے ہے جسکو حضرت مسلمانوں سے بیان کر دیا تھا۔ اب بعد ہجرت مسلمانوں کے کہ میں مخصوصین حضرت میں بقول روضۃ الصفا حضرت عائشہ اور ابو بکر کے کوئی نہیں رہا تھا اس امر کی کوئی خاص وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ابو بکر کیوں رہ گئے تھے ممکن ہے کہ کفار قریش جو

پاک فرید
جانب

ہجرت رسول بہائے

انکے قول کے یا کسی دروجہ سے انکے درپے آزاد نہ ہوتے ہوں۔ روضۃ الصفا نے اسکی ایک جگہ لکھی ہے کہ انکا یہی قصد ہر فرد کا تھا۔ مگر حضور نے اپنا یہی قصد ظاہر کر کے انکو تو قف کی ہدایت فرمائی تھی لیکن یہ وجہ اس سبب صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ حضرت بغیر نزول وحی کے کوئی قصد نہیں فرماتے تھے جیسا کہ حضرت کے ہر قول و فعل سے اب تک ظاہر ہوا پس حضرت قبل نزول وحی کے کیسے قصد فرمالتے اور اظہار قصد کرتے اور تعجب کہ حضرت فاروق کبر کیوں نہ روکے گئے جبکا تاریخ کچھ پہلے نہیں تھی کہ آخر وہ ہیں کہاں؟

صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ ابو بکر نے تہریر نہیں ڈاؤنٹ خریدے تھے ایک چار سو درم کو حضرت کیواسطے جو بروقت ہجرت بقول انکے ہی آٹھ سو درم میں حضرت کو دیا گیا (دوسرا اپنے واسطے اور انکو غذا وغیرہ دیکر تیار کیا گیا تھا) غالباً اسیدوجہ سے دو چندان قیمت ہو گئی ہو)

غرض قریش نے جب یہ کہا کہ دین محمد دن بدن ترقی کرنے لگا اور اصحاب حضرت رفتہ رفتہ سب مدینہ چلے گئے اور عجب نہیں کہ وہ وہی چلے جاویں و رسول انوں سے ملکر با مد اہل مدینہ مجموعی قوت سے ہمسایہ ہوں کریں تو بنی امیہ میں سے عقبہ شیبہ و ابو سفیان بنی نوفل میں سے طعیمہ بن عدی و جبر بن مطعم و حارث بن عامر و بنی عبد الدار بن مسعود و بنی ہاشم میں سے ابولہب و رہبت سے آدمی مقام دار الندوہ میں جمع ہوئے اور مشورہ کیا ہاشم بن عمر نے رائے دی کہ محمد کو گھر کے اندر محصور کر کے غذا وغیرہ کا سلا بند کر دیا جاوے بوجہ قلت غذا ہلاک ہو جائیگے۔ ابو بکر نے مشورہ دیا کہ مکہ سے بدر کر دیا جاوے مگر ابو جہل نے رائے دی کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی جو ان منتخب کیا جاوے جو ایک ایک تلوار لیکر رات میں حضرت کے گھر کے اندر داخل ہو کر سب یکدم وار کریں اور قتل کر دیں تاکہ انکا خون تمام قبائل پر تقسیم ہو جاوے بنی عبد مناف تمام قبائل سے مقابلہ تو کرے یکس گے خون بہا لینے پر راضی ہو جائیگے جو حصہ رسد ادا کر دیا جائیگا۔ یہ رائے مقبول و منظور ہو کر حبشہ شوریٰ بفرست ہو بنی ہاشم میں ابولہب آمادہ ہوا جس کی خبر آتی ہے۔۔۔ وادھیکر دیت۔۔۔ خیر الماکرین میں دی گئی ہے۔

کفار سمجھ رہے تھے کہ انکے ان خیالات اور ارادوں سے رسول خیر نہ ہوئے۔ وہ قانون الہی کو نہیں جانتے تھے جو رسول کا ہر ہادی تھا اور نہ انہیں رسول کے خیال کی قوت و نفوس کی اثر پذیری کی خبر تھی جسکو رسول نے اس قابل بنایا تھا کہ دوسرے کے خیالات کا صحیح انکاسا رہے ہو جائیا کرے یہ سب بات تھے جنہوں نے رسول کو سچی حالتوں کے امتیاز کی قابل بنادیا تھا اور وہ مختلف اثرات کو انکی اصل ہیئت میں دیکھتے اور سمجھ سکتے تھے عام اس کی کوئی واقف کار انکو مطلع کرے یا نہ کرے علاوہ اسکے قوت الہامی ہی انکی مرید تھی +

”ابن خلدون“ دو دیگر مورخین بھی لکھتے ہیں کہ رسول اپنے متعلق حکم باری کا انتظار کر رہے تھے کہ پیک ربانی نے ان کو کیا ظہار مشورہ تشریف حکم سنایا کہ اب آپ جانب مدینہ ہجرت کریں۔ خدا آپ کی حفاظت کرے گا۔

رسول حکم ہجرت کا

مشترکین خارجوں کا

محاصرہ

رات کو ہم آدھی شب مشورہ خود مکان رسول جمع ہو گئے کہ داخل خانہ ہو کر کام تمام کر دیں تاکہ یہ ہوئی تھی کہ رات میں ہی داخل خانہ ہوں مگر اب وہاں بوجہ محبت عرب غیرت خانہ دانی نہ گھر میں عورتیں بھی نہیں سکو گوارہ نہ کیا اور ہمارے یہاں کہا کہ رات بھر کو حفاظت کرنی چاہیے اور صبح کو داخل خانہ ہونا چاہیے تاکہ یہی ہاشم کو معلوم ہو جاوے کہ سب بے بقوت مجموعی یہ کام کیا ہے اور ہمت انتقام نہ ہو چنانچہ ارد گرد مکان کے سب جمع رہے۔ یہ شب اول ماہ بیع الاول کا واقعہ ہے۔

رسول اپنے شاگردوں

اپنے بستر پر ملتا ہے

اب جب رسول نے دیکھا کہ سازش نے عملی جامہ پہن لیا اور اب انھوں نے اپنے عزیز وطن میں ہمارے یہاں حکم ربانی کے پہلے راہ سے تھے اور اس خاک پر کمر سیدی کرنا جہاں نشو و نما پائی تھی ناممکن ہے تو حکم الہامی آمادہ ہوئے مگر اب غور طلب یہ امر تھا کہ کس طریقہ پر دشمنوں میں سے ایسے نکلیجائیں کہ انکو خبر نہ ہو اور وہ تعاقب نہ کر سکیں (بروایت روختہ الصفا) اب اپنے اس وفادار شاگرد علی کو پاس بلایا اور اشارہ کیا اعلیٰ آج رات میں مشترکین میرے قتل کا ارادہ کر کے گرد خانہ جمع ہو گئے ہیں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تم کو اپنی جگہ بستر پر سلا کر میں ہجرت کروں۔ لہذا تم میری سب سے چادر اڑھو کہ میرے بستر پر سو رہو خدا تمہاری حفاظت کرے گا۔ تاکہ دشمنو محو یہ معلوم نہ ہو کہ میں نہیں ہوں۔ یہ وفادار شاگرد اپنی جان کے تحفظ کی سب سے ذرا غفلت یا اسباب کے متعلق کچھ اطمینان کرنا نہیں چاہتا بلکہ سوال کرتا ہے تو کیا میرے ایسا کرنے سے آپ کی جان بچ جائیگی۔ جس کا جواب اثبات میں پاکر مطمئن ہوتا ہے کہ اسکے جان سے زیادہ عزیز مرنے کی کو اسکی قربانی محفوظ رکھ سکتی ہے اور نہ ہی اطمینان و مسرت کیساتھ چادر اوڑھ کر بستر رسول پر لیٹ کر سو رہتا تھا اور بقول ابن خلدون ”جناب موصوف حکم باری سے علی بن ابیطالب کو اپنی خواہش میں سلا کر مکان کے باہر آئے۔“ اشارہ اس مخدوش موقع پر رسول کا حکم بحال رہا ہے اور رسول سطرچ کھڑکی سے نکل گئے مگر حضرت داؤد (تنقید الکلام)

موت کی نزاکت علی

کا ایشارہ

واقعہ نہایت نازک و سخت امتحان کا وقت تھا ایسی حالت میں جبکہ دشمن تلواریں لیے جمع بین اور یہ بالکل قابل تفتیش کہ کفار رسول کے دھوکے میں آئے بچکر نکلیجائیں غصہ میں علی کو ہی قتل کر دیں اور پھر ایسی حالت میں جب کہ کوئی یار و مددگار بھی موجود نہیں جو وقت پر بچکر بچا سکے یا کچھ مدد دے سکے ایسی نازک حالت میں اپنی جان کو رسول کے اوپر اس طرح جان بوجھ کر قربان کرنے پر آمادہ ہو جانا علی جیسے بہادر کے قلب مطمئنہ کا ہی کام تھا اور یہی سرفروشی دیکھ کر پروردگار عالم نے بقول روختہ الصفا ”ومن الناس من يشري نفسه ابتغاء مرضات الله“ کا مصلحت تاج مقبولیت علی کو اسطے عطا فرمایا۔

اب رسول جرحہ للعالمین رسول سب کا غم و غصہ کے لوگوں کی حالت پر فاسوس کرتا ہوا اس سبب زمین کو لا معلوم مدت کیلئے دوزخ

ابن خلدون کا آمین

کتابہ جیکے راہ راست پر لائیے واسطے اُسے اپنی زندگی کو وہن اور اپنی راحتوں کو قربان کر دیا تھا۔ یہ دیکھنے کی بات ہے کہ اس زمانہ میں بھی کفار قریش باوجود یکہ اعتقادی صورت میں دشمن جانی تھے مگر سپر ہی اپنی امانتیں رسول کے پاس کبہ جایا کرتے تھے۔ اور یہ ہادی خلق باوجود اسکے انہیں کے ظلم و جور سے وہ اپنے عزیز وطن کو چھوڑ رہے مگر اپنے فضل و امت کو نہیں ہوتا اور اپنے معتمد شاگرد کو وہ امانتیں سپرد کر کے اٹھے واپس کرنے کی ہدایت فرماتا ہے۔

رسول اپنے پاک فام و مطلق پرہیزگار کے ہوتے سورہ نیس کی آیہ ”وَجْعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ سِدًّا وَخَلْفَهُمْ سِدًّا“ غاشینا ہم فہم کا یہ صوت کی تلاوت فرماتے ہوئے کھڑکی کی راہ سے دشمنوں کے درمیان ایسے نکل گئے کہ کسی کو قدرت الہی معلوم نہ ہو اگر اسی اشار میں کسی نے ان لوگوں سے کہا یا انکو کچھ نہ ہو گیا کہ محمد تو نکل گئے سب نے دیواروں پر جو تھوڑے دم نہیں جہاں کسکد و یکہ تلو بستر سالت پر انہیں کی سبز چادر اوڑھے ہوئے ایک شخص کو سوتا ہوا پایا جس سے انکو رسول کی موجودگی کا یقین ہو گیا۔

علی الصبلح مشرکین با شمشیر ہائے برہنہ بارادہ قتل حضرت نبویؐ و خلفائے ہونگے جنکا پیشرو خالد بن ولید تھا خوش تھے کہ آج امیدیں برآئیں گی۔ لیکن غفائے ان کی امیدیں استعجاب و یاس سے بدل گئیں جب انہوں نے دیکھا کہ بجائے رسول کے ایک نوجوان چادر سے منہ کھوکھ رہا بیت اطمینان کیساتھ دیکھ رہا ہے پوچھا گیا کہ محمد کہاں ہیں۔ فوراً جواب ملا تیسری سپرد نہیں کیا تھا جو مجھ سے طلب کرتے ہوئے نا تجربہ کار دل کے لیے یہ دہشت ناک وقت تھا جس میں ہر طرف خونیں چہرے ننگی تلواریں دکھائی دیتی تھیں یہ موقعہ کیسی طرح اس اطمینان کی امید نہیں لاسکتا تھا جو علیؑ سے ظاہر ہوا۔

مشرکین نے بروایت حیات القلوب روضۃ الصفیٰ انفعال مزین غصہ میں راہ دہ کیا کہ اس نوجوان کو گرفتار کر لیں مگر اس شیریں شہ شجاع علیؑ فوراً خالد پر ایک دم چھپ کر اسکی تلوار چپین لی اور مقابلہ پر آمادہ ہو گیا۔ ابولہب نے جب دیکھا کہ اب علیؑ کے پاس تلوار لگنی اب یہ آسانی سے قابو میں آنے والا نہیں اور محمدؐ نکل ہی گئے تو سب کو روکا اور کہا کہ بھوکا آپ سے کچھ مطلب نہیں اور سب ٹاپس چلے گئے علیؑ نے بھی چونکہ انکو اجازت جہاد کی نہ تھی تعاقب نہ کیا مگر اپنے اس دافض اور اسکی پوری تکمیل کی جو مسرت ان کو ہونی نہ ہوگی وہ ظاہر ہے۔

اس موقع کے متعلق مسٹر ڈیون پورٹ کی عبارت جو اسے اپنی مشہور کتاب ”اپالوجی فار محمدؐ“ میں لکھی ہے خالی از ہر چہ نہیں جو یہ ہے رسولؐ نے علیؑ کو اپنی جگہ سونے اور مشہور سبز چادر اوڑھنے کا حکم دیا۔ دیوار قد آدم اونچی تھی مشرکین اکثر دیکھتے تھے اور ایک شخص کو چادر اوڑھے ہوئے لیٹا دیکھ کر سمجھتے تھے کہ رسولؐ آرام کر رہے ہیں اور اکثر پتھر پھینکتے تھے جو علیؑ پر جاگرتے تھے مگر کے محاصرہ کے بعد قاتل دراز نہ گہر میں داخل ہوئے لیکن بجائے اپنے ہتھیار کے نوجوان علیؑ کو متانت اور یقین سے اس وقت کا منتظر

مسٹر ڈیون پورٹ کی تحریر
متعلق واقعہ ہجرت

دیکھا جو اسکے سردار کے لیے تجویز کی گئی تھی۔ اس قدر اظہارِ اخلاص نے ان فرشتوں میں حم پیدا کیا اور علی سے تعرض نہ کیا گیا۔ آسمان کا علی کا اطمینان اتنا نفسی واقعی کچھ نکاہی حصہ تھا جس کا نقشہ انہوں نے خود اپنے اشعار میں کینچا ہے جو ناظرین کی مزید چسپی کے لیے اعجازِ التزیل سے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ۛ

وقیت بنفسی خیر من وطی الحصى ومن طاف بالبيت لعیتق وبالبحر

(میں نے اپنی جان کی عوض اس عالی منزلت شخص کو بچا یا جو اپنے پتھر پونے کے روندنے والوں اور خدا کے پرانے گہر درج کا طواف کرنے والوں میں سے ہے)

رسول الله الخلق اذ مکر و ا به فحاجه ذوالطول لکرم من الملک

(خدا کے رسول کے ساتھ جب دشمنوں نے مکر کیا تو اسی نے جو بڑا قدرت والا ہے اور صاحبِ فضل و کرامت ہے اس کو ان کے شر سے بچا لیا)

فبات رسول الله في الغار آمنا موقی و فحفظ الاکاله و فی ستر

(پس رسول خدا نے اس طرح غار میں امن سے رات کاٹی کہ دشمنوں سے محفوظ اور خدا کی حفاظت اور اسکے حجابِ قدرت میں رہے)

اقام ثلاثا ثم زمت قلايص قلايص فخر بن الحصى ایت صافری

(تین دن وہاں ٹہرے پھر ناقوس کو ہماری دگمیں جو ایسے تیز رفتا رہتے کہ حضرت چلتے یہی تپڑا دوڑ کر نیکو روندتے چلے جاتے تھے)

وبت امر اعيه مقي ينشر و نفي فقد وطنت نفسي على القتل الاکسر

(اور میں نے دشمنوں کے انتظار میں رات کاٹی کہ کب وہ مجھ پر حملہ کرنے میں درجہ زخمی یا گرفتار نہ کر سکے کیونکہ بے خبر قتل و قید سے ڈرنا میری عادت ہے)

اردت به نصر الاکاله تبتلا واضمرت حتى ادست في قبر

(میں نے ہر چیز سے قطع نظر کر کے محض خدا کے دین کی امداد کی نیت سے کیا اور آئندہ بھی یہی ٹھان لی ہے جب تک کہ قبر میں بحیمہ لگا کر نہ لٹیوں)

اشعار مذکورہ بالا میں واقعہ کی نقاشیِ فضل و کرامت والے خدا کے لشکر اور اپنی حلی شجاعت ظاہر کرنے کے علاوہ آخر کا شعر

جسکے اور اشعار مقدمہ تھے مصنف کے ناقابلِ مثال تیار پر روشنی ڈالتا ہے جس میں ظاہر کیا گیا ہے کہ میں نے کسی غرض کے

اپنے کو فدیہ نہیں بنایا تھا بلکہ میری نیت محض دینِ خدا کی حمایت تھی ایک ہادیِ برحق کے لیے سامانِ ہلاکت دیکھ کر اپنے کو قربان

کیا تھا کہ وہ خالق کی ہریری کی واسطے زندہ رہے اور صرف یہیں پر اس عملِ خیر کی انتہا نہیں ہو جاتی بلکہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ

آئندہ بھی یہی ٹھان لی ہے جب تک قبر میں بحیمہ لگا کر نہ لٹیوں" کیا یہ محض شاعرانہ مبالغہ و تخیلات تھے؟ نہیں بلکہ ناظرین

دیکھیں گے کہ اس مجاہد کی عمر کا ہر لحظہ اس کا پورا ثبوت دیتا ہے ۛ

بروایتِ حیاتِ القلوب۔ رسولِ مشرکین سے ٹکڑے پیدل جانبِ مدینہ روانہ ہوئے۔ بروقت روانگی راستہ میں اتفاق سے

ابو بکر ملے اور مستفسر ہو کہ رات میں آپ کہاں جاتے ہیں وقتِ نازک تھا افشار میں اندیشہ تھا بصلحت انکو بھی ساتھ لیا

اشعار علی پر سرسری نظر

رسول غار ثور پر پہنچے

گیا۔ اور بروایت ہند بن ابی مالہ بھی راستہ میں ملا تھا وہ بھی ساتھ لے لیا گیا تھا۔ غار ثور پر پہنچ کر ابو بکر کو رسول نے غار کے اندر ساتھ لے لیا اور ہند کو بغیر منہ انجام دہی چند امور ضروری لوٹا دیا رجو غالباً اسی محمد کے پاس بغیر منہ نظام سواری وغیرہ بھیجا گیا ہو گا جسکو بستر پر چھوڑا گیا تھا۔

اس مقام کا حال صاحب روضۃ الصفا نے حضرت عائشہ کی روایت لکھا ہے جبکہ عمر اس وقت میں ۸ یا ۹ سال کی تھی تبھی کہ قرطاس والی روایت حضرت ابن عباس کی مولانا شبلی کے نزدیک سوجہ سے غیر معتبر ہو کر انکی عمر اس وقت ۱۱ سال کی تھی اور حضرت عائشہ کی ۸ سال کی عمر کی روایت ایسی معتبر ہو جائے کہ تاریخ میں مندرجاً دے جو یہ ہے کہ حضرت اس رات کو میرے باپ کے گہرائے اور سب حال تہیہ قریش و حکم ہجرت وغیرہ کا بیان کیا۔ ابو بکر نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔ ان دونوں دنوں میں سے ایک آپ قبول فرمائیں حضرت نے فرمایا کہ میں تقبیت لے سکتا ہوں یہاں پر حسب روضۃ الصفا لے ایک ٹکڑا دو سروں کی روایت کا بھی درج کر دیا ہے کہ بعضوں نے کہا ہے کہ ابو بکر نے آٹھ سو دو سو کو اونٹ خرید لیا تھا چنانچہ آٹھ سو دو سو حضرت نے ادا کئے۔ اور دونوں سواری ہو کر چل دیئے اور غار ثور پر پہنچے ابو بکر نے غار کے اندر جا کر سو رنخ کپڑے سے بند کئے ایک سو رنخ بگیا تھا اس پر اپنے پیر کا انگوٹھا رکھ دیا وہاں سانپ تھا جس نے ابو بکر کے کاٹ لیا۔ حضرت نے اپنا لعاب دہن لگا دیا جس سے زہر کا اثر نہ ہوا۔ تب حضرت بھی غار میں پہنچ گئے۔ اونٹ عبد اللہ بن اریطہ طمی کو اجرت پر چرنے کو دیدئے اور اس سے کہہ دیا کہ تیسرے روز صبح کو اونٹ لے آنا۔ تین رات وہاں مقیم رہے عبد اللہ بن ابی رواحہ بوقت شب جا کر تمام اخبار قریش کے پہنچا آتا تھا اور عامر بن فہیرہ چرواہا و آزاد کردہ ابو بکر جو سلمان ہو گیا تھا دودھ وغیرہ کی غذا پہنچا آتا تھا اور بروایت شیخ طوسی و طبرسی حضرت علیؑ آپ کو کہانا وغیرہ مخفی طور پر پہنچاتے تھے اور تیسرے روز اونٹ اور راہبر بھی انہوں نے ہی بھیجا کہ آپ کے پہنچائے تھے حضرت عائشہ والی روایت میں حسب ذیل مور قابل غور میں ہے۔

اول یہ کہ انہوں نے برس کی لڑکی کو بیرون خانہ کی باتیں تفصیل سے کیسے معلوم و محفوظ رہیں گزریو علم باپ تھے تو روایت ان سے ہی کیوں نہ منسوب ہوئی۔ دوسرے یہ قیاس میں نہیں آتا کہ رسول اللہ اس طرح مخفی طور پر تو دشمنوں سے نکلیں جو ان کے قتل پر آمادہ تھے اور پھر آبادی کو ابو بکر کے گہرائیں۔ جہاں جانے میں سخت احتمال تھا کہ راستہ میں کوئی ملجائے اور مخالفین کو خبر دیدیتا ہے۔

تیسرے مکان ابو بکر میں اتنی دیر قیام کہ واقعات بیان کئے گئے۔ ابو بکر نے تہیہ سفر کا کیا! اونٹوں کی خرید کی گفتگو ہوئی۔ قیمت آٹھ سو دو سو ادا کئے گئے دگوا رسول اللہ گہرے مال دولت یا رقم کثیر ساتھ لیکر نکلے تھے کہ فوراً آٹھ سو دو سو قیمت ادا کر دی گئی، ایسے نازک وقت میں یہ سب قیام و باتیں کسی پر خطر خلاف دور اندیشی ہیں۔ یہ بھی خلاف قیاس ہے

روایت عائشہ رضی اللہ عنہا

روایت طوسی طبری

روایت عائشہ پر
نظر غور

کہ ابوبکر چار گن خرید کر دے اونٹ بروایت روضۃ الصفا اٹھ سو میں حضرت کو دیتے ہیں۔
چوتھے ایک یا دو شخصوں کا پیدل مخفی طور پر نکلیا تا تو زیادہ دشوار نہیں ہے۔ البتہ دو دو آدمیوں کا اونٹوں پر سوار ہو کر
آبادی میں سے اس طرح نکلتا کہ کسی کو خبر نہ ہو ایک دشوار امر ہے۔

پانچویں اگر فی الواقع اسی وقت اونٹوں کی سواریاں موجود تھیں اور وہ پہلی سی کہ اٹھ اٹھ سو درم کی قیمت کی جو یقینی
تیز رفتاری ہو گئی پس اسے سواریوں کے ہوتے ہوئے غارتوں میں دشمنوں سے لے کر نزدیک چھپنے کی کیا ضرورت تھی رات
ہی رات میں اسے اونٹوں پر بہت دور پہنچ سکتے تھے۔

چھٹے عبداللہ بن ابی اسحق کہاں سے پیدا ہو گیا کہ اونٹ اسکی سپرد کر دیئے گئے اور پہلے شخص پر جو اس وقت تک
مسلمان ہی نہ ہوا تھا کیسے اطمینان کر کے اسکو اپنا مقام اور زمانہ قیام بھی بتلا دیا گیا کہ مخالفین کو خبر دے دے۔
ساتویں تین روز کا قیام غار کیسے پہلے سے تجویز کر لیا گیا اور کیوں تجویز کیا گیا جبکہ بوجہ قرب دشمن ہر وقت اندیشہ
سرخ چل جائیگا ہو سکتا ہے اور کیوں نہ اسی رات میں یا دوسرے روز ہی جلد از جلد مقام مخدوش سے نکل گئے۔
آٹھویں عبداللہ بن ابی رواحہ و عامر بن فہیرہ کو کس ذریعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت یہاں پوشیدہ ہیں کہ وہ کھانا و اخبار پہنچا
آتے تھے کیونکہ رسول اللہ ابوبکر جو ساتھ آئے تھے بدستور غار میں رہے اور کوئی ساتھ نہ تھا اور ایسے طرحوں اور کم خفیت
اشخاص کو ایسے راز سے مطلع کرنا جس میں دشمنوں کا اور وہ بھی کسی جانیں خطرہ ہو۔ دورانہ پیشی کے خلاف جو ذرا سی سختی
واللہ کے سے افشار راز پر مجبور ہو سکتے تھے۔

نویں سانپ کے کاٹنے اور لگانے ہن لگانیکا قصہ بھی قیاس میں نہیں تاکہ ایک بنی مرسل کے جو حکم الہی غاریں مخفی ہو
رہا ہوا جس کی حفاظت کیواسطے کڑی جالاتن دے پڑے نہ کہ ہنسلا کہ لکڑی کے دیسے غار میں داخلہ کی وقت سانپ میں
رہ جائے اور اسکے ساتھی کو کاٹ لے جس کی چنچ پکار سے دشمنوں کو خبر ہو جائیگا اندیشہ اور رسول کی جان کی ہلاکت کا خطرہ
ہو اور رسول کیا بلکہ خدا کو کاٹتے ہیں کہنے کی ضرورت پڑے نہیں معلوم ہوتا کہ اس سانپ کے کاٹنے سے خدا کی کیا
مصلحت تھی عجب نہیں کہ تہدید کا قہقہہ کے واسطے عذر پیدا کرنے یا آشوب چشم کے موقع پر لعاب مہن لگانے کے جواب
کے واسطے یہ قصہ وضع کیا گیا ہو۔

بہر حال ان جملہ امور پر غور کر کے صحیح رائے قائم کرنا ظن کا کام ہے۔ تاریخی بے تعصبانہ نگاہ بتلاتی ہے کہ ضروری نہ تھا
نازک وقت رسول کیواسطے تھا اسوقت کی ذرا سی غفلت یا بے احتیاطی رسول کی جان کو خطرہ ہلاکت میں ڈال سکتی
تھی حضرت نے نہایت دورانہ پیشی احتیاط سے کام لیا ہو گا۔ قرن قیاس بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت بوجہ پیدل ہونے

واقعہ پر تاریخی نظر

کہ جس میں بحالت تعاقب دشمن کی گرفت کا اندیشہ تھا حضرت غار میں مخفی ہوئے اور ہند بن ابی ہالہ کے ذریعہ سے علی کو اپنے جائے قیام سے اطلاع دیکر سوار ہوئے بندوبست کو کھلا پہنچا ہوگا اور واقعی اسکے واسطے علی جیسے حکم و مضبوط رازدار کی ہی ضرورت تھی کیونکہ خفیہ طور پر سوار ہو کر اور رہبر کا بندوبست کرنا اور موقع تک اس طرح پہنچانا کہ دشمنوں کو خبر نہ ہو کوئی معمولی کام نہ تھا کہ کسی غیر معتمد آدمی کی سپرد کیا جاتا یا سیوجہ سے اس میں تین روز لگ گئے اور تین روز غار میں حضرت مجبوراً قیام کرنا پڑا معلوم ہونے پر غزا وغیرہ کا پہنچانا بھی علی کو فرض ہوا ہوگا جیسا کہ بروایت طبری نہیں ہے ہی اسکو پورا کیا ہے۔

درخت کھڑی جالا تھا
اور پرندے اڑتے تھے

بہر کیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غار میں مخفی ہو گئے اور ایسی حقیقت سے غار کے اندر داخل ہوئے کہ وہاں غار پر جو درخت مغمیاں تھا اور جہاں طیائیں جن میں کسی پرند کا آشیانہ تھا اور جس میں سکے اٹھ سے رکھے تھے اور کھڑی کا جالا تھا وہاں اس میں کچھ تغیر پیدا نہ ہوا جس کی نسبت روایات فریقین سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعد داخلہ حضرت کے بذریعہ اعجاز بہر سبب دعا سے حضرت کے حکم خداوندی کو ایف پیدا ہوئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعد داخلہ ہی یہ کیفیت پیدا ہو گئی ہوں کیونکہ کھڑی بہت جلد جالاتن لیتی ہے اور پرند بھی بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اٹھ سے دینے سے کچھ قبل ہی کچھ تنکے وغیرہ رکھ کر اٹھا دیدیتے ہیں۔

مشرکین کی درغازنگ
تلاش ابوکر کا گریہ و رونا
کی تہدید

اب مشرکین نے رسول کو بستر پر نہ پا کر اپنی کوششیں ختم نہیں کیں بلکہ اس ناکامی سے اور زیادہ مشتعل ہو کر ہر جہاں جانب تلاش شروع کی باوجود اس کے کہ مشرک انعام شہر کیا کہ جو شخص محمد کو قتل کرے گا اسکو دیا جائے گا جو کوئی انعام نہ تھا اور ایک شخص ابوکر نامی کو جو بذریعہ نقش قدم کہوں لگانا جانتا تھا ساتھ لیکر کچھ لوگ یہ تہہ لگائے چلے ابوکر نے کہوچ پر درغازنگ لے آیا جس کے آگے نقش قدم اسکو نہ ملا تو اس نے بتلادیا کہ تمہارا مظلوم ہائے گئے نہیں گیا یہیں غار میں ہوگا (بروایت روضۃ الصفا) ابوکر نے اندر غار سے یہ باتیں سکر (خوف دشمنان) اور ناشروع کیا کہ جسکو بہر سبب اندیشہ جان حضرت ظاہر کیا گیا ہے جس پر رسول کو بموجب حکم الہی تہدید پہنچا پڑا کہ کاشحق ان اللہ معنا روئے بیوموت خدا ہمارے ساتھ ہے) قریش نے جو درخت سر غار پر آشیانہ و بیضہ مرغ اور کھڑی کا جالا ثابت دیکھا تو اس خیال سے کہ اگر کوئی غار کے اندر جاتا تو جالا ضرور ٹوٹ جاتا اور بیضہ مرغ گر جاتا ابوکر کی بات کا یقین نہیں کیا اور بلا غار کے اندر تلاش کئے اور پہنچا آئے تیسرے روز درود بر دیتے چوتھے روز اسی معتمد شاگرد نے بندوبست کر کے تین دنٹ سوار کیے ایک رسول اللہ کے لیے ایک ابوکر کے واسطے اور ایک ماہر کھڑی واسطے پہنچائے اور ایک شخص عبد اللہ بن ارقیط راہبر ہم پہنچا یا جو گو اس وقت تک مسلمان نہ ہوا تھا مگر اب رسول اللہ کے آثار و اخلاق دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

روانگی رسول غار سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رینگ الاول کو اونٹوں پر سوار ہو کر یہ رہبری راہبر نے نظر احتیاط غیر متعارف راستہ سے روانہ کیا اور رسول دشمن پر رحم کیا

وہ طبع انعام فوراً آگیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر تعاقب میں روانہ ہوا جب وہ تلوار لیے قریب قافلہ رسول پہنچا تو دوبارہ حضرت ابو بکر چلائے کہ اب ہم قتل ہوئے۔ رسول نے فرمایا ڈرے کیوں جاتے ہو خدا ہلکے بچا لینگا (تفہیم الکلام)

(مؤلف) یہ دوسرا موقعہ کمزوری قلب ابو بکر کا ہے جو کتب اہلسنت سے ثابت ہے اور یہ بعد نزول اس سکینہ کے ہے جس پر ٹاٹھڑ کیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ نزول سکینہ نے ہی جو دراصل رسول کو واسطے تھا کوئی اطمینان قلب حضرت ابو بکر کا نہیں کیا۔ سرترا گیا مگر اتفاقاً یا باعجاز رسول سکے گھوڑے کے دو پیریز میں دھنس گئے۔ ہر چہ اسے کوشش کی نہ نکلے۔ رسول کی قوت نفس نے اسکو دوڑا رکھا جس سے اس پر ہیبت رسول طاری ہوئی اور حضرت سے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ کسی کو اس حال سے آگاہ نہ کیا جائے۔ بہت آسان تھا کہ مرعوب دشمن ہلاک کر دیا جاتا مگر رسول تمام کے لیے نہیں پیدا ہوئے تھے مجسم رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے شان کرمی دکھائے گی۔ عہد قبول کر لیا گیا۔ دعا کی گئی گھوڑے کے پیریز میں سے نکل آئے اسکو ایک امان نامہ بھی دیدیا گیا اور آپ آگے کو روانہ ہوئے سرترا واپس مکان آیا۔ اور بعد عہدہ جنین بمقام جہانہ حاضر خدمت ہو کر خدمت

باسلام ہوا۔

وہ واقعہ اور اثنا سفر میں گذرے جنگو تاریخ سے سیکھ کر تعلق ہے وہ حسب میل ہیں۔

اثنا راہ میں خیرام معبود پہنچ کر حضرت کو کچھ خواہش پٹ طعام کی ہوئے اس سے بقیت طلب کیا گیا۔ کچھ موجود نہ تھا۔ خیرام بکری لاغری نہ ہی تھی جو دو دھ نہیں تھی تھی حضرت نے باجائے اس کی بکری کو دو دھ کافی لگا لیا جس سے حضرت سیر ہو گئے اور کچھ بچ رہا حضرت ہاں سے روانہ ہو گئے جسکے بعد اسکا شوہر گل سے واپس آیا اور زوج کی زبانی تعجب انگیز حال منکر تھی زیادہ حضرت کا ہوا یہ دونوں زن شہر مدینہ آکر شرف باسلام ہوئے۔ ام مہدی کی روایت ہے کہ وہ بکری ٹھہرا رہا سال تک زندہ رہی اور بار دو دھ دیتی رہی بزمانہ خلافت عمر بن خطاب مری۔

دوسرا واقعہ بریدہ بن الحبیب الاسلمی کا ہے کہ وہ بھی اخبار ہجرت رسول انعام قریش سکری طبع انعام آدھیوں کی جماعت کے تلاش میں نکلا تھا۔ مگر حضرت ملاقات ہونے پر حضرت کے اخلاق کریمہ دیکھ کر اور کلام ربانی و عقاید اسلامی سکرمہ ہر ایمان مسلمان ہو گیا اور اپنی دستار کو پہنا کر اور نیزہ پر باندھ کر بطور علم ہاتھ میں لیے ہوئے حضور کے آگے چل کر مدینہ تک آیا۔ یہ سال بوجہ ہجرت رسول غار سنہ ہجری کا موسوم ہوا جو اس سال کے ابتدا محرم سے شمار کیا گیا۔

ورود حضرت بمدینہ علی کا انتظار

جس روز سے خبر ہجرت رسول مشہور ہوئی تھی مسلمانان مدینہ ہر روز بیرون مدینہ برائے استقبال آتے تھے اور واپس جاتے تو ہر جگہ چرچہ تشریف آوری بادی برحق کے تھے مسلمانوں کے اشتیاق کی کوئی حد نہ تھی کہ ہر روز دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول سنہ

واقعہ اثنا راہ مدینہ

واقعہ اسلام البرہہ ہجرت

واقعہ تعاقب بریدہ بن الحبیب

اسلام

آغاز سنہ ہجری

تشریف آوری رسول

بجلا حشرہ و فایام حلیہ قبا

سواری رسول نزدیک مدینہ پہنچی خبر پاکر مجمع کثیر جوان و سمن اطفال کا مسلح ہو کر بغرض استقبال رسول اللہ کے پہنچا اور بالاکوہ ہی مشرف بہ زیارت و قدوسی ہوا عجیب طرح کی مسرت اہل مدینہ کو تھی اطفال مارے خوشی کے دف بجایا کرتے تھے
 ظلم البدن علینا من ذنوبات الوداع : وجب الشکر علینا ما داء اللہ الدلح : وایھا المبعوث فما
 حیث باکھڑا لطاع = ہر قبیلہ متمنی و ملتی تھا کہ مشرف قیام اسکو عطا ہو مگر یہ قدر دان رسول کیسے اپنے اوپر اس جان
 نذا کرنے والے کے بغیر جسکو دشمنوں کی تلوار میں اپنے بستر پر چھڑا دیا تھا جس کی خبر خیریت سے تو وہیں ملے ہو چکا تھا اس
 شاندار داخلہ و جلوس استقبال کی مسرت اٹھاتا اور کیسے بلا اپنی جان سے پیاری بیٹی فاطمہ کے جسکو مجبوراً چھوڑنا پڑا تھا بھرت
 اپنے پاس پہنچے ہوئے کوئی مسرت اسکو مسرت معلوم ہوتی ارشاد ہوتا ہے کہ جب تک علی فاطمہ مکہ سے نہ آجائیں گے میں داخل
 شہر مدینہ نہ ہونگا جن کی طلب کیواسطے رسول قبل پہنچے۔ ذرا مدینہ کی معرفت ابو وقادیشی کے خطر دانہ فرما چکے تھے جس میں
 سخت تاکیدیں تحریر فرمادی تھی اہل مدینہ تو اس معقول اندر پر خاموش رہے مگر بقول روئے الصفا ابو بکر نے عرض کیا کہ
 مردمان مدینہ بہت شتاق میں حضور داخل مدینہ ہوں علی ہی آجائیں گے۔ لیکن رسول نے اس پر کچھ توجہ نہ کی اور بقول نہ
 فرمایا اور دہنی جانب کو حیطہ محلہ قبا پر وں آبادی مدینہ آباد تہا رخ فرمایا اور وثاق کلثوم یا کلثوم بن اہدی یا ہم میں
 فروکش ہو گئے اور بقول بعض منزل ابو سعید خدری میں فروکش ہوئے بعض نے بخاندن عمرو بن عوف ہی لکھا ہے مگر تاخرین کی تحقیق
 وہی ہے جو اول ظاہر کی گئی لیکن نشست حضرت کی محل مرثیہ ابو سعید خدری میں یہی آتی ہے۔ مگر ابو بکر حضرت علیؓ پر مدینہ میں چلے
 گئے روئے الصفا اور مقام سرخ کے قبیلہ بنی حارث میں مکان حبیب بن اسد مقیم ہوئے (یہ پہلا تعلق ابو بکر کا رسول کیساتھ تھا)
 چند روز جب تک رسول محلہ قبا میں مقیم رہے بنیاد مسجد قبا کی ڈالی اور اس کی تعمیر کا اہتمام کیا اور یہ اول مسجد جو مدینہ
 میں تعمیر ہوئی جیسے وصف میں خداوند عالم فرماتا ہے مسجد اسس بدینا نہ علی التقویٰ الایہ۔ یہاں پر حضور کے پاس
 مسلمانان مدینہ کا ہر وقت ہجوم رہتا تھا۔ قبا اہل بنی خزرج و اوس کے بت اکثر توفیقاً مقرر شدہ نے آکر توڑ دیئے تھے اب حضرت
 کی تشریف آوری پر سعد بن ربیعہ و عبد اللہ بن رواج نے گشت کر کے تمام بت جو انکو کہیں پر ہی تھے توڑ دیئے +

رسول نے وفادار شاگرد
 کا انکار کرتے ہیں

یہ مسجد قبا بنی حارث
 مدینہ

علی نے رسول کی
 امانتیں ادا کیں اور
 مکہ روانہ ہوئے۔

رسول کی روانگی غار سے تین روز کے اندر علی نے حسب ہدایت رسول تمام امانات مردمان مکہ کی ادا کیں کہ ابو داؤد
 فرستادہ رسول خط طلب لیکر پہنچا علی نے جو ایک دو مسلمانوں میں کہیں گئے تھے ان کو بھی ہجرت کرنے اور مقام اذی طوسی
 میں جمع ہو کر کہا اور خود مع جناب فاطمہ زہرا و دختر رسول فاطمہ بنت اسد اور خود فاطمہ دختر زبیر بن عبد المطلب امین پر اسم امین
 ابو داؤد قاصد رسول کے مکہ سے باہر آئے عورت کو محمولہ نہیں دٹوں پر سوار کرایا خود پیادہ روانہ ہوا و واقعہ نے دشمنوں کے خوف سے
 اونٹوں کو نیز باجکا علی نے کہا اے ابو داؤد عورتوں پر رحم کر اونٹوں کو آہستہ لچل دے کہ فرود ہوتی ہیں۔ ہموار استول اونٹوں کو لچھے۔

قریش کا حملہ علی کی
بہادری

علیؑ خدا اور جزیرہ پرستے جاتے تھے۔ قریش کو معلوم ہوا تو اُنہٗ آدمی مسلح ہو کر نئے تعاقب میں روکنے کیلئے پہنچے جبکہ سرِ اہلِ ح
یہلو ان غلامِ حارث بن اُمیہ تہا جو مقام صحبان پر قریب قافلہ علی کے پہنچ کر سدا رہا ہو۔ بہادر علی نے اونٹ رکوا دیئے اور تلوار لیکر
دشمنوں کے مقابل ہوئے۔ جنگ نے علی پر تلوار کا وار کیا جسکو علی نے خالی دیکر اس پر وار کیا جس کا نشانہ کٹ گیا اور پہرہ و رون سہا گیا
وہ سب بھاگ گئے اب اس شیرِ غضبناک نے اپنے جلال میں پکار کر اُنے کہدیا کہ اوکس کی کو اپنی جان عزیز نہ ہو وہ اکر ذریت
رسول کو روکے اور اپنی جوشِ شجاعت میں اسی مقام صحبان میں قیام کر دیا۔ پہرہ کی ہمت نہ ہوئی اور وہ قافلہ منزل منزل
قیام کرتے اور نمازیں پڑھتے قریب مدینہ پہنچے پتا انا نیکلو پیڈیا میں لکھا ہے کہ ہجرت کے بعد تین علیؑ مکہ میں رہے کہ جو
چیزیں رسول کے پاس ماننا رکھی تھیں انہیں واپس کر دیں۔ علیؑ خود فرماتے ہیں کہ میں بھی یعنی رسول کی تلاش میں روانہ ہوا۔
ایک ایک منزل میں پ کی خبر دریافت کرتا تھا کہ منزل عرج سے آپ کو پایا (ترجمہ نخب الملائکہ)

علیؑ مع قافلہ مدینہ پہنچے

اب پریشاں قریب زیارت رسولؐ کو پہنچنے والے سے شاید اپنی عمر میں پہلی مرتبہ کئے روز کیلئے جد ہونیکا موقع ملا تھا۔ تب اہلِ ح
حضرتِ مقیم تھے مع قافلہ کے گیا جہاں پڑے پیر کو ہمت نے آگے بڑھایا۔ رسول کو اس قافلہ کی آمد کی خبر یا کر جس قدر خوش ہوئی
وہ اس ظاہر سے کہ رسولؐ خبر یا کر خود استقبال کو بڑھے تھے قریب پہنچے پر اپنے فدائی کو گلے لگا لیا رسول کے دستِ شفقت نے
اس کی تمام تکلیفیں بھلا دیں بقولِ روضۃ الصفا پر وئے زخمِ پیرِ دستِ مبارک پیر اور دعا فرمائی شفا ہو گئی۔ اپنی تخت جگہ فاطمہ
کو جو مفارقت پدر میں بچپن ہی سینہ سے لگایا حضرت کے پہنچنے سے ۱۲ روز و لہو سے ۱۴ روز بعد یہ قافلہ مدینہ پہنچا تھا۔

داخلہ حضورؐ در مدینہ

آپ اس قافلہ کے پہنچنے کے بعد رسولؐ نے بروز جمعہ ندر دن مدینہ داخلہ کا قصد فرمایا جبکہ اعلان ہوئے پر ایک سوچ سہا
کا جمع ہو گیا عجب یومِ مسرت اہلِ مدینہ کا تھا۔ رسولؐ نے اپنے جانثار شاگرد علیؑ کے ماتہ پر سوار تھے اہلِ مدینہ فوج فوج جلو
میں تھے صیغہ و کبر جوشِ مسرت میں گاتے جاتے تھے کہ نخر جوارِ من بنی الجار و من خند محمد و من جار
ہر شخص مہارنا حضورؐ کی کہنے لیتا تھا اور چاہتا تھا کہ حضورؐ کے یہاں مقیم ہوں مگر واہ سے فیصلہ کرنے والے رسولؐ !!
ارشاد ہوتا ہے کہ مہارنا قہ کی سب چوڑو وہ منجا نب لہ نامور ہے جہاں خدا کا حکم ہے بجا نیگا۔ فیصلہ لیا تھا کہ کسی کو قدر
دانشا الہی پر راضی ہونے کے سوا چارہ نہ تھا۔ مہارنا قہ چوڑو دی گئی۔ ناؤ حضورؐ اول دروازہ مسجد بنی سالم بن عوف پر رکھا جو انہ
نے پہلے سے تعمیر کرائی تھی یہاں تر کر رسولؐ نے نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ پڑھا۔ پیر سوار ہوئے تو ناؤ حضورؐ اس مقام پر رکھا
جہاں اب مسجد نبوی ہے اور حضورؐ نے فرمایا کہ یہ میرا مقام ہے پیر وہاں سے چلا کر ایک مقام پر جا کر رک گیا جہاں سے مکان
خالد بن زید عرف ابوالیوب نصاری کا قریب تھا ابوالیوب نے خوش ہو کر اسبابِ حضرت کا لینے گھر میں لایا اور حضورؐ کو فروکش کیا

داخلہ حضرتؐ در مدینہ
و قیام ابوالیوب نصاری

میں تھے ایک قافلہ کے ساتھ عرب کو آئے تھے اہل قافلہ نے انکو قریب مدینہ ایک شخص کے ہاتھ بطور غلام فروخت کر دیا تھا۔ خدمت حضور میں حاضر ہو کر مسلمان ہوئے حضرت معاوضہ واکر کے انھاس کی غلامی سے آزاد کرایا تب سے یہ برابر خدمت حضور میں حاضر رہا یا یہ صادق جانتا حضرت تھے کہ حضرت انکی نسبت فرماتے تھے کہ ”مسلمان صنا اھل البیت“۔

عقد مواخاۃ علی کو رسول نے اپنا بھائی قرار دیا انتخاب گہری نظر

اب آپس میں خلاص تعلقات قوی کرنے اور ایک صورت اتحادی دینی قائم کرنیکی غرض سے حضرت نے ہاجرین انصار میں ہم عقد مواخات قائم فرمایا یعنی ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ ہاجرین کا ہاجرین کیساتھ اور انصار کا انصار سے۔ چنانچہ ہاجرین میں :- ابو بکر کا عمر بن خطابؓ، طلحہ کا زبیر سے، عبد الرحمن بن عوف کا عثمان بن عفانؓ، ابو عبیدہ جراح کا سعد بن معاذؓ، انصار میں :- ابو بکر کا خارجہ بن زید سے، عمار بن بشیر کا ثابت قیس خزرجیؓ، زبیر بن عوف کا سلمہ سے، طلحہ بن عبیدہ کا کعب بن مالک سے، مصعب بن عمیر کا ابوالیوسفؓ، ابو حذیفہ بن عتبہ کا عمار بن یاسر سے، عبد اللہ بن جحش کا عاصم بن ثابت سے۔ ارقم بن ارقم کا ابی طلحہ سے عثمان بن مطعون کا ابوالہشتم بن البتہان سے۔ سلمان فارسی کا ابو دراسہ غرض قریش ہاجرین وہم انصار کے درمیان یہ عقد مواخاۃ باندھا گیا کہ ایک دوسرے کی ہر طرح امداد کریں اور ایک دوسرے کی میراث بھی پائیں مگر میراث پانے کا حکم بقول روضۃ الصفا بعد غزوہ بدر کے آیتہ الولا کا احجام ... الخ سے منسوخ ہو گیا لیکن دیکھنے کی بات یہ ہوئی کہ علیؓ کو کسی کا بھائی نہ بنایا، موقعہ علیؓ کے سوچنے کا تھا کہ کیا وجہ کہ رسولؐ نے اسمو قعہ پر جبکہ وہ اسلامی مفاد کی واسطے ایک فعل جماعت کے قوی کرنے اور باہم خوشگوار تعلقات قائم کرینکو کر رہے ہیں ان کو کیوں نظر انداز کیا؟ اس پر فرسودہ ہونا علیؓ کی سچی اسلامی محبت کی واسطے فطری مرتبہ طبیعت شناس نبیؐ نے دیکھ لیا۔ اور مسرور کر علیؓ سے مسبب فسر دگی دریافت کیا۔ میطع شاکر نے گردن جھکا کر جواب دیا یا رسول اللہؐ کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ کسی کا بھائی بنایا جاؤں؟ اب اس استنار کا راز کھلتا ہے اور رسولؐ فرماتے ہیں یا علیؓ تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے (تاریخ الاسلام) اب غالباً اس فسر دگی کے عوض علیؓ سے زیادہ خوش ہونیوالا کوئی نہ ہو گا۔ دعوت عشرہ کے روز کا لفظی اعلان و اس وقت کا علیؓ اظہار بلکہ دنیا کے علاوہ آخرت کی ترقی کیساتھ تعلقات و محبت کی گہری خبر کا پتہ دیتے ہیں۔ کیا یہ رسولؐ کا طبعی نظر کا عمل تھا یا اتفاقی قرعہ تھا کہ جسکا جسکے نام کیساتھ آگیا بھائی بنا دیا گیا؟ ہمیں یہ طبیعت شناس رسولؐ کا مناسبتیں دیکھ کر انتخاب تھا۔ کون تھا جسکو رسولؐ سے مناسبت ہوتی بجز اس شاکر دے جسے گوارے سے اپنا مثل بنایا جا رہا تھا۔ ابھی تو اسکی حق بظاہر نہیں محسوس ہوئی کہ کیوں ل نے ابو بکر کو عمر بن خطاب یعنی ابا عائشہ کو ابا حفصہ کا بھائی بنایا اور عبد الرحمن بن عوف کو عثمان بن عفان کا لیکن رسولؐ کے بعد کا زمانہ آجنگا جس میں اس امر کا نصفہ آسان ہو گا کہ رسولؐ نے طبائع کے

عقد مواخاۃ

علی کو رسولؐ نے اپنا بھائی بنایا
انتخاب مواخاۃ پر گہری نظر

میلان کی کسی قدر صحیح گرفت کی تھی جب رسول کی رحلت کے بعد علی تنہا دکھائی دینگے اور ابو بکر کی خلافت کے واسطے سب سے پہلے ہاتھ بڑھائینگے اور ابو بکر اپنے بعد کی واسطے ذریعہ تحریر و عمر کو خلیفہ مقرر کرینگے اور جلسہ شہابی میں عبد الرحمن بن عوفؓ کو چالاکی سے تاج خلافت عثمان کے سر پر رکھ دینگے اسوقت رسول کی طبیعت شناسی کا اندازہ ہوگا کہ ایک ایک رنگ کی طبیعت کو کس طرح علیحدہ علیحدہ کر کے دکھایا تھا۔

اس سال نماز شب میں دو رکعت کا اضافہ ہوا۔ صبح و شام کی بدستور دو رکعت رہی منصب مؤذن بلال کو عطا ہوا۔ طہرانہ اذان مقرر ہوا۔ اول صرت یہ کلمہ تھا کہ الصلوا لہ جامعہ پیر بندہ و حیح کلمات اذان تعلیم کی گئی اور روز جمعہ کو پہلے عروہ کہتے تھے روز عبادت عام مقرر کیا گیا جس کو اس اجتماع کی وجہ سے جمعہ کہنے لگے۔ اسی سال زکوٰۃ واجب ہوئی۔

اسی سال مکہ میں لید بن مغیرہ عم ابوبکر۔ عاص بن ابل سہمی جو دشمنان رسول تھے ہلاک ہوئے اور اصحاب حضرت یس سے سعد بن زرارہ انصاری و براء بن مغیرہ انصاری نقباء اسلام و کلمہ بن ابیہم انصاری جسکے یہاں حضرت اکرمؐ تھے تھے بقضائے الہی فوت ہوئے۔ ان لوگوں کی نماز جنازہ حضرت نے پڑھائی۔

اسی سال بہار شوال سنہ حضرت نے عائشہ و خرا ابو بکر منکوہ خود سے نو سال کی عمر میں حبیب خواہش اُنکے باپ کے رخصت کر کے زفاف کیا یہ رخصتی نہایت خاموشی کے ساتھ ہوئی و عورت ولیمہ بھی کسکو نہیں دی گئی تھی یہ نہایت مشہور و معروف زوجہ رسول تھیں جس سے آئندہ تاریخ کو بہت کچھ تعلق ہوگا۔ یہ بعد رسول تک زندہ رہیں اور زمانہ خلافت علی میں ان سے جنگ جمل میں اوٹ پر سوار ہو کر لڑیں۔ اور بعد رسول اپنے والد کے حصول خلافت کا پورا ذریعہ ہوئیں۔ یہی پوٹیل راز انکے عقد کا تھا۔

اسی سال سے قبیلہ بنی اؤس و خزرج میں ایک جماعت منافقین کی قائم ہو گئی جسکا سرغیرہ عبداللہ بن ابی سلول خزرجی تھا جس کی امارت حضرت کی تشریف آوری کی وجہ سے جاتی رہی تھی اور اسعد بن قیس خزرجی و بنی اؤس میں حرث بن ہشام و عباد بن حنیفہ تھے جو بظاہر مسلمان ہو گئے تھے مگر باطن میں نئے نفاق تھا۔ اور یہودیوں سے بن حبش زید بن اصبغؓ بھی بظاہر مسلمان ہو گئے تھے مگر یہ باطن کافر تھے اور یہ بات کچھ اسلام کی واسطے ہی نہیں تھی کیونکہ ہند نہایت دین کے قبول کرنے والے لڑکے ایسے نہیں ہوتے جو خلوص سے قبول کرتے ہیں۔ بلکہ بعض ایسے ہی ہوتے ہیں کہ خالص غرض کے لالچ یا انراست سے مروجہ بظاہر نہایت قبول کر لیتے ہیں۔ یہ باطن مخالف ہوتے ہیں۔

سنہ ہجری ۱۱م اسلام و نزول یہ جہا ملعہ بنا

اس سال سے مرقع اسلام کے ایک دوسرے رخ کے نمایاں ہونے کا آغاز ہوا تاکہ اب تک تبلیغ و اشاعت اسلام بوجہ تبدیلی

تقریباً بعض ذرائع اسلام

انشال بعض ذرائع

دبعض بعض ذرائع

زفاف عیال

آغاز جماعت منافقین

حالت و قلت تعداد کے محض بانی بدریہ تعلیمات قرآنی و پند و نصائح و اخلاق نبوی اعمال پیروان اسلام مثل نماز و روزہ و دیگر امور خیر کے ہوئی تھی جس سے بعد و رد و حضرت ہمدانیہ معتد بہ ترقی و روزانہ فروع عروج دین نبوی کا ہونے لگا اور ایک کثیر چٹا اہل مدینہ و مصافحات مدینہ فاعزہ اسلام میں کر تعلقات مستحکم بھی اتحاد و اتفاق و اخوت کے قائم ہو گئے تھے یہ اخبار ترقی اسلام کے کفار مکہ کو پہنچا گئے اور نیز یہودیان مدینہ کے زیادتی حد بغض کا باعث ہوئے جو کسی طرح ایک ایسے دین کی ترقی کو جو ان کے معبودوں یعنی بتوں کی بیچ کئی کرتا ہو ٹھنڈے دل سے دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ کفار مکہ کو اس بات کا اور زیادہ غصہ غم تھا کہ محمد کو چارے ہاتھوں سے ٹھکڑہ مدینہ میں ایسا عروج کیوں حاصل ہو گیا۔ ان کے قافلے تمام وغیرہ کو بہ سلسلہ تجارت کثیر تعداد میں مسلح ہو کر نواح مدینہ کی طرف آجایا کرتے تھے اور وہ اپنے ان سفروں میں یہودیان مدینہ سے ملکر طرح طرح کی سازشیں و ترغیب مخالفات مفرط سول و پیروان سول کی کیا کرتے تھے جس سے ہر وقت اندیشہ حضرت و پیروان حضرت نقصان جان مال کا رہتا تھا۔ اب چونکہ تعداد اہل اسلام بھی معقول ہو گئی تھی۔ لہذا ضرورت ہوئی کہ بغرض محافظت خود و مدافعت دشمن کوئی صورت نظمی قائم کی جاوے اور یہ بلا کسی قوت اتحادی و سیاسی غلبہ استیلا کے ممکن نہ تھا۔ قیام قوت اتحادی کے واسطے حضرت پہلے ہی اصول اخوت قائم فرمادیا تھا اور طریقہ بیعت سے جس میں عہد و پیمان متابعت محافظت حضرت کیلئے جلتے تھے۔ اقتدار سیاسی بھی حضرت کا قائم ہو چکا تھا۔ ہر شخص ہر امر مصالحت و منازعت میں مطیع و متقاد حضرت کا تھا۔ حضرت کے اصول مساوات سے ہر سلمان بلا لحاظ قومیت و خنیت غلام ہو یا آزاد ایک دوسرے کو مثل اپنے بہائی کے تصور کرتا تھا اور امداد و اعانت کو فرض سمجھتا تھا۔ اب یہی محافظت و مدافعت یہ بلا قیام و اظہار قوت جنگی و فوجی کے ہو نہیں سکتی کیونکہ جب تک یہ قوت موجود نہ ہو مدافعت ناممکن اور جب تک اس کا اظہار مخفی نہیں ہو تو قیام و محافظت دشوار ہے یہی علی درجہ کا سیاسی نقطہ نظر تھا جو اب تک بوجہ قلت تعداد التوا میں تھا۔ اب کافی تعداد ہونے پر فوجائے حکم الہی اذن للذین اتبعوا فی سبیل اللہ بانھم یظلموا و ان اللہ علی نصرہم لقدیر۔ اور یا ایھا النبی جاهد الکفار و المنافقین و اعظ علیہم جو بغرض مدافعت جہاد بالسیف پر وال تھے! بتدرج جہاد و اظہار قوت مقابلہ و مقابلہ کی بنیاد پڑی جو ایک نہایت ضروری و لازمی شے تھی۔

اسلام بنور شمشیر پھیلا

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام بنور شمشیر پھیلا وہ دیکھیں کہ اس وقت تک کچھ وہ سال غارت بیخ اسلام کو گزر چکے ہیں حضرت یا پیران حضرت میں سے کسی نے تلوار تو کیا چاقو تک ہی کسی پر بغرض تبلیغ اسلام نہیں اٹھایا تھا اور ہر چہ تحقیق مسٹر گبن و اوکے پندرہ سو آدمی دائرہ اسلام میں آچکے تھے۔ باوجود اسکے کہ طرح طرح کے ناقابل برداشت مظالم و سختیاں کفار کجاند و بیگانہ

کی طرف رسول پر دلائل سول پر ہوئیں مگر سب کو نہایت صبراً استقلال سے برداشت کیا کسی سے مقابلہ یا مقابلہ نہ کیا
یہ شخص سول کی روحانیت و اس کی تعلیم کی تعظیم ہی تھی کہ جس نے ایک ایسے جاہل و سخت ملک میں دین حضرت کو
اتنی ترقی اور عروج پر پہنچا دیا کہ اب ظہار قوت کی قابل ہو گئے۔ اور یہ ایک ظاہر بات ہے کہ جب اول تلوار اٹھانے کے قابل
ہو گئے۔ تب تو تلوار اٹھائی۔ ورنہ اتنی مخالفتوں کے درمیان حیویتی کی طرح ہیں کہ کہہ دیئے جاتے ہیں صاف ظاہر ہے کہ اسلام
کو ہرگز بغرض تبلیغ و اشاعت تلوار اٹھانے کی ضرورت نہیں ہوئی بلکہ صرف بوجہ محافظت و مدافعت ہوئی اور وہ بھی ظالمانہ نہیں
بلکہ منصفانہ ترجمانہ و اخلاقی اصول کے ساتھ جسکی اپنے بقا و تدبر کے لحاظ سے اشد ضرورت تھی ورنہ بقول مسٹر کالائیل یہ کہیے
کہ تلوار ملک پر قبضہ کر سکتی ہے دل پر قبضہ نہیں کر سکتی ۛ

تردید اعتراض عیسائیوں ذریعہ تحریرات عیسائی مورخین

اب مجھے اُن عیسائی متعصب مؤرخین کی جو اسلام کو ایک ظالم و جاہلانہ مذہب و اسکی اشاعت کو بڑے شریر بتلاتے ہیں خود
یہ انکے اقوال حالات سے تردید کرنی ہے۔ نہایت افسوس ہے کہ ایسا مذہب جبکا دامن اصولاً و عملاً لوٹ مٹا ظالم و خیانہ سے پر ہو
وہ اسلام جیسے پر امن صلح پسند منصفانہ مذہب پر کھینچ کر کے اپنے منہ کی خاک دھونا چاہے۔ ذرا ملاحظہ ہو ۛ

”نکوٹریشن کرو میڈ جس میں درج ہے کہ جو وقت عیسائی جو دہم میں داخل ہوئے تو انہوں نے کس طرح کوٹھے دلع پاش پاش
کر دیئے۔ بچوں کو پٹک دیا، عورتوں کی عصمت دری کی، آدمیوں کو جلایا، بھونڈو کو اسے عبادت خانوں میں لجا کر جلایا، غرض کہ
شر ہزار مرد عورت اور بچے بیرحمی سے قتل کئے گئے کیا رسول اسلام کی کسی ایک جنگ یا فتح میں بھی کوئی ایک ایسا جرمی کا عمل کیا ہے
برخلاف اسکے چیمبرلن نساٹیکو پیڈیا میں عیسائی مصنف اسپن کی فتح اسلام کو یقیناً کھانڈے عمدہ بتاؤ کی تعریف کرتا ہے
”مسٹر گاڈ فری ہیٹنگس جوائنٹسویں صدی کا عیسائی مؤرخ ہے کہتا ہے کہ اسلام پر عیسائیوں کا تعصب مذہبی، حرارت افزا
اعتقاد اور کر کا الزام لگانا بالکل غلط ہے حالانکہ وہ اپنے عمل کو دیکھیں کہ اسپن نے مارکو قوم کو انہوں نے اسوجہ سے
ٹکا لیا کہ وہ عیسائی نہ ہوتے تھے میکسو اور پیرو کے لاکھوں آدمیوں کو اسوجہ سے قتل کیا اور غلام بنایا۔ مگر اسلام نے باوجود
فتح کے یونان میں صدیوں تک عیسائیوں کو باطنیان اپنے ملکات پر قابض رہنے دیا۔“

مسٹر ہیٹنگس کا بیان ہے کہ تاریخ اسلام میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جو بدنامی میں ”نکوٹریشن کی رسوائی کے نصف بھی ہو
کیونکہ اسلام میں کوئی شخص بوجہ قبول کرنے اسلام کے جلایا نہیں گیا اور ”نکوٹریشن“ بارہویں صدی میں من مکتوب لک چڑچ
نے ایک محکمہ قائم کیا تھا جس میں معلوم ہونے پر ان لوگوں کو جو فرقہ مذکور کے مخالف ہوتے تھے سخت سخت ظالمانہ سزا دی جاتی تھی
ڈاکٹر ہیروڈکس کی تحریر مجملہ فقرہ ۵۵۷ ہجری کا ڈفری ہیٹنگس میں درج ہے کہ اس سوال یہ ہوتا ہے کہ اس مذہب اسلام میں

نکوٹریشن کو میڈکس

چیمبرلن نساٹیکو پیڈیا
مسٹر گاڈ فری ہیٹنگس
تحقیق

مسٹر ہیٹنگس کا بیان

ڈاکٹر ہیروڈکس کی تحریر

بھی سخت باز پرس ہوتی تھی۔ (۱) اتھوئے و پیرنگاری سے کام کرنا (۲) خد سے طالبانِ اُردو رہنما محض قرینہ الی اللہ جنگ کرنا (۳) ادل تین باتیں پیش کرنا یعنی اسلام قبول کر دیا جزیرہ دنیا منظور کرو ورنہ جنگ پر آمادہ ہو دوں دشمن سے مکر نہ کرنا (۵) مال غنیمت میں چوری نہ کرنا (۶) بعد زیر کرنے کے ظلم نہ کرنا بعد قتل کے اعضا بدن کاٹنا (۷) بڑے اطفال اور عورتوں کو قتل نہ کرنا (۸) دشمنانِ زراعت کو تباہ و برباد نہ کرنا (۹) حیوانات کو بلا وجہ ہلاک یا پلے نہ کرنا (۱۰) ایمانِ صومعہ نشین کو آزار نہ دینا (۱۱) جس کے امان و داس سے دفاع نہ کرنا (۱۲) بستی کو پانی میں غرق نہ کرنا (۱۳) آگ میں کسی کو جلا نہ دینا (۱۴) دشمن خواستگار صلح ہو تو صلح کر لینا۔ (۱۵) اسیروں سے حسن سلوک کرنا۔

بانی اسلام کا نظام
نہجی و جاسوسی

قبل اس کے کہ میں یہ دو کہلاؤں کو جہاد کی ابتداء کیسے اور کیوں ہوئی۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بعض محافظتِ مہافتتِ یلم بھی نہایت ضروری تھا کہ اپنے گرد پیش قریب بعید کے دشمنوں کے حالات و خیالات و ارادوں سے پورے طور پر واقفیت ہونا کہ دفع ضرر کی مناسب تدبیر عمل میں لائی جاسکیں سکے واسطے حضرت نے ایسے عمد ذرائع خبر رسانی اور جاسوسی کے اختیار کئے تھے کہ اوپر دشمنوں کے کسی گروہ یا قبیلہ میں کوئی مشورہ خلاف ہوا دہر فوراً حضرت کے پاس خبر لگتی اور حضرت نے فوراً تدبیر مہافتت کر لی یا حسب اصول قتل لمودی قبل لایا اسکی سر کو بی کر دی درحکم یا مہافتت اہل اسلام کو بچا لیا۔ اس خبر رسانی کے تین ذریعہ تھے۔ ایک تو حضرت کی ذاتی قوت نفس و ادراک فراست۔ دوسرے الہامی تدبیر لیم مع القدس تیسرے ذریعہ جاسوسان اس شعبہ کو حضرت نے ایسا مکمل کیا تھا کہ دشمن تو دشمن دوستوں کے بھی تمام حالات و مقالات کی حضرت کو خبر ہو جاتی تھی اور اسی خوف سے کوئی شخص حضرت کے سامنے کسی واقعہ سے انکار یا غلط بیانی کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ یہاں پر یلم بھی ظاہر کر دینے کے قابل ہے جو آئندہ واقعہ کے سمجھنے میں مدد دے گا کہ اصطلاح تاریخ اسلام میں :- غزوہ اس جنگ یا فوج کئی کو کہتے ہیں جس میں سول خود بنفس شریک رہے ہوں اور جب کسی دوسرے شخص کو امیر یا سردار لشکر کر کے فوج یا حصہ فوج کو بھیجا گیا ہو اسکو سر رہ یا بعث کہتے ہیں جنگ میں جو ایک دوسرے کے مقابل ہوا انکو مبارزہ جو گرفتار ہوں انکو اسیر جنگ اور مال جو ہاتھ آئے اسکو غنیمت کہتے ہیں۔

محض اصطلاح جنگ کی
تشریح

اسباب آغاز جنگ

آغاز جنگ کے اسباب

اس سال آغاز جنگ کے اسباب یہ ہو گئے جو اگلا دو کا سلمان جو مکہ میں رہ گئے تھے ان کے اور نیز ان سلمانوں کے ساتھ جو بصرہ و ادک جج یا عمر یا کسی اور ضرورت مکہ جاتے تھے۔ کفار مکہ نہایت ظالمانہ طور پر پیش آتے تھے جس کی شکایات اکثر حضرت کے پاس آتی تھیں مگر بوجہ ہونے اذن جہاد کے حضرت خاموش رہتے تھے اب بوجہ اس نے حضرت کے پاس ایک خط بھیجا کہ تمہاری نوبت نکالو گھر سے نکال کر مدینہ پہنچایا اور قاریب چڑھایا اب بھی تم اپنے خیال سے باز آؤ ورنہ یہ سمجھنا کہ مدینہ پہنچ کر تم ہمارے ہاتھ سے بچ گئے ہم

ابو جہل کا خط

اہل مکہ میں پہنچے محلوں اور قہارے اصحاب کو قتل تباہ کر دیئے۔ اسکا جواب اگرچہ حضرت ترکی بہ ترکی دیدیا تھا۔ مگر اہل مکہ کی کینہ و طبیعتوں و راہی یہودیوں مدینہ کیساتھ ریشہ و دانیوں سے ہر وقت نڈیشہ رہتا تھا کہ نہ معلوم کس وقت لوگ چڑھ آئیں اور مدینہ پر تاخت کریں کہ آیہ جہاد متذکرہ صدر نازل ہوئی اور حضرت کو تنظیم مذکورہ بالا کی ضرورت ہوئی۔

(۱) غزوہ ابواء

اب ماہ صفر ۳۰ھ میں حضرت کو خبر ملی کہ قریش مکہ بنی صخرہ سے سازش کر کے تہیہ میں ہیں کہ مدینہ پر حملہ آور ہوں اور مسلمانوں سے جنگ کریں اور اس غرض کی واسطے ابو جہل معہ ایک گروہ قریش بنی صخرہ کے بحیلہ تجارت روانہ ہوا، کہ جانب شام سے مدینہ پر حملہ کرے اور ابوسفیان معہ کچھ گروہ کے بیرون مکہ آگیا ہے اور مزید لشکر بغرض مدد ابو جہل فراہم کر رہا ہے۔ چنانچہ اول حضرت جناب حمزہ بن عبدالمطلب اپنے عم نامدار کو امیر لشکر کر کے اور ایک علم سفید مرتب کر کے معہ ۳۰ آدمیوں کی جماعت کے اسطرح کو روانہ کیا۔ جسطرح قافلہ ابو جہل کے آنے کا خیال تھا۔ اور خود حضرت مدینہ میں سعد بن عتبہ کو خلیفہ مقرر کر کے معہ ایک جماعت اصحاب کے خاص منازل بنی صخرہ کی طرف روانہ ہوئے کہ انکی یہاں سرکوبی کر دی جائے اور عبیدہ بن الحارث کو جو شیخ المہاجرین کہے جاتے تھے۔ معہ ایک گروہ ۶۰ یا ۸۰ مہاجرین کے جنکے ساتھ کوئی انصاریس نہیں تھا بمقابلہ جماعت ابوسفیان روانہ کیا۔ انکے ساتھ ایک علم سیاہ کیا گیا تھا جسطرح بن اشنامہ کی سپرد تھا اور علم اور حضرت حمزہ کا علم دونوں سب آدل علم تھے جو اسلام میں تیار و بلند ہوئے اور یہ پہلا غزوہ اسلام کا تھا۔

غزوہ ابواء

حضرت معہ اپنی جماعت کے جب منزل ابواء پر پہنچے تھے جسکو ودان ہی کہتے ہیں اور بنی صخرہ کو خبر فرج حضرت کی ملی تو مخشی بن عمر مردار قبیلہ نے جسکے زیادہ آدمی ہمراہ ابو جہل چلے گئے تھے اور بہت تھوڑے سے مکہ کو نہر گئے تھے اور وہ بھی بے سرو سامان یہ دیکھ کر اگر ایسی حالت میں جنگ ہوئی تو انکو شکست ہو جائے گی حضرت کے پاس کر صلح کر لی۔ حضرت نے بھی صلح کو منظور فرما لیا۔ اور اسطرح پران کی مزید مدد کو روک دیا۔ اس غزوہ کو غزوہ ابواء عرف ودان کہتے ہیں۔ سر یہ حضرت حمزہ معہ ۳۰ آدمیوں کے بجانب سیف البحر روانہ ہوئے تھے انکا اور قافلہ ابو جہل کا جسکے ساتھ ۱۱۳ آدمی تھے۔

غزوہ ابواء عرف غزوہ

ودان
صفر ۳۰ھ

سر یہ حمزہ
صفر ۳۰ھ

تھے۔ مقابلہ ہوا دونوں جانب آمادگی جنگ کی ہو گئی کہ مجدی بن عمر جنی جو حضرت و قریش دونوں فریق کا ہم جہد تھا خبر مقابلہ پا کر موقع پر پہنچ گیا اور درمیان میں پڑ کر اس صلح کرادی اور ابو جہل معہ گروہ کے بلا جنگ مکہ کو واپس گیا حضرت حمزہ بھی معہ اپنی جماعت کے بلا جنگ واپس آئے اسطرح ابو جہل کے حملہ کے خطرہ سے نجات ملی۔

عبیدہ بن الحارث معہ اپنی جماعت کے جس میں سعد بن قاص بھی تھے سطح علمدار لشکر تھا۔ تمام احیاء پہنچے ابوسفیان کی جماعت کے مقابلہ ہوا۔ جانبین کے زبردستی ہی ہوئی۔ اول تیر سعد بن قاص چلا تھا۔ تشرین قریش میں زیادہ آدمی حرج ہو گئے۔

سر یہ عبیدہ
ربیع الاول

سنہ ۳۰ھ

اور ہاجرین کی تیر اندازی کے سامنے وہ رک نہ سکے مغلوب ہو کر کہ کو بھاگ گئے یہ گروہ مسلمانان مظفر واپس آیا۔
 (نوٹ) اس جنگ اول میں اگرچہ کوئی بڑی جنگ نہیں ہوئی مگر تاہم مسلمانوں کو کامیابی ہوئی۔ بنی ضمرہ نے داب میں کر
 صلح کر لی۔ ابو جہل اپنے ارادوں میں ناکام رہا۔ ابوسفیان کو شکست کھا کر یہاں گناہ کی کیفیت ابو جہل کو بعد واپسی مکہ کی
 لہذا دونوں یعنی ابو جہل ابوسفیان کو اس ناکامیابی کی وجہ سے اور زیادہ کاوش بڑھ گئی۔ مگر ساتھ ہی اسکے اس غزوہ و
 سرایت حضرت کی بہترین تدبیر جنگ کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت نے کس طرح پر دشمن کی تین مختلف مقامات پر خبر لی کہ انکو قہر
 ایک دوسرے کی امداد کا یا حملہ آور ہونے کا نہ دیا اگر کسی ایک ہی مقام پر جنگ کی جاتی تو ممکن تھا کہ دوسرے مقام سے دشمن کو امداد
 پہنچ جاتی اور مسلمانوں کو بوجہ قلت تعداد ہجر شکست چارہ ہوتا اور اس پہلی شکست سے اسلام آئندہ کی داسطے ختم ہوتا
 اس کامیابی سے مسلمانوں کی بہت جوش میں اضافہ ہو گیا اور دشمنان اسلام کو معلوم ہو گیا کہ اب مسلمان بھی کچھ اپنے پیروں پر
 کھڑے ہونے کی قابل ہو گئے ہیں۔

(۲) غزوہ عثیرہ

قریش کی اس ناکامیابی کے بعد چھ مکہ عرب میں ماہ انتقامی علی درجہ کا ہوتا ہے خطرناکوں کے بدلہ لینے کی فکر ہو گئی ہوگی آخر
 ماہ جمادی الاولیٰ میں حضرت کو خبر ملی کہ ایک بڑا قافلہ قریش کا جسکے ساتھ اکبر زراونٹ اور بہت سامان ہے آرہا ہے بمقتضای
 دورانہ پیشی کہ سب تحریر ابو جہل اخبار قریش ہر وقت اندیشہ حملہ قریش کا رہتا تھا حضرت تحفظ اور دشمن کے روک کخیال
 نفس نفیس معہ ۴۰ نفر اصحاب کے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ابوسلمہ بن عبد اللہ اسد مخزومی کو خلیفہ مدینہ مقرر کیا اور علم لشکر حضرت
 حمزہ کی سپرد کیا۔ مقام عثیرہ پر جو درمیان یثیع یا یثیع کے ہے پہنچ کر حضرت کو معلوم ہوا کہ قافلہ مذکور بفرض تجارت شام گیا
 ہے اور عثیرہ سے گزر گیا۔ یہاں پہنچ کر حضرت نے بہ نظر اتنی طبعیاں اسکے کہ شاید ہو کہ دیکر حملہ ہو چنچر روز قیام کیا اس
 قیام کے دوران میں قبیلہ بنی مدلج سے جنگی منزل سمو قہ کے قریب تھی اور جو حلفاء بنی ضمرہ تھے۔ جنسے حضرت غزوہ ابوا
 میں صلح ہو چکی تھی ان سے بھی صلح ہو گئی۔ اسی غزوہ میں علیؑ معہ عمار یا سر حنید دیگر انتخاص کے خفیہ طور پر قافلہ قریش کے
 حالات معلوم کرنے اور قبیلہ بنی مدلج کے خیالات کے تجسس تحقیق پر مامور کئے گئے تھے کہ ایک روز معہ عمار یا سر کے بطور
 جاسوس چشمہ بنی مدلج پر گئے تھے جہاں ایک درخت کے نیچے زمین پر لیٹ گئے اور بوجہ جنگی سو گئے عمار یا سر نے رسول
 نے علیؑ کو طلب فرمایا لشکر میں نہ ملنے پایا اضطراب ہوا کہ حضرت خود تلاش علیؑ کو نکلے اور کنا رہ چشمہ پر علیؑ کو زمین پر رخسار
 رکھے سوتا پایا فرمایا قصیدہ ابا تراب۔ اور بردایت طبری اسی وقت یہ بھی فرمایا کہ بدترین شخص وہ ہے جو تجھے دشمن کہے
 تب سے علیؑ اس لقب ابو تراب مشہور ہوئے۔ ابن قلدون کہمرا فو رسول خدا مخالفین یعنی بنی مدلج سے عہد لیکر واپس
 آیا ہے

بجہ غزوہ ابوا

غزوہ عثیرہ

آخر جمادی الاولیٰ

علیؑ کو لقب ابو تراب
 ملتا ہے

آئے۔ شریعہ جمادی الثانی میں اپنی ہوئی۔

رونٹ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کی نیت جارحانہ تھی بلکہ مدافعتیہ اور اندیشی تھی ورنہ قافلہ قریش کا پیچھا کیا جاتا۔

(۳) غزوہ بدر اولیٰ معہ سریر عبد اللہ بن جحش

غزوہ حنیہ کی واپسی کے دس روز بعد ہی یہ واقعہ ہوا کہ کر بن جابر فہری بشارہ ابوسفیان معہ کچھ آدمیوں کے نواح مدینہ میں آیا اور حضرت کے اونٹ جو ایک چرواہا پر رہا تھا ہانک لے گیا۔ چرواہے نے آکر حضرت کو خبر کی تو حضرت زید بن حارثہ کو خلافت مدینہ پر مامور کر کے اور علم لشکر سپرد حضرت علی کر کے خود معہ مہاجرین کے تعاقب کر زمین روانہ ہوئے۔ اور وادی صفوان تک جو نواح مدینہ میں ہے تشریف لے گئے مگر وہ ہاتھ نہ آیا حضرت واپس مدینہ آئے اور عبد اللہ بن جحش کو بنا بر تلاش تعاقب مزید روانہ فرمایا۔

غزوہ بدر اولیٰ

جمادی الثانی

عبد اللہ بن جحش اسدی جو عمر حضرت کے لڑکے کے معہ بارہ نفر اشخاص کے جن میں سعد بن وقاص عکاشہ بن ابی جحش اسدی ابو حمزہ بن عتبہ بن عتبہ بن خزاعہ بھی تھے بنا بر تعاقب کر مامور کر کے روانہ کئے گئے تھے۔ اور تحقیق حال قافلہ قریش کی بھی جسکی آمد کی خبر معلوم ہوئی تھی ہدایت کی گئی تھی اس قافلہ کو حکم جنگ نہ دیا گیا تھا بلکہ انکو ایک ہدایت نامہ دیا گیا تھا کہ بعد از روزے کے اسکو پیچھا اور جیسا تحریر ہوا سپر عمل کرنا جس میں لکھا تھا کہ لطفن غلہ تک جا کر شتران حضرت اور قافلہ قریش کی خبر لے اور جو خوشی جائے اسکو ساتھ لینا کیسکو محبوب نہ کرنا۔ اثنائے راہ میں سعد بن وقاص عتبہ بن خزاعہ کے سوار کے اونٹ ایک منزل سے کم ہو گئے وہ دونوں باجارت سردار لشکر انکی تلاش میں چلے گئے جب یہ قافلہ لطفن غلہ میں پہنچا تو قافلہ قریش بھی جیسے تفصیل حال کیواسطے انکو ہدایت ہوئی تھی جس میں عمرو بن النضر مخزومی حکم بن کیسان عثمان مغیرہ و سپران عبد اللہ مخزومی و نوفل بن عبد اللہ تھے وہاں پہنچا جو طائف مویر و اشیا خوردنی خرید کر لیے جاتے تھے۔ قافلہ قریش گروہ مسلمانان کو دیکھ کر متروک ہوا اور وہاں روانگی میں تعجل کرنے لگے عبد اللہ بن جحش نے اپنے ہمراہیان سے مشورہ کیا کہ قریش مشوش معلوم ہوتے ہیں بھوکا کرنا چاہتے ہو انکا رسا سنئے تھا۔ مدت کفار کے ہاتھوں زارا نہائی ہوئی طبیعتوں میں حشانتھا کی لہرائی۔ راکھ ہوئی کہ انکا رہا ہٹ چکا جاتا چاہتے ہو انیس ایک اپنے سردار لیا کہ قریش کو یقین ہو جائے کہ یہ لوگ عمرہ کو جاتے ہیں کوئی جنگی جماعت نہیں ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ لوگ مطمئن ہو گئے اور اپنے اونٹ کہو کر سامان خورد و نوش میں مصروف ہو گئے ان لوگوں نے موقعہ پا کر قریش پر یکدم حملہ کر دیا عمرو بن النضر مخزومی سردار قافلہ قریش واقعہ بن عبد اللہ کے تیر سے ہلاک ہو گیا عثمان بن عبد اللہ و حکم بن کیسان گرفتار کر لیے گئے۔ نوفل و اور لوگ بہاگ گئے۔ تمام مال سبب قافلہ قریش کا مسلمانوں نے ہاتھ آیا یہ پہلی تیغ رجب کی تھی یہ جماعت مسلمانان معہ مال غنیمت خجیاب واپس مدینہ آیا مگر حضرت ان سے بوجہ خلاف حکم جنگ کر نیکیے اور باخصوص ماہ رجب میں جو احرام مانا جا

سریر عبد اللہ بن جحش

آخر جمادی الثانی شروع

رجب

تھا ناخوش ہوئے اور مال غنیمت کو تقسیم نہ کیا۔ بدستور کہا دیا۔ کفار کہنے حضرت کو لکھا کہ اپنے خلاف دستور ماہِ رجب میں جنگ کی یہ جنگ کیسی تھی حضرت کو اس جنگ کا قلبی افسوس تھا اور مجاہدین بھی نادم تھے کہ آریہستلو نکت عن الشہر الحرام فتناہیہ قل قتال فیہ کبیر و صد عن سبیل اللہ و کفر بہ و المسجدا الحرام و اخراج اہلہ منہ اکبر عند اللہ و القنۃ اکبر من القتل ترجمہ قتال ماہِ حرام کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ اے محمد کہہ دے کہ اس میں قتال گناہِ کبیرہ ہے مگر ماہِ خا میں بوجہ ہونا اور اسکے اور مسجدِ الحرام کیساتھ نہ کفر کرنا اور اسکے اہل کو نکال دینا جو تم نے کیا خدا کے نزدیک اس سے زیادہ گناہِ کبیرہ ہے اور فتنہ دجو تم اٹھاتے ہو قتل سے زیادہ گناہِ عظیم ہے، نازل ہوئی تب وہ مجاہدین مسرور ہوئے۔ اور مال غنیمت بہ اجازت حضرت تقسیم کیا گیا۔ اسیرانِ جنگ کی بابت قریش کے قاصد آئے حضرت فرمایا کہ ہمارے بھی دو آدمی سعد بن وقاص و عتبہ بن شمران میں گئے ہوئے ہیں جو ابھی تک واپس نہیں آئے ہیں جب تک وہ بخیریت واپس نہ آجائینگے اسیر واپس نہ آجائینگے۔ چنانچہ جب سعد و عتبہ بخیریت واپس آئے تو اسیرانِ قریش کو دعوتِ اسلام دی گئی حکم ہن کیسان تو مسلمان ہو گئے۔ عثمان کو واپس کر دیا گیا۔

قیام حضرت بنیہ

ماہِ رجب شعبان میں رسول اللہ مدینہ میں مقیم رہے۔ سعد بن نعمان مسلمہ بن ہشام و عباس بن ابی بنیہ مسلمان بغرض اداۓ عہد مکہ گئے تھے۔ کفار قریش نے انکو گرفتار کر لیا جس کی بابت اسوقت تو بوجہ ماہِ حرام ہونے کے کوئی فوری کارروائی نہیں کی گئی۔ مگر بعد ان دونوں مہینوں کے یا ہر ایک بڑی جنگ کا باعث ہوا۔

عقد فاطمہ زہرا

عقد فاطمہ زہرا

رجب

سنہ کا یہی وہ مبارک مہینہ رجب کا ہے جس میں رسول نے اپنی پارہ بگیا دگار خدیجہ الکبریٰ جناب فاطمہ زہرا کا جسکے صدر القاب میں ذکیطابہ معصومہ صدیقہ بھی ہیں! اور اولاد حضرت میں ہی ایک اکلوتی بیٹی تھی کیونکہ پسرانِ حضرت کا صغیر الہی میں انتقال ہو گیا تھا عقد اپنی گود کے پائے تربیت کردہ شاگرد علی کے ساتھ کیا جس کی جانفروشی روزِ ہجرت سول سب پر ظاہر ہو چکی تھی یہ وہ فخر تھا جسکے واسطے بڑے بڑے حملہ مندوں کی ٹکاپن اس طرف لگی ہوئی تھیں۔ قبل ازیں چند مرتبہ ابو بکر نے حضرت خراستکاری کی جواب دیا گیا کہ وحی کا انتظار ہے۔ بدوں حکم الہی کچھ جواب نہیں دیا جاسکتا۔ یہ تحرک ابو بکر نے یہی قسمت آزمائی کی لیکن انکو بھی یہی جواب ملا۔ ان دونوں نے صحتی الحار پر اور کسی کی ہمت تو نہ ہوئی، مگر ہر شخص کے دل میں بلحاظ شرف یہ خیال ضرور تھا کہ دیکھئے یہ فخر کس کی قسمت کا حصہ ہے۔ اسکی آزمائش کیواسطے اپنی ناکامی کے بعد علی سے کہا گیا کہ تم کیوں نہیں فاطمہ کی اس دعا کرتے؟ علی اپنے اسباب ظاہری کی کمی محسوس کر کے تامل کرتے ہیں۔ مگر انکا اصرار مجبور کر رہا ہے اور علی حاضر خدمت ہوتے ہیں مگر شرم و حجاب مانع اظہارِ مطلب ہوتا ہے اور واپس چلے آتے ہیں۔

دیگر خراستکاران کی ناکامی

دو مرتبہ اس طرح ہوا۔ تیسری مرتبہ کے اصرار پر اظہار مطلب کے مصمم ارادہ سے علی جلتے ہیں رسولِ موقت خانہ ام سلمہ میں تشریف فرما ہیں۔ علی آج کچھ زیادہ شرمکے ہوئے ہیں صورت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ کہنا چاہتے ہیں مگر خاموش ہیں لیکن خاموشی کچھ کہہ رہی ہے جسکو رسول سمجھ رہے ہیں اور مسکراتے ہیں اپنے باحیا شاگرد کا یہ عجیبانہ تغیر دیکھ کر ارشاد ہوتا ہے علی کیا کچھ کہنا چاہتے ہو کہو! جواب میں اول سے آخر تک اپنے پرورش کرنے والے کے عنایات الطاف کی داستان سنائی جاتی ہے مگر عرض نہ عا پر پہنچ کر پھر سانس بہا رہی ہو جاتی ہے اس رتبہ دان شاگرد کے اس حسن طلب پر جس کو رسول سمجھ رہے ہیں اسکا بوجھ ہلکا کر نیکو خود ہی سوال کیا جاتا ہے کیا تم فاطمہ کی خواستگاری کو آئے ہو؟ سر ہچکا کر جواب ہوتا ہے مگر قبولِ فتنہ نہ ہے غرض شرف اب جو کلمہ فوراً زبان رسالت پر جاری ہوا وہ مرحبا و اھلا تہار روضۃ الصفا اور صبا اعلام الوریٰ بیتہ ابن مالک کہتے ہیں کہ رسول نے جانباً سامان نگاہ کی وحی ہوئی۔ اِنَّ اللہَ یَاھِرُ لَکَ اَنْ تَرْوِجَ فَاطِمَہَ مِنْ عَلِیٍّ ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جیوقت علی نے خطبہ فاطمہ کی التجا کی رسول کے چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں ہوئے اور سوال کیا کیا علی تمہارے پاس ضروریات کے لئے کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ میں پاسبان تو ایک تلوار ایک زرہ اور ایک ونٹ ہٹاؤ بس؟ ارشاد رسول ہوتا ہے کہ تلوار مرد کا جوہر ہے کفار سے جہاد کے واسطے ضروری ہے۔ ونٹ بار باروری و سواری کے واسطے لازمی ہے زرہ کی التبت تم جیسے شجاع کے لئے ضرورت نہیں مگر فروخت کر دو۔ علی قسمل کے واسطے اٹھ آئے۔ رسول کی اس عزت افزائی کی جقدر خوشی علی کو اور خفت پہلے خواستگاران کو ہوئی ہوگی اسکی قلم فطرت ہی کچھ صفحہ قلب پر اچھی طرح مصوری کر سکتا ہے۔ یہ دوسری وجہ علی سے حسد کی پیدا ہو گئی۔

علی کی استدعا خطبہ

رسول کی منفردی

علی نے خیمہ خجندی

بہر حال علی آئے اور زرہ کو فروخت کیا جسکو کلم خداوند جلیل جبرئیل نے پانچ سو درہم میں خریدا اور زرہ بھی رسول خدا کی خدمت میں حاضر کی علی نے قیمت رسول کے سامنے لا کر رکھ دی۔ ضروری شیا کا خریدنا اصحاب کی سپرد ہوا۔ آراستگی عروس کیند مت ام سلمہ کی سپرد کی گئی۔ بلا مودن کو اصحاب کی طلبی کا حکم دیا گیا۔ لوگ جمع ہوئے۔ اور خطبہ علی کے بعد رسول نے خطبہ ارشاد فرمایا اور عقد فاطمہ کا یہ تعین پانچ سو درہم چمکے تخمیناً ایک سو سات روپے ہوتے ہیں مہر علی کے ساتھ کر دیا اور فرمایا کہ جعکما اللہ انتدنا سرکما اسعد جدکما وبارک علیکما و اخرج ابناعکما کثیرا طیببارک خدا تمہاری پریشانیوں کو رفع کرے سعادت تمہاری یاوری کرے تمہیں برکت ہو اور تم سے بہت سی پاک دلاویں پیدا ہوں! بعد عقد کے اصحاب کو خرم تقسیم کئے گئے۔ رسول گہر میں تشریف لے گئے دوبارہ زین شومیل خلاص کی دعا کی۔ فاطمہ کو اسلم کے ساتھ خانہ علی میں بھیج دیا گیا۔ اصحاب کی دعوت ہوئی۔ جہیز فاطمہ دختر رسول کا جو اسوقت علاوہ سلمانہ کے دینی پیشیا اور حاکم ہونے کے مدینہ کی چوٹی سی حکومت کے دنیاوی فرار واپسی تھے ایک عجیب سبق آموز جہیز تھا جس میں ایک قطیفہ تھا۔

عقد ہو گیا

کیفیت جہیز فاطمہ

جس سے پورا جسم ہی نہیں چپتا تھا۔ ایک بچی، ایک توا، دو مشک، دو بچہ جنیں ایک روٹی کا دو ستر لپیٹ خراما کا اور دو بستر تو بعضوں نے دو جوڑے کپڑے ہی لگے ہیں اور بس۔ اور واقعی ان دنیا سے دل برداشتہ لوگوں کی واسطے اس کے زیادہ ضرور ہی کسی چیز کی تھی۔ شام کو رسول اللہ خانہ علی بن ابی طالب کے لئے گئے۔ اور ایک کوزہ آب لیکر اس میں سے کچھ خود پیا اور وحید کے کسے فاطمہ اور علی کے سر و سینہ پر چہرہ کا اور دعا دیکر واپس ہوئے۔ فاطمہ عداوت باپ پر روئے لگیں۔ ارشاد ہوا اے فاطمہ کیوں روتی ہوئے حکمو بہترین اہلبیت اور سردار اہل دنیا و آخرت کی زوجیت میں دیا ہے۔ (روضة الصفا)

صاحب تنقید الکلام لکھتے ہیں کہ آپ (رسول اللہ) کے بیٹے صفی الحسن مرگے مگر حضرت علی کی محبت میں فرزند بن گئے غم ہو گیا اور انکا عقد اپنی دختر نیک ختر فاطمہ سے کر دیا جس سے محبت جاں نثاری کا سلسلہ طوفین سے خوب مضبوط و محکم ہو گیا۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ہے کہ فاطمہ ان چار خواتین میں سے ہیں جنکو رسول کامل سمجھتے تھے۔ ولادت ثلاثہ میں ہوئی اور عاشرہ معلیٰ سے عقد ہوا جنہوں نے ان کی حیات میں دوسرے سے عقد نہیں کیا۔

علی بہترین اہلبیت قرار
دین و دنیا
عقد کا اثر

فاطمہ بچہ چار خواتین
کا ملہ ہیں

روایت عائشہ

روضة الصفا میں عائشہ کا مقلد ہے کہ حرکات سکنت، سیرت، اخلاق و اوصاف میں انہوں نے فاطمہ سے زیادہ مشابہ رسول کا کیونکہ نہ پایا پس ایسی صفات کی لڑکی کو واسطے اس سے بہتر یا اسی کی مثل شوہر تلاش کرنا فطرنا رسول کا مقدم خیال ہونا چاہیے تھا کون تھا جو ان تمام صفات میں رسول کا مشابہ مثل ہو سکتا ہو اس کے کہ جسکو رسول نے روز ولادت اپنی مثل بنایا ہو شرف حسب نسب میں ہی گویا ایک درخت کی دو شاخیں ہیں پس ان تمام مشوں اخلاقی حیثیت میں علی کے مقابل تمام اہل اسلام میں نہ کوئی کھڑا ہو سکتا تھا نہ رسول کسی اور کو منتخب کر سکتے تھے جسکی تائید رسول کی اس حدیث جو فردوس الاخبار میں درج ہے کہ قال لیس فی کونہ خلقی اللہ علیاً فما کان لفاطمہ کفونہ اگر خدا علی کو نہ پیدا کرتا تو فاطمہ کے واسطے کوئی کفونہ ہوتا۔

رسول نے فاطمہ کا
کفونہ ہوتا

تاریخ عقد ماہ
مشہور

تاریخ دو ماہ عقد میں روایات مختلف ہیں بعض کا قول ہے کہ آخر ماہ صفر میں عقد ہوا اور ذی الحجہ میں فاطمہ یعنی رخصتی ہوئی بعض کہتے ہیں کہ جب میں عقد ہوا اور بعد فراغت جنگ بدر زفاف ہوا بعض کے نزدیک عقد زفاف بیع الاول میں ہوا مگر زیادہ مشہور ماہ رجب ہے۔

تحویل قبلہ بجا کعبہ

قریب نصف ماہ جبکہ تحویل قبلہ بجا نہ کعبہ ہوئی اب تک بجانب بیت المقدس رخ کر کے نماز ادا کی جاتی تھی۔ اور بقولے کہ میں حضرت بجانب کعبہ نماز پڑھا کرتے تھے مگر جب مدینہ تشریف لائے تھے بغرض تالیف یہود بیت المقدس کی سمت رخ کر کے نماز ادا کرتے تھے جب یہودین کرنے لگے کہ محمد ہمارے معبود کی طرف نماز ادا کرتے ہیں تو حضرت کو خیال تحویل قبلہ کا ہوا اور متردد تھے کہ کس طرف قبلہ قرار دیا جائے گا ایک روز حضرت مسجد نبی سلمہ میں نماز پڑھا رہے تھے کہ وحی نازل ہوئی۔ قد مزیٰ

تقلب وجهک فی السماء فلتولینک قبلۃ ترضاها فول وجهک شطر المسجد الحرام رآہ رسول
قبلہ بدلنے کے واسطے بار بار تہارا آسمان کی طرح کرنا ہم دیکھ رہے ہیں ہم ضرور تمکو ایسے قبلہ کی طرف پیر دینگے کہ تم خوش
ہو جاؤ اور اچھا تم مسجد الحرام کی طرف منہ کر لو حضرت رکعت دوم میں تھے کہ بعد نزول وحی فوراً رخ اپنا جانب کعبہ کر لیا اور
باقی نماز جانب کعبہ رخ کر کے تمام کی اسیدو جسے اس مسجد کو ذوقبلیتین کہتے ہیں اسکے بعد حضرت مسجد قبلہ کی زیارت
از سر نو ترمیم کر اگر سمت قبلہ درست کی بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تحویل قبلہ بعد جنگ بدر ہوئی۔

اس سال ماہ شعبان میں روزہ ہائے ماہ رمضان فرض ہوئے اور صدقہ فطرہ واجب ہوا اور نماز جماعت علیہ الفطروا
ہوئی پس حضرت صحرا میں جا کر نماز عید بجماعت پڑھائی۔

(۴) غزوہ بدر کبریٰ ۱۰ رمضان سنہ ۲ فتح اسلام علی کی پہلی جنگ و پیشانی

اسی سال ماہ رمضان میں درمیان مشرکین کہ اور مسلمانوں کے ایک جنگ عظیم نوح مدینہ میں مقام بدر پہنچی جو غزوہ بدر کا نام
موسوم ہے۔ بدر ایک چاہ کا نام ہے جو اس شخص کے نام سے مشہور ہو جانے لگا کہ اس کو نبی یا تھا۔ واقعات اسباب اس جنگ کے یہ ہیں کہ مشرکین
کہ بلبر درپے تاراجی و ایذا رسانی مسلمانوں کے تھے اور مدینہ تک تاخت سے باز نہ آتے تھے چنانچہ ماہ جمادی الثانی میں حضرت کے اونٹ
نواح مدینہ ہانک لگئے ماہ رجب میں تین مسلمانوں کو گرفتار کر کے قید کر لیا جسکا بیان اوپر ہو چکا وہ لوگ مسلمانوں کی قلت تعداد
اور اپنی کثرت کی وجہ سے چاہتے تھے کہ اسلام کو تباہ کر دیں۔ لہذا اسلام کو بھی ضرور ہوا کہ اپنا وجود قائم رکھنے کی واسطے ایک فیصلہ
کن جنگ کیا ہو۔ اس دوران میں خبر ملی کہ وہ بڑا قافلہ قریش کا جو بدر گروہی ابوسفیان بن حرت بن ہاشم گیا تھا جسکے
مقابلہ کے واسطے غزوہ عیشہ ہوا تھا اور بوجہ گذر جاتا قافلہ مذکور کے بلا جنگ واپسی ہوئی بتی اب قافلہ شام سے واپس آ رہا ہے
یہ بھی اندیشہ تھا کہ عجب نہیں کہ یہ لوگ ہنگام واپسی کوئی تاخت مسلمانوں پر کریں حضرت نے بعد واپسی غیثہ طلحہ بن ابی طلحہ
وسعد بن زید غیل کو خبری پر مامور کیا تھا کہ قافلہ مذکور کی واپسی اور ارادہ دل کی خبر لائیں یہ دونوں جاسوس مقام بخار پر
پہنچ کر مکان کشتاہنی پر مقیم ہوئے جب قافلہ ابوسفیان عمر و عاص کا یہاں پہنچا تو ان مجزوں نے فوراً واپس کر حضرت کو خبر
دی کہ حضرت ۱۲ رمضان کو اس خبر پر جمعہ ایک جماعت کے جس میں دل قریب ۷۰ ہاجرین اور ۹۰ انصاری تھے۔

تبعیل تمام مدینہ روانہ ہوا اور مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ ہر مقام بقیع پر پہنچ کر جو بیوت السفیاء کے نام سے مشہور تھا جمع ہوں۔
چنانچہ مقام حجاج پہنچ کر ذریعہ قیس ابن صعصعہ شمار کیا گیا تو کل تعداد لشکر اسلام کی ۳۱۳ و بقولے ۳۱۵ ہوئی۔ عثمان بن
عقمان بوجہ بیماری زوجہ خود نہیں گئے تھے مدینہ میں رہ گئے تھے۔ اس مختصر لشکر اسلام میں صرف ۷۲ اونٹ تھے اور دست
گھوڑے اور بروایت ہر ایک ہی گھوڑا تھا کل ٹہرہ زرہ اور آٹھ تلواریں تھیں ایک ایک اونٹ پر دو دو تین تین آدمی

ماہ رمضان
ظہر و نماز عید
شعبان

غزوہ بدر کبریٰ

وچو استبا جنگ

تعداد شمار لشکر اسلام
۳۱۵ تھی

سوار ہوتے تھے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و زید بن حارثہ ایک اونٹ پر سوار تھے۔ ابوالبابہ کو یہاں سے خلافت مدینہ پر سامور کے واپس کر دیا گیا تھا۔

بقیع سے روانگی کی وقت لیث بن عمر و عدی بن ابی کو خدمت جاسوسی پر بعض دریافت حال قافلہ مذکور کو روانہ کیا گیا جنکو قریش بدر پہنچ کر دو عورتوں کی بابت چیتے جو کنوئیں پر آپس میں گفتگو کر رہی تھیں معلوم ہوا کہ گل قافلہ قریش وہاں پہنچ چکا انہوں نے فوراً آکر حضرت کو خبر دی جاسوسوں کی واپسی سے دو سر روز قافلہ ابوسفیان وہاں پہنچا۔ ابوسفیان نے جو اس منزل پر نشانہ قدم اونٹوں سے اور لید پڑی دیکھی جو فضلہ خرمائی تھی اور اہل مدینہ اپنے اونٹوں کو کھلاتے تھے وہ سمجھ گیا کہ محمد کے جاسوس کے نشانہ میں وہ فوراً مسہ قافلہ کے وہاں سے روانہ ہو گیا اور خوف سید ہارستہ چھوڑ کر براہ ساحل مکہ کو روانہ ہو گیا۔ چونکہ اسکو بہت دیر لپسی شام ہی خبر مل چکی تھی کہ محمد مسہ اصحاب کے قافلہ کے مقابلہ کو آئے تھے اور قافلہ کے گزرنے کی وجہ واپس چلے گئے تھے اور اب اسکی واپسی کے منتظر ہیں اسنے وہیں سے ایک شخص مضمض نامی کو منین شغال اجرت دیکر مکہ کو بھیج دیا تھا کہ قریش کو خبر دیکر قافلہ کی آمد کو کھواسے آدمی روانہ کرے۔

یہاں تک میں عائکہ بنت عبدالمطلب نے ایک خوفناک خواب دیکھا تھا کہ ایک شتر سوار آیا ہے اور بام کعبہ پر نڈکرتا ہے کہ اے قوم قتل ہو چکا۔ آمادہ ہو جاؤ جو وہاں ابوبیس پر گیا اور ایک پتھر وہاں اٹھا کہیں کیا جس سے چنگاریاں نکلیں اور مکہ کے ہر گھر میں سبائی ہاشم کے بیٹھیں۔ عائکہ نے اس خواب کو عباس سے بیان کیا انہوں نے ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے اور اسنے اپنے باپ سے کہا ابوجہل نے سنا تو جھلک کہا کہ اب تو بنی ہاشم کی عورتیں ہی پیغمبر کو گھسے یہ طعن بنی ہاشم کو ناگوار ہوئی۔

اس سے تیسرے روز مضمض قافلہ ابوسفیان مکہ میں پہنچا اور اسنے حسب ہایت ابوسفیان اپنے اونٹ کان کاٹ دیے تھے جسے خون نکلتا تھا اور اسی حالت سے اگڑانے فریاد کی کہ اے قریش کیسے چپین بیٹھے ہو تمہارے قافلہ پر محمد نے تاخت کی جو اسکی چوڑاؤ محمد کی دست برد سے اسکو بچاؤ اگر دیر کر دے گے تو قافلہ کا نشانہ نہ پاؤ گے اس خبر سے عائکہ کے خواب کی تصدیق ہوئی اور فوراً سہل بن عمر صفوان بن امیہ ربیعہ بن الاسود ابوجہل عتبہ بن ابی معیط ابوالخثری بن ہشام وغیرہ و سائر قریش نے مردمان کو ترغیب غیرت دلا کر آمادہ کیا۔ کچھ لوگ مثل عتبہ شیبہ غیرہ کے خواب عائکہ کے انجام بد کے خوف سے متزلزل بھی ہوئے مگر ابوجہل نے بزدلی کی غیرت دلا کر انکو بھی آمادہ کر لیا۔ عتبہ شیبہ سہل کے پاس کریدانگی کی بابت زلام اسخارہ جاہلیت کیا تو سب آیا یہ ربیعہ بن الاسود نے بعد از خروج مکہ تیروں سے زلام کیا اسکو بھی یہی آئی مگر اسنے اعتناء نہ کیا گیا۔ اور ایک مجمع کثیر نکوشش و اعدا ابوجہل جمع ہو گیا جس میں ۹۵۰ مردمان جنگی تھے اور ۱۰۰ اونٹ اور ۱۰ گھوڑے تھے۔ تمام سامان عیش و نشاط بھی ساتھ لائے تھے عباس و زید بن ابیہاشم کو بھی چلنے پر مجبور کیا گیا جو بالکلہ ساتھ نہ گئے تھے۔ وہ سارے مکہ سے زراعتی جو تمول تھے یعنی عباس بن

قافلہ ابوسفیان کی یاد اور

گزر گیا۔ قریش مکہ کو

ذرا بعد قافلہ کی یاد اور

خواب عائکہ

قافلہ ابوسفیان مکہ

پہنچا

کثیر لشکر قریش جمع

ہو کر چلے تھے۔ ۹۵۰

بہت

عبدالطلب، عقبہ بن ربیع، امیہ بن خلف، حکیم بن خرام، نصیر بن حارث، ابوہل بن ہشام، سلم بن عمرو، عتبہ بن مسعود، حجاج
لشکر کے کہنے وغیرہ کے متعلق منظم کئے گئے تھے عتبہ بن شداد کو اکثر خواب عاکلہ کی بنا پر خیال مراجعت پیدا ہوتا تھا مگر ابوہل جس نے قسم
کھائی تھی کہ جب تک بدر نہ ہو چکا۔ شراب نہ پئے گا غیرت دلا کر آمادہ کر دیتا تھا جب یہ لشکر عظیم قریب مقام جحفہ پہنچا تو ہمیں صلیت
بن مطلب نے خواب دیکھا کہ عقبہ و ربیعہ امیہ و ابو النختری ابوہل و نوفل فنا ہو گئے یہی سیر ہو گیا خواب سنا ابوہل نے کہا کہ اب ایک
اور پیغمبر پیدا ہوا اور سب کو درغلا کر مستعد کر دیا یہ جیل تمام چلے جاتے تھے۔

یہاں قافلہ بوسفیان جب مقام مخدوش سے بخیریت گذر گیا تھا اور قریب مکہ پہنچا اور سکورو اگی قروش کا حال معلوم ہوا تو اسے
قیس بن امرا القیس کو لشکر قروش کے پاس بھیجا کہ ہا قافلہ بخیریت واپس آ گیا اور سب واپس چلے آئیں درمختار اہل فزیکہ درپے
ہوں یہ قاصد مقام جحفہ پہنچا اور قروش سے پیغام بوسفیان کہا تو عقبہ فوراً واپسی پر آمادہ ہوا مگر ابوہل نے پھر کہہ دیا کہ جب تک
بدر نہ ہو چکا۔ تین روز قیام کر کے مختار اہل تیرب کو نہ دکھلا دیئے کہ قافلہ قروش پر تاخت کا نتیجہ ہوئے ہرگز واپس نہ گئے اس قاصد نے
واپس آ کر بوسفیان سے کیفیت بیان کی تو اس نے کہا کہ افسوس ابوہل کی عقل پر اور یا وجود اس کے اپنے قافلہ کو مکہ پہنچا کر اور اسباب
وغیرہ کہا کہ خود فوراً روانہ ہو کر سپاہ قروش سے آملا و جنگ میں شریک ہو جاؤ۔

اخضر بن شریق بن زہرہ کو جب معلوم ہوا کہ قافلہ قروش بھی بخیریت مکہ پہنچ گیا اور مختار بن نوفل بھی قید مسلمانان گے آزاد ہو گیا۔
اس لشکر سے کہا کہ اب تم لوگ جنگ محمد سے باز آؤ اور اس کے درپے تمہاری بہو نہ کہ وہ بھی تمہارا لیڈر زائد ہے بہتر ہے کہ واپس چلو
ابوہل کی بات پر عمل کرو کہ وہ قوم کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ بنو زہرہ اسکی نصیحت پر آمادہ ہوا اور راستہ سے اخضر و قروش کو
سانپ کے کاٹنے کے بعد سے واپس ہو گیا اور سب بنی زہرہ بھی اسکے ساتھ واپس ہو گئے چنانچہ ابوہل نے سخت نفرت کی۔
اسطون واد مدینہ میں جب حضرت مقام رو جا پر پہنچے تو وہاں نماز عشا پڑھی اور رہائی سلمہ بن ہشام و عباس بن ابی ربیع کی چو کھلا
مکہ کی قید میں دے دیا فرما بی جیب بن یسار قیس بن محرت جو مشرک طبع غنیمت لشکر اسلام کے ساتھ تھے معلوم ہوئے کہ حضرت
ابوہل کی حکم دیا جنہیں سب مسلمان ہو گیا اور ساتھ رہا تھیں گے ابھی رسول کی فرست کی دلیل ہو کر ہو کر ایسے نازک موقعہ پر پناہ کی
شرکت غالی از حطرہ نہیں ہوتی۔

دادی صفیر پہنچا رسول اللہ کو اس عظیم لشکر قروش کی آمد کی خبر ملی اور اپنی جماعت کی قلت تعداد و سامان کو دیکھ کر رسول کو گونہ نشوون
ہوئی لیکن اب قروش کے سیلاب سے عرب ہو کر واپس ہونا بھی گویا اپنی ہستی کو مٹانا اور کھلا کو خاص میں نہ چرکے اور ہونیکا موقعہ دینا
تھا لہذا رسول نے دل میں ہٹان لی کہ اب بجز اسکے چارہ نہیں کہ اسلام کی آئندہ قسمت کا فیصلہ کر لیا جاوے جب فوجوں و رتوں میں
تباہی کی ہیبت ظلمین نظر آتی ہیں تو اس سے بہتر ہے کہ اگر فنا بھی ہوں تو مردانہ طریقہ پر و تباہی عالم میں یا نہ کا چھوڑ کر لہذا رسول نے ہم

ابوسفیان کا قاصد
لشکر قروش پاس

اخضر بن زہرہ کی
واپسی

دوبہر دی لشکر اسلام
سے ساتھ

رسول کو عظیم لشکر قروش کی
خبر و تہیہ رسول

ارادہ کر لیا کہ ہر چہ باد باد مردانہ مقابلہ کیا جاوے مگر کتنا پانے ہم ایمان کا ایسا لیا۔ بقول حیات نقوٹ بوجہ و عمر نے کہا کہ ہم ایسے جنگ عظیم کے قصد سے ہرگز نہیں نکلے تھے اس لشکر عظیم کے مقابلہ میں کیا سربرہ سکیں گے مناسب کہ جنگ سے باز رہیں اور اپنی زمین بعض انصاف نے بھی نیچے دلوں میں کچھ اتفاق کی جہلک تھی اور خیریت اسلام انکے قلوب میں سمجھ نہ ہوئی تھی کہا کہ ہم لوگوں کی مدینہ کاندھ رسول کی حفاظت کا ہم کیسا ہے نہ کہ بیرون مدینہ رسول کو یہ جوابات پسند نہ آئے اور طبع اقدس پر گونہ ملال ہوا۔ لیکن ہمارے جین میں سے علی و حمزہ و مقداد نے اور انصار کی طرف سے سعد بن معاذ نے پُر زور الفاظ میں رسول کو اطمینان دلایا کہ ہم لوگ ہرگز اطاعت کا باہنہ نہ آئیں گے اور آپ حکم پر اپنی جانیں نثار کر دیں گے تب حضرت کو اطمینان ہوا اور دُعا دی اور فرمایا کہ سُبْحَہ جُزْءِی تھی کہ یا تو قافلہ ابوسفیان یا لشکر قریش سے ضرور مقابلہ ہو گا اور خدا ہماری مدد کرے گا۔ تب حضرت نے معہ اس لشکر مختصر کے روانہ ہو کر کناہہ سراب کو غزوہ نہایت کہتے ہیں مقام کیا اور خود معہ قباہ بن نعمان معاذ بن جبل بعد فرزند ہونے لشکر کے بطور تفریح روانہ ہو کر ایک بدستہ جگہ کا نام سفیان خمیری تھا اقبال لشکر قریش دریافت فرمائے جسے بتلایا کہ فلاں روز قافلہ روانہ ہوا ہے اور کج فلاں مقام میں ہو گا۔

علاء مصفا کو علی بن ابیطالب کو معزز بن عوام و سعد بن قاص چند دیگر علمایاں اور کیا گیا کہ وہ نوح بدر میں دشمن کی تلواروں میں ایک کنوئیں کو مرکز قرار دیں۔ جانشین اصحاب اس ہونہار افسر کی ماتحتی میں چلے مقام مامورہ پہنچے۔ دشمن کی ایک جماعت آب کش کو جو پانی لینے آئی تھی وہ کچھ اجوسب جماعت مسلمانان کو دیکھ کر بھاگے۔ اہل مدینہ و عیال اس فسر نے گرفتار کر لیا اور خدمت رسول میں پہنچا دیا۔ ان سے دریافت پر معلوم ہوا کہ وہ سفایان لشکر قریش میں سے ہیں اور لشکر قریش سامنے والے ٹیلے کے چھپے اور ہمتا جب کو غزوہ قصویٰ و کثیف عقل کہتے ہیں قریش میں تعداد لشکر دریافت کرنے پہنچے۔ انہوں نے کہا کہ دشمن کا کوئی علم نہیں رسول نے پوچھا کہ اس قدر اونٹ پانی کے روزانہ لائے ہو انہوں نے کہا کہ نو یا دس تو رسول نے اوس وقت بتلادیا کہ ہزار سے کم اور نو سو سے زیادہ ہیں۔ ان سے ہی صدا دید قریش کے نام جو ہر لشکر آئے تھے معلوم ہوئے۔

حضرت قیام لشکر اسلام کی بات مشورہ کیا جاب بن مندرج اس نوح کے تمام موقع سے واقف تھا کہ یہ مقام مناسب نہیں ہے یہاں کوچ کرنا چاہیے۔ اور بدر کے آخری چاہ پر لڑنا چاہیے۔ وہاں پر پہنچ کر ہم ایک حوض کہو در اسکو پانی سے پُر کر لیٹیں۔ تاکہ پانی کی ہکو تکلیف نہ ہو لے مندرج پسند ہوئی اور یہاں سے کوچ کر دیا گیا۔

اصحاب شمشیر

رسول خود جاسوسی کرتے ہیں

علی کے متعلق گفتی
جاعت گرفتار
دوستہ دشمنمقام لشکر اسلام کی بات
مشورہقیام لشکر اسلام کے
مکینان میں

تقریباً قیام قریش جو بھاگ کر گئے اور قریش کو دھوکا کی گرفتاری کی خبر ہوئی تو انکو کچھ اضطراب پیدا ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ مسلمان انکی کتر سے محروم نہیں ہو سکتے بلکہ مقابلہ پر آمادہ ہیں اور اب انکو خوف ہوا کہ مقابلہ سخت ہو گا مگر انکو جہل و کم ہمت دلاتا لشکر اسلام قریب بدر بالکل نیستانی حصہ میں تڑپتا جس میں گھٹنوں تک پر پہنچے جاتے تھے قریش کی قیام گاہ کثیف میں سخت زمین پتھری اتفاق سے تھیں لیز دی خوب باشکستگی بس سے قیام گاہ لشکر اسلام کا ریت جم کر زمین چھلنے کی قابل ہو گئی

اور منزل قریش پر کھڑے ہو گیا۔

یہاں پر حضرت نے بوقت شب عمار یا سر عبد اللہ مسعود کو خبر دی کہ قریش کی واسطے مامور کیا جنہوں نے اگر خبر دی کہ قریش خالی معلوم ہوتے ہیں مگر ہوشیار ہیں جبکہ نقش قدم بھگولنگ قریش میں دیکھ کر پھیلنے لگے اور قریش سمجھ کر جاسون چھوڑتے اور اپنے گروہ کو متوجہ کر کے جنگ کی ترغیب تحریر کی۔

اموری حیران

اب حضرت نے اپنے مختصر لشکر کے صفوف قائم کئے سعد بن معاذ نے عرض کیا کہ ہم حضور کی واسطے ایک عیش تیار کر کے میں حضور کو تشریف فرما رہیں اور اپنے جانشینوں کی جنگ کا معائنہ فرماتے رہیں حضرت نے اجازت نہ دی اور مسعود دعا دی چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اسی ثنائی میں لشکر قریش بھی سامنے سے نمودار ہوا سب کے آگے بیعت بن لاسود گھوڑے پر سوار تھا اسکا لشکر اس کے پیچھے تھا حضرت نے لشکر قریش کو دیکھا اور خدا تعالیٰ سے مسلمانوں کی فتح اور دشمن کی شکست کی دعا کی۔

تباہی عیش برکت

ایمان بن رخصہ یہودی نے جو قریش کا ہم جہد تھا دنوں اونٹ مار قریش میں پہنچے تھے اور خود بھی آٹھ گاوٹیں لے کر تھا اسکا گلا حفا نناقل ہے کہ اسکا باپ جنگ کھیلے کو زیادہ پسند کرتا تھا وہ آیا اور غنیہ سے جو قریش میں کینقد رایل صلح تھا لاؤ اسے کہا کہ جنگ سے صلح بہتر ہے اگر تمکو عمر بن خضرمی کی دیت اور مال جو بطون نخلہ میں مسلمانوں نے لے لیا اسے لجاوے تو بہتر نزدیک صلح لینی چاہیے قتال مناسب نہیں عقیقہ نور اہنی تھا اور ابو النخری کے ذریعہ ابو جہل سے کہا ہوا بھی کہ اگر ابو جہل نہ مانا اور جنگ نہ لڑی ۱۹ رمضان کو فزلقین کے لشکر ایک دوسرے مقابل صف آرا ہوئے رسول اللہ نے اول اپنے اصول کی موافق قریش کے پاس پہنچا کہ بہتر ہے کہ وہ جنگ سے درگزر کریں ورنہ واپس جائیں ہمارا مقصد دہرگز جنگ نہیں ہم جنگ کو پسند کرتے ہیں حکیم ابن خرازم نے پیغام حضرت منکر قریش سے کہا کہ مجھ نے انصاف کی بات کہی ہے اگر ابو جہل چاہی کثرت سے اس غم میں تھا کہ اب ہم مسلمانوں کو نیست و نابود کر دیں گے نہ مانا اور کہا بھی کہ کج نصیحت کی ضرورت نہیں ہے ہم بغیر کافرانہ تمام لینے ہرگز واپس نہ ہونگے۔

ایک یہودی کی کشتی
صلح

صفت آسانی متعین
درغ حجت

اب مسلمان بلی پی گزری ہوئی سختیوں جلا وطنی توہینوں و رعب زیادہ دشمن کی کثیر جماعت جان بچا سکی وجہ آمادہ ہو گئے۔ کہ اب ایک جان تو طرانی لڑی جاوے اب تک کوئی بڑی طرانی نہ ہوئی تھی جسکی فتح و شکست پر اسلام کی قسمت کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے پڑے پیمانہ پر تھی اور اپنا وجود باقی رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ اسی میں موت زندگیاں کا فیصلہ کر لیا جاوے۔

توڑنی
مسلمان جان لڑا
پرستہ

اسی اثنا میں کچھ قریش پانی لینے اس حوض کی طرف بڑے جوش رکھ کر تیار کیا گیا تھا تو مسلمان روکنے پر آمادہ ہوئے مگر حکم رسول جملہ للعالمین ہوا کہ پانی سے نہ روکو پسینے دو چنانچہ حکم رسول کی تعمیل گئی اور قریش نے پانی پیاد دشمن کیساتھ یہ لوگ سوار ہو کر اولاد و خاندان کے اور کسی میں نہ ملے گا کفار قریش نے پانی پینے کے بعد شرارت و خباثت سے چاہا کہ جو خدا کو گندہ و نجس کر دیں حضرت حمزہ لنگے اسراوہ سے مطلع ہو کر تلواریں کھینچے ہو چکے اور اسود بن عبد اللہ مسعود نے کجایا کرنا

رسول دشمن کی پانی نے
کی اجازت دینا

چاہتا تھا فوراً قتل کر دیا۔

قریش میں اس ابیہی عمرو بن ہب و حکیم بن خزرمی و عقبہ نے ہر چند کوشش کی کہ جنگ نہ ہو بلکہ عقبہ نے تو دیت عمرو انصاری کی دینی
بھی اپنے ذمہ لے لی تھی جس پر قریش بلا جنگ کئے واپسی پر رضا مند بھی ہو گئے تھے مگر ابو جہل نے یہ دیکھ کر اگر اس حالت میں واپسی
سب کی ہوگی تو عقبہ کی بات بڑھا دے گی اور اسکو مقبولیت عامہ حاصل ہو جاوے گی جسکو وہ کس طرح گوارا نہ کر سکتا تھا یہ چال چلی کہ
عمرو انصاری کے بھائی عامر کو بہکا یا کہ عقبہ یہ چاہتا ہے کہ تمہارے بھائی کے خون کی دیت لے لے اور انتقام نہ لیا جائے تم تمام قریش
کے سامنے فریاد کرو چنانچہ یہ تدبیر کارگر ہوئی۔ عامر نے اپنا سر بر بندہ کئے واعزہ! و اخیاہ! کی فریاد کی قریش میں جنہیں غم نظر تھا
زیادہ ہوتا اس فریاد سے جو نزل و اشتعال پیدا ہو گیا اور جنگ چھڑ گئی۔

لشکر قریش میں تین بڑے علم تھے ایک طلحہ بن ابی طلحہ کے پاس دوسرا ابی عزیز بن عمر کے پاس تیسرا انصاری الحارث کے پاس تھا
جب لوں لشکر آمادہ جنگ ہوئے حضرت خود نصف لشکر درست کی اور خود قریش پر تشریف فرما ہوئے ابو بکر بھی قریش پر جس
کی وجہ ناظرین خود قیاس کر لینگے حضرت نے منہ طرف آسمان کر کے پر دعا نصرت الہی کی۔ تناسب تعاد لشکر سے مسلمانوں کی قلیل
جما تھا ایسے کثیر لشکر کے مقابل میں ٹھہرنا تعجب کی بات معلوم ہوتی ہوگا اصول جنگ سالہ کے لحاظ سے کہ ایک کی ایک کے
ساتھ دست بدست جنگ ہو کرتی تھی اور رسول اللہ کرم و استقلال پر نظر کرتے ہوئے زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے۔
پر جو ش دشمنوں سے عقبہ بن عبیدہ پہلا شخص تھا جو نصف لشکر سے نکلا کیونکہ ابو جہل نے عقبہ کی سعی صلح پر اسکو بڑی کاٹھن
دیا تھا جو ایک عرب کے بہادر کیواسطے بہت کچھ تھا اسکے ساتھ ہی اسکا بھائی شیبہ و رطل کا ولید نکلا ابو جہل ایک گھوڑے پر سوار
عقبہ نے اس طعن کی سوزش میں ابو جہل کے گھوڑے کو پکڑ کر دیا کہ سوار ہو کر میدان جنگ میں آنا اور اگلی نہیں ابو جہل گر گیا۔ قریب
تھا کہ ان دونوں میں لپسیں ہی جنگ ہو جا سکتا تھا اور اہل لشکر نے بچا دیا۔

عقبہ و شیبہ ولید نے میدان میں انہیں کر سباز طلب کیا لشکر اسلام سے معاود معوذ و عوف انکے مقابلہ کو بڑے قریش کی جاہلانہ
جمیت کے بہادروں نے یہ دیکھ کر کہ مقابل نے نسب میں کم درجہ کے ہیں انکو واپس کر دیا اور رسول سے اپنے ہم فوج کے بھیجنے
کے خواستگار ہوئے رسول نے اب اپنے چچا حمزہ و بھائی و دوا مد علی و چچا زاد بھائی عبیدہ بن الحارث کو بھیجا تاکہ مہاجرین انصاریں
کسی کو یہ خیال پیدا نہ ہو کہ اپنے عزیز و بچے جاتے ہیں بلکہ اوروں کو بھی اس جوش و ولولہ پیدا ہو۔

اس میں کسی قدر اختلاف ہے کہ کون کس کے مقابل ہوا مگر زیادہ صحیح اور اجتماعی یہ ہے کہ عقبہ کے مقابل حمزہ و شیبہ کے مقابل عبیدہ
اور ولید کے مقابل علی ہوا اور ان تین حسب انساب لوگوں کی لڑائی دین و کفر کے قائم کر کے شروع ہو گئی عرب کے مشہور
بہادر حمزہ نے اپنے مقابل کو خون میں نہا دیا لیکن عبیدہ شیبہ کے ساتھ رہے جنہی ہو علی نے بھی ولید یعنی معاویہ کے حاکم قتل
ولید بچے گئے

جوش جنگ

کر دیا۔ اور عیدہ کو زخمی پا کر وہی تلوار جسے ولید کا کام تمام کیا تھا شیبہ پر بھی چکی اور اسکو خاک ڈھیر کر دیا۔ علی کو اپنی ظہار شجاعت اور شرکت جنگ کا یہ پہلا موقعہ تھا عیدہ زخمی کو علی اٹھالائے اور اسی زخم سے بعد اقسام جنگ وقت ایسی لڑائی کا اہتمام ہو گیا لشکر قریش سے ان تین بڑے بہادروں کے قتل ہو نی کے بعد بنی مخزوم گرد ابو جہل کے جمع ہو گئے اور زہرہ ابو جہل کو جلا لیا۔ ابن منذر کو پہا کر میدان جنگ میں بھیجا۔ علی بن ابیطالب اسکو ابو جہل سے کھڑکھڑایا اور ضرب شمشیر سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور دوسری سمت مصروف جنگ ہو گئے۔ پہر وہی زہرہ پتھر تو قبیل یا حضرت حمزہ نے اسکو قتل کیا۔ پہر جریہ بن عمر اسی زہرہ کو پتھر آیا حیدر کرار نے مقابل ہو کر اسکو بھی جہنم واصل کیا۔ اب جنگ مغلوبہ ہوئے لگی دشمن اس فکر میں تھا کہ اپنی کثرت کے سیلاب اسلام کی قلیل جماعت کو فنا کر دے اور مسلمان اپنی آئندہ کی بقا کیلئے بے جاں توڑ کوشش سے اپنی حیات و موات کا فیصلہ کر لینے پر تلے ہوئے تھے جو کچھ مشہور مبارزہ حمزہ اور شیبہ شجاعت علی کی جہاں سر زکوار میں صفوں دشمن کیواسطے برق خرمن کا کام کر رہی تھیں۔ اسی جنگ میں ابو جہل معاذ و معوذ کے ہاتھ سے زخمی ہو کر گرا۔ اسکا بھی زخمی ہو گئے عبداللہ بن سعود نے ابو جہل کا سر جدا کیا اور حضرت کے پاس لاکھ چھترے شکر ادا کیا۔ اسی جنگ مغلوبہ کے دوران میں علی تین مرتبہ سول کی خیر کیواسطے عرش ٹمکائے اور بخیریت پا کر واپس گئے۔ مشرکین میں کچھ چند بڑے نامور ہوئے مارے جانے سے کچھ بددلی پیدا ہونے لگی تو قاصم بن ابی عوذب الہثمی قریش کو بہت دلائی اور وہ جوش دلائی رہا تھا کہ ابو جہانہ انصار کی ضرب شمشیر سے اسکا کام تمام کر دیا۔ معبد بن دہب نے ابو جہانہ پر تلوار چلائی مگر وہ خود گرا اور ابو جہانہ نے اسکو بھی دھل بھجھ کر دیا۔ نوفل بن خویلد بھی جو بڑا بہادر تھا قریش کو تحریص لاکر بہادر ہا تھا کہ علی نے کچھ ایک وار میں اسکا کام تمام کر دیا۔ رسول قریش پر سے یہ سب کیفیت ملاحظہ فرما رہے تھے اس کے دشمن اسلام کے اپنے شاگرد کے ہاتھ سے قتل ہوئے رسول قریش کچھ پریشان کیا جس سے مسلمانوں میں ورزیاہ جوش پیدا ہو گیا۔ اسی جوش جنگ میں علی جنگ پر تیاہت کیا۔ ان کا یہ جوش شمشیر گر نہ کے صفوں دشمن پر حملہ کرتے تھے اور انکو قتل پر آگندہ کرتے تھے۔ بقول مولف تاریخ الاسلام علی کے اوسط بدن وینا قدر جیتی پر لوگ عرش عرش کرتے تھے اور بقول مصنف تہذیب اسلام اس جنگ میں سب سے زیادہ پر جوش کوشش کرنا صرف دو تھے ایک علی بن ابیطالب سول کے چچ پر بہائی دوسرے حمزہ بن عبد المطلب اتہائی جوش جنگ میں تند ہونے دشمن کخوف زدہ و پریشان کیا۔ مسلمان تانیدانہ زدی سے بھلے ورجی توڑ حملہ کیا کہ قریش کے پیر اٹھ گئے۔ ابو جہل قتل ہو چکا تھا عقبہ و نوفل و بڑے بڑے روسا قریش مارے جا چکے تھے۔ قریش سولہ بوسعیان کچھ باگ کھڑے تھے۔ مسلمانوں کو یہ سب سبکدوش اس قلت کے فتح عظیم نصیب ہوئی اور یہ سب بآل غنیمت ہاتھ آیا۔ دشمن کے ۶۰ دہر وایتے ۹۴ آدمی قتل ہوئے۔ انیس سب باخلاف روایات ۳۶ آدمی اور ۴۴ میں تو قطعی خلاف نہیں تھا علی کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور اس طرح فتحیابی کا سہرا اسی پر جوش

تاریخ اسلام
تہذیب اسلام کا مقلدفتح اسلام کی پہلی فتح
کا سہرا علی کے سر

نوجوان مبارز علی کے سر پر باجو لوگ علی کے ہاتھ سے قتل ہوئے وہ کوئی معمولی آدمی نہ تھے وہ ایسے تھے جتنکے قتل ہوجانے سے کھانا
کے پیر یا وجود کثرت کے میدان کا اہلادویہ بن گئے نام یہ ہیں: ربیعہ بن لاسود، حارث بن ربیعہ، عمر بن عثمان بن کعب، عظم بن عبد اللہ
عثمان، مالک بن بردان، طلحہ، ولید بن عتیبہ، طلحہ بن ابوسفیان، برد معاویہ، طیمہ بن عدی، عاص بن سعد، مینہ بن الحجاج، السہی
نوفل بن خالد وغیرہ شہر مشہورین قریش تھے ادنیٰ مشاہیر قریش سے تھے باقی معمولی درجہ کے تھے۔ شتر آدمی سیر پہ چہ جس عباس
بن عبدالمطلب، عم رسول عقیل بن ابرہہ، ابوالعاص بن ربیع، ابوالعزیز بن عمر، ولید بن الولید بن مغیرہ، ابوہریرہ
بن عبدالمطلب، بن عمر عتیبہ بن ابی معیط، نصر بن الحارث تھے جنہیں سے عقبہ و نصر قتل کر دیے گئے۔

علی کے ہاتھ سے قتل
ہوئے مشہورین قریش

مسلمانوں میں سے ۱۰۰ مرد لیتے تھے ۱۰۰ آدمی شہید ہوئے۔ ۱۰۰ ہاجرین اور ۸۰ انصاریں جنکے نام حسب ذیل ہیں۔ ہاجرین میں
ابوعبیدہ بن حارث، عمرو بن ابی وقاص، عمرو بن عبدود، عاتل بن ابی بکر، مہج آزاد کردہ، عمر صفوان بن بیضاء، انصاریں
سہ بن عبدالمذر، سعد بن خثیمہ، حارث بن سرقہ، عوف و موق، پسران عفراں، عیمر بن حمام، رافع بن معطل، یزید بن حارث
اور معاذ بن یاحص، عبید بن مسکن، مجروح ہوئے تھے کہ یہ بھی بعد کو فوت ہو گئے۔

انشا جنگ میں حضرت نے حکم دیا تھا کہ نبی اکرم کو جو بھجور لائے گئے تھے وہ ابوالنختری و حارث بن نوفل کو قتل نہ کیا جاوے مگر ابوجہش
بن عقبہ نے اپنے باپ بہائی کے غم میں کہا تھا کہ ابوالنختری کو میں ضرور قتل کروں گا۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا ابوجہش کو قتل نہ کرو
حضرت شکایت کی کہ اس گستاخی پر ابوجہش کو سزا قتل دینی چاہیے مگر حضرت فرمایا کہ ہمیں اس باپ در بہائی کے غم میں کیا
کہا ہو گا۔ جب ابوجہش خود نام ہوا اور حضرت معذرت کی۔ ابوالنختری و حارث جنگ میں قتل ہو گئے تھے۔

دلوٹ، تواریخ، مسند میں بھی ابوبکر کی موجودگی تو اس جنگ میں عیش پر معلوم ہوئی تھی مگر حضرت عمر کے لیے لگا ہوا شیشی
تھیں کہ آخر وہ ہیں کہاں؟ جب لڑنے نظر تو اسے چاہے ایک مسلمان کو قتل کرانکے ہی سہی جنگ میں تو کسی دشمن سے مقابلہ کیوں
کا روئی کر نیکاکہیں ذکر تاریخ میں نہیں پایا جاتا۔

حضرت کتبہ کان قریش کو بھی لڑنا کہہ کر ایسا بھاد فن کر دیا مگر امیہ بن خلف کو جس مقام پر وہ مارا گیا تھا وہیں فن کر دیا۔
دشمن کے ساتھ یہ ملوک بھی خاص حضرت کا ہی حصہ تھا۔

اب حضرت مال غنیمت مساوی طور پر لے لیا۔ تقسیم کر دیا اور ان لوگوں کو بھی حصہ دیا جو حکم رسول کسی خدمت پر یا مور تھے جو
کسی مجبوری کے شریک جنگ نہ ہو سکے تھے۔ شمشیر بنہ بن الحجاج و بردایتہ، عاص بن زبیر، کوزہ الفقار کہتے تھے بطور تمغہ ظفر علی کو
دی گئی تھی۔ شتر آدمی حضرت نے اپنے پاس کہا۔ سعد بن عبادہ بوجہ اتفاق یہ مارگزیدگی کے عثمان بوجہ علالت زوجہ خود شریک جنگ
نہ ہو سکے تھے۔ طلحہ بن عبدالمذہر و سعید بن نفیل جو جاسوسی پر یا مور تھے۔ اور ابوالبابہ جو خلافت مدینہ پر و عاصم بن عدی خلافت قبا پر

تقسیم مال غنیمت

مامور تھے و حارث بن عاقل جو ایک خاص کام پہنچے گئے تھے و حباب بن جبیر و حارث بن صہ جو ادھرت گرا کر مجروح ہو گئے تھے۔
ان لوگوں کو بھی حصہ دیا گیا۔

و اپنی حضرت

عبداللہ بن رواحہ و یزید بن حارث کو اپنے ناقہ قصوے پر سوار کر کے بطور نقیبہ اس فتح کی خوشخبری کیواسطے مدینہ کو روانہ کیا
اور سفیرانِ غلام کو محافلِ میلان پر مامور کر کے رسول اللہ خود مدینہ تشریف لائے۔ اہل اسلام میں اس فتح کی بڑی خوشی مانی
گئی اسی اثنا میں قیز و جعثمان کا انتقال ہو گیا جسکے سبب انتقال کی بابت جو روایات ہیں انکو اپنے موضوع کھلاف پاکیزہ کرنا ہوتا ہے
اسیرانِ جنگ کی بات نہ کرتے تھے اصحاب مشورہ کیا ابو بکر کی رائے ہوئی کہ فدیہ لیکر انکو رہا کر دیا جاوے مگر کی رائے تھی کہ سب کو قتل
کیا جاوے بلکہ یہاں تک راہی کہ علی کو حکم دیا جاوے کہ اپنے بھائی عقیل کو قتل کریں۔ زیادہ اصحاب نے راہ ابو بکر کو پسند کیا اور حضرت
نے بھی اسی کو مناسب خیال فرمایا اور ایسا ہی کیا گیا۔ وہ لوگ جو فدیہ دینے کی قابل نہ تھے بلا فدیہ لے رہا کر دیئے گئے حضرت
عباس و عقیل مسلمان ہو گئے عمرو بن لوی و بسفیان کو معاوضہ سعد بن نعمان رہا کیا گیا۔ ابوالعاص بن ربیع بن عبد العزی بن عبد اللہ
شوہر زینب و خنیزہ رسول کے فدیہ میں زینب اپنا قتلادہ بیجا تھا یعنی باعقین میں کا جو خنیزہ نے شادی میں دیا تھا جسکو بیکر
حضرت کو گونہ ملا لیا ہوا اصحاب نے بیاس خاطر حضرت کے ابوالعاص کو بلا فدیہ لے رہا کر دیا اور قتلادہ بھی واپس کر دیا۔ حکم
بن خزام جو جنگ سے بھاگ گیا تھا اسی سال مسلمان ہو گیا اور محبت خدا و رسول میں سے نئے غلام آزاد کئے انکی عمر اس وقت
۶۰ سال کی تھی ۶۰ سال اور زندہ رہے۔

اللہ یہ سیکر چور
لے

و اپنی ہریت یا دشمنان

بکہ و ہاکت ابولہب

مفروہین بدر میں سے سب پہلے حسان خزامی نے کہ پہنچ کر شکست قریش کی خبر دی مگر لوگوں نے یقین نہ کیا کہ ابوسفیان نے
پہنچ کر اسکی تصدیق کی۔ ابولہب جو جنگ کو نہ گیا تھا بلکہ اپنا بیوی و بچہ یا تھا اسنے ابوسفیان سے مکان عباس پر چھکر مفضل واقعہ
دریافت کیا کہ کیسے قریش کے اتنے بڑے لشکر کو شکست ہوئی۔ ابولہب نے غلام حضرت عباس جو مسلمان ہو گیا تھا بول ہٹا کہ ملائکہ نے
حضرت کی مدد کی ہوگی۔ ابولہب نے غصہ میں سکھو مارا ام الفضل زحیم عباس نے کہ وہ بھی مسلمان ہو چکی ہیں ایک لکڑی ابولہب کے ماری
جس سے اسکا سر پھٹ گیا اور وہ زخم مر گیا اور اسی میں وہ مر گیا۔

نتیجہ جنگ

یہ پہلی فتح عظیم تھی جو مسلمانوں کو حاصل ہوئی جس سے صرف انکی ہمتی باقی رہ گئی بلکہ مسلمانوں کی دہاک تاحی شریکین و کفار پر ٹھہر
گئی اور ان کی تعداد و وقت میں روز افزوں اضافہ ہونے لگا مگر قریش کا جو نشانہ مقام مکینہ اور زیادہ ہو گیا۔

صدرا کا تشریح

اس شکست کے بعد صفوان بن عیینہ حبشی کو کہ جو بد معاشران مکہ میں سے تھا اور وہ بھی جنگ بدر سے بھاگ آیا تھا اور اسکا
ڑکا اسیر ہو گیا تھا بغیرہ طور سے اجرت پر بغیر قتل حضرت مامور کر کے روانہ کیا اور اپنی تیغ زہر لود کر کے اسکے حوالہ کی اور
خود اسکے خیال کا کھل ہوا اور اسکے تمام دیتوں کی ادائیگی اپنے ذمہ لی۔ عمیر بنہ آیا حضرت معہ چند اصحاب کے تشریف فرما تھے۔

کی تدبیر کا ذریعہ

و اسکا اسلام

اوسنے حضرت تک پہنچنے کا قصد کیا۔ اسی بجائے روکا مگر حضرت نے فرمایا کہ آئے دو چنانچہ اسکی تلوار پکڑ کر چاہنے لگا گیا۔ حضرت نے اُس سے دریافت کیا کہ کس غرض سے آیا ہے اسنے اصلیت کو چھپایا اور ظاہر کیا کہ اپنے لڑکے کی رہائی کی درخواست کو آیا ہے۔ گلاس طبیعت شناس بنی نے اسکے چہرے اسکی اندرونی کیفیت معلوم کر لی تھی اس کے کجا کچ کہہ ورنہ میں جس واسطے تو بھیجا گیا ہے اور جس نے بھیجا ہے اور جن شرائط پر بھیجا ہے سب بتلا سکتا ہوں یہ سنکر اسنے اقرار کیا اور فوراً مسلمان ہو گیا اسکے لڑکے کو بھی رہائی دی گئی۔ وہ پہرہ اجازت مکہ آیا اور اکثر آدمی اسکی ترغیب سے مسلمان ہوئے اس قریش کو اور زیادہ کاوش بڑی ہو۔

(۵) غزوہ کدر رمضان سنہ

بعض تواریخ میں ہے کہ مہاجریت جنگ بدر سے سات روز کے بعد حضرت کو خبر معلوم ہوئی کہ قبیلہ بنی سلیم بن رض جنگ مسلمانان ایک چہترہ پر شکوہ کر رہے ہیں جمع ہوئے میں حضرت خود مع ایک جماعت اسکے مقابلہ کیواسطے تشریف لے گئے وہ لوگ بہانہ گئی کوئی جنگ نہ ہوئی مال غنیمت بہت سا ہاتھ آیا اور مدینہ کو واپس ہوئے رابن خلدون وحیات القلوب اکثر قصص و انکشافات تذکرہ

(۶) غزوہ بنی قینقاع ۲۱ شوال سنہ

یہودان بنی قینقاع سے حضرت سے سنہ چیس عہد نامہ ہو گیا تھا۔ بعد واقعہ بدر کے جو شہر فتح مسلمانان کی ہوئی تو ان یہودیوں نے جھوٹا لقب عرب اسلام ناگوار تھا کہ محمد نے ایسی جماعت لڑائی کر کے فتح حاصل کر لی جو فن جنگ سے ناواقف تھی اگر ہم سے جنگ کرتے تو حقیقت کھلتی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ نقض معاہدہ پر آمادہ ہیں تو حضرت نے وہاں بنی قینقاع کو بلا کر دعوت اسلام دی انہوں نے انکار کیا اور اتنی قسم کے کلمات طعنہ یہ کہے کہ تم مثل قریش کے نہیں ہیں اور چلے گئے جسے حضرت کو اس خبر کی تصدیق ہوئی اور آیت "آتخافن من قوم خیانتہ..." الخ نازل ہوئی حضرت نے انکی سرکوبی کا قصد کیا اور گیارہ روز کے بعد ابوالبابہ کو خلافت مدینہ پر مامور کر کے اور علم لشکر حضرت حمزہ و بردایتہ حضرت علی کی سپرد کر کے حضرت معاویہ جماعت کے مدینہ سے روانہ ہوئے اور پچھلکا محاصرہ کر لیا۔ چہ روز خاصہ رہا۔ جب بنی قینقاع محاصرہ سے تنگ آ گئے تو حضرت کے پاس پیغام بھیجا کہ ہوا اجازت دیجائے کہ ہم حصار سے نکل کر آپس چلے جاوین۔ حضرت نے حکم دیا کہ سب ہاتھ پست سے باز نہ کرنا وطن گریہ جائے تاکہ انکو معلوم ہو کہ نقض عہد کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ عبداللہ بن ابی سلول کو جو یہ معلوم ہوا تو وہ چونکہ یہودیوں کا شریک تھا انہیں ہاتھ پست سے باز نہ کرنا اور بہت خوشامد کی اور حضرت کے گیسے بائیں ڈال دینا اور سوت تک نہ چوڑا جب تک کہ تہہ باز نہ ہونے کی معافی نہ کر لی حضور نے تین روز کی ہمت انکو دی کہ جسے بعد وہ وطن چوڑا دیں اور عبادہ بن مسامت کو مامور کیا کہ وہ اس جماعت کو جلا وطن کر کے واپس لائیں چنانچہ وہ ان سب کو جلا دیں... انفرہتے کوہ ذباب تنگ جا کر جانب شام ہد کر کے واپس آئے جو ایک ماہ تک دی القوس میں مقیم رہ کر تمام کو چلے گئے مال و اسباب

غزوہ کدر رمضان

سنہ

غزوہ بنی قینقاع

۲۱ شوال سنہ

ایک مسلمانوں کے قبضہ میں یا جس میں تین کمان سہ زرہ و ۳۰ نیسے ہی تھے۔ ایک زرہ محمد مسلمہ کو ایک سعد بن معاذ کو دی گئی۔ بقیہ مال میں سے خمس نکال کر باقی اصحاب پر تقسیم کر دیا گیا۔

(۷) غزوہ سولق

غزوہ سولق

ابوسفیان نے سمر کہ بدر سے بہاگ کر قسم کھائی اور نذر کی تھی کہ روغن جسم پر نہ لیکھا اور اپنی عورت سبائرت نہ کرے گا جب تک کہ محمد اور ان کے اصحاب انتقام بدر کا نہ لے لیکھا۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد ہی ۴۰۰ ہر وایتے سوار ساتھ لیکر مکہ سے روانہ ہوا اور مسکن بنی النضیر پر پہنچا۔ اول حالات حضرت کے معلوم کرنے اور اس قبیلہ کو ہم رائے کرنے کی غرض سے سحی بن اخطب کے پاس گیا مگر سحی سمجھ گیا اور اسکی ملاقات سے انکار کر دیا۔ تو وہ سلام بن مسکن کے پاس گیا۔ سلام نے اسکو اپنے یہاں ٹھہرایا اور دعوت کی۔ اس سے ہم مشورہ ہو کر مدینہ پر آمادہ کیا اور وعدہ لے کر وہاں سے چلکر بارادہ تاخت مسلمانان مقام حویس تک جو مدینہ سے ایک فرسخ ہے آیا اور ایک دو مسلمانان مدینہ کو جو اپنے کارزراعت میں مصروف تھے۔ قتل کر کے اور ایفانڈر کے لیے چند درختان خرماکو جلا کر بخوف مسلمانان فوراً واپس ہو گیا۔ اسکی خبر جب حضرت کو مدینہ میں ہوئی تو ابولعبابہ کو خلافت مدینہ پر چھوڑ کر مع ۴۰ آدمیوں کے حضرت تعاقب ابوسفیان میں روانہ ہوئے ابوسفیان نے جو حضرت کے تعاقب کی خبر پائی تو ایک جماعت کو جسکے پاس سولق (ستو) تھا اور یہ لوگ اسکے ساتھ طغ غنیمت ہو گئے تھے۔ راستہ میں چھوڑ کر تعقیل تمام بھاگ گیا حضرت جب قرقر الکرذ پہنچے تو یہ جماعت مسلمانوں کے ہاتھ پڑ گئی جو کھڑے لگی سولق کو مسلمانوں نے اچھی قیمت میں بازار میں فروخت کیا اور قیمت تقسیم کر لی۔ اسی وجہ سے اسکو غزوہ سولق کہتے ہیں۔ بعض اہل تاریخ نے اس واقعہ کو سال ۳۸ھ میں بیان کیا ہے۔

اسی سال بجاہ ذی الحجہ عثمان بن مطعون صحابی رسول جو بہت بڑے عابد و زاہد تھے انکا انتقال ہوا اور بقیہ میں دفن ہوئے

انتقال عثمان بن مطعون

واقعات سنہ ہجری

(۸) غزوہ قرقرہ الکرذ سنہ ۳۸ھ

ماہ محرم میں حضرت مدینہ میں مقیم رہے۔ ماہ صفر میں مطابق دروختہ الضفا حضرت کو خبر ملی کہ ایک گروہ قبیلہ بنی سلم غطفان کا موضع قرقرہ الکرذ میں مجتمع ہوا ہے کہ مدینہ پر تاخت کرے۔ حضرت مولیک جماعت انصار کے اس گروہ کی سرکوبی کو روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچے تو کسیکو نہ پایا۔ ایک جماعت اصحاب وادی مذکور کی ہندی پر بنا بر تماش مخافین روانہ کیا اور خود مع بقیہ جماعت کے بطن وادی کو روانہ ہوئے دیکھا کہ چند اونٹ و لے مخافین کے اونٹ چل رہے ہیں جنہیں ایک غلام یسائی

سنہ ۳۸ھ

غزوہ قرقرہ الکرذ

صفر سنہ ۳۸ھ

تھا اوس سے بنی سلیم وغیرہ کا حال پتہ دریافت کیا گیا انہوں نے کوئی ٹھیک حال نہ بتایا لہذا وہ گرفتار کر لیے گئے اور حضرت نے حکم دیا کہ انکو مدینہ لجاؤ۔ صبح نماز کے وقت دیکھا گیا کہ یسار غلام بھی سلیمان کے ساتھ شریک نماز ہے دریافت پر ظاہر کیا کہ وہ سلمان ہو گیا۔ لہذا وہ آزاد کر دیا گیا اور حضرت بلا جنگ واپس مدینہ تشریف لائے اونٹ بعد کالے خمس کے تقسیم کر دی گئی ہر مجاہد کے حصہ میں تین اونٹ آئے بعض موحسن نے بنی سلیم کے مقابل فوج کشی کو غزوہ بدر کے نام سے سنہ میں لکھا ہے

(۹) غزوہ بنی ثعلبہ عرف غزوہ عطفان صفر سنہ ہجری

غزوہ بنی ثعلبہ
صفر سنہ ۴

اسکے بعد حضرت کو خبر ملی کہ ایک بڑا گروہ بنی ثعلبہ عطفان کا مقام ذی اسریاد و امرین جو نجد کا ایک قریب ہے بغرض لوٹ مار حوالی مدینہ کے جمع ہوا ہے جنگا سردار و عثور یا عوف بن الحارث ہے۔ حضرت معاذ چار سو پچاس نفر کے بغرض سرکوبی گروہ نکدہ کر روانہ ہوئے۔ قریب موقع پہنچے پر گروہ مخالفین میں سے ایک شخص کو لوگ پکڑ کر حضرت کے پاس لے گئے دریافت پر معلوم ہوا کہ گروہ مخالف خبر مد لشکر اسلام پاکر بالا کچھ قلعہ میں پناہ گزیں ہو گیا ہے اسی شائیں بارش بکثرت ہوئی کہ پڑا حضرت کے بھیگ گئے حضرت نے لشکر سے علیحدہ ہو کر اورادی میں جا کر کپڑے اتار کر خشک ہونیکو پھیلا دیا اور خود ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ کفار نے بالائے کوہ سے حضرت کو تنہا لشکر سے علیحدہ لیٹا دیکھ کر اپنے سردار کو خبر دی کہ اسوقت موقع محمد پر قابو پالے کا اچھا ہے۔ و عثور یا عورت تنہا تلوار لیکر آہستہ آہستہ اتر کر حضرت کے قریب تک پہنچ گیا اور کہا کہ اب کون آپکو مسکے ہاتھ سے بچا سکتا ہے حضرت نہایت پرہیزی سے یہ فرماتے ہوئے کھڑے ہو گئے کہ خدا اور اس کے سینہ پر ایک ہاتھ مارا کہ وہ چھپے کو گر گیا (روایت میں ہے کہ جبریل نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارا تھا) حضرت فوراً اس کی تلوار چھین لی اور اس کے سر پر کپڑے ہو گئے اور اس سے ارشاد فرمایا کہ اب تو بتلا کہ تیر کیا حشر ہوگا۔ اُس نے فوراً قدم مبارک پر سر رکھ دیا اور کلمہ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ زبان پر جاری کیا اور سلمان ہو گیا اور واپس جا کر اپنے سب قبیلہ والوں کو سلمان کیا (روضۃ الصفا حیات القلوب)

نوٹ مولف

نوٹ۔ تاریخ اسلامی کے عدم تسلسل و ترتیب واقعات عدم تعین تاریخ و زمانہ و اختلاف روایات سے یقین کیا ہاتھ نہیں کہا جاسکتا کہ آیا غزوہ بدر جو سنہ ۳ میں درج ہوا ہے اور غزوہ قرقرہ الکرہ و غزوہ ثعلبہ عطفان دراصل ایک ہی غزوہ ہے جو تین ناموں سے مشہور ہو گیا ہے یا تین جدا گانہ غزوات ہیں۔ کیونکہ سنہ والا غزوہ بدر بھی بمقابلہ بنی سلیم تحریر ہے اور سنہ والا غزوہ قرقرہ الکرہ بھی بمقابلہ بنی سلیم و عطفان تحریر ہے اور غزوہ بنی ثعلبہ عرف عطفان بمقابلہ عطفان بنی ثعلبہ درج ہے اور جنگ بنی انیس سے کسی میں نہیں ہوئی ہے مگر بعض جزوی واقعات مختلف ہیں بہت ممکن ہے کہ یہ ایک ہی واقعہ جزو ہوں و جس طرح کو اس میں حقائق بات تحقیق ہوئی ہو۔ لکھ رہی ہیں بعض تواریخ میں یہ بھی پایا جاتا ہے کہ غزوہ بدر قبل غزوہ بدر

کیرے کے ہوا ابن خلدون، بہر حال اوجہ اختلاف جزئیات کے علیحدہ علیحدہ درج کر دیئے گئے ہیں۔
 ماہ ربیع الاول سنہ ۴۱۰ھ میں حضرت کوخبرلی کرابوسفیان بروایت صفوان بن امیہ شاہ قیس شمس کی ایک جماعت کے ساتھ براہ
 عراق بفرض تجارت شام کو جارہا کہ چونکہ بعد جنگ بدر کے اہل مکہ نے خوف مسلمانان مدینہ براہ حجاز شام کا سفر ترک کر دیا تھا
 چونکہ سال گذشتہ میں صفوان نے حضرت قتل کی تدبیر کی تھی اور ابوسفیان مدینہ تک تاخت کر کے انصار رسول میں سے
 دو شخص کو بلا و قتل کر گیا تھا۔ لہذا حضرت نے بھی اب اسکی تلافی میں زید بن حارثہ کو سوار و کئی جمعیت کے ساتھ اپنے تاخت
 کی واسطے روانہ کیا۔ زید مع ہر ہریان عجیب تمام پہنچا۔ اہل قادیسیہ بن خوف جان بٹاں اسباب چھوڑ کر ہباگ گئے جو سبائیت
 میں قریب ستر ہزار روم کے تھا۔ وہ سب مسلمانوں کے قبضہ میں آیا اور دو شخص اسیر ہوئے جن میں سے ایک قنات بن حیان
 مسلمان ہو گیا۔ مال غنیمت بعد نکالنے خمس کے تقسیم کر دیا گیا۔

سریہ قرہ۔ ربیع الاول
سنہ ۴۱۰ھ

قتل کعب ابورافع یہودیان و رائیہ تنقیدی نظر

کعب بن الاشرف جو عظیم یہودیان مدینہ میں سے تھا بعد فتح بدر کے چونکہ مسلمانوں کا عروج دن بدن زیادہ ہونے لگا جو اسکا گواہ
 تھا۔ لہذا یہ بخیلہ عذر خواہی تعزیت کشنگان بدر کر گیا اور اہل مکہ کو شتمل کرنے اور رسول اللہ سے جنگ پر آمادہ کرنے کی غرض
 سے اُن کشنگان بدر کے مرثیہ لکھ کر جموں میں پڑھے قریش جو اہل بخیال ثنائت مسلمانان اپنے کشنگان پر روز تھے
 اباس کے مرثیہ سن کر بہت رونا اور یکاہ تک مجالس عزائگی برپا رہیں جس سے قریش کی آتش انتقام شعلہ ور ہو گئی کعب
 آگ بھڑکا کر مدینہ واپس چلا آیا۔ یہ خبر حضرت کوئی تو حضرت نے اپنے اصحاب سے دریافت کیا کہ کون ایسا ہے کہ اس مفسد دشمن
 خدا و رسول کو قتل کر دے تاکہ آئندہ اسکے شر سے محفوظی اسلام ہو محمد بن مسلمہ نے جو کعب رضاعی بھائی تھا اس کام کو اپنے ذمہ لیا
 اور چونکہ یہ کام آسان نہ تھا لہذا اسے ابونائلہ و سلکان کو کہ وہ بھی کعب کے رضاعی بھائی تھے اور ان اسماعیل بھی تھا اور عب
 بن بشر و حارث بن معاذ و ابو عبس بن جبر کو بھی اپنا شریک معین بنایا اور متفق ہو کر یہ چال چلی کہ ابونائلہ اول تھا کعب کے گھر گیا
 اور اس کے گھبراہٹ میں کعب کو جبر سے ہمارے اور پر سخت مصیبت آئی ہے کہ سے تجارت آمد و رفت بند ہو گئی ہمارا اہل عیال ضائع
 ہوئے دن کی جنگ جتنی ہے کہانے تک کو ہمارے پاس نہیں ابھو کہانے لائیں کعب نے کہا کہ تم تو تم لوگوں سے پہلے ہی کہتے تھے کہ
 خد کے کہنے میں آؤ ابونائلہ نے کہا کہ میں ایک جماعت کو اپنی موافق کر لیا ہے کہ کعب طرح اسے نجات پائیں مگر کعب خود نوش
 کی واسطے کچھ روپیہ کی ضرورت اگر تم بطور قرض دیدو تو جو کچھ کہو تمہارے اطہیان کی واسطے کرو کر دیں و اس طرف سے مطمئن ہو کر
 اپنا کام کریں کعب نے کہا کہ اپنی عورت کو خود کرو کر دو۔ اسے کہا کہ یہ تو بڑی بدنامی کی بات ہوگی۔ تب اسے کہا کہ اچھا اپنے لوگوں
 کو گرو کر دو ابونائلہ نے کہا کہ یہ بھی بڑی بے حیاتی کی بات، البتہ اگر تو راضی ہو تو ہم اپنے ہتھیار رات کی وقت لاکر تیرے پاس

قتل کعب بن الاشرف
یہودی ۴۱۰ھ ربیع الاول

زمین رکھ جائیں کہ کسی کو خبر نہ ہو وہ راضی ہو گیا۔ دوسرے روز یہ پانچوں دی اپنے ہتھیار لیکر رات کی وقت قلعہ کعب پر گئے اور آواز دی۔ باوجودیکہ اسکی زوجہ نے بوجہ شب کے روکا گردہ باطمینان قلعہ سے باہر آگیا۔ یہ لوگ پہاڑ سے اسی معاملہ کے متعلق گفتگو کرتے گئے اور چونکہ ہمارے پہلے اول کی رات تھی یعنی شب ماہ تھی باتین کرتے ہوئے قلعہ سے کچھ فاصلہ پر شعب عجم تک لیگے جہاں پہنچ کر ابونا مکہ نے اسکے بالوں کے تیل کی خوشبو مونگھنے کے حیلہ سے اسکے بال کپڑے اور بادشاہ بقیہ نے تلواروں کے دارا سپر کے جو بوجہ شب کے کوئی کارگر نہوا کہ محمد بن سلمہ نے ایک خنجر اسکے پیٹ میں مارا اور زمین چاک کر دیا کعب زور سے چلایا مگر یہ لوگ فوراً اسکا سر کاٹ کر چل دیئے۔ اس مقابلہ میں حارث کے ایک تلوار کا زخم آگیا اسکو بھی اٹھالائے۔ ملازمان و توسلین کعب کے شور پر قلعہ سے نکل کر پہنچے تو قاتلوں میں کسی کا نشان نہ پایا۔ محمد بن سلمہ نے اسکا سر لا کر حضرت کے سامنے پیش کیا۔ حضرت کو بہت خوشی ہوئی اور اس سوزی مفسد کے جہنم واصل ہونے پر شکر خدا اچھا لائے۔ حارث کا زخم بھی بید کر اچھا ہو گیا۔

قتل ابورافع

ابورافع عرف سلام بن ابی الحقیق بلور کنا مشہور صفیہ جو علاقہ حجاز میں نوح خیبر میں تھا تھا جہاں پر اسکا ایک قلعہ تھا۔ یہ مشرکوں کو جو حضرت کے جنگ کرتے تھے۔ مال رسد سے امداد دیا کرتا تھا۔ بعد قتل کعب کے جو مردمان قبیلہ کے ہاتھ بھائی خزیجہ کو جبکہ بنی اؤس سے کسی قدر رقابت تھی خیال پیدا ہوا کہ ہم بھی کسی بڑے مخالف دشمن اسلام کو قتل کر کے خوشنودی حضرت کی حاصل کریں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے خیال میں ابورافع کو منتخب کیا۔ اور عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی اسحاق بن ابی قتادہ اور عبداللہ بن عبدالمکرم پرستعد ہوا اور بلا اطلاع حضرت جانب خیبر روانہ ہو گئے۔ عین غروب آفتاب کے وقت قلعہ کے پہنچ گئے عبداللہ بن عبید اللہ نے ہمارے ہمراہوں کو ایک مقام پر پہنچا کر تنہا قریب دروازہ حصار کے اپنی عباسی پر ڈاکٹر بطریق رفع حاجت کیجیے گیا۔ جب ابورافع قلعہ سے رفع حاجت غیر اند قلعہ کے چلے گئے۔ اور بیٹھا تو دربان قلعہ نے اسکو بھی قلعہ والوں میں تصور کر کے آواز دی کہ جلد آؤ دروازہ بند نہ ہو تب یہ خاموشی کے ساتھ اندر چلا گیا اور ایک طرف پوشیدہ ہو کر دیکھا کہ دربان قلعہ بند کر کے کئی کال رکھا ہے دربان نے دروازہ قفل کر کے کئی ایک کہوٹی میں لٹکا دی جب دربان داخل قلعہ ہو گئے تو عبداللہ نے کئی آثار دروازہ کھولتے ابورافع بالا خانہ پر سوتا تھا یہ بالا خانہ پر چڑھ گیا اور چونکہ وہاں سکائے عیال ہی سوتے تھے یہ شناخت ہوئی کہ ابورافع کونسا ہے تو اسے اسکا نام لیکر پکارا وہ ایک دم سوتے سے اٹھا تو عبداللہ نے اسکا کام تمام کر دیا۔ یہ وہاں پہنچا تو زینہ سے گر گیا جس پانوں میں سخت چوڑائی کہ پیر کو عمامہ سے باز کر ایک ٹانگ سے ہی جکڑ چلا دی سے باہر نکل گیا اور تہہ سونے جلا جلا اسکو اٹھالائے اور واپس کر کے قتل کی حضرت کو خبر دی حضرت سکر خوش ہوئے کہ اس دشمن سے یہی نجات ہوئی۔ اور عبداللہ کے پیر پر باہر چڑھ گیا واقعات مذکورہ بالا کو ممکن ہے کہ بعض طبائع خلاف اخلاق و انصاف تصور کر کے متمتع ہوں۔ تو اول اسکا الزام حضرت کی ذات نہیں لیں کہ نہ کہ واقعہ اولے میں حضرت یہ حکم نہیں دیا تھا کہ کس طریقہ پر اسکو انجام دینا۔ بلکہ حضرت نے تو وہ فیہ دشمن

واقعات مذکورہ پر تنقید

نفس

کیواسطے مامور کیا تھا اور یہ ایک فطری بات ہے شخص اپنے دشمن کے خلاصی حاصل کر نیو کہ ممکن کو کوشش سے سعی کرتا ہے۔ یہ کام کر نیوالے کی ذاتی عقل و فہم کی بات ہے کہ وہ اسکو کس طریقہ پر کرے۔ بحالت جنگ تو ہر قسم کی چالاکیاں کیا جاتی ہیں کہ دھوکہ بھی جائز و مشروع ہوتا ہے۔ اور ہرگز کسی قانون تمدن اخلاق و شریعت میں مذموم و معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ اصول سیاست میں بھی پولٹیکل مانیفیسٹ کے دفعیہ و غلوب کر نیو ہر ممکن جائز و ناجائز طریقہ کو کوشش کی جاتی ہے۔ کوئی سلطنت حکومت خواہ کسی مذہب عقیدہ کی پابند ہو ایسے واقعات بری نظر نہ آئے گی۔ علاوہ برین اس قسم کے طریقہ کا آغاز ہی اول مشرکین و مخالفین اسلام کی طرف سے ہی ہوا۔ اگر تہ تو شبہ ہجرت ہی حضرت کے گہر کے اندر رات کو گہس کر جان لینے کی کوشش کی گئی تھی جو کامیاب نہ ہوئی۔ پھر بعد واقعہ بدر کے مدینہ میں بھی عیر بن ہب کی خفیہ ماموری کے ذریعہ سے حضرت کی ہلاکت کی تدبیر کی گئی وہ بھی ناکام رہی پس اگر جواباً ایدہ بھی کوئی کارروائی کسی دشمن کے مقابلہ میں ایسی کی گئی تو خلاف انصاف اخلاق نہیں کہی جاسکتی ایسے مفصلہ شخص جنگی فاکت بحالت ملتان جنگ ہونیکے صد ہا ہندو گان حد کے اٹاف جان کا اندیشہ ہوا اُنکی مدد جان کو مثل مودی جانور کے ہر طرح پر ختم کر دینا کچھ بجا نہیں ہو سکتا اور واقعہ ثانیہ کا تو علم ہی حضرت کو بعد واقعہ ہوا چہر حضور اصول مذکورہ کی بنا پر خاموش رہا و دفعہ دشمن اظہار مسرت کیا۔

عقد حضرت با حفضہ بنت عمر و زینب بنت خزیمہ

ماہ شعبان ۳۴ھ میں حفضہ بنت عمر بن الخطاب کا عقد حضرت کے ساتھ ہوا جسکا ثبوت ہر خنیس بن عبد اللہ شمسکو حضرت شاہ عجم کے پاس بھیجا تھا۔ اس سفر میں فوت ہو گیا تھا۔ یہ عقد جس طریق پر ہوا اسکی مفصل کیفیت تو بحیال طوالت اختلاف روایات ترک کی جاتی ہے۔ لیکن جیسا کہ تاریخ نے آگے چلکر ثابت کیا یہ عقد مثل عقد عائشہ دختر ابو بکر کے کوئی اتفاقی یا پسند کا امر نہ تھا بلکہ یہ دو عقد بہت گہرے و درہمی کے اور سیاسی عقد تھے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ مدینہ میں تواتر ملکی حاصل ہو رہی چکا تھا جسکا میڈا آئندہ اور زیادہ وسیع نظر آتا تھا۔ امیدواران عقد فاطمہ دختر رسول کی نکاح اس طرف ضرور گئی ہوگی اور واقعات کی جمید گئی آئندہ ثابت بھی کر دیا کہ اس ناکامی کے بعد دوسری شکل کا ویسا ہی پر قوت اقدام انہیں امیدواروں کی طرف سے ہوا کہ اگر رسول نے اس شرف متنازع کیا جو حصول حقوق ملکی کا ذریعہ ہوتا تو اپنی اولیاء رسول کے عقد میں دیکھا آئندہ امید کی بنیاد قائم کیا اگرچہ یہ سوچی ہوئی امیدیں نہیں نتائج سے پوری ہوئیں۔ لیکن نہ اس طرح پر کہ اسکو خلافتی جواز کا وہ شرف حاصل ہوتا جو پہلی صورت میں ممکن تھا بہر حال یہ دو اندرونی اکیٹ تھے۔ جو خلوت رسول میں چھوڑے گئے تھے۔ اور جلوت میں خود تھے جس کا فائدہ و نتائج آئندہ ظاہر ہوئے۔

عقد حفضہ بنت عمر بن الخطاب

ماہ رمضان میں حضرت زینب بنت خزیمہ ہالہ سے جو بیوہ عبیدہ بن جراح بن عبد المطلب تھیں جو جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ انکے بھائی طفیل کی بیوہ تھیں۔ عقد کیا انکو جو ایسے سخاوت کے ام الماکن کہتے تھے۔ حضرت کی جو

عقد حضرت زینب بنت خزیمہ

و عقد ام کلثوم یا عثمان

میں ہی اٹھا انتقال ہو گیا۔ اسی سال حضرت کی دوسری دختر بیام کلثوم کا عثمان بن عفان عقد ہوا۔
زینب - رقیہ - ام کلثوم - دختران ربیعہ رسول کے متعلق معقولی تحقیق

زینب - ربیعہ - ام کلثوم
 دختران ربیعہ رسول ہیں

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چچہ خضر ساحل زینب - رقیہ و ام کلثوم دختران خدیجہ کا ہی نہیں سے دو کا عقد عثمان نے
 ساتھ ہوا ظاہر کروں ان تینوں کو چچہ بڑا اہلسنت و صلب سات کہتے ہیں مگر تحقیق علماء شیعہ و دختران ربیعہ حضرت کی
 صلب بنان والی خدیجہ سے بتلاتے ہیں و اس قول آخر کی کس قدر تائید تو قول ابن ہشام سے ہوتی ہے جو تھیں اہل السنت
 سے ہیں کہتے ہیں کہ خدیجہ کا اول عقد عتیق سے ہوا تھا جس سے عبد اللہ لڑکا اور ایک لڑکی جس کا نام نہیں معلوم جو یہ لکھا ہے پہلا
 بیٹا کے بعد دوسرے عقد ابوالہ سے ہوا جس سے ہند لڑکا اور زینب لڑکی پیدا ہوئی رابن ہشام مطبوعہ یورپ ص ۱۱۱ اب اس قول سے
 زینب کا توالیقین صلب ابوالہ سے ہونا ثابت ہو گیا کیونکہ کسی مورخ کے قول سے خدیجہ کی دو بیٹیوں کا نام زینب نہیں پایا جاتا چنانچہ
 ایک نبوت رسول کہا جاسکے اب جس لڑکی نامعلوم الاسم کا ذکر ابن ہشام نے از صلب عتیق کیا ہے عجب نہیں کہ دوسرے مورخین نے
 اس کا نام رقیہ لکھا ہو علاوہ اسکے ایک زبردست وجہ یہی مؤید اس قول کی معلوم ہوتی ہے کہ اگر یہ لڑکیاں صلب سات کہتے ہیں تو یہ
 قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کسی وقت میں ہی قبل بعثت یا بعد بعثت کا فرزند ہو گئی۔ پہر حضرت کا اول کا فرزند عقد میں نہ تھا
 رسالت بالکل بعد معلوم ہوتا ہے۔ زینب کا عقد حیات خدیجہ میں ان کے حقیقی بہانچا ابوالعاص کے ساتھ ہوا تھا جو نہ صرف کا فرزند
 تھا بلکہ انوار رسالت کے بچا دینے کو جو نہ میاں ابوسفیان و ابولہب کی صورت میں میں نہیں ابوالعاص ہی ایک عنصر تھا چنانچہ وہ جنگ
 بدر میں گرفتار ہوا جس کی رانی زینب کے گلو بن علیہ خدیجہ پہنچے پراس شرط پر ہوئی تھی کہ وہ زینب کو جس مکان ہو چکی تھیں فوراً مدینہ کو
 بھیج دے چنانچہ اس کی تعمیل ہوئی اور زینب مدینہ پہنچنے کے بعد شہر سے حکم ابوالعاص کے شریک ہوئی کہ اس وقت تک عہدہ رکھی گئیں جب
 تک کہ وہ مسلمان نہ ہوا طبقات ابن سعد و تاریخ ابن ہشام اور تاریخ عقد ابوالعاص عتبہ بن ابولہب ہوا تھا بعد نزول سورہ تبت یدل
 ابی لہب عتبہ کی مال جم جیل نے جو ابوسفیان کی بہن تھی اپنے بیٹے سے جبریرہ رقیہ کو طلاق دلوادی جس کے بعد عثمان عقد ہوا (اصلاً)
 ام کلثوم کا بھی پہلا عقد ابولہب کے دوسرے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا اس کو بھی طلاق دلوادی گئی تھی اسد النعابہ مطبوعات یہاں پر
 یہ بھی واضح ہے کہ ان لڑکیوں کے عقد کی وقت علی قابل نکاح موجود تھے مگر ان میں کسی کا عقد ان کے ساتھ نہیں کیا گیا۔ دوسرے تاریخ
 میں کسی جگہ پر ان لڑکیوں کی پیدائش رضاعت پرورش وغیرہ کے کئی حالات یا فضائل مثل حالاداد کا رفاظہ ہر کے نہیں ملے ہیں
 نہ کہ وہ فاضلہ کے وقت ہی ان میں سے کسی کا کوئی تذکرہ شرکت عزم میں نہیں پایا جاتا یہ سب آیت "وَأْتِ ذَی الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ"
 نازل ہوئی اور رسول نے جبریل سے سوال کیا کہ میرے ذوی القربہ کون ہیں تو جبریل نے صرف فاطمہ ہی نام بتلایا ہے انیس سے
 سیک نام نہیں لیا اگر یہ صلب سات کہتے ہیں تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ حق یا شرف ذوی القربہ محروم رکھی جاتیں چوتھے رسول نے

باوجودیکہ وہ سلمان بھی ہو گئی تھیں مگر کبھی اپنے اہلیت میں ہونے کے شرف میں شامل نہیں فرمایا نہ انیس سے کسی کی اولاد کو اپنی اولاد میں یا اپنی ایک تاریخ میں نکادہ ان طاعت سے نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوتی ہے کہ یہ تینوں لڑکیاں صلبہ سالت تھیں بلکہ بوجہ پرورش خزان رسول مشہور ہو گئیں اور علما اہلسنت عثمان کو شل علی کے شرف دینے کی عرض سے اس پر زیادہ زور دیدیا ہے (واللہ اعلم بالصواب)

ولادت امام حسنؑ ۱۵ رمضان سنہ

۱۵ رمضان سنہ کو دختر رسول قبول عذرا فاطمہ زہرا کے بطن سے علی کا وہ پہلا فرزند پیدا ہوا جو خلق و علم میں اپنے نانا رسول کریم کا اور علم و فضل و زہد و سخا میں اپنے باپ علی رضی اللہ عنہ کا پورا نمونہ تھا خلق حسن اب تک مشہور نام اور دسترخوان کرم نگار زبان زد خاص و عام ہے اس نور دیدہ رسول کی امن پسندی نے زمانہ کو ایک بڑا سبق سکھایا مگر باوجود اسکے بھی وہ ظالم زمانہ کی بدولت منافقین کے ہی ہاتھوں زہر کے جام تلخ سے محفوظ نہ رہ سکے اور بعد شہادت جنازہ ہی انکا تیر و گئی بوجہ ہمارے نہ بچ سکا تاکہ یہ اپنے شفیق نانا کے پہلو میں فن نہ ہو سکیں کیونکہ نانا اور نواسے کی قریب ایک جگہ دیکھ کر زمانہ کو انکی قربت و قرب کا خیال پیدا ہو گا جسکو وہ لوگ جو نبوت اور خلافت کو ایک خاندان میں رکھنا نہ چاہتے تھے کسی طرح گوارا نہ کر سکتے تھے اسم مبارک آپ کا حسن تھا اور شیریں کبھی جاتے تھے مگر بوجہ شہادت ذریعہ زہر کے سبزیہا کے لقب مشہور ہوئے یہ باعقاد اہلسنت بعد علی کے برا چندے یا پانچویں خلیفہ قرار دیئے گئے اور یہ عقیدہ اہل تشیع یہ سلسلہ امامت اثنا عشریہ میں دوسرا نام معصوم و منصوص جائز خلیفہ و جانشین رسول مانے گئے اور زبان رسول سے سید شباب اہل بیت کہلائے گئے

(۱۰) غزوہ احد شوال سنہ ۳ لشکر اسلام کا فرار حضرت حمزہؑ کی شہادت علیؑ کی بنیطیر شامی جنگ غیر

اس سال بوسفیان نے پہلے سے بہت بڑے پیمانہ پر حضرت جنگ کا سامان درست کیا بعد شکست و فرار بدر کے اسنے اور اسود بن عبدالمطلب و خویب بن عبدالمغزی صفوان بن امیہ و عکرمہ بن ابیجہل وغیرہ جو روسا کہ تھے آپس میں مشورہ کیا کہ جنگ بدر کا انتقام محمدؐ اصحاب محمدؐ سے لیا جاوے اور اس مال تجارت میں سے جو قافلہ بوسفیان کیساتھ گیا تھا جو قیمت میں برابر پچاس ہزار شقال سوئیکے تھا اور انکے ہاتھ سے اصل رقم مالکان کو واپس دیکر نفع کی رقم سے ایک لشکر جزا فرام کیا جاوے چنانچہ بعد مشورہ دیگر اشرف قریش سے ایک عظیم ہو گئی اور چار شخص عمر بن العاصؓ سپر ابوہبہؓ ابن الخضرؓ و ابوہریرہؓ جمعی تھے انکے لئے کتبائل عرب میں گشت کر کے سب کو آمادہ پیکار کرین اور لشکر فرام کرین ابوہریرہؓ اول آمادہ ہوا تھا مگر جبیر بن مطعم کے اصرار راضی ہو گیا چنانچہ ایک لشکر عظیم فرام کیا گیا جو شمار کرنے پر تین ہزار مردان جنگی و بردار تھے تین ہزار سوار و دو ہزار پیادہ تھے جن میں سات سوزہ پوش تھے اور تین ہزار و تھوڑا اور دو سو گھوڑے تھے اور سپردہ ہونے عورت کیا سٹے تھے جن میں ہندو مہاویہ زوجہ

دلا و با شاد حضرت
امام حسنؑ ۱۵ رمضان

غزوہ احد شوال
جنگ بدر کی تیاری

زہراؑ لشکر قریش سے
تین ہزار

ابوسفیان و رہند بن ربیعہ و سعد بن وہب صفوان بن امیہ و عمر بن العاص و عمر بن ابوجہل طلحہ و ہشام وغیرہ کی عورتیں
تہیں جو مردوں کو غیرت و تحریص لایمکی غرض سے ساتھ لگی تہیں ابو عامر راہب بھی مع اپنے چچا س دیونکے ساتھ تھا۔
عباس بن عبدالمطلب عم نامدار رسول نے جو اس زمانہ میں کہ واپس چلے آئے تھے بنی غفارین سے ایک شخص کو اجرت دیکر اسکی
معرفت ایک خط رسول کے پاس بھیجا اور تاکید کی کہ تین ایم میں کل کہے پس پہنچا دے اور اسیس تمام کیفیت راہد و تہتہ
قریش و تعداد انکے لشکر کی لکھ بھیجے۔ نامہ عباس جب رسول کے پاس پہنچا جسکو حضرت نے خود ہی پڑھا صحابہ میں کسیکو اسکی اس
وقت خبر نہ کی بجز ابی بن کعب و سعد بن ربیعہ کے! اور دشمنوں میں انیس نامی کو اور بعد ازاں حباب بن منذر کو جاسوسی پر
ماور کیا کہ مفصل و صحیح خبر لشکر قریش کی لا دین۔ چنانچہ یہ لوگ گئے تو عباس کی تحریر کی پوری پوری تصدیق ہوئی۔

عباس نے رسول کو
اطلاعی

آپ حضرت نے اصحاب کو جمع کر کے مشورہ کیا اور مقابلہ و مدافعت کی رائے اور آمادگی ہوئی۔ عبد اللہ بن ابی سلول کی راہبوں کی راہ
نکل کر میدان میں مقابلہ نہ کیا جاوے بلکہ حصار کو کوچہ ہادیہ میں رکھ کر مدافعت کی جائے حضرت ہی اسکو مناسب خیال فرمایا
تھو کہ سعد بن عبادہ و بعض دیگر اصحاب کی راہبوں کی نہیں باہر میدان میں مقابلہ کرنا چاہیئے ورنہ ہماری کمزوری ظاہر ہوگئی
کی زیادہ جرأت کا باعث ہوگا اور محصور ہونے میں ذرائع رسد وغیرہ بھی بند ہو جائینگے اور عورتوں بچہ نکلے اتلاف کا اندیشہ ہے جو
لوگ جنگ بدر میں شریک نہ تھے انھو خوش زیادہ تہا کثرت راسعد کی موافق ہوئی تو حضرت ہی بکراہت اسپر آمادہ ہو گئے۔
چنانچہ بروز جمعہ بعد نماز جمعہ رسول گہریس گئے اور زرہ و خود و اسلحہ سے مسلح ہو کر براہ کھڑا صحابہ بھی جمع تھے اسی روز مالک بن
عمر کا انتقال ہوا تھا اسکا جنازہ بغرض نماز اکیار رسول نماز جنازہ پڑھا کہ سیرون مدینہ روانہ ہوئے۔ اور تین نیتے منگاکر
تین علم بنائے قنبلہ اوس کا علم سعد بن عبادہ کو بنی خزرج کا علم حباب بن منذر کو عنایت فرمایا۔ اوسے ہاجرین جنگ بدر
ہیرو و فاتح علی بن ابیطالب کی سپرد فرمایا۔ اور عبد اللہ بن مکتوم کو مدینہ کا خلیفہ مقرر فرما کر جانب اُحد روانہ ہوئے۔

مشورہ حضرت
با اصحاب

راہبوں کی
جانب اُحد

منزل شخین پر پہنچ کر لشکر درست و شمار کیا گیا جس کی کل تعداد ایکڑار کی ہوئی۔ رات کو منزل مذکور پر محمد بن مسلمہ کو مع چچا شمس
آدیونکے محافظت لشکر پر مامور کیا گیا۔ بہت ترس کے وہاں روانہ ہو کر مقام احیار پر پہنچ کر غار صبح ادا کی گئی اور حضرت نے
دوسری زرہ بالا زرہ زیب تن فرمائی۔ یہاں سے عبد اللہ بن ابی سلول منافق مع اپنے ہمراہی تین سو آدمیوں کے اس بات پر
ناخوش ہو کر اس کی راہ پر عمل نہ کیا گیا۔ لشکر اسلام سے علیحدہ ہو کر مدینہ واپس چلا آیا عبد اللہ بن عمر نے اسکو ہر حید سمجھایا اور
روکا مگر نہ رکھا۔ اتنی بڑی جماعت کے علیحدہ ہوجانے سے ایک کمزوری و بددلی لشکر اسلام میں پیدا ہوگئی اور یہ پہلا علانیہ
تخلّف تھا کہ عبد اللہ بن ابی سلول اسکی جماعت کا رسول و راہل سلام پر ظاہر ہوا۔ اب تعداد لشکر اسلام کی قریب سات سو
کے رہ گئی۔ رسول نے پہر بقیہ لوگوں سے بعض اطمینان دریافت فرمایا کہ اگر تم لوگوں کی رائے دشمن کی مدافعت نہ ہو تو واپس چلو جو

لشکر اسلام میں
سات سو آدمی رہ گئے

کچھ شتر ہو گا طہر بہ تعبیر نے حکم دے قیام جنگ کے لیے چنانچہ حضرت نے سب مکرر عہد پیمان بیعت لی کہ جنگ سے منہ نہ موڑینگے سبے مضبوطی سے بیعت کی :-

۱۲ اشوال کو لشکر اسلام نواح اُحدین پہنچایا لشکر قریش ۱۲ اشوال کو اُحد پہنچایا تھا اور اپنے لشکر کا گہرا صف بکھیر کر اپنے لشکر کے فروکش ہو گیا تھا رسول نے ۱۵ اشوال کو صفوف لشکر درست کئے اور نہایت دور اندیشی سے عباد بن جبر کو مع پچاس تیر اندازوں کے پشت کی ایک گھاٹی پر تعینات کیا جس طرف دشمن کے حملہ کریگا اندیشہ تھا جس لشکر اسلام کا عقب کمزور ہو جاتا اور حکم دیا تھا کہ اس طرف دشمن کے حملہ کو روکے رہے اور مسلمانوں کی خواہ مخواہ ہو یا شکست وہ کسی حالت میں ہلکم اپنی جگہ سے نہ ہٹیں۔ حکمانہ بن حن اسدی کو میمنہ پر اور ابو سلمہ بن عبداللہ مخزومی کو میسرہ پر اور ابو عبیدہ جراح و سعید بن وقاص کو مقدمہ لشکر تعینات کیا گیا :-

قریش نے بھی اپنے لشکر کی صف بندی کی طلحہ بن ابی طلحہ کو علم لشکر دیکر میمنہ پر و عکرمہ بن ابی جہل کو میسرہ پر مامور کیا۔ عبد اللہ بن ربیعہ کو نسلو تیر اندازوں کا سردار کیا۔ خالد بن ولید نامی افسر کو مع ۴۰ سواروں کے مکین گاہ میں تعین کیا تھا کہ موقعہ پا کر گاہ کی طرف سے حملہ کرے :-

جب جانبین سے صفوف لشکر درست ہو گئیں تو جنگ شروع ہو گئی۔ اول ابو عامر نے مع پچاس تیر اندازوں کے لشکر اسلام پر تیر انداز اس طرف سے تیروں دیا گیا کہ ابو عامر بچے ہو گئے قریش کی پہلی عورتین صفوف کے آگے آکر کشتہ گانہ بدر کے تذکرے کے اشتعال دلاتی تھیں جس سے قریش میں جوش عظیم تھا :-

دشمنوں کی فوج کا نامی عمار طلحہ بن ابی طلحہ جسکو کبش کبشی ہی کہتے تھے انتہائی جوش میں میدان میں آکر مبارک طلب ہوا اس کے اس کے مقابلے رسول کا نامی عمار علی بن ابیطالب آیا۔ روز بدل ہوئی تھوڑی دیر میں اسلام کے بہادر مبارز نے ایک شمشیر ایسی لگائی کہ مقابل کے دونوں پیراؤں سے گٹ کر علیحدہ کر دے اور طلحہ زمین پر خون میں غلطان نظر آیا۔ دشمن ابھی تار نہوا تھا کہ علی صف لشکر میں آپس چلے آئے سبب پوچھا گیا تو کہا کہ دشمن پانچ گتہ ہو گیا تھا اسے مغلوب ہو کر ان چاہی تھی اسلئے اسکو قتل نہ کیا رسول نے یہ سن کر غور و فکر میں رہ گیا۔ ایک اور مسلمان نے پہنچ کر اسکا سر جاکر دیا۔ وضو اٹھا اور طبری کہتا ہے کہ طلحہ بن عبد اللہ عمار لشکر کفار جو نہایت حرد شجاع تھا حضرت علی بن ابیطالب کے سامنے آکر شمشیر ابدار کو کہا کہ کہنے لگا کہ تم مسلمان کہتے ہو کہ ہمارے مقتولین جہنم میں جائینگے اور تمہارے مقتولین بہشت میں دیکھو میرا بھائی بہشت میں بھیجے دیا ہوں۔ علی نے جواب دیا کہ تم اللہ ایسا ہی کہہ دو تو اس میں تو اڑھلی طلحہ لگا اور کہنے لگا اے میرے چچا کے بیٹے اب میرے حال پر رحم کرو علی نے جواب دیا اچھا میں تجھے رحم کر دنگا اور تجھے جہنم میں بھیجنگا (تفسیر الکلام)

رسیدگی لشکر اسلام ہنگام

۱۲ اشوال و بیگی

لشکر قریش ۱۲ اشوال

صف آرائی لشکر قریش

جنگ شروع ہو گئی

دو عماروں کی جنگ اور

علی کا دشمن پر رحم

علی کہ شجاعاً لایقہ

دیگر علمداران قریش

دوسرا زان سلام

کی جنگ

فتح کی شکست

رسول کے پاس ہجرت

آدمی رگڑا رہا تھا

آجہ آدمی گئے

بعد طلحہ کے علم لشکر قریش کے بہائی عثمان نے لیا اور میدان میں لیا اسکو بہادر حمزہ نے قتل کیا اسکے بعد اسکا دوسرا بہائی اس شورش میں لیا اسکو پیر علی نے جہنم واصل کیا۔ پیر سنان بن طلحہ علم لیکر آیا عہد بن ثابت نے ایک تیر اسکے مارا جو کارگر بنوا علی نے بضر بن شیبہ اسکا بھی کام تمام کیا بعد اسکے اسکا بہائی حارث بن طلحہ بھگا دہ بھی علی کی تلوار سے راہی عدم ہوا پیر کلاب بن طلحہ آیا جو میرزا عوام کے ہاتھ سے مارا گیا۔ پیر خدش بن طلحہ بھگا اسکو طلحہ بن عبد اللہ نے قتل کیا۔ اسکے بعد ارطاب بن شیبہ جل نے دعوے کے ساتھ علم لیا اسکو بھی علی نے واصل کر لیا۔ پیر شریح بن قاصد آیا دہ بھی علی کے ہاتھ سے مارا گیا (روضۃ الصفا) غرضکہ قریش کے بہادر سپاہی جہلا جہلا علم لیکر آتے تھے اور مبارزان اسلام کے ہاتھ سے قتل ہوتے تھے جن میں زیادہ مرد میدان علی کے ہاتھ سے جہنم واصل ہوتے تھے چنانچہ بروایت شیخ مفید علیہ الرحمۃ زعفر علمداران قریش تنہا علی کے ہاتھ سے مارے گئے۔ اب لشکر دشمن میں کمزوری آنے لگی مسلمان نہایت بہادری سے داؤد وادگی دے رہے تھے اپنے ہر جوش حملوں سے صغوف متکبر میں تبری پڑ گئی اور وہ اسباب غیہ چھوڑ کر چھپے بیٹھے لگا مسلمان دشمن کو نہ نرم دیکھا لوٹ میں پڑ گئے اور اخذ غنیمت میں مصروف ہو گئے انکو دیکھ کر ہمایان بن جبیر بھی جو مخالفت درہ پر مامور تھے حکم رسول پہون گئے اور اپنی جگہ چھوڑ کر لوٹ میں مشغول ہو گئے ہر چند بن جبیر نے منع کیا اور روکا نہ رکے۔ کل بارہ آدمی و بروایت اس سے ہی کلم بن جبیر کے پاس گئے خالد بن ولید جو کمین گاہ میں تھا اور پیشتر چند مرتبہ اس طرف سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی سعی کر چکا تھا اور کامیاب نہ ہوا تھا۔ موقعہ خالی دیکھ کر معہ عکرمہ بن ابوجہل و رہتے حملہ سوار کے فوراً عقب حملہ کر دیا۔ ابن جبیر نے معہ باقی ماندہ چند ہلہ ہوئے روکا مگر بوجہ قلت ہلہ ہمایان کے دشمن کے اس سیلاب کو نہ روک سکا اور شہید ہو گیا۔

اس وقت غنم عقب کے شدید حملہ نے غافل مسلمانوں کو گھیر لیا اور ابتر کر دیا انکے پیر اکٹھے اور خوف زدہ ہو کر رسول کو چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ رسول اللہ نے ایک ایک کا نام لیکر پکارا اور روکنا چاہا مگر کچھ کارگر نہ ہوا۔ دشمن کے متواتر حملوں میں بہادر حمزہ شہید مقابلہ کی حالت میں ہو کر سے شہید ہو گئے۔ بروایت روضۃ الصفا صرف چودہ آدمی رسول کے پاس رہ گئے تھے جنکے نام یہ ہیں :- علی بن ابیطالب۔ ابو بکر بن قحافہ۔ عبد الرحمن بن عوف۔ سعد و قاص۔ زبیر بن عوام۔ طلحہ بن عبد اللہ۔ ابو عبیدہ جراح۔ ہاجر بن یمن بنے :- اور ابو دجانہ۔ عہد بن ثابت۔ حارث بن عہد۔ سہل بن حذیفہ۔ سعد بن عبادہ۔ محمد بن سلمہ انصاری۔ ہر سے جو حملہ کفار کو حضرت سے دفع کرتے تھے باقی سب بہاگ گئے تھے :- (روضۃ الصفا) عثمان اور عمر پہلے ہی فرار کر گئے تھے۔ جب مسلمانوں کی قلیل جماعت کو دیکھ کر دشمن کے حوصلے بڑھے اور لڑائی نے اور زور پکڑا تو ان چودہ آدمیوں میں سے بعض کے ثبات میں لوش آئی اور اب صرف آٹھ آدمی رہ گئے جو حسب ذیل ہیں :-

طلحہ۔ زبیر۔ ابو دجانہ۔ حارث۔ حباب۔ غام۔ سہل اور علی۔ ان جانبازوں نے قسم کھائی تھی کہ ہم ہرگز نہ ہباگیں گے دشمن

کے بڑے ہوئے حوصلے مقابلِ پختہ جماعت قابلِ شمار نہ تھی لیکن یہ ضرور تھا کہ اسلام کی قطعی شکست کو روکے ہوئے
تھی رسولؐ خود بھی مصروفِ جنگ تھے ۛ

مرثیہ ۲۴

جب دشمن کا چاروں طرف اور زیادہ دباؤ پڑا تو ان کی ہمتوں میں بھی لغزش پیدا ہوئی اور انہیں سے بھی کچھ ہٹنے لگے۔ بہار
ابو دجانہ کو زخمی ہوجانے کے باعث علیؑ میدانِ جنگ سے اٹھالائے اور رسولؐ کے پاس ڈال دیا۔ اس عالم میں جبکہ ہجر
سے قتل کے لئے تلواریں بلند تھیں۔ دیکھنے والا کہہ سکتا تھا کہ آج ضرور ہادیؑ اسلام کا فائدہ ہو جائے گا۔ اور دشمنوں
نے باوجود بلند شور ہی کر دیا کہ محمدؐ شہید ہو گئے۔ اب سو اتین آدمیوں کے حضرت کے پاس اور کوئی نہ رہ گیا تھا۔ ایک
ابو دجانہ خود زخمی تھے۔ دوسرے سہل تیسرے کرار وغیرہ فرار علیؑ بن ابیطالبؑ (روضۃ الصفا) کی ایک روایت سے معلوم ہوتا
ہے کہ ابتدا ہی میں حضرت کے پاس سوائے ان تین آدمیوں کے اور کوئی نہ رہا تھا جناب میر حرمہؑ جنگ کر کے دشمنوں کو حضرت سے
دفع کرتے تھے اور ابو دجانہ و سہل حضرت کی حفاظت کرتے تھے اسکے بعد بہانے ہوئے چودہ آدمی واپس آ گئے۔ اور

روایت ابن مسعود

بروایت ابن مسعودؓ سوا علیؑ کے سب بہاگ گئے تھے۔ ابو دجانہ اور سہل البتہ فوراً ہی واپس آ گئے تھے۔ اور بروایت یحییٰ بن
سلمہ سوائے علیؑ و ابو دجانہ کے اور کوئی نہ رہا تھا۔ اور جھوٹا بل خبر بھی ان اشخاص مذکورہ بالا کا ہی ثابت قدم
رہنا تسلیم کرتے ہیں ۛ

رسولؐ کا نازک مقام
ادعائی

بہر حال موقعہ رسولؐ کے واسطے نہایت خطرناک تھا۔ چاروں طرف نظر ڈال کر دیکھتے ہوئے کہ عرف ایک فرد واحد کی خون میں
ڈوبی ہوئی تلوار اس قیامت خیز فوج دشمن کو روکے ہوئے ہے۔ کوئی امید نہ تھی کہ اسلام آج باقی رہ جائیگا ایک تہ کا ہوا
ہاں کہ بیک روک سکتا ہے مگر تائیدِ ایزدی اس میں ہر لحظہ پہرتی اور قوت پیدا کرتی جاتی تھی ۛ

رسولؐ در علیؑ کا

سوال جواب

بروایت علیؑ و بقول مولف تاریخ الاسلام جب اس طوفانِ جنگ میں علیؑ کو رسولؐ کی تنہائی کا خیال ہوا اور رسولؐ نظر پڑے
تو غصہ میں غلاٹ شمشیر کو تیز کر سہنگدیا اور مثل شیر غصنا ک دشمن پر حملہ کیا اور انکو پراگندہ کر کے رسولؐ کے پاس آتے ہیں۔
رسولؐ عالم تنہائی و مایوسی میں علیؑ کو دیکھ کر فرماتے ہیں۔ یا علیؑ تم اپنے بہائیوں کے ساتھ کیوں نہ بہا گئے۔ یہ کیا
اور پکا سمسار جواب دیتا ہے کہ یا رسولؐ اللہ کیا ایمان لائے کے بعد کافر ہو جاتا۔ واللہ قدم پیچھے نہ رکھوں گا جب تک
نسختہ نہ ہو جائے۔ یا مارا نہ جاؤں۔ تاریخ الاسلام و بقول صاحب قرۃ العیون فرمایا کہ یا رسولؐ مجھے کہو آپ سے
اقتدار ہے نہ کہ بہائیوں سے ۛ

رسولؐ کے خیال

علیؑ کے اس پر جوش جواب نے رسولؐ کے دل پر کیا اثر کیا ہوگا۔ کیا اس وقت اس منہل جرات خانی پر علیؑ کی کچھ محبت رسولؐ کے
قلب میں پیدا ہوئی ہوگی کیا کچھ رسولؐ کو فاطمہؑ کا خیال نہ آیا ہوگا؟ اللہ سے ہادیؑ سلام تیرا استقلال و تیرے جانباز

علمدار کائنات اس وقت رسول کو خیال تاہو گا کہ کہیں یہ نہا ہاتھ جو نصرت اسلام کے لئے اٹھا ہوا ہے زخمی نہ ہو جائے اور یہ
 مسکھم قدم جو نبات دین کیلئے بیج آہنی بنے ہوئے ہیں قلم نہو جائیں۔ وہ سینہ جو حفاظت حق کا گنجینہ ہے کہیں نیزے سے چھرنے جا
 اسی شائین دشمن کا ایک دستہ جبکہ سردار ہشام بن امیہ تھا۔ رسول کی طرف بڑھا۔ اس تنہا محافظ اسلام یعنی علی نے جیٹ
 ہشام کا ایک ضرب شمشیر سے کام تمام کر دیا۔ اور دستہ پر حملہ کیا جو پیچھے ہٹ گیا۔ دوسرے دستہ عمر بن عبد اللہ جحجی کی ماتحتی
 میں بڑھا۔ علی کے تلوار نے اسکا بھی کام تمام کیا اور اسکے پہلو سے ہونٹ بھگا دیا۔ اسی دوران میں علی کی تلوار ٹوٹ گئی کہ حضور نے
 فوراً اپنی ذوالفقار علی کو عنایت فرمادی۔ پہریشیر بن مالک عامری بڑھا اس جانباز بہادر نے اسکا بھی خاتمہ کر دیا اسکے
 ساتھی بہاگ گئے۔ کچھ سیکو علی کی غضب نگاہ اور خون آلود بے پناہ تلوار کے آگے قدم بڑھائے اور رسول پر حملہ کر کے جرات
 ہوئی۔ اب طوفان جنگ کو تھا ہوا کہ ہر علی رسول کے قریب آئے ہیں رسول فرماتے ہیں یا علی کیا تم ہی سن ہو تھے کہ تمہاری
 جنگ مصلوں میں فرشتے کہہ رہے تھے کافحتی اک علی کا سیف کا ذوالفقار (صحاح ستہ) یہ نکل اس بہادر کی
 آنکھوں سے آسمان پر آئے۔ اور زبان کلمہ شکر جاری ہوا۔ مسلمانوں کی اس وقت کی حالت ذیل کی عبارت موصوفین سے ظاہر ہوگی۔
 صبار و ضہ الصفا لکھتے ہیں کہ زید یا اسید بن وہب نے بعد جنگ عبد اللہ بن مسعود سے دریافت کیا کہ مہنے سب سے کہا کہ اعدائے رسول
 علی و ابودجانہ و سہل کے حضرت کو چھوڑ کر سب بہاگ گئے تھے کیا یہ خبر صحیح ہے اسے کہا کہ بالکل صحیح ہے ابن وہب نے پوچھا کہ
 ابوبکر و عمر کہاں تھے اسنے کہا کہ وہ بھی ایک طرف کو چلے گئے تھے اور بعد تین روز کے خدمت نبوی میں حاضر آئے تھے۔ اور بعض انبیا
 میں ہے کہ عثمان بھی محدثوں کے جنگ گاہ سے باہر جا کر امانت بھول گئے اور عین پر پہنچ گئے تھے تیسرے روز داپس آئے تھے
 اس کی تصدیق مولوی شبلی جی صاحب اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ قاضی ابوبکر مسعود خود حضرت عمر کی زبانی نقل کیا کہ اس نصیر
 پاس گئے اور پوچھا کہ رسول اللہ پر کیا گزری میں نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ شہید ہو گئے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر
 میدان جنگ اتنے فاصلہ پر تھے کہ صحیح حال نہ دیکھ سکتے تھے۔ اور نہ یقین حاصل کر سکتے تھے بلکہ قیاس کا لیتے ہیں اور وہ بھی غلط۔
 اور پھر مولانا موصوف یہ بھی لکھتے ہیں کہ علامہ بلاذری کے نزدیک حضرت عمران لوگوں میں تھے جو احد کے دن بہاگ گئے تھے
 لیکن خدا نے انہیں معاف کر دیا (مولف) نہیں معلوم ہوتا کہ پروانہ معافی مولانا موصوف کی نظر سے کہاں گزر رہے جو خدا کے پاس
 سے آیا تھا۔ مولانا موصوف اگر حضرت عمر کے قتل کو بھی دیکھ لیتے کہ ہم بڑی کبھی کی طرح پہاڑ پر جا رہے تھے۔ تو غالباً ان کو
 مزید تلاش کی ضرورت نہوتی علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ اختلاف میں لکھتے ہیں کہ انبشام بن کلیب بنی مسند میں لکھتا ہے
 کہ ابوبکر کہتے تھے کہ احد کے دن رسول کو چھوڑ دیا اور داپس آئے والوں میں سب پہلا میں تھا یعنی اپنا بہاگن تسلیم ہے
 اسمو قہر و اوقات احد کے متعلق جہاں تنقید الکلام کی حسب ذیل عبارت قابل توجہ ہے کہ اب چند ہی صحابہ آپ (رسول) کے گرد

دشمن کے متواثر نہ ہونے اور

علی کی جانبازی

علی کا متذہب

اراکین اسلام آخر

کہاں کتب اسنت

قول عبد اللہ بن مسعود

مولانا شبلی کی عبارت

علامہ بلاذری کی رائے

علامہ سیوطی کی روایت

تنقید الکلام کی عبارت

رہ گئے تھے اور قلب لشکر سے آپ بالکل جدا ہو گئے تھے۔ پس کفار نے متواتر حملے آپ پر شروع کئے! احباب و فداوار جلد جلد شہید ہو کر
 آپ کے سامنے گرتے جاتے تھے گو آپ کے زخموں سے خون ابھر جاری تھا گلان جان نثار و نکو اس عالم میں بھی آپ نہیں بہرے اور اس
 و فداوار کو زام نہیں لگتے، دعا خیزی جسے آپ کی پیشانی مبارک خون کو پاک کیا لیکن غلے فضل کیا کہ حضرت علیؓ چہرہ ہارو
 لیے ہوئے اس عالم ہر اس میں قلب لشکر میں ٹر رہے تھے۔۔۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ہمارے بہائی بند میدان دوسری سمت
 اب تک ٹر رہے ہیں تو وہ قلب لشکر کفار میں گھس گئے۔ جہاں پر بعض مجاہدین جانا زاب تک آپ کو کفار کے حملوں سے بچا رہے تھے۔
 آنحضرتؐ کو زندہ دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی اور بڑی جانبازی کر کے وہ آپ کو احاطہ کے اوپر چڑھائے گئے اور وہاں پہنچ کر
 دم لیا حضرت علیؓ اپنی سپرل یک جہل سے پانی لائے اور ان حضرت کے روضے مبارک پر اور زخموں پر چڑھ کر اور آپ نے
 اصحاب کو نماز پڑھائی بیٹھے پڑھائی۔

پھر بھارت روضۃ الصفا معلوم ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں کو جنگ گاہ کے قریب پہنچے معلوم ہوا کہ رسولؐ جنگی خبر شہادت مشہور ہو گئی تھی
 زندہ ہیں تو وہ ہر جمع ہوئے لگے مسلمانوں کو دوبارہ اجتماع کو اور رسولؐ کو زندہ دیکھ کر ابوسفیانؓ آئندہ سال کے وعدہ جنگ میں
 لشکر قریش کے واپس چلا گیا۔ اور یہ بھی تحریر ہے کہ حضرت کو جو بھی ہو گئے تھے بالاکوہ لیکن قریش نے جنگ آنحضرتؐ کی شہادت کا
 یقین ہو گیا تھا اب میدان جنگ سے دایسی کا قصد کیا اور ابوسفیانؓ مسلمانوں کو آواز دیکر پوچھا کہ تم میں محمدؐ میں ابوسفیانؓ
 کا نام لیکر ہی پوچھا اور جواب ملنے پر اسے اپنی قوم سے کہا کہ وہ سب قتل ہو گئے جب علیؓ نے آواز بلند فرمایا کہ تو جو شہید ہے وہ زندہ
 ہیں اور انشاء اللہ سالِ نینہ پر مقابلہ ہو گا۔

روایات اہل تشیع آنحضرتؐ کو وہ احد پر لچانے کی تصدیق نہیں کرتیں درانکی روضے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؐ ایک قلعہ میں میدان جنگ
 سے نہیں ہٹایا۔ اور یہ بھی خلاف قیاس کہ اس شعلہ فزا جنگ میں علیؓ کو اتنا موقع ملتا کہ وہ حضرت کو احد پر لچانے اور پھر تنہا چھوڑ کر
 کسی جہل سے سپرل پانی لاتے اور زخم دہلاتے اور استقلالِ رسولؐ سے ہی ایمہہ عید لکھن ہے کہ بعد چلے جانے لشکر قریش کے ایسا ہوا
 بہر حال تمام روایات کے ملانے سے نتیجہ یہ نکلتا ہے اور واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب علیؓ کی جی توڑ حملوں سے رسولؐ کی جان محفوظ
 رہی اور بچ گئی۔ تو بعض مسلمان مفردین کا جو قریب میں ہو گئے رسولؐ کو زندہ دیکھ کر اور علیؓ کی جانبازی و فداوار سے شرمناک ضرور رسولؐ
 کے پاس اجتماع شروع ہو گیا ہو گا۔ ابوسفیانؓ کو جسکو بظاہر فتح و غلبہ حاصل ہو گیا تھا اور رسولؐ کی شہادت کی خبر پہنچی تھی اب
 رسولؐ کے زندہ ہونے اور مسلمانوں کے دوبارہ اجتماع سے اندیشہ ہوا کہ اب مسلمانوں کے جوش انتقامی سے یہ غلبہ شکست مبدل نہ
 ہو جائے اس وجہ سے سستہ جلدی معرط اپنے لشکر کے میدان جنگ سے چلنے کی ٹھہرا دی اور آئندہ سال کے مقابلہ کا اعلان
 کر کے چل دیا تاکہ یہ فتح اُچی کی قائم رہے۔

مسلمانوں کی دایسی
 دشمن کو قطعی فتح کا موقع
 نہ ملا

روایات شیعہ رسولؐ کو وہ احد
 پر لچانے کے خلاف ہیں

انتخاب و اتحاد روایات

روایا شیعہ رسول کے

شہید ہو چکی تصدیق

نہیں کرتیں

روایت روحہ الصفا اور دیگر مؤرخین اہلسنت کے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابن قتیہ و بروایت بعض عقبہ بن ابی وقاص کی سنگ باری رسول کے دو دندان مبارک شہید ہو گئے تھے مگر روایات اہل تشیع اس کی تصدیق نہیں کرتیں ورائے امہ کی احادیث ثابت ہوتا ہے کہ کوئی دانت حضرت کا ٹکڑہ نہ ہوا تھا اور وقت آخر تک حضرت کے سب دانت ثابت برقرار تھے ممکن اگر ٹکڑہ نہ ہو بلکہ بصدور ضرب پگھلے ہوں یا خون نکل گیا ہو۔

فاطمہ زہرا پر کیا ہو کر

رسول کے پاس نہیں

رسول کی شہادت اور مسلمانوں کے فرار کی اخبار مدینہ میں پہنچی تھیں انہوں نے رسول کی پیاری بیٹی فاطمہ زہرا کے قلب کے ساتھ جو کچھ اثر کیا ہو گا وہ اس ظاہر ہے کہ وہ مخدوم و مہربان ہو کر مدینہ سے چل دی اور حضرت کے پاس تک آپ کو پہنچا یا۔ یہ وقت تھا کہ لشکر قریش میدان چلا گیا تھا۔ فاطمہ نے اگر دیکھا کہ رسول زخمی ہیں اور خون چیشانی اقدس کا بند نہیں ہوتا تو پارچہ زرہ بہا کر لڑا جلا زخم حضرت میں بہا جس سے خون بند ہوا پیاسے باپ کے آگے اپنے جاننا زوشیر دل شوہر کی طرف اس وقت تک توجہ نہیں کھاتی جب تک علی خود اپنی تلوار صاف کرنے کو پیش نہیں کرتے کہ فاطمہ یہ لویہ ناپاک نہیں ہے اور نہ میں بدل ہوں میں نے رسول خدا کی نصرت اور خدا کے ریم کی خوشنودی میں دشمنوں کے خون سے لے لال کیا ہے اور جب تک رسول کی زبان سے یہ کلام دانتیں ہوتا کہ اے فاطمہ یہ تلوار صلیو تمہارے شوہر نے تمام حقوق رفاقت جان نثاری کے ادا کر دیئے اور خدا نے صنادید قریش کو اس کے ہاتھ قتل کرایا درلج المبین حیات القلوب اس کی اکیلی تلوار نے میری جان و اسلام کی آبرو بچائی ان کلمات رسول نے فاطمہ کی آنکھوں کو لبریز کیا کہ اسے سر کو فوراً سجدہ ہو گیا اسلئے زمین پر جھکا دیا۔

محمد اسحق کی روایت

محمد اسحق سے روایت اس جنگ میں تنہا علی کے ہاتھ سے طلحہ بن ابی طلحہ و اسکا لڑکا ابو سعید و بہائی خالد بن انیس و لید بن ابی حذیفہ و اسکا بہائی امیہ و اوطاہ بن شریک و ہشام بن امیہ و عمر بن عبد اللہ و عجمی بن مالک و صواب غلام عبد اللہ و ابو محمد بن العزیز و بروایت دیگر پسران مقتول خالد و ابوالعباد و ابوالحکم و درجہ شخص و لا ابوسفیان کے قتل ہو چکے مورخین کا اہم اتفاق ہے کہ علی نے کل مسلمانوں سے زیادہ جرات دکھائی۔

علی کے ۱۷ زخم تھے

تعداد مقتولین زلفین

علی ہی بہت زخمی ہو گئے تھے انھیں اس جنگ میں سولہ بروایت تھے زخم تھے جنہیں بعض ایسے تھے کہ انیس بی ہری جاتی تھی پھر قریش سے اس جنگ میں ۲۸ سے ۳۰ آدمی مارے گئے جنہیں قریب نصف تنہا علی کے ہاتھ سے قتل ہوا اور لشکر اسلام سے ساٹھ بروایت ۷۰ آدمی شہید ہوئے جن میں سب زیادہ اخیر شہادت حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی تھی جو دھوکے سے مارے گئے۔ یہ وہ بہادر سپہ سالار تھے جن کے اسلام لانے کے بعد قریش کو تشویش ہو گئی تھی انکی شہادت اس طرح پر ہوئی کہ یہ اٹس خان عظیم دشمن میں مانند شیر مست حملہ کرتے تھے اور عصفور دشمن کو دھوکہ دہم برہم کرتے تھے کہ سباع بن عبد العزیز فریادیں دوران جنگ میں اچھے مقابل آیا انہوں نے اسکو بھرتی شیر ہلاک کیا۔ اور پھر صف لشکر چلا گیا ایک غلام حنی نام کو ہندہ بن حارث بن عامر بن

حضرت حمزہ اخیر شہادت

دھوکہ کا دار

نفل نے جسکے باپ کو حضرت حمزہ نے جنگ بدر میں قتل کیا تھا ان کی ناک میں ایک وحشی غلام کو کین گاہ میں ٹھہرایا جب حضرت حمزہ لڑتے ہوئے اُدھر کو گئے وحشی نے کین سے ایک ضرب نیزہ لگائی جو ناک پر پشت کی طرف توڑ کر ٹکڑی ہو گیا۔ اور خود بہاگ گیا۔ حضرت حمزہ گر گئے اور بوجہ زخم کار کے شہید ہو گئے وہ پہلو ٹکرایا اور حمزہ کا شکر مبارک چاک کر کے جگر کا لکڑی پر بندہ کے پاس لٹکیا جس کو خوار کر کے حمزہ کو منہ میں لیکر چھاڑا۔ جسکی وجہ سے اسکو اکلے اکلے بلا کہتے ہیں پر بندہ نے نقش حمزہ پر آ کر اور اعضا کاٹ لیا بعد فرود ہونے جنگ واپسی لشکر قریش کے رسول اللہ خود نقش حضرت حمزہ پر تشریف لائے اور دو مبارک اپنی اڑھائی اور بہت گریہ فرمایا اور نماز جنازہ پڑھی۔ نقش ہائے دیگر شہداء اسلام کی تلاش کرائی ایک ایک نقش آتی ہی انوش حمزہ کے پاس کہا کہ حضرت نماز جنازہ پڑھتے تھے اسطرح پر حضرت حمزہ کے جنازہ پر شرمنازین پڑھی گئیں حضرت سب کو دفن کرایا۔

جنازہ حمزہ پر نہ نمازیں

پڑھی گئیں

رسول کا سنی خیز

خطابہ

صاحب مناقب مرتضوی نے شاہ عبدالحق دہلوی کے جذباتِ غلو سے نقل کیا ہے کہ ایک روز رسول اللہ اکبر کو سلام کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ ہیں جنکی صحابیت پر قیامت تک میں گواہی دوں گا۔ اس پر ابنِ قحافہ نے کہا کیا رسول اللہ کیا ہم صحابی نہیں ہیں فرمایا ہو لیکن مجھے یہ نہیں معلوم کہ میرے بعد کیا کر دے؟ روشن ضمیر رسول کا عجیب معنی خیز جملہ تھا جسکو ناظرین واقعات آئندہ خود غور فرمائیں گے۔ اب حضرت مدینہ کی واپسی کا قصد فرمایا مگر قبل واپسی چونکہ اندیشہ تھا کہ ایسا ہنر قریش یہاں سے بھگودوڑی طرف مدینہ پر تاخت کر رہے ہیں رسول نے باوجود درختی ہونے کے علی کو ہی جبکہ اور کوئی آمادہ ہوا عقب دشمنان میں مامور کیا کہ دیکھیں درختیں کین کر کے لشکر قریش کس طرف کو جاتا ہے اور کیا قصد ہے یہ بھی ارشاد ہوا تھا کہ یہ دیکھنا لگایا اور واپس پر سوار ہیں اور گھوڑے کو تل بین یا گھوڑوں پر سوار ہیں و تل کو تل بجاتے ہیں کیونکہ گھوڑوں پر سوار ہونے کی حالت میں لڑوہ حملہ کا ظاہر ہوتا ہے چنانچہ علی جگے دلوں خالے نظر تاہم قسم کے خوف و ہراس برپا بنایا تھا۔ بلا لحاظ کثرتِ دشمنوں کے فوراً تعمیل حکم کی اور دشمن کے پیچھے جا کر پھرا تو انکو اونٹوں پر سوار اور گھوڑے کو تل لیے جاتے دیکھا جس سے معلوم ہوا کہ وہی واپس جاتے ہیں چنانچہ رسول کو مطلع کیا یہ رسول کی اعلیٰ درجہ کی دوراندیشی و احتیاط کی دلیل ہے۔

مزید دوراندیشی رسول

واپسی رسول مدینہ

بعد اس طینان کے حضرت مدینہ کو واپس آئے۔ رسول کی زندہ واپسی پر مدینہ کے راسخ العقیدہ و دیندار مرد و عورتوں کو تنکو خیر شہادت رسول نے صد یہ پہنچایا تھا یہی مسرت تھی مفروین جنگ کو انتہائی استہانہ امت تھی چکی حوصلہ تک معذرتیں تھیں رہیں۔ شہداء بدر کے یہاں تم پر ہاتھ تھا۔ مگر رسول کو انوس تھا کہ حمزہ کا کوئی رونے والا نہیں تو انصار نے سبب ملال طبع حضرت معلوم کر کے اپنی عورت کو خانہ حمزہ میں آن پر گریہ کر کے کوبھیج دیا جنہوں نے حمزہ کی صف ماتم پر پائی جس سے حضرت خوش ہوئے۔ اس جنگ میں گو قریش کو کامل یقینی فتح نصیب نہ ہوئی اور بوجہ بے مثل شجاعت علی کے اور خیالِ جملع مفروین بخوف آمد اہل مدینہ انجو جلدی سے میدان چھوڑنا پڑا اور فیصلہ کن جنگ کو واسطے سالانہ نیک لڑا اور اٹھارہ سال تاہم سلاہوں کو ضرور ایک

نتیجہ جنگ

نکبت و ذلت عظیم کا موقعہ ہو گیا، اور منافقین کے نفاق اور مفردین جنگ کے ایمان حسن عقیدت و محبت رسول اور تنہا علی کی ثابت قدمی و شجاعت و جان نثاری کی کہلی ہوئی تصویریں رسول اور سبکدوش نظر ہو گئیں اور اب رسول کو بہت زیادہ تدبیر و احتیاط کی ضرورت پڑ گئی اور پیشتر کے اس خیال کے خلاف کہ تمسکان سلام حضرت کی ادنیٰ اشارہ پر جان مال قربان کر دینے میں ہرگز دریغ نہ کریں گے۔ اب اس جنگ میں رسول کے تمام لیکر بچا رہنے اور اپنی برحق رسالت کے یقین دلانے اور وعید خدا سے ڈرانے کے ان پر بے سود ہونے نے رسول کو یقین دلادیا کہ اب سلام اپنی جان کے خوف سے رسول کو باوجود بیعت مکہ کے دشمنوں کی خون آلود تلواروں میں تنہا چھوڑ سکتے ہیں۔

غزوہ حمرالاسد رمضان سنہ

پس

غزوہ حمرالاسد

لشکر قریش کا دوبارہ

حملہ کا ارادہ

بعد واپسی احد راستہ میں مقام ردحاً پہنچ کر قریش کو انصوس ہوا کہ ہم نے یہ کیا کیا بغیر جنگ آخری کامل فیصلہ کے کیوں اس لئے محمد زندہ رہ گئے اور جس غرض کی واسطے اس قدر رحمت اٹھائی وہ حاصل نہ ہوئی راہیوں کی راہیوں تو مسلمان خستہ زمین لوٹ چکے اور محمد اور ان کے اصحاب کا قلع قمع و قتل کر کے اور مدینہ کو لوٹ کر اور ان کی عورتوں اور لڑکیوں کو اسیر کر کے واپس جاسکیں گے۔ صفوان بن امیہ اس کی مخالفت کی اور کہا کہ یاد رکھو اس ہزیمت مسلمانوں کو غصہ و جوش ہو گا۔ اگر اب تم لوٹے اور وہ اس اشتعال میں جو لوگ کہ واپس ہو گئے تھے اور جو نہیں آئے تھے سب جمع ہو گئے تو تمہاری یہ فتح شکست کے مقابل ہو جائیگی مگر جہاں قریش نے چند ان اس لئے کی پروا نہ کی اور ردحاً پر اس ارادہ سے ٹہر گئے۔

جب اس ارادہ قریش کی خبر رسول کے کان میں پہنچی تو حضرت پہر فوراً مقابلہ و مدافعت دشمن کی واسطے آمادہ ہوا اور بلال کے ذریعہ سادہ کی کادی کہ جو لوگ جنگ میں شریک تھے اور زخمی ہوئے ہیں یہ مقابلہ دشمن پر آمادہ ہو جاویں و روانہ ہوں کیونکہ دشمن دوبارہ حملہ کرنا چاہتا ہے اگر جو لوگ لگائے گئے تھے انھوں میں ساتھ بچا نہیں چاہتا چنانچہ وہی ثابت قدم مسلمان جو زخمی تھے باوجود زخموں کے اپنے اشتعال میں یہ حضرت کے ساتھ روانہ ہوئے علم لشکر علی کی سپرد ہو جاوے باوجود سخت زخمی ہونیکے یہ محبت رسول کو بخوشی آمادہ ہو گئے یہ مختصر لشکر اسلام جو اس شکست کی ذلت سے لڑ کر مر جانا بہتر خیال کرتا تھا ہمارے رسول روانہ ہو کر مقام حمرالاسد تک گیا۔

لشکر قریش کی بجلی

روانگی کہ واپسی حضرت

بلا جنگ

متحدہ خزاہی یہودی جو کہ کو جابا تھا اور جس نے اس لشکر اسلام کو آتے ہوئے دیکھا تھا انرا راہ میں لشکر ابو سفیان ملا۔ انہوں نے ہادی سلام کا حال پوچھا تو اس نے کہہ دیا کہ وہ بقصد انتقام مدینہ لشکر روانہ ہو رہے ہیں میں نے انکو مقام حمرالاسد پر چڑھا اس خبر سے قریش کو خوف و اندیشہ ہوا اور صفوان و ابوسفیان نے کہا کہ جو ہم سمجھتے تھے وہی ہوا اب بہتر ہے کہ یہاں سے جلد کوچ کر چلیں ایسا نہ ہو کہ بعد غلبہ کے مغلوب ہو جاویں چنانچہ اب سب تعجیل تمام کہ کو روانہ ہو گئے متعجب روانگی قریش کی حضرت

دو اسیر ہاتھ لگے

بھی خیر بھیجی۔ لہذا حضرت ہی اس مقام سے معہ ہارمیان واپس مدینہ چلے آئے۔ مخالفین میں کے دو شخص جن کی وجہ سے پہلے لگے تھے مسلمانوں کے ہاتھ لگے ایک ابو عرجہ مخزومی شاعر جو جنگ بدر میں فدیہ لیکر چھوڑا گیا تھا اور جنگ حدیبیہ کے بعد حضرت کو قطع کئے تھے۔ یہ فوراً قتل کر دیا گیا۔ دوسرا معاویہ بن مغیرہ تھا جو راست میں کہا گیا تھا:

داویہ مخزومی

اپنے ہاتھ دی

یہ معاویہ بن مغیرہ کسید طرح نکل رہا تھا۔ اور مدینہ میں جبکہ عثمان بن عفان کے گھر میں پناہ ملی عثمان اسکو اپنے گھر میں چھپایا اور حضرت کے سفارش کا وعدہ کیا۔ رسول نے اسکی گرفتاری قتل کا حکم دیدیا تھا کہ حضرت کو خبر ملی کہ وہ عثمان کے گھر میں چھپا ہوا ہے حضرت عمار یا سرکوا اسکی گرفتاری کو پہنچا۔ عمار جو عثمان کے گھر پہنچے تو ام کلثوم زوجہ عثمان کے بتلایا عمار اسکو پکڑ لائے۔ مگر عثمان نے اسکی حضرت کے سفارش کی جبکہ حضرت حکم کیا کہ تین روز کے اندر مدینہ سے چلا جاوے ورنہ بعد اس مدت کے اگر لا تو قتل کیا جائے گا عثمان نے اسکو واسطے سواری وغیرہ کا بندوبست کیا مگر اتفاق سے وہ تین روز کے اندر مدینہ سے نہ نکل سکا۔ تین روز کے بعد اسکو مدینہ میں پاکر زید بن حارثہ و عمار یا سر نے حکم حضرت اسکو قتل کر دیا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ اسی کدورت عثمان نے اپنی زوجہ ام کلثوم کو شہید کر دیا اور اپنے زمانہ خلافت میں عمار یا سر سے ہی اسکا بدلہ لیا (حیات القلوب)

قتل عمار

قبیلہ بنی خطلہ میں سواغیر بن عدی کے اور کوئی مسلمان نہ ہوا تھا۔ اس قبیلہ کی ایک عورت عصمان نامی وقت جنگ احد سے حضرت کی جھڑپ کرتی تھی اور اور آدمیوں کو بھی حضرت جنگ کی نیکی تحریص کیا کرتی تھی حضرت کی جڑا اسکو واپسی سے دوسرے روز عیر نے اسکو قتل کر دیا۔ اور بعد کہ حضرت کو خبر دی حضرت اسکو جوش یا بی پر خوش ہوئے۔ اور کوئی واقعہ قابل تذکرہ اس سال میں نہیں آیا۔

واقعات سنہ ہجری

سریہ ابو سلمہ

شرح سال نہا میں رسول اللہ کو خبر ملی کہ طلحہ و سلمہ سپہ سالار اپنے متبعین کو مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں لہذا حضرت نے ابو سلمہ بن عبد اللہ مخزومی کو معہ ایک سو چالیس آدمیوں کی جماعت کے تھیں ابو عبد اللہ جراح و سہیل بن قیس اسید بن خضیر ہی تھے۔ ان کی سرکوبی کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ بلا انکو اتنا موقعہ دینے کہ وہ متحد جنگ ہوں پھانچ کر حملہ کر دیں۔ یہ لوگ مسب ہدایت غیر متعارف راستے سے چلکے تھے۔ ہائے نبی اسراہیل میں ایک شہ پر پہنچے اس موقع پر دشمن کے کچھ آدمی معہ غلہ رسد کے ملے جنگ ان لوگوں نے گرفتار کیا کچھ اسیر ہوئے کچھ ہرا گئے اگر اپنے قبیلہ سے جا بھاڑے نبی اسد نے انکو مقابلہ کیا۔ یہ مدینہ قاص نے انکو ایک مرغزہ کو قتل کیا اور مسلمانوں نے یکدم حمایہ کیا وہ لوگ حملہ کی تاب نہ لائے اور ہرا گئے۔ انکے گھروں کا مال و اسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ چنانچہ مخالفوں نے حضور ﷺ کو اس سے بے

سریہ ابو سلمہ بمقابلہ

بنی اسد

واقعات جمع و مبعوثہ قتل مسلمانان بدر قتل سفیان بن خالد

واقعہ جمع

قتل مسلمانان فوج

ابتداء سال ہائیں ہی اور بعضوں نے سہ سال سنہ میں کہا ہے کہ غزوہ جمع واقعہ ہوا جسکی کیفیت یہ ہے کہ سادہ بنت سعد زوجہ طلحہ بن ابی طلحہ نے جسکے شوہر دریغ حضرت علی در عاصم بن ثابت ہاتھ سے قتل ہوئے تھے عمر کیا تھا کہ شخص انیس کی کامر لایا اسکو نوا و نط انعام میں بیگے چنانچہ سفیان بن خالد بذیلی سپر آمادہ ہوا اور اسنے یہ تدبیر کی کہ سات آدمی امیر قبیلہ غنسل ویش سے منتخب کر کے مدینہ بھیجے کہ مسلمان بن کر اپنا کام کریں چنانچہ یہ لوگ مدینہ گئے اور خدمت جنوی میں حاضر ہو کر اپنا کام ظاہر کیا اور عاصم بن ثابت کے یہاں مقیم ہوا اس سے بہت کچھ انظار خلاص دوستی کا کیا اور حضرت ظاہر کیا کہ ہمارے قبیلہ میں بہت آدمی مسلمان ہو گئے ہیں کچھ آدمی ہمارے قبیلہ میں بنا تعلیم قرآن تبلیغ احکام اسلام بھیج دیئے چنانچہ انکا یقین کر کے دس آدمی جنیں عاصم بن ثابت مرشد بن ابی مرثد حبیب بن عدی عبد اللہ بن طارق خال بن بکر معقب بن عبیدہ وزید بن ثناء اور تین اور تھے جنکے نام معلوم نہیں صحیح کہ انکے ساتھ بھیج دیئے گئے جب یہ لوگ قریب منزل بذیل کے پہنچے تو ان سات آدمیوں میں ایک نے خفی طور پر علیحدہ ہو کر طلحہ سفیان کو فزوی جو چالیس مسلح آدمی ساتھ لیکر چلے یا جب مسلمان بالاکوہ جا رہے تھے تو شکرین نے کچھ قریب پہنچ گئے انہوں نے بیکہا انکے ساتھ کے آدمیوں میں ایک اس گردہ کے آگے آگے آ رہا ہے تب یہ سمجھے کہ انکے ساتھ یہ ہو کر قریب کیا گیا اب مجھ پر یہی مقابلہ پرتا ہو گئے مشکین نے آتے ہی اسپر چل کر کیا جنگ کی بالآخر چونکہ کفار تعداد میں زیادہ تھے یہ سب شہید ہو گئے وہیں علی رضہ بن طارق نے یہ دیکھتے تھے جنہوں نے سفیان کے وعدہ امان پر تیار رہا کہ یہی گوشتین نے غزوہ جمع کر کے اور انکو بھی قتل کر دیا ابسن روایات میں بتہ کہ ان دونوں کو لیکر اول قید کیا گیا اور تلوار سے قتل کیا اور حبیب کو اکپہنچ دیا اور فزوی کو لٹکا رہے دیا جس کی خبر یا کہ حضرت زبیر رضہ کو بھی جو خفیہ طور پر جا کر نش حبیب کو اتار لئے رسول کو اس واقعہ کا یہ قصہ سوا سفیان بن خالد بذیلی اسپر ہی چلے بیٹھا اور واسطے جنگ مسلمانان ایک فوج جمع کر کے لگا حضرت کو اسکی خبر ملی تو عبداللہ بن مسعود اس دشمن خدا کے دھوکے پر مامور کیا عبداللہ تلوار لیکر چل دیا ابو سفیان کے پاس پہنچ کر خود کو بائندہ خرا کا ظاہر کر کے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تو محمد سے لڑنے کو فوج تیار کر رہا ہے میں چاہتا ہوں کہ تیرے ہمراہ ہو کر محمد سے جنگ کروں سفیان نے اسکو اپنے ساتھ لے لیا اسنے چند اشعار بھی خوشامد لکھ کر سفیان مطمن ہو گیا اور شب کو اپنے گھر لے گیا رات کو جب سب سوئے تھے عبداللہ نے خواب گاہ میں داخل ہو کر تلوار سے سفیان کا کام تمام کر دیا اور شکرین لاکر حضرت کے سامنے پیش کر دیا حضرت خروش ہوئے

واقعہ مبعوثہ مبعوثہ

ماہ صفر سنہ ۶ میل کیا اور واقعہ قتل واقعہ جمع کے بلکہ اسکی زیادہ سخت ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب کفار نے یہ اخذ کیا

تھا کہ ذریعہ سے مسلمانوں کی تعداد کو تھوڑا تھوڑا کر کے کم کیا جائے چنانچہ ابوہریرہ عامر بن مالک کہ جسکو بلاغت السنہ
 بھی کہتے تھے قبیلہ نجد سے مدینہ اگر مجلس نبوی میں پہنچا اور مدینے پیش کئے جسکو رسول نے اسوجہ سے لینے سے انکار کیا کہ وہ
 مسلمان نہ تھا تھا حضرت اسکو دعوت اسلام دی اسے عقاید و احکام اسلام کو پسند لوگیا مگر یہ کہا کہ بلا دیگر اہل قبیلہ کے تنہا
 اسکا مسلمان ہونا سب نہیں ہے آپ کچھ اصحاب میرے پاس بھیجیں کہ وہ نبی عامر کو دعوت دین میں بھی ترغیب دینگا
 اور جب وہ لوگ مسلمان ہوئے تو انکے ساتھ میں بھی مسلمان ہو جاؤنگا۔ رسول نے اطمینان چاہا تو اسے کہا کہ میں انکو اپنی پناہ میں
 لیتا ہوں و رضامن ہوتا ہوں کہ انکو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ ایام جاہلیت میں اسکا بہت بڑا لحاظ کیا جاتا تھا کہ اگر کسی
 قبیلہ سے ایک دی سکے اپنی پناہ و ضمانت میں لینے کا زبانی اقرار کر لیتا تھا تو تمام قبیلہ میں سے کوئی چاہو دشمن ہی کیونہی
 اسکو کوئی گزند نہ پہنچا سکتا تھا بلکہ کسی دوسرے قبیلہ کی طرف سے ہی جب تک یہ قبیلہ نہ کٹ جا اسکو کوئی گزند نہ پہنچے دیتے تھے ای
 اطمینان پر رسول نے چالیس قبیلے شترادی جنہیں عامر بن فہیرہ عمرو بن امیہ غمیری ہی تھے برسرگروہی منذر بن عمرو ساعدی کے
 نجد کی طرف لغرض تبلیغ اسلام روانہ کئے اور ایک نوشتہ دعوت اسلام کا اکابر بنجد و نبی عامر کے نام لکھا اگر انکو دیدیا جب یہ گرو
 مسلمانان مقام نیمر معونہ پہنچا تو وہاں قیام کیا۔ اونٹوں کو عمرو بن امیہ غمیری و عاتر بن فہری چرانے کو لگائے۔ نوشتہ
 رسول پہلے سے معرفت خرام بن لجان کے عامر بن طفیل بزرگ چاراد ابو عامر کے پاس بھیجا۔ نامہ دعوت کو دیکھ کر وہ ایسا غضبناک
 ہوا کہ خرام قاصد کو بذریعہ ایک غلام کے تلوار سے قتل کرادیا۔ اور اپنے اہل قبیلہ سے کہا کہ چلو ان مسلمانان اسلام کو یہی جو اپنا دین پہنچانے
 لئے ہیں چکر قتل کر دین گراہوں گے چونکہ انکو معلوم ہو چکا تھا کہ ابو عامر انکو اپنی پناہ میں لایا ہے اسکو مار دینے سے انکار کر دیا تو
 عامر نے قبیلہ بنی مسلم کو عصب و رغل و زکوان بلا کر ساتھ لیا اور مدینہ آئے نیمر معونہ پہنچا فوراً تمام مسلمانوں کو جو بنجد اطمینان سے
 تھے حلقہ میں لے لیا۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ وہ گہر گئے تو وہ بھی آمادہ ہوئے جنگ ہوئی یہاں تک کہ مسلمان سب شہید ہو گئے
 عمرو اور عاتر جو اونٹ لے کر لوٹے اور یہ حال دیکھا تو عاتر نے تلوار سے دشمنوں پر حملہ کیا اور چار کو قتل کیا کہ بالآخر
 وہ بھی شہید ہو گئے عمرو کو دشمنوں نے گرفتار کر لیا مگر یہ عامر نے اسکو بوجھل زادی ایک غلام کے چکی اسے کیس وقت میں نذر کی
 تھی آزاد کر لیا۔ عمرو چوٹ کر مدینہ آ رہے تھے کہ راستہ میں دو مشرک قبیلہ بنی عامر کے ملے جسکو رسول مان و سہ پکے تھے مگر
 عمرو کو اس کی خبر نہ تھی اسی اشتعال میں عمرو نے ان دونوں کو قتل کر دیا۔ اور حضرت سے اگر تمام واقعہ بیان کیا حضرت کو
 مسلمانوں کی اس شہادت پر بہت صدمہ ہوا مگر ان دونوں پہلہ گیروں کے قتل پر پہلی نفوس ہوا عمرو کو کلامت کی اور حکم دیا
 کہ انکا ذریعہ اٹھنے و شمار کر دیا جائے جماعت مسلمانان میں سے زید بھی جو بہت رنجی ہوئے تھے جسکو کفار مردہ سمجھ کر چھوڑ
 تے۔ پنج گئے جو جنگ نہ ختم کر دین شہید ہوئے ابوہریرہ کو یہ حال معلوم ہو کر اپنے ۷ بانی پر بہت غصہ تھا اسکے لئے کہ رسول نے

اپنے باپ کے الزام نقص عہد کے عصر میں جا کر عامر کے جبکہ وہ کہیں سوار جاتا تھا۔ ایک نیزہ مارا جس سے وہ گر گیا مرنے لگا۔ مگر اس کے بعد بدو عا حضرت سے مرض طاعون میں ہلاک ہو گیا۔

غزوہ بنی النضیر ربیع الاول ۳۴ھ

غزوہ بنی النضیر

ربیع الاول ۳۴ھ

سبب غزائی بنی النضیر

یہودیان قبیلہ بنی النضیر رسول اللہ سے اول تو بوجہ قتل کعب بن لاشرف کے جو سترہ میں ہوا تھا۔ دل میں کاوش کرتے دوسری وجہ انکی بخشش کی یہ ہوگی کہ بنی النضیر بنی قریظہ میں سخت مخالفت تھی اور بنی النضیر ہم سوگند عبد اللہ بن ابی سلول منافق کے تھے بنی قریظہ میں سے ایک شخص کے ہاتھ سے بنی النضیر کا ایک دی ملا گیا اسکے انتقام و دیت کی بات نہ نزع تھا۔ بنی قریظہ نے اس نزع کے تصفیہ کے واسطے رسول اللہ کو حکم مقرر کر کے خواہش کی بنی النضیر نے ہی عبد اللہ بن سلول کے زور پر غلط کر لیا۔ اور پھر عبد اللہ بن ابی سلول کے ذریعہ سے بہت کچھ سفارش حضرت کرانی کہ انکی موافق حکم دین۔ مگر حضرت خلاف انصاف کرنا پسند نہ کیا اور موافق بنی قریظہ کے حکم فرمایا۔

اسباب غزوہ

دوسرے رسول

کی ہلاکت کی تدبیر

اب بعد واقعہ بنی معونہ کے بنی عامر کے دو شخص جو عمر کے ہاتھ سے مارے گئے تھے اور حضرت انکی دیت ادا کرنا حکم دیا تھا چونکہ بنی النضیر ہم سوگند بنی عامر کے تھے حضرت معین اصحاب ابو بکر و علی و طلحہ و غیرہ کے بغرض طے کرنے دیت مذکور کے اور برداشتے بغرض قرعہ لینے کچھ روپیہ واسطے ادا ہوئی دیت مذکور منازل بنی النضیر پر تشریف لگے اور مافی الغمیر اپنا ظاہر کیا۔ بنی النضیر ان کا دشوں کی بنا پر ہمو قعر پر حضرت کے ساتھ دھوکہ کرنا چاہا۔ اسی بنی خطب سر و قبیلہ نے حضرت کو کہا کہ آپ تشریف رکھیں جیسا آپ فرمائینگے ویسا کیا جائیگا اور حضرت کو اپنے گہ کی دیوار کے نیچے ٹھہرایا اور درات میں مصروف ہوا۔ اور عمر بن خطاب کو مامور کیا کہ کوٹھے پر جا کر ایک پتھر حضرت کے سر پر گرا دے کہ کام تمام ہو جاوے۔ سلام بن مشکم یہودی نے اسکو اس حرکت سے منع ہی کیا مگر وہ نہ مانا حضرت کو کسیدہ سے شبہ ہو گیا اور بدایت اعتقاد ہی حضرت کو جبریل نے خبر دیدی کہ حضرت یہاں اس طرح پر کہ جیسے کوئی رفع حاجت کو جاتا تھا اٹھ کر چلے گئے۔ اور مدینہ واپس تشریف لے آئے اصحاب نے بھی جب بعد انتظار دیکھا کہ حضور تشریف نہ لائے وہ بھی کیے بعد دیگرے چلے آئے تب عبد اللہ بن صوریات بنی النضیر سے کہا کہ کہو محمد کو خدا خبر کو دی اور اب تمہارے واسطے دیکھئے کہ کیا حکم ہوتا ہے۔ میرے خیال میں اب تم جلا وطنی کی واسطے تیار ہو جاؤ۔

پیغام رسول بنی النضیر

سبب جلا وطنی اور انکا

انکار

جب حضرت پر یہ فریب بنی النضیر کا جس میں انہوں نے حضرت کی جان لینے کی تدبیر کی تھی ظاہر ہو گیا تو اس بد عہدی پر حضرت نے معرفت محمد بن مسلمہ کے انکے پاس کہا کہ پہنچا کہ بوجہ اس عہد شکنی و غداری کے وہ یا تو دیار اسلام سے باہر چلے جائیں ورنہ تمہارا جہنم ہو جائیگا۔ ان کی مجلس سے بعد جو یہاں پایا جائیگا قتل کیا جاوے گا عبد اللہ بن سلول منافق نے یہ سکر بنی النضیر کے پاس کہا پہنچا کہ تم ہرگز ترک وطن پر آمادہ نہ ہونا۔ میں دوسرا جنگ آور دل کے ساتھ تمہاری امداد کو موجود ہوں اور قبائل بنی قریظہ و

بنی عطفان ہی تمہاری امداد میں دستخیز نہ کریں گے۔ اس پر دوسرے زور پرچی بنی عطفان نے نصیر نے حضرت کے پاس جواب میں کہا: ہجرا کے ہم گزرتے ہیں نہ کہ نیکے جو کچھ آپ کا ارادہ ہو کہیں ہم ہی تیار ہیں۔ حضرت نے اس جواب کے آنے پر تباہ و برباد ہو کر کہی اور حکم تیاری لشکر کا دیا۔ اور ابن کلتوم کو مدینہ میں خلیفہ مقرر کر کے علم لشکر علی کی سپرد کیا۔ اور مدینہ سے باہر تشریف لائے اور بعد ازاں ہم ہو جانے لشکر کے جانب بنی نصیر روانہ ہوئے۔

تیاری لشکر اسلام

آغاز جنگ

یہود نے جو لشکر اسلام کو آتے دیکھا تو قلعہ بند ہو گئے اور بالاقلاع سے تیر و تھمر برسے شروع کئے وقت عشاء تک اس طرح جنگ رہی۔ رات کو صبح تک ہر سرداری علی محاصرہ کیا گیا قلعہ مضبوط تھا۔ بہادران اسلام کو پندرہ روز گذر گئے لیکن مطلب براری نہ ہوئی خیمہ سول میان میں نصب تھا تیر اندازان مخالف میں سے ایک شخص غور نامی نے حضرت کے خیمہ کی طرف تیر چلایا جس سے خیمہ میں سولخ ہو گیا۔ لہذا خیمہ سول وہاں سے ہٹا کر وادی کوہ میں نصب کیا گیا۔ اسی رات کو علی لشکر سے غائب ہو گیا۔ لوگ متوحش ہو کر رسول سے اطلاع کی گئی۔ چہ میگوئیاں ہو لگیں رسول کو یہ اندیشہ تو علی کی ذات سے نہ ہو سکتا تھا کہ علی معرکہ جنگ چھوڑ چکے ہوں گے کیونکہ غزوات سابق میں ان کی وفاداری بہادری کا یقین ہو چکا تھا۔ یہ شبہ البتہ ہو سکتا تھا کہ با کسی خطرہ میں گرفتار ہو گئے ہوں مگر علی کی باجواہی جرات رسول کوئی وجہ انتشار کی نہ تھی اور رسول نے لوگوں کی تسکین کی کہ مجھے (ایسا معلوم) ہوتا ہے کہ وہ ضرور تمہارے کئی محل کام کے انجام دینے کو گئے ہونگے۔ تھوڑی دیر میں لوگوں نے دیکھا کہ علی چلے آئے ہیں جنہوں نے رسول کے قریب پہنچا ایک سر حضرت کے قدموں میں ڈال دیا۔ رسول نے پوچھا کیا علی یہ سر کس کا ہے۔ عرض کی کہ یہ رسول یہ سر اس کا ہے جس نے آپ کے خیمہ پر تیر چلایا تھا۔ یا نبی اللہ میں سے یہاں پہنچ کر تلاش میرا مجھے خیال تھا کہ یہ کسی نہ کسی وقت مسلمانوں کو غافل پاکر حملہ کرے گا۔ اس لئے میں کمین میں بیٹھ گیا یہ شخص سیرنگ مار کے مواقع معہ نو آدمیوں کے آخر راستہ میں نکلا میں نے فوراً اسے چمکے کیا اور اس کا سر تن سے جدا کیا بولا یا ہول کئے ہر نبی نبی ہی قریب ہیں اک حکم ہو تو انکو بھی قتل کیا جاوے۔ رسول نے ارادہ نہ کیا کہ وہ سہل بن حنیف کو معہ آہل آدمیوں سے علی کی ماتحتی میں روانہ کیا جنہوں نے ان نو آدمیوں کو جاکر گھیر لیا اور سب کو قتل کیا۔

رسول کے خیمہ پر تیر انداز
علی غائب ہو گئے

علی تیر انداز مار کر رسول
کے قدموں میں ڈال دیوین

مغلطی وجاؤں دشمن

آب رسول نے بغرض تھوین دشمن عبداللہ بن ابی ولہب کو حکم دیا کہ اس کے دست و پاؤں کو قطع کر دو بنی نصیر نے محاصرہ سے تنگ کر دیا کہ انہوں نے دیکھا کہ عبداللہ بن ابی سلول نے سب عدا کوئی امداد نہ کی اور اس کی طرف سے بھی کوئی مدد کو نہ آیا مجبور ہو کر پینام ہجرا کے محاصرہ ہٹا لیا جاتے ہیں لوگ جلا وطنی پر آمادہ ہیں۔ لہذا رسول اللہ نے حکم دیا کہ ایک ایک جالور پر جتنا سامان جو روزوں وغیرہ یار ہو سکے اتنا ساتھ لیکر سب لوگ دیا اسلام سے باہر چلے جائیں باقی سب سامان چھوڑ دیں چنانچہ انکا ایک گروہ جانب شام چلا گیا کچھ لوگ جانب یمن گئے۔ سامان اسلحہ میں پچاس زره ۵۰ خود اور ہم سہ ہزار ایک سو نو سو ہاتھ آئیں مال غنیمت اور اضافات بغرض پرورش عیال رسول شخص حضرت کی واسطے مخصوص کر دیں کیونکہ یہ علاقہ قبائلی جنگ لشکر کے ہاتھ آیا تھا اور مال منقولہ رضائے

انصار صرف مہاجرین کو جنگ کا بار انصار پر تھا دیکھا گیا۔ اور رسول مہاجرین و انصار کے درمیان آئے۔

غزوہ بنی النضیر

غزوہ بنی النضیر کے بعد حیات القلوب میں ایک غزوہ بنی النضیر کا ذکر ہے جس کی نسبت لکھا ہے کہ یہ غزوہ بغرض تدارک انتقام شہداء بنی نضیر کے تھا اور حضرت بنابر مقام توجہ بنی النضیر کے ہوئے تھے۔ اور چونکہ وہ لوگ بہاگ گئے تھے حضرت بغرض توجہ بنی النضیر کے ہوئے تھے۔ اور یہ بھی تذکرہ ہے کہ اس غزوہ میں مقام عسفان پر حکم الہی تھا جو پڑھی گئی کچھ قابل یقین نہیں معلوم ہوتا کیونکہ جب کوئی دشمن مقابل نہ تھا تو نماز خوف کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ ورنہ الصلوات اس غزوہ کو سند میں تحریر کیا ہے اور بغرض مقام شہداء پر جمع لکھا ہے اور مقام عسفان پر رسول کا اپنی والدہ کی قبر پر نماز پڑھنا تحریر کیا ہے اور اسی کے سن میں سریر بشیر کا ذکر ہے جو بنی مالک کی طرف بھیجے گئے تھے جو نہ ملنے دشمن کے جنگ میں لگ دیکر چلے آئے تھے والدہ علم بالعباد حیات القلوب میں بھی اس غزوہ کے بعد غزوہ ذات الرقاع کو لکھا ہے مگر ورنہ الصغیر میں وہ غزوہ شروع سنہ ۵ میں تحریر ہے لہذا وہیں پر درج ہو گا۔

اسی سال کے ماہ جمادی الاولیٰ میں عبداللہ بن عثمان کا جوطن رقیہ سے تہا بجات طفولیت انتقال ہوا اور زینب بنت جحش غزوہ رسول کا بھی انتقال ہوا اور ابوسلمہ مشہور سلمہ کا بھی انتقال اسی سال میں ہوا اسی سال حکم تحریر فرما دل ہوا اور شراب غزوہ قطعاً حرام لگائی دو واقعات جبرائیل خلائی فیصلہ رسول

اس سال دو واقعات اخلاقی و معاشرتی جبرائیل کے ہوئے جنکی مختصر کیفیت حسب ذیل ہے۔

۱) انصار کے قبیلہ بنی بريق میں تین بہائی بنشرو بشیر و بشیر نامی تھے جو بنی نضیر کے تھے مگر سخت منافق اور بدچلن تھے انہوں نے قتادہ بن نعمان کے چچا کے گہر میں نقب لگا کر کچھ کھانا اور زرہ تلوار چرائی۔ قتادہ نے اسکی شکایت حضرت سے کی بنی بريق نے اپنی بریت کیواسطے بسید بن جیل پر اس چوری کا الزام لگایا۔ بسید یہ سکر غصہ میں تلوار لیکر اپنے پرچہ لے گیا۔ انہوں نے بسید سے تو خوشا نہ کر کے اسے غصہ کو فرو کیا اور اپنے قبیلہ کے سردار اسید بن غزوہ سے جا کر کہا کہ قتادہ اپنے چچا کا الزام لگا رہا ہے اسید نے حضرت سے جا کر کہا کہ بنی بريق پر الزام غلط ہے۔ حضرت کو اسسید کی صفائی پر قتادہ کی طرف جہوٹا الزام لگائے جانیکا خیال ہوا کہ اسے متعلق آیات قرآنی نازل ہوئیں جن سے بنی بريق کی مجرمیت ظاہر ہوگی اور بشیر وغیرہ ذلیل ہو گئے اور بشیر کہ بہاگ گیا اور مرتد ہو گیا اور وہاں ہی چوری کرتے میں دیوار مکان پر گر گئی۔ اور وہ دب کر مر گیا۔

کو حضرت نے سنا قطعید کی دی۔

۲) ایک یہودی نے ایک یہودی کے ساتھ نہ زنا کیا تھا جس کی سزا موجب توبہ تھی مگر یہودی نے اسکی سزا کی ہوئی مگر کچھ عرصہ یہودیوں نے اسکی سزا کی ہوئی مگر کچھ عرصہ یہودیوں نے اسکی سزا کی ہوئی۔

متروک ہو کر سزا تازیانہ مقرر و جاری ہو گئی تھی، چونکہ یہ دونوں شرفائیں سے تھے لہذا بعض یہود و عیسائی کی مخالفت تھی اور بعض
اس پر مفرق تھے۔ چنانچہ اس معاملہ میں حضرت کو حکم قرار دیا گیا۔ حضرت نے موافق حکم توریت و حکم قرآن کے ان کی عیسائی کا حکم
دیا چنانچہ وہ سنگسار کے لگے۔

ہر دو واقعات متذکرہ بالا کا اگرچہ تاریخ سیاست کچھ زیادہ پیچیدہ تعلق نہیں ہے مگر رسول کے انصاف و دیانت پر ان کا کافی
روشنی پڑتی ہے کہ وہ مخالف یعنی کفار بھی معاملات نزاعی اہم مسائل تمدنی و معاشرتی میں حضور کی حقانیت پر بہرہ ور کر کے
آپ کو حکم قرار دیتے اور آپ کی فیصلہ کو ملتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔

ولادت جناب امام حسین و فاطمہ زہرا بنت

اسی سال ۳۳ شعبان سنہ ۶ کو علی کے گہر لیلین فاطمہ زہرا بنت رسول الثقلین سے سبط اصغر یعنی امام حسین کی ولادت
باسعادت ہوئی۔ یہ وہ مظلوم ندیہ راہ خدایہ جسکے عبرت خیز واقعات دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جہاں اس کی یادگار
نہ ہوتی ہو اگر کئی قلب پر ایسا نہیں کہ اس کی داستان غم سے متاثر ہوئے بغیر چلاوے۔ یہ وہ بزرگ مقدس ہستی ہے جس نے اپنے
خون میں نہا کر اور اپنے ۲۶ عزیز و انصار کی کربلا میں قربانی کر کے دنیا سے اسلام پر وہ احسان کیا ہے کہ اپنے مقدس ناما
کے سچے دین کو گرداب ضلالت سے بچالیا۔ زمانہ اسکے اور اسکے رفیق کے صبر و استقلال اور قربانی کو ممدوح اور ان کے
قاتلوں و دشمنوں کی ہر جھنجھو مذموم سمجھتا ہے اس بزرگ کی عظیم قربانی نے زمانہ کو تیلادیا کہ حقیقی محافظ دین الہی وہ
لوگ نہیں ہیں جو تخت حکومت اسلامی پر غاصبانہ قابض ہو گئے ہیں اور یہی وہ مقدس ہستی ہے جسکی ذات باوجود قربانی کو
کے جس میں اس مقدس خاندان سے صرف ایک ذات ہندہ چھوڑی گئی تھی لہذا رسول آج تک دنیا کے ہر طبقہ میں مکی جاتی
ہے گویا نسل دین رسول کی دنیا میں بقا اس ایک ذات کی بدولت ہوئی اور اس وجہ سے رسول کی پوری حدیث :-
”حسین منی و انا من الحسین“ (میں مجھے ہے اور میں حسین سے ہوں) ہر شیت پوری ترجائی اسکی واقعیت کی
کرتی رہی۔ ان کی شہادت ۱۱ھ کی ۱۰ محرم کو اہل اسلام ہی کو خونیں ہاتھوں سے لیلان کربلا میں ہنر قرات گناہ تین روز
کی بہرہ کیاس میں ہوئی جسکے حالات اسلام کا بچہ بچہ واقف ہے انکا جذب حقیقی اب تک شتا قان حقیقت تشنہ کاما
محبت کو کہہ کر شہور و مقدس مقام پر جہاں انکا عظیم الشان روضہ مقدسہ کھینچا جاتا ہے سلسلہ امامت میں تیسرے
امام اور سید شباب اہل الجنۃ کی دوسری فرد میں باقی نواہم انہیں کی ولادت ماجا میں سے ہوئے۔

اسی سال جناب فاطمہ زہرا بنت اسد را در گرمی علی بن ابیطالب سرگانی سے ایسی جنت ہوئیں یہ وہ مخدومہ ہیں جسکی پرورش میں
رسول اللہ بعد انتقال نبی والدہ کے رہے انکو رسول اللہ سے جو انتہائی مادرانہ محبت تھی وہ اس کا بھر پور پانی کل ولادت ہوئی

ولادت باسعادت امام حسین

۳۳ شعبان سنہ ۶

وفات فاطمہ بنت اسد

ادھر گرمی علی

وقت کر دیا تھا۔ رسول نے ان کی سب سے بڑی لفاظی میں خطاب کیا وہ انکی منزلت شان کا اعلیٰ ثبوت ہے یہ مفسرین کے وقت پیدا ہونے والی کعبہ کا زچہ خانہ ہوا رسول کو ان کی وفات کا شل پنی مادر شفقہ کے صدر و ملاں ہوا ہے۔

عقد حضرت امام سلمہ

اسی سال میں بعد گزرنے عہد کے حضرت امام سلمہ میوہ ابوسلمہ سے عقد کیا جو نہایت حسین اور نیک ازدواج میں تھیں اور بعد حضرت خدیجہ کے رسول کے دسویں نہیں کی قدر و منزلت تھی اور انہیں کو رسول نے اناث علیٰ خیر یا انت علیٰ الخیر فرمایا تھا

غزوہ بدر صغریٰ عرف بدر موعده ذی الحجہ سنہ ۳

غزوہ بدر صغریٰ

بعد واقعہ احد کے جس میں ابوسفیان مسلمانوں سے کہتا گیا تھا کہ سالِ نینہ مقام بدر پر پہنچیں گے اور کشتگان بدر کا عوض لیں گے اور رسول اللہ نے بھی اسکے جواب میں علی کے ذریعہ سے باؤز بلند کہلا دیا تھا کہ ہم بھی تیار لیں گے جب زمانہ وعدہ قریب آیا

عرف بدر موعده

یکم ذی الحجہ سنہ ۳

تو ابوسفیان نے ہتھیار فرمایا اسباب حرب کا کیا اور قریش کو بھی آمادہ کرنا شروع کیا اور اگرچہ وہ بخیاں طعن مردانہ کو شش کرنا تھا مگر مدینہ سے ہر س تھا اور سمجھا تھا کہ مسلمان جنگِ احد کے جلے ہوئے ہیں اب انکی طرف سے زیادہ جوشِ تیاری ہوگی قریش کا جوش کم ہو گیا ہے ایسا نہ کہ نتیجہ خلاف ہوا اور بنی ہونی بات بگڑ جاتے۔ اسی اثنا میں سہل بن عمرو عقبے ابو نعیم بن مسعود بھی بقصد اوائے عمرہ مکہ میں آیا تھا اسکا ابوسفیان نے میں ونٹ دینے کا وعدہ کر کے اسے کہا کہ کسید طرح وہ حضرت اصحاب حضرت کو خوف دلا کر بد راستے سے باز رکھے تاکہ انکی ہی گریز منظور ہو اسل جیر نے مدینہ واپس کر حضرت کہا کہ قریش نے بڑی تیاری لشکر کی کی ہے اور بھی مسالغہ کے صلاح دی کہ حضرت جنگ سے باز رہیں اکثر بزدل مسلمان بھی اسکے ہم رائے ہوئے مگر حضرت فرمایا کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ میں حسبِ عہد ضرور جاؤنگا۔ چلبے کوئی بھی میرے ساتھ نہ ہو جس کے اس کلام پر مسلمان بھی آمادہ ہو گئے رسول علم لشکر علی کو دیکر کمیز زار پانچو بہادر و کی جمعیت کے ساتھ بیرون مدینہ تشریف لائے۔ دس گھوڑے بھی ساتھ تھے اور بچہ زمانہ بازار بدر کا تھا کچھ اسبابِ تجارتی بھی ساتھ لے لیا گیا تھا یکم ذی الحجہ کی شب میں مقام بدر پر پہنچ کر فرش ہو گئے۔

ابوسفیان ذی ظہران

سے واپس نہ گیا

کہ اسے ابوسفیان بھی باطل ناخواسہ متعہ دو ہزار آدمیوں کی جماعت کے چلا گیا اور ذی ظہران میں چکر چہاں غالباً اسکو لشکر اسلام کی آمد کی خبر مل گئی ہوگی اہل لشکر سے کہا کہ اس سال بوجہ خشک سال کے تنگی ہے جانور بھی کمزور ہیں۔ چارہ پانی بھی انکو کافی ملنا دشوار ہے مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس سال واپس چلیں پھر آئندہ کی موقعہ پر دیکھا جائیگا۔ لشکر والوں نے بھی جو خود قبیلہ اسکو پسند کیا اور وہیں سے سب واپس کہ چلے گئے۔ رسول اللہ نے بدر میں ٹھہر کر قیام کیا اسبابِ تجارت فروخت کرتے رہے جس میں اس قدر نفع ہوا کہ دو چاند تیرت چل گئی جب دشمن حسبِ عہد نہ آیا بلکہ انکی واپسی کی خبر مل گئی تو حضرت بھی موعہ لشکر بلا جنگ۔ واپس مدینہ پہلے آئے۔

واپس حضرت انتظار

کشمین

واقعات شہ مجری

غزوہ ذات الرقاع محرم شہ

اس سال کے شروع میں ایک سوداگر کو سفند کی زبانی جو مدینہ آیا تھا معلوم ہوا کہ قبیلہ بنی انمار بنی ثعلبہ نے ایک لشکر جمع کیا اور مسلمانوں سے جنگ کر نیکا ارادہ ہے۔ رسول اللہ اس خبر پر عثمان کو خلافت مدینہ پر مامور چور کر مہ چار سو یا پانچ سو نفر کے لشکر شہ کی رات میں مدینہ سے روانہ ہو کر مقام ذات الرقاع ان کے مسکن پر پہنچے۔ وہاں پر مردوں کی کھسکیوں پایا جو سب پہاڑ پر چلے گئے تھے۔ مسلمانوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ شاید دشمن کہیں کین کاہ میں ہوا اور موقعہ پا کر حملہ کرے۔ لہذا یہاں پر حکم الہی نماز بطور نماز خوف کے ادا کی گئی۔ اور یہ اول نماز خوف تھی جو ادا کی گئی۔ کچھ عرصہ انتظار آمد دشمن کا کر کے جب کوئی مقابل نہ آیا تو بلا جنگ واپس مدینہ چلے آئے۔ اس سفر میں پندرہ روز صرف ہوئے۔

برایت حیات القلوب اس غزوہ میں ایک عورت کو مسلمانوں نے اسیر کیا تھا جس کا شوہر غایب تھا رات کو وہ ایک مہاجر ایک انصاری کی حفاظت میں کئی گئی تھی رات کو اس کا شوہر واپس آیا اور حال گرفتاری زوجہ کا معلوم کر کے وہ رات کو خضرمین لشکر اسلام میں آیا۔ انصاری محافظت تھا مگر نماز میں مصروف تھا اس نے دو تیر محافظ چلا جو اس کے لگے مگر مومن نے نماز کو قطع نہ کیا بعد فراغت نماز اسے مہاجر کو جگایا تو اس عورت کا شوہر بہاگ گیا۔ صاحب حیات القلوب اس غزوہ کو مسکنہ کا بتاتے ہیں اور بعض مومنین کا قول ہے کہ یہ بعد غزوہ خیبر کے واقع ہوا۔

غزوہ دومۃ الجندل ربیع الاول شہ

دومۃ الجندل ایک موضع ہے جو کوفہ سے دس منزل اور دمشق سے ۱۳ منزل ہے اور یہاں ایک قلعہ ہے جس کی بنیاد پتھر کی ہے اور بڑا اور کچھ یہاں بکثرت ہوتا ہے یہاں کے حاکم اکید بن عبد الملک نے بطاعت قیصر ایک لشکر مسلمانوں سے جنگ کر نیکی جمع کیا تھا خبر ملنے پر حضرت معاذ بن ابی بکر کی جمعیت کے آئے قلعہ کو روانہ ہوئے۔ دشمن کو لاعلم رکھنے کے خیال سے دن کو قیام کرتے تھے۔ رات کو چلتے تھے۔ ایک دن کی مسافت باقی تھی تو معلوم ہوا کہ مخالفوں کے مویشی قریب ہیں چر رہے ہیں رسول نے ان کی گرفتاری و ضبط کا حکم دیا چرواہے تو بہاگ گئے جنہوں نے جا کر اہل قلعہ کو آمد لشکر اسلام کی خبر دی۔ وہ لوگ چونکہ تیار نہ تھے سب آدمی متفرق ہوئے۔ حضرت دومۃ الجندل میں فروکش ہوئے۔ اور چند روز وہاں قیام کیا۔ اطراف جوانب میں بغض تلاش دشمن سراپا نیچے۔ محمد بن مسلمہ مخالفوں میں سے ایک شخص گرفتار کر کے لائے۔ حضرت اس کی قوم کا حال و پتہ دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا کہ خبر پاکر سب بہاگ گئے وہ شخص مسلمان ہو گیا۔ حضرت بلا جنگ مدینہ

شہ

غزوہ ذات الرقاع

محرم شہ

غزوہ دومۃ الجندل

دو شنبہ ربیع الاول شہ

تشریف لے آئے۔ اس سفر میں ایک ماہ صرف ہوا۔

غزوہ بنی مصطلق عرف غزوہ مزلسع۔ ربیع الآخر ۵ھ

درمیان مکہ و مدینہ کے نواح قدیمہ میں ایک کنواں جسکو ربیع یا مزلسع کہتے ہیں اسے قریب بن یہودیوں کے قبیلہ بنی مصطلق کی قیام گاہ تھی۔ حارث بن ابی ضرار سر دا قبیلہ مذکور نے با د اذ قبا ل عرب حضرت جنگ کی واسطے ایک لشکر جمع کیا جس پر حضرت بریدہ بن الحصیب بجزن تصدیق خبر مذکور ما مور کیا جو حضرت کے مخالف بن کر گئے اور جانچ کی جڑ کی تصدیق ہوئی۔ واپس ان کی کیفیت بیان کی تب حضرت نے ہی لشکر کی تیاری کر کے علم مہاجرین علی کو اور علم انصار سعد بن عبادہ کو دیا۔ مقدمہ لشکر پر عمر کو و زمینہ پر زید بن حارث مسرہ پر عکاشہ بن محسن کو معین کیا اس لشکر اسلام میں بنی گھوڑے مہاجرین کے اور بنی انصار کے تھے منافقین میں سے بھی بہت مشعل عبد اللہ بن ابی سلول کے بطع غنیمت ساتھ تھے۔ عائشہ و ام سلمہ زوجات رسول بھی اس غزوہ میں ساتھ تھیں۔ روایت شیخ مفید و طبری اسی جنگ کے اثناء راہ میں ایک دای میں کچھ لشکر جنات جمع ہوا تھا۔ علی کو ان سے مغلوب کر کے پھانسیا گیا علی نے بتا کر اس عظمیٰ جو حضرت نے انکو تعلیم کئے تھے ان سے جنگ کر کے زیر کیا جو بخدمت رسول کر اسلام لائے۔

قریب موقع ہو چکا لشکر اسلام میں ایک جماعت دشمن کے ایک جاسوس کو گرفتار کر کے عمر کے پاس پیش کیا جس نے دریافت پا دل تو جاسوسی اٹھا کر کیا مگر سختی ہونے پر قرار کیا لیکن کچھ حال نہ بتایا اسکو دعوت اسلام دی گئی اس نے بھی اٹھا کر یا تو اجازت حضرت سے کر دیا جس کی سختی دشمنوں پر خوف غالب ہوا اور اطراف و جوانب آدی خوف لشکر اسلام چل دیے۔ صرف بنی مصطلق رگے جہوں اپنے لشکر کا علم صفوان نامی پہلوان کی سپرد کر کے لشکر اسلام کا مقابلہ کیا۔ جنگ شروع ہو گئی۔

یہودیوں کے ایک بڑے نامی فرما لکھنے میدان میں اگر مبارز طلب کیا اسلام کے بہادر علمدار علی نے مقابل ہو کر اسکو قتل کیا اسکا لڑکا مقابل ہوا اسکو بھی جہنم واصل کیا جسکے بعد صفوان علمدار لشکر یہودی میدان میں آیا اسکو بھی علی نے بضرب شمشیر ہلاک کیا۔ اس دشمن پر ایسا خوف غالب ہوا کہ کوئی شخص جنگ کو میدان میں لے کر جرات نہ کرتا تھا۔ علمدار لشکر اسلام نے یہ کیفیت دشمن کی پہچان کر لی جس کے انہیں حملہ کر دیا۔ بہت لوگ قتل کئے گئے مشرکین شکست کھا کر ہرا گئے بہت سامان غنیمت اور اسیر لائے گئے ہاتھ بٹے۔ جویرہ و خرا حارث بن ضرار سر دا قبیلہ کو بھی علمدار لشکر نے اسیر کر کے رسول کی خدمت میں پیش کیا جو تقسیم غنائم میں سول کو دید گئی و بروایت وہ ثابت بن قیس شماس کے حصہ میں آئی تھی جب کا بدل حضرت نے اسکو دیکر لے لیا جو سلمان ہو گئی اور اسکو آزاد کر کے حضرت نے اسے عقد کر لیا۔ اسکا باپ حارث بھی بعد کو حاضر ہو کر سلمان ہو گیا۔

عقد رسول و خرا حارث

سر دا قبیلہ

اتفاقہ مرانہ

مہاجرین انصار

کو رو دیکھئے پکارا اور چھلنے مہاجرین کو اواز دی دونوں گروہ ایک دوسرے سے آمادہ پیکار ہو گئے کہ کچھ لوگوں نے درمیان میں کر
 رخ کر دیا مگر عبداللہ بن ابی سلول نصاریٰ جو منافق تھے ان سے سنا تو غصہ میں پئے گروہ انصار کو مخاطب کر کے کہا کہ تم نے اپنے آپ کو
 ذلیل کر رکھا ہے اور مہاجرین کو لاکر اپنے گھر دل میں جگہ دی۔ جان مال سے انکی امداد کی عورتیں بیوہ اور بچے یتیم کرائے پر بیٹھے
 کہ وہ تمکو ذلیل کریں اور تم کھائی کہ مدینہ پہنچا کہ نکال دو گنا۔ زید بن رقم نصاریٰ جو اس وقت لڑکا ہی تھا اس نے سکر عبداللہ کو ملا
 کی اور حضرت ذکر کیا۔ حضرت کو یقین نہ ہوا تھا مگر جب اس نے قسم کھائی تو حضرت ناخوش ہو کر فوراً وہیں سے باوجود سخت گرمی
 کے مع اپنے اصحاب مہاجرین انصار سے علیحدہ ہو کر کوچ کر دیا۔ انصار کو معلوم ہوا تو خدمت میں کر مستفسر ہو کر حضرت
 وجہ ظاہر کی سب عبداللہ کی عوض معافی کی درخواست کی اور عبداللہ سے بھی معذرت کہنے کو کہا مگر وہ نہ مانا حضرت اس
 طرح اٹھ کر رات چلے قیصلہ بنی خزرج کو معلوم ہوا تو انہوں نے عبداللہ کو سخت ملامت کی۔ لے گئے سامنے عبداللہ نے ان
 کلمات کہنے سے انکار کیا وہ عبداللہ کو حضرت کے پاس لگا جہاں عبداللہ نے قسم کھائی حضرت درگزر کیا اور مدینہ کو واپس آئے تب
 لوگوں نے زید بن رقم کو اقرار کا الزام دیا۔ زید کو بہت فسوس تھا مگر اٹنا راہ میں ہی حضرت نے بزوال آیات الہامی قول زید کی تصدیق کی
 جس عبداللہ کو جو جہنمی قسم کے لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل ہو گیا۔

عبداللہ منافق کی گستاخی
 حضرت کی ناراضگی
 و درگزر

اسی غزوہ کی واپسی میں ایک واقعہ قابل ذکر ہوا جسکا بعض حالات و تعلقات پر ایک خاص اثر ہوا وہ یہ کہ اٹنا راہ میں
 ایک منزل پر عائشہ زوجہ رسول اپنے اونٹ اتر کر بعض رفع حاجت گئی تھیں واپسی پر انکو معلوم ہوا کہ اٹھا کر دن بند کہیں گر گیا
 یہ اسکی تلاش میں پہر واپس گئیں کہتے ہیں قافلہ روانہ ہو گیا جمال نے جسے پہر انکو واپس جاتے ہوئے دیکھا تھا یہ خیال کر کے
 کہ وہ ہرج میں بیٹھ گئی ہوگی اونٹ ہانک دیا اب عائشہ جب واپس آئیں تو دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو گیا یہ وہیں ٹھہریں کہ جب اہل قافلہ
 کو معلوم ہوگا تو کوئی نہ کوئی لینے آئے گا۔ اور وہیں لیٹ کر سو ہی گئیں صفوان بن مہطل سلمیٰ جو سارقہ لشکر پر مامور تھا۔ جب سمقام پر
 پہنچا اور انکو سوتا ہوا پایا تو وہ انکو اپنے اونٹ پر سوار لاکر خود مہارناقتہا بنے ہوئے لایا۔ اس پر منافقین میں بڑے میگوئیاں
 ہوئے لیکن اور طعنہ یہ کلام متعلق انکے خفیہ طور پر کہنے جلنے لگے۔ عبداللہ بن ابی سلول حسان بن ثابت مسطح بن اثاثہ وغیرہ
 منافقین نے عائشہ پر تہمت خیانت کی لگائی حضرت کو جب اس تہمت طعنہ کی خبر ہوئی تو حضور کو سخت ملال ہوا اور اس کی
 تحقیقات شروع کی بہ اور عائشہ سے تصحافی کلام ترک کر دیا حیرہ اپنے باپ کے گھر چلی گئیں حضرت عائشہ کی کینہ خاص بریرہ کا
 بیان لیا اس سادہ لوح یا شوخ مزاج کینہ نے عجب پر لطف بیان دیا کہ عائشہ میں کوئی عیب نہیں ہے صرف کم سن کیوجہ جاتی
 ہے اور بکری کی طرح کھیا جاتی ہے۔ رسول اللہ نے اپنے اس ملال کے متعلق علی سے رائے لی۔ علی نے دیکھے تو عائشہ کی تصحافی دی مگر
 حضرت کا کدھر دیکھ کر یہ بھی عرض کیا کہ آپ کو اس قدر ملال کرتی کیا ضرورت ہے جو دوسری عورت کر نیکیا بھی اختیار ہے جو آپ کو

افک عایشہ
 اداس کی تحقیقات

حضرت کی تحقیقات
 وہ بیان کینہ عائشہ

بہتر سے بہتر مل سکتی ہیں۔ ایک ماہ تک حضرت عائشہؓ سے کلام نہ کیا تحقیقات رسول کا نتیجہ عائشہؓ کی موافق ہوا اور آیات انکس
بھی بابت عائشہؓ کی ظاہر ہوئی۔ تب عائشہؓ حضرت کے گہرائیں مگر علیؓ کی اس را کا جواثر عائشہؓ کے قلب پر ہوا وہ عظیم واقعات
تاریخی کا باعث ہوا۔

ایک وجہ
نتیجہ جنگ

بعضوں نے اس غزوہ و واقعہ کو سال ششم میں لکھا ہے یہ غزوہ اگرچہ کچھ زیادہ عظیم نہ تھا مگر واقعات مذکورہ بال کے لحاظ سے ایک
خاص عنوان کہتا ہے کہ جن سے منافقین کی حالت کی کس قدر پردہ درمی ہو کر رسول کے عظیم الشان خلاق مروت کا اظہار ہوا
اور جسے عائشہؓ کے دلین علیؓ کی طرف سے علاوہ سو کنا یہ خصوصیت حضرت کے ایک اور وجہ کدورت و کاوش کی پیدا ہو گئی جس کے
نتائج آئندہ بعد حضرت کے ظاہر ہوئے۔ اسی سفر میں ایک مقام پر پانی نہ ملنے کی وجہ سے یہ تیمم نازل ہوئی۔

غزوہ اخاب عرف غزوہ خندق علی بکل بیان عمر و عبدود جنگ و فتح

یہودیان قبیلہ بنی النضیر جو مکہ میں جلاوطن کر دیے گئے تھے اور مختلف مقامات پر آباد ہو گئے تھے انہیں کی ایک جماعت
مثل حمی بن خطبہ سلام بن عقیق کنانہ بن ربیع ہودہ بن قیس ابو عمارہ وغیرہ کے معہ تالیفین مقام خیبر میں جا کر آباد ہوئے
تھے انکو اپنے گہر و گنجائش یا اور انتقام کی فکر ہوئی انکو اس سے بہتر اور کوئی راہ نہ معلوم ہوئی کہ سرداران مکہ سے مدد
لیجائے چنانچہ ان میں سے سب سے آگے دی مو ابو عامر ابیک مکہ گئے اور مشرکین مکہ سے لکڑی بوسفیان اور دیگر اشراف قریش
کیساتھ عہد کیا گیا اور کہیں قسین کھائی گئیں کہ جب تک جسم میں جان رہیگی جنگ محمدؐ سے ہاتھ نہ اٹھائیں گے چنانچہ
سامان جنگ شروع ہو گئے امرأ بنی النضیر وقت اجتماع مقرر کر کے مکہ سے واپس آئے اور قبیلہ عطفان کے پاس جا کر
انکو ہر ایک سالہ کے وعدہ پر متفق کیا اور اور قبائل کنانہ و قریظہ وغیرہ کو بھی شریک حال کیا۔

مکہ سے بوسفیان نے چار ہزار آدمی کھانک جمع کر کے جنہیں ڈیڑھ ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے تھے نعمان بن ابی طلحہ کو علیؓ اور لشکر
بناکر کوچ کیا عقبہ بن حصین سردار قبیلہ عطفان طلحہ بن خویلد سردار بنی اسد ابوالاعور اسلمی سردار بنی سلیم و سرداران دیگر قبائل
مثل حارث بن عوف سعد بن ربیعہ وغیرہ بھی اپنا اپنا لشکر تیار کر کے لشکر قریش سے آئے اور اس طرح ایک لشکر عظیم تیار
ہو کر مدینہ کی طرف چلا۔

رسول اللہؐ کو اس عظیم تیاری و لشکر کی خبر ملی تو حضرت نے اصحابؓ جو اس وقت صرف سات سو تھے مشورہ کیا عبد اللہ بن ابی
سلول کی راہ پر شہر سے باہر جنگ کر نیکی ہوئی اور اکثر اصحابؓ بھی اسی را کو پسند کیا سلمان فارسی نے گردنہ اور لشکر کے ایک
خندق کھودنے کا مشورہ دیا چنانچہ یہ رائے بھی پسند ہوئی اور تیاری شروع کر دی گئی۔

حضرتؐ ابن کثوم کو مدینہ میں خلیفہ مقرر کر کے علم انصار سعد بن عبادہ کو و علم مہاجرین زید بن حارثہ کو دیگر تین ہزار آدمی
تعداد لشکر اسامہ
دکھائی خندق

ساتھ بیرون شہر اگر وامن کوہ سلیمین جو قریب شہر تھا لشکر گاہ قرار دیا۔ اور گرد لشکر آبادی خندق حسب مسلمان فارسی کہوٹے کا حکم دیا۔ اور حضرت نے خود ابتدا کہوٹے کی کی حضرت کہوٹے تھے اور علی مٹی ڈھوتے تھے۔ کہدائی تمام مسلمانوں پر تعظیم کر دی تھی ہر دس دن کے واسطے ہم کہدائی مقرر تھی۔ مسلمان فارسی اپنے واسطے اور نسے دو چند کہدائی لی تھی۔ انصار انکو اپنی طرف اور مہاجرین اپنی ذیل میں بتلاتے تھے حضرت نے یہ فرما کر کہ مسلمان مٹا اھل البیت اسکا تصفیہ کر دیا۔ اس خندق کی کہدائی میں حضرت اصحاب حضرت پر سخت محنت شاقہ پڑی رمضان کا موسم تھا۔ روزہ کی حالت میں کہدائی کا کام اسپر سہم کی سختی اور ناداری کا تعب پیٹ پر تعب باندھ باندھ کہوٹے کی چہرہ روز میں خندق تیار ہوئی ایک مقام پر ایک پہر نکل آیا تھا جو کسی طرح نہ ٹوٹتا تھا حضور شریف نے گئے اور اسپر وضو کیا اور خود بیچ لیکر اسپر اتیسری ضرب میں وہ پھر ٹوٹ گیا خندق مذکور میں کھم مقام پر راستے رکھے گئے تھے ہر راستہ پر ایک جماعت مہاجرین انصار کی محافظ مقرر کی گئی تھی۔ ایک جانب خندق پورے طور پر درست نہ ہوئی تھی اس کی حفاظت حضرت نے خود اپنے ذمہ لی تھی۔ اس خندق کی وجہ سے یہ جنگ غزوہ خندق کے نام سے موسوم و مشہور ہوئی۔

تیسری خندق سے تین دن کے بعد لشکر قریش وہو جو تعداد میں دس ہزار و بقولے سترہ ہزار تھا پہنچا جنہوں نے پہنچتے ہی محاصرہ مسلمانوں کا کر لیا مگر خندق کو دیکھ کر حیران تھے کیونکہ پیشہ عرب میں یہ طریقہ رائج نہ تھا نئی بات تھی۔ قریش و بنی کنانہ ذہبی سلیم بنی ہلال وسط وادی دانہاے وادی میں تھے۔ مالک بن عوف عقبہ بن حصین معہ بنی اسد بنی عطفان ذہبی فرازہ وادی کے بالائی حصہ پر جانب مشرق مدینہ فزکوش تعینات تھے۔ ابوسفیان نے شماراہ سے مقام عقیق سے حمی بن اخطب کو بنی قریظہ کے پاس جو حضرت صلح و عہد کر چکے تھے بھیجا تھا کہ انکو ہی اغوا کر کے ملائے چنانچہ حمی بن اخطب نے انکو ہی کو شش کر کے اور تعداد لشکر کفار سے الطینان دلا کر دلا لیا اور وہ ہی رسول سے عہد شکنی پر آمادہ ہو گئے حضرت کو جب معلوم ہوا تو سعد بن معاذ و سعد بن عبادہ و اسید بن خضیر و عبد اللہ بن رواحہ کو جو قبیلہ اوس سے تھے وہم سو گند بنی قریظہ کے تھے انکے پاس بعض نصیحت نہایت بھیجا کر یہ لوگ ناکام واپس آئے تو حضرت نے فرمایا کہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔ کثرت فوج دشمن و عہد شکنی بنی قریظہ سے مسلمانوں کے دلوں میں ہی خوف برپا ہوا گیا تھا۔ اخبار میں ہے کہ شدت محاصرہ کم ایسے لوگ سلام میں تھے جو ایمان میں متزلزل نہ ہو گئے ہوں معیط بن مسرہ جو منافقین میں تھا مسلمانوں کو بکایا کہ اگر تم کو واپس چلو ورنہ تباہ ہو جاؤ گے بعض ضعیف الاعتقاد تنہائی اہل خیال کا بہانہ کر کے واپس چلے ہی گئے۔

رسول نے مسلمانوں کی بددلی دیکھ کر یہ تدبیر سوچی کہ مشرکین میں سے عقبہ بن حصین حارث بن عوف کو بذریعہ صلح توڑ لیا جائے تاکہ دشمنوں میں تفرقہ پڑ جائے۔ چنانچہ ان سے گفتگو کرانی کہ ایک ثلث باغات مدینہ لیکر جنگ سے علیحدہ ہو جائیں ورنہ آمادہ ہو

تعداد لشکر قریش

قریش بنی قریظہ کو بھی
شریک کر لیا

تدابیر تفرقہ دشمن

مگر انصار مدینہ سپر اسنی ہوئے۔ لہذا جواب دیدیا گیا۔ اسی اثنا میں نعیم بن مسعود اشجی جو داخلہ لشکر قریش سے تین دن پہلے مسلمان ہوا تھا لیکن کسی کیواسکا علم تھا اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آواز کی گویا کہ اگر تم کو تو میں دشمن نہیں جا کر درمیان قریش و بنی قریظہ کے تفرقہ ڈال دوں۔ حضرت نے اسکو اجازت دی اور واپس کر دیا۔

قریش دیہود محاصرہ کئے ہوئے تھے مسلمان اندر حصار و خندق کے تھے۔ جانبین سے کبھی سنگ باری کبھی تیر اندازی ہوتی تھی۔ ایک روز دشمنو ن خانما سپہ سالار عمرو بن عبدود جو جنگ بدر میں زخمی ہو کر نکل گیا تھا۔ اور جب کوفارس بلبل کہتے تھے اور جو عرب میں نہایت دلیر و جری مقابل پیکر اسوار و نکلے مانا جاتا تھا۔ اور عمرہ بن ابو جہل و ہبیرہ بن ابی وہب ضرار بن الخطاب و نفیل بن عبد اللہ کے اپنی بہادری کے جوہر دکھانے کی طرح اڑتے ہوئے میدان میں آئے اور عمرو بن عبدود نے گھوڑے کیے تازیانہ اور خندق کو پار کر کے مقابل لشکر اسلام آکر چڑخوایا ہوا اور مبارز طلب کیا۔ اسکی بہادری کی یہ شان اور زیادہ موثر ہو گئی کہ لشکر اسلام کے بہادر جو اسکی بہادری کی شہرت سے ہوئے تھے بقول روضۃ الصفا سرمدی پیش کنندہ خشک باستانہ حضرت نے یہ سکوت اہل اسلام دیکھ کر پوچھا کہ تامل کی کیا وجہ ہے تو بقول سی مورخ کے حضرت عمر نے ایک قصہ بیان کیا کہ کس طرح عمرو بن عبدود و سفر شام میں نکلے قافلہ کے ساتھ تھا۔ ڈاکوؤں نے حملہ کیا اور اسے بچانے سے پہلے بچ کر نکل کر ڈاکو کا مقابلہ کیا اور انکو ہر گاہ دیا اس غالباً رہی سہی جرات ہی بہادران اسلام کی ختم ہو گئی ہوگی بقول مولف تاریخ الاسلام تین مرتبہ حضرت اصحاب پوچھا کہ تم میں کون ہی بہت کر گیا کہ اسے مقابلہ کو جائے تیوں مرتبہ اسکا ہنگ دریا شجاعت علی بن ابیطالب کے کوئی نہ بولا۔ عمرو بن عبدود نے تیسری مرتبہ نہایت سخت حملے سے اہل اسلام کو مخاطب کیا کہ تم میں کون ہی مرد نہیں ہے جو مقابلہ کو آئے۔ وہی قسم جو رسول کو طفلان قریش کی سنگ فگنی سے بچانے کی کوشش کرتا تھا۔ اور جنگ حدیبیہ میں رسول کے اور اسلام کے اڑنے وقت کام آکر کافعی اکاعلی کا خطاب پڑ چکا تھا اسوقت بھی سلام پر سے اس نخواست طعن فنی کرنے کیلئے کھڑا ہو گیا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ وہ اسلام کا سنا اسوقت تک قایم و نہاجت تک کہ وہ تنہا اسلام کو ذلیل کرنے کیلئے لشکر اسلام پر حملہ نہ کرتا اور اسکی شہرت کو اسلام سے چوگنا لشکر تھا جسکا خشر جو کچھ ہوتا وہ ظاہر ہے۔ رسول کو اب سوا اس کے کچھ چارہ تھا کہ یا خود لڑنے جاتے یا علی کو بھیجتے حضرت نے علی کو اپنی ذوالفقار عنایت فرمائی اور زرہ پہنائی اور عمامہ رکھا اور اجازت جنگ عنایت فرمائی اور دعائے نصرت الہی کی اور حیب علی روانہ ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ ہر زا کا ایمان کلمہ الہی لکھ کر کلمہ یعنی آج کل ایمان کفر کے مقابل ہے۔ یہ رسول کی زبان کے نکلے ہوئے الفاظ تھے جو دما یطلق عن الہی ان کا دھی یوحی کے خلوت سے سرفراز تھے جن میں مبالغہ آمیزی یا نقص تشبیہ کا لگان نہیں ہو سکتا اب کل ایمان کے معنی کی و اکا انہوں نے خود اندازہ کر لیں۔ بروایت روضۃ الصفا حضرت نے یہ بھی دعا فرمائی تھی کہ پروردگار! تو علی کی

آغاز جنگ

عمرو بن عبدود سپہ سالار

قریش خندق پار

کر کے مبارز طلب

بہادران اسلام

کے خون خشک

حضرت عمر بہادری

مخالف قصہ سناتے

علی مقابلہ کو جاتے

کفر کے

رسول کی دعا

مدد کرنا تو نے عبیدہ کو بدر میں درجہ کو احیاء میں ٹہرایا۔ اب تیرے رسول کی حفاظت کو صرف علی رگیا ہے تو اس کی حفاظت کرنا اس صرف کے لفظ سے جو نتیجہ نکلتا ہے اسکا اور اک بھی ناظرین خود فرما لیتے ہیں۔

بہر حال سلام کا یہ بہادر وجاہت مبارک زینت امت اطمینان کیسا تھا۔ رجز پڑھتا اور اپنے نام و نسب آگاہ کرتا ہوا پیاہ دشمن کے سامنے پہنچا اور عمرو بن عبدود کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تین باتوں میں جو تجھ کو پسند آئے اسکو قبول کر کیونکہ میں نے سنا ہے کہ تیرا قول ہی سچی ہے۔ اسے کہا کہ وہ کیا ہیں ارشاد ہوا کہ اول تو یہ کہ اسلام قبول کر اور کہہ لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ اور اگر یہ نہیں تو بلا جنگ کئے واپس چلا جا اور کار رسول میں خلل نہ دے۔ اور یہ بھی منظور نہ ہو تو گھوڑے سے اتر کر پیاہ جنگ کر عمرو نے ہنس کر کہا کہ ہیتیجہ تو واپس جاتا تو ابھی جنگ کی قابل نہیں تھیں قریش یعنی ابوبکر و عمر کو جنگ کیلئے بھیج دے (روضۃ الصفا) تیرے باپ مجھ سے دوستی تھی میں پسند نہیں کرتا کہ تیرا خون میرے ہاتھ سے ہو۔ علی نے فوراً جواب دیا کہ لیکن میں پسند کرتا ہوں کہ تیرا خون میرے ہاتھ سے ہو۔ یہاں دشمن کو اب اس جواب پر غصہ آگیا اور اپنی شرط کی موافق فوراً گھوڑے سے کود پڑا اور قریش میں پتے گھوڑے کو ایک ہاتھ میں پے کر دیا۔ اب دونوں بہادر دوں میں نہایت خوفناک سختی سے شمشیر زنی ہونے لگی۔ رد و بدل میں اس قدر درازی کہ دونوں بہادر نظر و سہ غائب ہو گئے دونوں طرف لشکر والے امید و بیم کچھ حالت میں نظریں نہ جھانک سکتے تھے۔ آپس میں شرط چلے عمرو بن عبدود کی ایک تلوار زور و نمیش علی کے سر پر پڑی جس نے سپر کو کاٹ کر سر پر پورا زخم پہنچایا مگر اس بہادر کو مطلق ہراس نہ ہوا اور اپنے مقابل پر ایسا وار کیا کہ اسکا سر علیحدہ ہو کر دور جاگرا اور زخمی شیر نے غور تجرید بند کیا تب لشکر اسلام کے خوف زدہ سپاہی سجھے کہ علی نے دشمن پر فتح پائی۔ یہ زخمی مجاہد اپنے زخم سر کو باندھتے ہی نہ پایا تھا کہ عمرو کے ہمارا ضرر و ہیرہ و نفل نے اس پر حملہ کر دیا۔ اس بہادر نے نہایت بہادری سے اسکا مقابلہ کیا اور ہیرہ کو بے زخمی کیا۔ ضرر و نفل بہانے۔ نفل خندق میں گر پڑا۔ علی نے مثل شیر گرنے خندق میں کود کر اسکا سر بھی علیحدہ کر دیا اور مظفر و منصور خندق نبوی میں گر سر باختر ان ملائین کے حضرت کے قدموں میں ڈال دیئے اور خیر یہ چندا شمار پڑے جس سے دشمن حیرت و ہلاکت میں آئے۔

علی کا عمرو بن عبدود سے مقابلہ

دونوں بہادر دوں کی جنگ

علی کی فتح

عبداللہ بن جراحہ بن مسعود بن ابیہ

و عبدات سرب محمد بصواب

یہ اپنی بیوقوفی سے ہتھروں کو پوجتا تھا

اور میں محمد کے پیروں کی سیج عبادت کرتا ہوں

لا تحسبن اللہ خاذل دینہ

و نبیہ یا معشر کاحزاب

تم لوگ یہ سمجھنا کہ خداوند کفر گناہ دین کی

اور اپنے نبی کی۔ اے خندق والو

اب ناظرین خود غور فرما سکتے ہیں کہ اس فتح کی رسول کو کس قدر خوشی ہوئی ہوگی اور علی کی جان فروشی سے جس اسلام کی جان

بجائی کس قدر دمنزلت رسول کے دلمیں پڑی ہوگی، اب وہ لوگ جو علی سے دوسروں کی مساوات یا افضلیت کے قائل ہیں
 ذرا زبان سول سے سنیں اگر کیا ارشاد ہو رہا ہے ارشاد ہوتا ہے "حسن بدہ علی یوم الحندقۃ افضل من عبادۃ الثقلین
 یا من افعال منی الی یوم القیامۃ" دلی کی ضربت یوم خندق عبادت جن وانس یا میری مریت قیامت تک اعمال
 سے افضل ہے کیا یہ ارشاد محض علی کی محبت کی وجہ سے ہو رہا ہے جیسا کہ اور شادات کی نسبت کہہ دیا جاتا ہے؟ یا واقعی علیؑ
 کی سرفروشی ہی ایسے نازک وقت میں جبکہ کچھ خون خشک ہو گئے تھے کچھ لپی ہوئی ہے جو قدردان بنی کی زبان صداقت
 نشان سے ایسا کہلوا رہی ہے کیا یہ کوئی شاعرانہ مبالغہ ہے یا واقعی اگر وہ ہوتا جو علی کی ہمت و بہادری سے ہوا تو یہ معلوم
 کس تکلیت کیا واسطے رسول کا وہ ابھرتا ہوا دین دب جاتا بلکہ عجیب نہیں کہ اسلامی ترقی ہمیشہ کے لیے رخصت ہو جاتی اور اس
 جلاوطن کی بنی کو مدینہ میں بھی پہننے کی جگہ نہ ملتی۔ لہذا رسول کا یہ معنی انعام حق تعالیٰ امر واقعہ کا اظہار تھا۔

رسول کی طرح علی کو انعام

نخیں کی قدر فرمائی

رؤفۃ الصفا کجھ موافق حضرت عمر و ابوبکر نے اس وقت علی کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہیں نہ دیتے کیونکہ عمر و کے مارے جانے
 جس دن زہار کی پشت قوی تھی دین اسلام اور مسلمانوں پر سے وہ بلا ٹلی جیسے دغیبہ کی کسی میں ہمت و طاقت نہ تھی۔ آج کی
 اس شکست اور عمر بن عبد و دسے بہادر کے مارے جانے سے لشکر مشرکین کی کمر ٹوٹ گئی اور اپنے ایسی پیشانی و درشت طاری
 ہوئی کہ سب میدان چھوڑ کر منزل عقیق یا عقیف پر جا کر بٹھیرے۔ اور آج کا خردوش دن بھی با شمیوئے ہاتھ رہا۔

دشمن میدان چھوڑ دیا

نعم کی تہ سب فرقہ دشمن

ین تفرقہ

اسی دور انہیں نعم بن معوذ عطفانی نے بھی حسب مامودی حضرت یہ چال چلی کہ وہ اول نبی قرظہ کے پاس گیا اور اسے کہہ کہ
 قریش میں یہ صلاح ہوئی ہے کہ آپ تمکو اے کرینگے تاکہ اگر فتح ہوئی تو انکا کام ہوا اور اگر شکست ہوئی تو اسے تم گئے وہ سلاسل جابج
 اور بن جنگ کے چونکہ مسلمانوں کے عہد شکنی کی بے سلمان تم سے انتقام لینے قریش اتنی دور سے کیا تمہاری امداد کو پہنچ سکتے
 لہذا اگر قریش تمکو بلا میں تو تم اسے یہ کہو کہ وہ کچھ آدمی اپنے تمہارے پاس ضمانت میں چھوڑ دیں اگر بعد کے چلے جانے کے وہ تمہاری
 حفاظت کریں۔ ان لوگوں نے نعم کی رائے کو پسند کیا اور ایسا ہی ارادہ کر لیا۔ پیغمبر قریش کے پاس گیا۔ اور ابوسفیان سے کہا کہ
 اسکو خبر دی ہے کہ نبی قرظہ نقص عہد سے پشیمان ہو کر محمد سے مل گئے ہیں ورنہ طے کیا ہے کہ تمہارے کچھ آدمی بطور اپنی ضمانت کے لیکر
 انکو مسلمانوں کے حوالہ کر دیں ورنہ خود حفاظت اپنے گہروں میں رہیں تم اپنے آدمی برگزائو نہ دینا۔ انکو بھی اس رائے آمادہ کر لیا۔

دشمن کا زہار اسلام

کی فسخ

اب دوسرے روز قریش بغرض جنگ قریب خندق آئے اور جا نہیں سے تیر اندازی شروع ہوئی تو قریش نے نبی قرظہ سے
 ایسے طے کیا کہ انہی قرظہ نے اسی نعم کی صلاح کیوں موافق پیغام دیا کہ اول کچھ آدمی اپنے تمہاری حفاظت انیدہ کیا واسطے ضمانت
 میں تمکو دید جس سے قریش کو نعم کی بات کا زیادہ یقین ہو گیا اور انہوں نے اپنے آدمی دینے سے صاف انکار کر دیا جس کی وجہ
 نبی قرظہ و عطفان علیحدہ ہو کر میدان جنگ سے اپنے گہروں چل دیے۔ اب ابوسفیان اور قریش کا وراثہ شمار پیدا ہوا اور بخون

علی ابن ابیطالب کوئی شخص جنگ کو نہ بھگتا تھا نہ شکستہ دل ہو کر میدان چھوڑتا تھا اور تعین تمام واپس ہو گئے حذیفہ نے جو خدمت جاسوسی مامور تھا حضرت کو قریش کے فرار کی خبر دی جس سے حضرت و تمام اہل اسلام خوش ہو اور فتح اسلام کی بڑی روضۃ الصفا کہہ افاق دوران محاصرہ قریش میں علی شب کو گرد لشکر گشت کیا کرتے تھے اور اکثر خندق کے اُس پار چلے جاتے تھے۔
 اکبر بھی کبھی قریش کے کسی سپاہی جنگ بھی ہو جاتی تھی۔ یہ جنگ بھی مثل بدر و احد وغیرہ کے علی کی بمثال شجاعت بہادری کی بدولت ہوئی جب میدان خالی ہو گیا تو عمرو بن عبدود کی بہن اسکی لاش پر آئی اور جب اسنے دیکھا کہ دستور عرب کی موافق قاتل مقتول کا اسلحہ جنگ مثل زره و خود وغیرہ کے نہیں اتارا ہے حالانکہ عمرو کی زره بلحاظ قیمت عرب میں شہوتھی تو اسنے سب سے زیادہ ملاحظہ کیا کہ مقتولہ کا کلفھ لکھو اور جب اسکو معلوم ہوا کہ اسنے قاتل علی بن ابی طالب سے دو شکر کئے

علی اکبر گشت کرتے

عمرو بن عبدود کی بہن کے اشعار

لو کان قاتل عمر بن عبدود قتالہ لکننت اعلیہ اخل کابد کاکن قاتلہ صلا کاجا نبہ من کان یدعی الحدی ابی عبدود
 اگر عمرو کا قاتل سوا اُس کے اس قاتل کے ہوتا تو میں پر ہیثہ دیا کرتی لیکن تم کا قاتل وہ جسکے نسب میں کوئی عیب نہیں اور وہ ہمیشہ شہر دارا رہا ہے
 اس جنگ میں لشکر اسلام میں سے سعد بن مسعود انصاری جو نہایت عقیدتمند مسلمان تھے تیرے تخت مجروح ہو گئے تھے جو بعد غزوہ بنی قریظہ فوت ہوئے

غزوہ بنی قریظہ شوال سنہ ۶

جب شرکین قریش ہمراہ ابوسفیان جنگ خندق سے منکوب واپس گئے اور بنی قریظہ اپنے قلعہ کو واپس ہو تو حنی بن اخطب مدنی بھی جو قبیلہ بنی النضیر سے تھا جس نے غم جلا وطنی بفریاد لاش ابوسفیان قبیلہ بنی قریظہ کو مسلمانوں کے عہد شکنی پر یاد کیا تھا اور بہاگ کر قلعہ بنی قریظہ میں چلا گیا تھا اسنے پہری قریظہ میں مقیم رہ کر انکو مسلمانوں سے جنگ کرنے کی ترغیب کی اور انمیں مشورہ ہونے لگے
 رسول اللہ بعد فراغت جنگ خندق واپس مدینہ تشریف لے گئے اور اسلحہ وغیرہ اتار کر جناب فاطمہ زہراؑ نے اب گرم سے گود و غبار چہرہ مبارک صاف کیا تھا کہ بنی قریظہ وحی بن اخطب کے مشورہ کی خبر پہنچی بنی قریظہ ایک خلاف عہد نامہ قریش کے ساتھ حضرت جنگ کو آئے تھے دوسرے وحی بن اخطب جلا وطن کردہ حضرت کو اپنے یہاں جگہ دی تھی اور اب پہر جنگ کے مشورہ تھے لہذا حضرت فوراً بلال کے ذریعہ سے سنادی کرائی کہ کوئی اسلحہ جنگ اتارے بلکہ نماز عصر قلعہ بنی قریظہ کے ماسنوا دیا کیاجائی اپنے بہادر و علمدار علی کو بلا کر علم سیاہ جو عقاب کے نام سے موسوم تھا حوالہ کر کے سہ ایک جماعت مہاجرین کے آگے روانہ کیا اور انکے عقب میں دستہ دستہ کر فوج روانہ کی اور پیچھے خود حضرت مسلح گھوڑے پر سوار ہو کر باقی لشکر کے ساتھ روانہ ہو خالد بن ولید بلال نیزہ لے کر حضرت کے آگے تھا راستہ میں قبیلہ بنی النجار بنی عبد الاشہل جو موافق حضرت کے تھے تیار ملے خواستار لے لیا کل لشکر کی تعداد تین ہزار کی ہو گئی جس میں ۸۶ گھوڑے تھے قریب شام مقام قریظہ پہنچے علی علمدار لشکر جب

غزوہ بنی قریظہ شوال سنہ ۶ سبب غزوہ

علی علمدار کر کے آگے بھیجے گئے

قلعہ بنی قریظہ کے سامنے پہنچے تھے۔ تو لوگوں نے دوسرے دیکھ کر کہا کہ دیکھو قاتل عمرو آ رہا ہے جسکو مکر علی نے ٹھکانہ لہجہ میں کہا کہ الحمد للہ الذی اخلص لک السلاہ و قمع الشرب والظلمہ یہودیوں کے قلعہ کے فیصلوں پر سے کچھ کلمات مراد بنی کے رسول کی شان میں کہے تھے جو بوجہ قلعہ بند ہو چکے اسوقت کچھ قاتلوں میں نہ آسکتے تھے۔ رسول کے پہنچنے پر اس تیرہ دان علمدار نے فوراً آگے بڑھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ یہودیوں کے قلعہ کے پاس جائیں یہ سب انشاء اللہ بہت جلد ذلیل ہونگے رسول نے پوچھا کیا تم نے کچھ ان سے ایسی باتیں سنی ہیں جو میری اید کے باعث ہوں۔ عرض کیا کہ ہاں یہی انشاء اللہ چنانچہ فوراً قلعہ کا محاصرہ کر لیا گیا بنی قریظہ نے محصور ہو کر قلعہ پر سے تیر اندازی شروع کی۔ اید سے یہی تیروں جواب دیا گیا۔ پندرہ روز بعد قلعہ سے ۲۵ روز تک محاصرہ رہا۔ علی اکثر رات کو قلعہ کے گرد گشت لگایا کرتے تھے کبھی کبھی تیروں در چھروں کے جنگ لگتا ہو جاتی تھی۔ قلعہ سے باہر اگر جنگ کوئی شکی نہیں کو بہت ہوتی تھی۔ بالآخر محاصرہ سے تنگ کر اور خوف زدہ ہو کر غزال بن شمعون دہرولیتے بنائش بن قیس کے ذریعہ پیغام صلح حضرت کے پاس بھیجا کہ تمکو اجازت دیجاکہ ہم یہی مثل بنی النضیر کے مال اسباب چھوڑ کر جلا وطن ہو جائیں چونکہ یہ ہمہنگنی کر چکے تھے حضرت نے منظور کیا تو انہوں نے خفیہ طور پر مسلمانوں میں ابوالبابہ بن منذر کو جو انکا ہم سوگند تھا بلوایا اور اس سے سفارش کروا سنے کہا ابوالبابہ نے بلا استمراج حضور ان سے وعدہ کر لیا کہ لوگ قلعہ سے باہر نکل وین قتل سے بچاؤنگا۔ مگر حضرت ابوالبابہ کی سفارش کو نہ مانا اور بنی قریظہ جو ابوالبابہ کے وعدہ کی ممانعت قلعہ سے نکلے تو سب کو گرفتار کر لیا۔ ابوالبابہ یہ سچاؤ نہ کر سکا مگر ہر کہ بد مذہب چلا گیا۔ قلعہ پر قبضہ و اسلحہ و مال اسباب سب ضبط کر لیا گیا۔

اسیروں کی جان بخشی و رہائی کی بابت قبیلہ اوس نے بھی جو انکے ہم سوگند تھے حضرت سے بہت سفارش کی راہ یہی گئی کہ کیا اس بارہ میں حکم کر دیا جائے چنانچہ سعد بن معاذ جو قبیلہ اوس ہی تھے منتخب کئے گئے۔ بنی قریظہ نے یہی قبیلہ اوس کے بہرہ پر منظور کر لیا سعد بن معاذ نے بلا لحاظ مخالفت قبیلہ خود کے قتل کا فیصلہ دیا چنانچہ مدینہ لاکر مدبر و روایت مکمل ۱۰ مردوں کو قتل کرا دیا جن میں کعب بن اسید و حبی بن اخطب بھی تھے۔ عورتیں بچے تقسیم کر دیئے گئے سعد بن معاذ اس فیصلہ کے بوجہ زخم شدید جو خندق میں آتا تھا شہید ہو گئے ابوالبابہ بعد ازاں مفضل ہوا اور بہت دنوں تک بوجہ مکر حضرت ستون مسجد اپنے انچو باند کمزور ہو رہا تھا کہ باآخر مجاہدین نے اسے دلاخروں اعتراف کیا۔ ہوا التوا بلسیم اس کی توبہ قبول ہوئی جس کی خوشی میں اس نے اپنا ایک ثلث مال صدقہ میں دیا۔

رسول کے قتل کی تدبیر و اسکا جواب

ابو سفیان نے بعد شکست جنگ خندق کے کہ اگر بحران نامی ایک عالمی کو خفیہ طور پر حضرت کے قتل کی تدبیر میں مدد دے دے جو ایک فخریہ کمرین جیسا کہ تعجبیں تمام مدینہ آیا حضرت اسوقت قبیلہ بنی الاشہل میں اکثریت فرماتے تھے اور جماعت احباب کے ساتھ

قلعہ دشمن کا محاصرہ

۳ غار جنگ

دشمن مغلوب ہوا

قلعہ پر قبضہ کر لیا گیا

گرفتاری میں

و انجام

ابو سفیان کی تدبیر

قتل رسول کے

۱۰

دورانہ خبر پر بیٹھے مصروف کلام تھے یہ اعلیٰ اس جلسہ میں پہنچا اور دریافت کیا کہ پیر علیہ السلام کون ہے حضرت فرمایا کہ میں وہ
حضرت کی طرف متوجہ ہوا کہ اسید بن خفیر نے اسکی کمر باندھ رکھا اور دریافت کیا کہ کون ہے اتفاق سے اسید کا ہاتھ اسکے خنجر پر پڑا کہ
وہ فوراً گرفتار کر لیا گیا جس تمام صلیت واقعہ بیان کر دی اور معافی کا خواستگار ہوا اور یہاں ہو گیا حضرت نے معاف کر دیا
جب ابوسفیان کی طرف سے یہ حرکت ظہور میں آئی تو ایدہر سے بھی دشمنی ہو رہی تھی میری سلام بن سلمہ کے جواب میں قتل
ابوسفیان کہ اسے کچھ پہنچے گئے یہ دونوں خفیہ طور پر مکہ میں آ گئے اور منتظر ہوئے کہ ایک روز دوران طواف میں پیش آئیں
ایک نے عمرو بن مرہ کو پہچان لیا اور مردانہ لہجہ کو آگاہ کر دیا وہ دوڑ پڑے یہ دونوں ہجوم میں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے
سلام بن سلمہ تو اول ہی ٹکرائے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف کو بہاگ آئے عمرو بھی پہاڑ کی طرف کو بہاگ عثمان بن باک
صدر راہ ہوا عمرو نے ایک خنجر اسکے مارا وہ چلا کر اگر مردانہ لہجہ اسکی طرف متوجہ ہو کر یہ موقع پا کر نکل آیا اور ایک درہ میں جا پہنچا
وہاں ہی اتفاق سے کھدیر سے ایک شخص موجود تھا انہوں نے رات میں سکو بی قتل کیا سمجھو وہاں پہلے تو دو جاسوس پیش
کئے انہوں نے ان میں سے ایک کو تیر سے ہلاک کیا۔ دوسرے بہاگ گیا یہ بھی خیریت نہ رہا آگئے ۛ

گوش قتل
ابوسفیان

ماہ ذی الحجہ میں حضرت نے ابو عبیدہ جراح کو معہ چالیس آدمیوں کی جماعت کے جانب بیعت البحر روانہ کیا تھا عائشہ بن ابی
بکر کے ایک دی کو گرفتار کر کے جو یہاں ہو گیا بجز اسکے اور کوئی افضل حال اس سر سے کاٹنے مقابل تھا اور کیوں تاریخ سے معلوم ہوتا ہے

سر ابو عبیدہ جراح

عقد حضرت بازنیب مطلقہ زید و تروید الزام

اسی سال حضرت نے زنیب بنت جحش مطلقہ زید غلام تھے خود سے عقد کیا اس عقد متعلق خا الفین اسلام بہت زیادہ اعتراض
حضرت پر کرتے ہیں کہ حضرت نے زید سے خود طلاق دلائی اور پسرتی کی زوجہ عقد کیا۔ حالانکہ یہ بالکل لغو اعتراض ہیں واقعہ یہی
یہ ہے کہ زنیب جب واقعی نہیں تھی ماں کی طرف سے اولاد عبد المطلب میں تھی جب حضرت نے زید کے ساتھ اسکا عقد کیا تھا جو
حضرت کا غلام تھا تو اس طلاق کو زنیب خود اور اسکے بہائی بوجہ ذلت پسند نہ کرتے تھے مگر حضرت نے زید کو اپنا بیٹے کر کے اس
غلامی کی ذلت سے کبھی کبھی قدر دہو دیا تھا اگر اصل زنیب خوش نہ تھی اور اسکو جو وہ زید پر خلقی سے پیش آتی تھی اور حضرت کو
قربت مادی اور اس خیال سے کہ میں ہی ان دونوں کا عقد کیا ہے زنیب کی پاسداری فرمایا کرتے تھے جس سے
مکن ہے کہ زید کو یا اور لوگوں کو حضرت کے میلان طبع کا کچھ اشتباہ ہو گیا ہو زید نے بوجہ خلقی کے زنیب کو بلا اطلاع
حضرت طلاق دیدی اور دریافت پر یہی وجہ حضرت کے بیان کی۔ اب چونکہ وہ مطلقہ ایک غلام کی کہانی جاتی تھی دوسرے
کوئی اس عقد کرنے پر آمادہ نہ ہوتا۔ دوسرے زمانہ جاہلیت میں پسرتیے مثل اولاد صلی کے تصور ہو کر اس کی بیوہ یا مطلقہ
حرام سمجھی جاتی تھی جو خلافت شریعت اسلام تھا حضرت کو اس کی ہی مثال قائم کرنی تھی۔ لہذا حضرت نے اس خود عقد کر لیا۔

عقد زنیب بنت جحش

مطلقہ زید

د تروید الزام

تاکہ اہل اسلام کے قلوب سے وہ امتناع و عیب ناجائز کے خیالات دفع ہو کر مسئلہ شرعی کا رواج قائم ہو۔ کیونکہ پیغمبر پر لازم ہے کہ حکم شریعت کی تعمیل اپنی امت کو خود کر کے دکھائے تاکہ حجت قائم ہو اور امت یہ نہ کہہ سکے کہ رسول تو خود بھی ایسے امور سے کراہت کرتے تھے پہرہ پہی کہ حضرت کے جسد و عقد سوا حضرت خدیجہ کے ہوئے وہ سب کسی نہ کسی شرعی اخلاقی یا پولیٹیکل سبب مصلحت پر مبنی تھے جنہیں سوا عائشہ کے اور کوئی باکرہ نہ تھی اور اکثر ایسی تھیں کہ بلحاظ عمر و صورت و حالات ان سے کوئی دوسرا عقد کرنے پر آمادہ نہ ہوتا اور انکی زندگیاں خراب ہو جاتیں۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ بعد انتقال حضرت خدیجہ کے جنگی زندگی تک حضرت کوئی دوسرا عقد نہیں کیا ہوا۔ حضرت کی عمر وہ سال سے تجاوز ہو چکی تھی اور فطرتاً تو ان کے انحطاط کا زمانہ شروع ہو گیا تھا۔ پس یہ کیسی طرح یقین نہیں کیا جاسکتا کہ یہ تمام عقد بیسبب تعیش تھے کیونکہ یہ امر بالکل خلاف قیاس ہے جس شخص کی قوت شہوانی مشہاب جوانی کے زمانہ میں ایسی محدود رہی کہ باوجود قوت قدرت کے ہی ضرورت نہ ہو زمانہ انحطاط میں وہ ایسی بڑھ چائے کہ علاوہ کینزوں کے اسکو چودہ عقد کرنے کی ضرورت ہو جائے پس اس سے کوئی الزام یا اعتراض حضرت پر عاید نہیں ہو سکتا۔

واقعات سنہ ہجری

بعض سرایا اسلام

شامیہ بن انال لہجی یہودی جو قبیلہ بنی حنیفہ سے تھا اہل مکہ کو غلبہ پہنچا کرتا تھا اور زمانہ جنگ میں بھی سامان وغیرہ سے امداد دیا کرتا تھا جس کو قوت حاصل ہوتی تھی اس سال دسویں محرم حضرت نے محمد بن مسلمہ کو مدینہ منورہ کے بیرونے کے بجانب نجد بمقابلہ بنی کلاب پہنچا ہوا اور شامیہ کی گوشمالی کی بھی ہدایت کردی تھی اتفاق سے اول شامیہ بھی انہی کے ہاتھ لگ گیا اسکو گرفتار کر خدمت رسول میں پیش کیا گیا حضرت نے تنبیہ اسکو سنو سنو بند بھایا۔ اور پھر کہلا دیا۔ وہ مسلمان ہو گیا اب اسنے غلبہ پہنچا کہ کوئد کر دیا جب اہل مکہ کو سخت تکلیف غلبہ کی ہوئی تو حضرت کے پاس فریاد دی تحریر بھیجی اس وجہ سے اللہ العالیین رسول نے باوجود اہل مکہ کے مظالم کے ارزاہ تر حرم شامیہ کو بہر اجازت غلبہ پہنچنے کی دیدی اسی سرے میں محمد بن مسلمہ نے بعد گرفتاری شامیہ جاکر بنی بکر بن کلاب کو شکست دی جنہیں کے وہ نفر قتل ہوئے باقی بھاگ گئے۔ ڈیڑھ سوا دن اور تین ہزار بکریاں مال غنیمت مسلمانوں نے ہاتھ آئیں ۹ محرم کو یہ لوگ بعد فتح واپس مدینہ آئے۔

روضۃ الصفا میں خزوہ بنی حیان سال ہذا میں تحریر کیا ہے لیکن حیات القلوب میں سنہ ۳۷ھ کا واقعہ لکھا ہے جسکو ہم بھی غزوہ بنی حسان یا بنی حیان

اسی سال کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں۔

تاریخ حیات القلوب میں سال ہذا کے متعلق حسب ذیل پانچ سرایا کا مختصر تذکرہ ہے جسکا روضۃ الصفا میں کچھ ذکر نہیں ہے۔

ممکن کہ خیف و غیر ضروری تصور کر کے ترک کر دی گئے ہوں۔ لہذا درج کیجائے ہیں :

(۱) قبیلہ بنی شعیخ جو ایک شاخ بنی کنانہ کی ہے ہم سو گند بنی ضمیرہ کے تھے جو قریب مدینہ رہتے تھے۔ بوجہ خشک سالی کے بنی شعیخ کے سردار می اپنے یہاں سے بنی ضمیرہ کے پاس چلے آئے تھے جو درہ تبلیغ میں مقیم تھے جہاں سردار سعود بن حیلہ تھا حضرت کو انکی آمد کی خبر ملی تو اسے بیچ الاخر بنی اسید بن خضیرہ کو موخہ آدھونے انکی بابت جانچ کرنے اور خبر لانے کو بھیجا۔ اسید پہنچے پر سعود نے عظیم مش آ یا اور دریافت پڑھا کہ کیا وہ بغرض صلح آئے ہیں نہ براہ جنگ۔ چنانچہ اسید اسکو اپنے ہمراہ حضور کو خدمت میں لائے جسے حضرت نے صلح کر لی :

(۲) ماہ ربیع الاول میں عکاشہ بن محسن کو مدہم سوار دیکھ بجا بنی عمرو بھیجا گیا تھا جو دوسرے روز بنی عمرو کے سر پر پہنچے وہ لوگ بہاگ گئے دو سواروں نے انکے گرفتار کر کے مدینہ لاکر تقسیم کر دی گئے :

(۳) زید بن حارثہ سے ایک لشکر کے بدلہ حرم کو بمقابلہ بنی سلمہ بھیجے گئے جو بہت سال غنیمت اسیر گرفتار کر کے لائے (۴) عمر بن خطاب معینہ زہدہ نفر کے مقام عبس بمقابلہ بنی ثعلبہ بھیجے گئے تھے۔ دشمن بہاگ گئے۔ ہم اونٹ انکے مسلمانوں کے ہاتھ (۵) ماہ شعبان میں عبد الرحمن بن عوف کو دو دستہ ابجد بل بھیجا گیا۔ وہ سب مسلمان ہو گئے۔ تاہم دخر اصبع سردار قبیلہ مذکور سے عبد الرحمن نے اپنا عقد کیا اور واپس مدینہ آئے :

حضرت کو خبر ملی کہ یہودیان قبیلہ بنی سعد جہاں سردار عبد اللہ بن سعد تھا اور جو فوج فدک میں رہتے تھے لشکر جمع کر رہے ہیں اور یہودیان خبر کی امداد سے مدینہ پر حملہ کر نیکا ارادہ ہے حضرت نے اپنے عہدار لشکر علی ابن ابیطالب کو مدہم سوار دیکھو کی جماعت کے انکی سرکوبی کو بھیجا یہ ذی ہوش سردار خیال سے کہ مبادا دشمن کو انکی نقل و حرکت کی خبر ہو جائے دن کو قیام دات کو کوچ کرتا ہوا چلا۔ راستہ میں مقام حجون پر ایک آدمی گرفتار کیا گیا جسے پناہ چاہی اور مدہم کیا کہ لشکر اسلام کو اچانک دشمن کے سر پر پہنچا دیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اسکی رہبری لشکر اسلام دفعتاً دشمن پر چاڑھا بنی سعد پریشان ہو کر بہاگ کہڑے ہوئے چنانچہ اونٹ اور دو ہزار مسلمانوں کے ہاتھ آئین علی نے چند عہدہ اونٹ حضرت کے واسطے علیحدہ کر کے بعد نکلے غم کے باقی تقسیم کر دیا اور واپس آئے

غزوہ بنی قریظہ۔ عرف غزوہ یمانہ

سلمہ بن لکوع و یاع غلامان حضرت معینہ زہدہ کو حضرت کے اونٹ چرنے کیلئے بیرون مدینہ لائے تھے۔ عبد الرحمن بن عتبہ بن حصین معہ ایک گروہ کے ان پر پڑا اور ایک چرواہے کو مار ڈالا اور اونٹ باہک لیچلا سلمہ نے فوراً یراع کو اپنے گھوڑے پر سوار کر کے حضرت کے خبر دینے کو مدینہ بھیجا اور چند تیرہ دشمن پر چلا تا ہوا تھا تب میں روانہ ہوا اسکے تیرہوں نے دشمن کے آدمی ہلاک ہو کر گرتے جاتے تھے اور جب وہ اسکی طرف آئے تو جنگل چونکے گناہتا۔ درختوں میں چپ جاتا تھا جب سطح بہت آدنی دشمن کے چنگی

سردار اسید بن خضیرہ

ربیع الآخر

سردار عکاشہ

ربیع الاول

سردار زید بن حارثہ

سردار عمر بن خطاب

سردار عبد الرحمن بن عوف

سردار علی بن ابی طالب

بجانب بنی سعد

غزوہ بنی قریظہ

غزوہ یمانہ یا نایہ

ہو کر گئے تو اونٹ نہوں چھوڑ دیئے۔ انکو تو سلمہ نے مدینہ کی طرف بانگ دیا اور خود بدلتو تعاقب کے چلا گیا ہے۔

حضرت خب را کو فوراً خرام اسدی والو قتا وہ و مقدر کو کومچہ سوارونکے بطور مقدمہ لشکر روانہ کر دیا اور خود معہ اور لشکر کے عقب سے روانہ ہو خرام وغیرہ مقدمہ الجیش سلمہ کے تعاقب کی اہلت میں بھی پہنچے۔ دشمن کو بھی کچھ اور مدد پہنچی۔ جنگ ہوئی خرام تو عبد الرحمن بن عتیبہ کے ہاتھ سے مارے گئے مگر ابو قتادہ نے عبد الرحمن کو قتل کیا اور خود بھی زخمی ہوئے عبد الرحمن کے مارے جانے سے بقیہ دشمن بہاگ گئے جبکہ شام تک تعاقب کیا گیا اور کوئی ہاتھ نہ آیا دو گھوڑے دشمن کے ہاتھ آئے حضرت سلمہ شکر مقام ذی قردہ تک پہنچے تھے کہ یہ لوگ دشمن کو بہکا کر واپس گئے۔ دشمن بہاگ کر بنی عطفان کے یہاں ٹھہرے مگر وہاں گردائی دیکھ کر انکو لشکر اسلام کا گمان کہ کہ بہ سبب خوف وہاں سے بہاگ گئے حضرت مدینہ واپس آئے (روضۃ الصفا) حیات القلوب میں ایک خورہ عنیان کا تذکرہ ہے جسکے واقعات یہ لکھے ہیں۔ کہ غزیرہ کے آٹھ آدمی اگر مسلمان ہوتے جو جو ناموافقت آتے ہوا شہر مدینہ کے صحرائیں آباد کر دیئے گئے تھے۔ جہاں حضرت اونٹ چکر کرتے تھے۔ تاکہ حملہ شیر و اونٹوں کی حفاظت کیے گی مایک روز جو حضرت کے اونٹ چرنے گئے تو انہوں نے چرواہے کے ہاتھ پیر کاٹ کر نہایت بیرحمی سے اسکو قتل کر دیا اور اونٹ حضرت کے ہانک بچلے حضرت خبر ہوئی تو فوراً حضرت کر بن جابر دہری کو معہ ۲۰ سواروں کے دشمن کے تعاقب میں بھیجا جو ان آہوں کو قتل کر کے اونٹوں کے گھرا کر لائے۔ ایک اونٹ التبا نہوں مار دیا تھا بقیہ سب مل گئے حضرت ان فراقوں کے ہی ہاتھ پیر کو دار پر کچا دیا۔ حیات القلوب (اونٹ) دونوں واقعات کا سبب حضرت کے اونٹوں کی گرفتاری ہی ہے ممکن ہے کہ دونوں واقعات متذکرہ بالا ایک ہی ہوں جنکو مختلف ناموں سے موصوفین نے لکھ دیا ہوگا۔ یا علیحدہ علیحدہ دو واقعات ہوں۔ بہر حال دونوں کی کیفیت تحریر کر دی گئی ہے۔

مخط مدینہ و دعائے استسقا

اس سال مدینہ میں بوجہ خشک سالی سخت قحط پڑا درخت تک خشک ہو گئے تھے۔ مسلمان خدمت سرور کائنات میں حاضر ہوئے اور التجا دعائے بارش کی کی حضور نے دن مقرر فرما کر حکم دیا کہ سب لوگ اپنے اپنے صدقات لیکر بیرون مدینہ آئیں۔ چنانچہ دو موعود پر سب آئے حضرت سب کے ساتھ لیکر بیرون مدینہ تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز بلا اذان اقامت کے ادا کی۔ رکعت اول میں سورۃ شعیب اسم رب اکاھلی اور دوسری میں ھل تی پڑھی اور بعد نماز دعا کی بنو زو عا ختم نہ ہوئی تھی کہ بقدرت الہی ابراہیم اور بارش شروع ہو گئی سات روز تک متواتر اس کثرت سے بارش ہوئی کہ مردمان مدینہ تنگ کر خدمت حضور میں آئے اور سدودی بارش کی دعا کے لئے عرض کیا حضرت پھر دعا کی تو مضافات مدینہ میں مینہ پڑتا رہا مگر شہر میں بارش بند ہو گئی حضرت نے اس روز جناب ابوطالب کے اور ان کے ان اشعار کو جو کہ میں انہوں نے دعا استسقا کے

سیر کر یا غزوہ
عزیزان

قحط مدینہ و دعا
استسقا

روز کہے تھے یاد فرمایا علی نے وہ اشعار حضرت کو سنائے جسکو سنکر حضرت بہت خوش ہوئے ۔
 اسی سال طواف خانہ کعبہ مکمل انوں کیواسطے فرض ہوا اور آیہ اَتَمُوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰہِ الخ نازل ہوئی بعض قول ہے کہ اس

فرض حج

نہم میں فرض ہوا

روائی رسول بلکہ بغرض عمرہ و صلح حدیبیہ عمر کی مخالفت و فائدہ صلح

چھ برس گزر گئے تھے کہ اس جلاوطن کی نبی نے اس معبد کی زیارت نہ کی تھی جسکے مجاور و کلید بردار اسکے آبا و اجداد۔ رسول
 ایک روز خواب دیکھا کہ وہ زیارت کعبہ کو گئے ہیں اور عمرہ گزار رہے اور خانہ کعبہ کی کنجی اپنے ہاتھ میں لی ہے اور اصحابین
 بعض نے سر نہ اٹایا ہے اور بعض نے عرفات میں توقف کیا ہے۔ رسول نے اس خواب کو اصحاب کے بیان کیا۔ اصحاب نے اسکو
 بشارت تصور کیا اور گمان کیا کہ یہ عبادت اسی سال حاصل ہو جائیگی بشر بن سفیان الکلبی جو مکہ میں مسلمان تھا مگر اسنے
 ہجرت نہ کی تھی وہ مدینہ اگر سعادت پا بوسی رسول سے مشرف ہوا رسول کی رائے ہوئی کہ اس سال حج و عمرہ بجالایا جاوے
 شتران ہدی و خری جمع کجاویں چنانچہ ۶۲ و بروایت مشراوٹ جمع ہو جن میں ابوہل و آلے وہ اونٹ بھی تھے جو جنگ
 میں حضرت کے ہاتھ لے تھے۔ ناحیہ بن جذہل کو حفاظت و ہمراہی شتران پر مامور کر کے روانہ کیا گیا۔ بعض اصحاب کی رائے تھی
 کہ صلح چلتا چکا کہ حضرت فرمایا کہ ہم جنگ کو نہیں جائے بلکہ ارکان عمرہ ادا کرنے جاتے ہیں ہتیار و کئی ضرورتیں سوا تلوار کے کوئی ہتیار نہ لائے
 چنانچہ ابن کثوم کو خلافت مدینہ پر مامور کر کے حضرت نے غسل کیا اور ناقہ قصورے پر سوار ہو کر مکہ اصحاب روانہ ہو کر اور تمام ذی
 پر پہنچ کر رو قبیلہ ہو کر حضرت احرام باندھا اکثر اصحاب نے بھی حضرت کے اتباع کیا مگر بعض نے مشورہ پر ہجرا احرام باندھا۔ حضرت کے ہمراہ قریش
 ایک ہزار چار سو کے اصحاب تھے۔ ارذی قعدہ کو مدینہ سے باہر آئے تھے عبادہ بن بشریہ سلمہ انان پر مامور تھے۔ بشر بن سفیان کہ
 بغرض آگاہی قریش کہ کہ حضرت ارادہ جنگ کا نہیں ہے اسگے روانہ کیا گیا تھا ۔

جو حضرت کے ہاتھ

ہزار قریش کا صلح حدیبیہ

خواب حضرت و تہیج

روائی حضرت ۱۳۰

مسلمانان

خالد بن ولید

قریش مکین گاہ

میں مامور کیا تھا

خدا داد کی فساد

قریش

ایک روایت میں ہے کہ قریش نے خالد بن ولید کو معہ مہم سوار و کتبہ مامور کر دیا تھا کہ مکین میں کہ
 جہاں موقعہ پا حضرت پر حملہ کرے اور اسی سبب اس روایت کی موافق آیہ نماز خوف نازل ہوئی اور حضرت کی دورانی
 و احتیاط سے خالد کو موقعہ ملا۔ (حیات القلوب)

بشر نے واپس کر حضرت کو خبر دی کہ قریش کو شریف آوردی حضور کی خبر ہو گئی ہے اور وہ آمادہ فساد ہیں اور تمام ذی طوفی
 میں جمع ہو کر بعد مشورہ باہم عہد کیا ہے کہ حضور کے داخلہ مکہ کے سدا رہ ہوں۔ اور قبائل عرب ادا و لیکر لشکر تیار کیا ہے
 اور خالد بن ولید مکین گاہ میں مامور ہے۔ اور عکرمہ بن ابوہل طلوعہ لشکر پر متعین ہے ۔

حضرت اصحاب مشورہ کیا بعض کی رائے ہوئی کہ اول ان قبائل کے منزلوں پر حملہ کر دیا جاوے قریش کی ادا کو اسے

مشورہ نظر باسنا

اور انکو تاراج کر دیا جاوے وہ بغرض مدد و حفاظت عیال خود آئینکے اور لشکر قریش سے علیحدہ ہو جائینگے اور چونکہ وہ متفرق اور تھوڑی تعداد میں ہونگے مغلوب ہو جائینگے مگر صلح پسند رسول نے اسکو پسند نہ کیا اور فرمایا کہ ہم بارہ زیارت کعبہ کے ہیں نہ بہ نیت جنگ اور اسے عظیم کو جہاں خالد کی موجودگی کی خبر ملی تھی چھوڑ کر ایک درہ کی راہ سے روانہ ہوئے تاکہ بحفاظت نزدیک مکہ پہنچ جاویں یہ راہ نہایت سخت گذارتھی اور طبعی محنت سے طے ہوئی۔ خال بھی اپنے موقعہ مکین سے واپس کر قریش سے مل گیا۔

جب حضرت ایک میلہ پر چوحد مہدیہ کے قریب پہنچے تو ناقہ حضرت زانو کے پہل گر پڑا جس اصحاب حضرت کو گوند تشویش ہوئی۔ اور حضرت نے بھی اخذ کر لیا کہ مقابلہ جنگ کرنا بہتر نہیں۔ صلح سے ہی کام لینا بہتر ہے۔ ناقہ کو ڈانٹا گیا جو الٹھکھل چل تو دیا۔ مگر راستہ چھوٹ گیا۔ پانی کی سخت تکلیف رہی۔

بذیل بن و روقزاعی معہ چند اہل قبیلہ کے جو حضرت دوستی رکھتے تھے آگے آکر حضرت ملاقی ہوئے اور ظاہر کیا کہ کعبہ کا مکہ پران لوئی معہ چند قبائل کے چاہا کہ حدیبیہ پر فزوشا ہو میں کہ آپ کو مکہ جانے سے روکین اگر آپ نہ تو میں جنگ کر میں حضرت نے فرمایا کہ ہم ہرگز بارادہ جنگ نہیں آئے ہیں۔ بلکہ زیارت کعبہ کو آئے ہیں اگر قریش کو زیادہ ہوس جنگ کی ہے تو وہ کوئی اہل وقت مقام مقرر کر لیں اور جنگ کر لیں۔ بذیل نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں قریش کے پاس جا کر یہی بات اسے کہوں حضرت نے فرمایا کہ ضرور جاؤ آگے جا کر قریش سے تمام گفتگو حضرت کی بیان کی اور جنگ سے باز رہنے کی صلاح دی مگر حکم بن ابوالوا اور تمامی قریش نے کچھ نہ مانا اور کہا کہ بذیل محمد سے دوستی رکھتا ہے۔ عروہ بن مسعود ثقفی نے جو دلمیس نصیحت بذیل کو سخت سمجھتا تھا قریش سے کہا کہ اگر تمکو مجھ پر اعتبار ہو تو میں جا کر محمد سے گفتگو کروں عروہ اگر حضرت گفتگو کی اور کہا کہ آپ کے ساتھ میں سب سامان آدمی موجود رکھتا ہوں اگر جنگ ہوئی تو یہ کیا کر سائیں گے سب بہاگ جائینگے۔ اس پر حضرت ابو بکر غفصہ یا کہ ہم حضرت کو چھوڑ کر بہاگ جائیوے میں عروہ نے کہا کہ ابو بکر اگر محمد پر تیرا اکیلا احسان ہوتا جس میں بری الذمہ نہیں ہاں تو میں تمکو اس غصہ کا جواب دیتا اور مردہ چکاتا (ردضہ الصفا) یہ کنایہ قرار احد کے متعلق تھا حضرت نے اس اشتعالی گفتگو کو سنکر عروہ سے وی ارشاد فرمایا جو بذیل سے کہا تھا عروہ نے واپس جا کر قریش کو لشکر اسلام کی بیعت سے خوف کر کے حضرت کی گفتگو سنائی اور کہا کہ مریا سب ہر کچھ زیارت کعبہ نہ روکو مگر قریش جم گئے اور حکم بالی کہ اس سال تو ہم ہرگز انکو مکہ میں آنے دینگے البتہ اگر وہ جنگ نہ کرینگے اور صلح کر لینگے تو آئندہ سال وہ آسکتے ہیں۔

ایک شخص جلیس نامی جو قبائل عرب کے سرداروں میں تھا۔ اسنے بھی حضرت کی گفتگو کو سنکر قریش سے اصرار کیا کہ حضرت زیارت کرینگے سداہ نہ ہوں بلکہ قبائل عرب کو واپس بجا نکلی ہی دھکی دی تو قریش اسکو بھی یہ کہا کہ سبھا لیا کہ محمد سے حسب لخواہ صلح کرینگے اور صلح کر لینگے تو آئندہ سال وہ آسکتے ہیں۔

جلیس کا زمین کو حضرت سے مل گیا۔

کرنے کی غرض سے یہ دبا دیا جا رہا ہے۔

وقت روانگی مدینہ بھی حضرت نے دین خراش بن امیہ کو شتر ثعلب پر سوار کر کے اظہار مطلب کی واسطے قریش کے پاس بھیجا تھا لیکن قریش نے خلاف دستور عرب اسکے اونٹ کو پلے کر دیا اور قاصد و سفیر مذکور کو بھی قتل کرنا چاہتے تھے مگر قابل مضائقہ نے قتل سے باز رکھا۔ لیکن اسکو گرفتار کر لیا گیا۔ جو بعد کو چھوڑ دیا گیا۔

گرفتاری ربائی
قاصد حضرت

اب رسول نے یہ شدید رکاوٹ قریش کی دیکھ کر حضرت عمر سے فرمایا کہ تم مکہ جاؤ اور قریش کو اطمینان دلاؤ کہ ہمارا ارادہ کسی طور پر اسوقت جنگ کا نہیں ہے۔ محض زیارت کعبہ کو آئے ہیں۔ وہ ہمارے ہنوں لیکن عمر نے خوف قتل و بے اعتنائی سے عذر کیا یا حضرت مجھے وہ لوگ مار ڈالینگے عثمان بن عفان کو بھیج دیجئے کیونکہ قتل کو عجز رکھتے ہیں (روضہ الصفا) اب شب بھر اور اُحد خندق وغیرہ کے مواقع پر علی کی اطاعت تعمیل حکم میں بی بی جان کی بے پروائی قابل موازنہ ہے۔ مولف قیصر الفاروق نے اس نکار و گریز کے دہرہ کو حضرت فاروق کے دامن دہونا چاہا ہے۔ اور تحریر کیا ہے کہ حضرت عمر بی بی جان کا خون نکرتے تھے بلکہ یہ چاہتے تھے کہ کوئی جھگڑا نیا کھڑا نہ ہو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کیا نیا جھگڑا نکلتے لیے کھڑا ہو سکتا تھا جو عثمان کے واسطے نہ تھا۔ اور یہ جو مولف صبا کو کیسے معلوم ہوئی۔ موزین سابق کے بیان کے خلاف مولف مصوف کی ذاتی رائے ہمارے قابلِ توجہ بہر حال حضرت عثمان بن عفان کو بھیجا اور یہ نظر احتیاط اس کے عقب میں خیال حفاظت عثمان حضرت نے دین و دنیا پر عبد اللہ بن سہل عباس بن ربیعہ ہشام بن عبد العاص۔ حاطب بن عمرو۔ حاطب بن ابی بلتعہ۔ عمر بن مہب عبد اللہ بن ابی خزاعہ عبد اللہ بن امیہ روانہ کئے۔ قریش نے ان سب کو بھی محصور کر لیا اور ایک بات نہ مانی بلکہ عثمان کے قتل کی بھی خبر مشہور ہو گئی تھی۔

عمر کا سفار رسول
سے انکار و جواب
پر سرسری نظر

عثمان مدد
آدین کی بھیجئے گئے
جو قریش نے محصور کر لے

اب حضرت تمامی اہل اسلام کو جمع کر کے سب بیعت لی اور عہد و پیمان لینے لگا کہ اگر جنگ ہوگی تو ہرگز گریز نہ کریں گے اور حکم حضرت سے نہ پھریں گے عثمان کی جانب سے حضرت نے خود اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے دہے پر لپٹ کر بیعت کی رکھا تھا بعض ایک بیعت صواۓ کہتے مگر اصلاً یہ بیعت صواۓ نہیں ہوتی۔

بیعت حضرت

اسی انتشار میں ایک رات کو قریش نے پچاس آدمی بھیجے تھے کہ اصحاب رسول میں سے جو ملے گرفتار کر لیا کو چھوڑ بن سلمہ و ابن خوی و عبادہ بن بشر نے جو لشکر اسلام کے حفاظت شتر ہوا ایک عجم کے مامور تھے گرفتار کر لیا اور حضرت کے روبرو پیش کیا حضرت نے ان کو حراست میں کہنے کا حکم دیا۔ وہ سرور و سہل بن عیاد لوگوں کی ربائی کے واسطے قریش کی جانب گیا تو حضرت نے فرمایا کہ عثمان و رہائے ان مسلمانوں کو جو حکومت لوگوں نے گرفتار کر لیا ہے چھوڑ دو تو ہم ان کو چھوڑ دیں گے چنانچہ مشرکین نے عثمان و دروس آدمی کو چھوڑ دیا حضرت نے بھی ان کے بدلے میں اتنے ہی آدمی قریش کے چھوڑ دیئے۔

گرفتاری ۵۰ مردان
قریش ربائی بعض
میتھان ہمارے سامنے

گفتگو مصالحت ہوتی رہی سہل و خویط و محض مرکز شکر کے چند مرتبہ کی آمد و شد بھری رود قدر کے بعد یہ امر طے کیا کہ اس سال تو حضرت بلا زیارت کو مدخلہ مکہ واپس چلے جائیں سالانہ اگر آئینگے تو کوئی مانع نہ ہوگا۔ رسول اللہ نے بعض چند و چند اس صلح کو منظور فرمایا۔ چنانچہ حسب شرائط ذیل صلح قرار پائی:

(۱) مدت دس سال تک باہم اہل سلام و قریش جنگ جملہ بند ہوگی۔ ایک دوسرے کے شہر و زمین برابر آمد و رفت رکھیں گے۔ کسی کی جان مال کو کوئی فرقہ نقصان نہ پہنچائے گا۔

(۲) جو شخص خاص یا گروہ عہد غیر میں آئینگے قریش اسے طرح یا متعین نہ ہونگے اور جو عہد قریش ہونگے ان کے مسلمان درپے نہ ہونگے۔

(۳) جو شخص بخوشی مسلمان ہوگا قریش اسے مانع نہ ہونگے اور مسلمان مکہ میں بھی اپنے ارکان مذہبی تبلیغ بالا اعلان ادا کر سکیں گے۔

(۴) جب حضرت یا مسلمان سالانہ نذرین زیارت آئیں گے تو مسلح نہ آئیں گے۔ تلواریں ہی غلاف میں ہونگی اور تین روز زیادہ مکہ میں قیام نہ کر سکیں گے اور بزبان طواف مسلمان تین روز کی واسطے قریش اپنے بیت و ہاں سے بٹا لیں گے۔

(۵) مشرکین میں اگر کوئی بلا اجازت اپنے ولی کے حضرت کی طرف نہ جاتا تو باوجودیکہ وہ اسلام قبول کرے اسکو اس کے ولی پاس واپس بھیج دیا جائیگا۔ لیکن مسلمانوں میں اگر کوئی ترک اسلام کرے قریش کے پاس جانیگا اسکو واپس نہ لیں گے۔

چنانچہ ان شرائط پر صلح طے اور منظور ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے تعجب کیساتھ حضرتؐ کو پوچھا کہ کیا آپ اس صلح پر راضی ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا کہ ہاں! رد و دفعہ الصفا اس صلح کے متعلق حضرت عمرؓ کی برا فرشتگی اور طعنہ ایک شہور واقعہ ہے جسکے الفاظ و انداز کو آؤ

کے سانچے میں ڈھالنے کی ہمدرد موصوفین نے طرح طرح کی قابل واد کو ششیں کی ہیں۔ جیسا کہ اسکے ذیل میں دکھایا جائیگا۔

ابو جہلؓ سپر سہل سی دوران میں مسلمان ہوا تھا قبل تحریر صلح نامہ کے سہل نے اسکی واپسی چاہی۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ عہد نامہ ابھی لکھا نہیں گیا تو اس کے کہا کہ اگر یہ ہوگا تو صلح ہی نہ ہوگی جس پر سعد بن عبادہ و اسید بن حضیر کو غصہ بھی آیا تھا۔ مگر حضرتؐ نے یہ نظر رفع شہر سہل یہ وعدہ لیکر کہ اسکو کچھ تکلیف نہ دی جائیگی واپس دیدیا۔ ابو جہلؓ نے جس پر وجہ قبولی اسلام مان

باب کی طرف بہت مظالم ہوئے تھے حضرتؐ اور مسلمانوں نے فریاد بھی کیا کہ اسکو ظالموں کے ہاتھ میں آئے نہ دیا جاوے مگر حضرتؐ نے اسکو بہت کچھ تسکین دیکر رخصت کر دیا۔

تحریر صلح نامہ کیواسطے حضرتؐ نے اوس بن خوی کو طلب فرمایا۔ مگر سہل نے کہا کہ اس صلح نامہ کو یا علیؓ لکھیں یا عثمانؓ دوسرے کے ہاتھ سے نہ لکھو۔

بھگو منظور نہ ہوگی۔ چنانچہ علیؓ کو حکم تحریر دیا گیا اور فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم سہل نے اعتراض کیا کہ حزن و غم بہم نہیں جانتے کہ کیا چیز ہے یوں لکھو ان کے بسم اللہ جیسے پہلے لکھا جاتا تھا۔ حضرتؐ نے علیؓ سے کہا کہ یوں ہی لکھو۔ دوسری نام نہ لکھا

جی علیؓ نے تعمیل رشاؤ کی یہ حضرتؐ نے فرمایا کہ لکھو یہ عہد نامہ ہے درمیان محمد رسول اللہ و قریش کے جسکو علیؓ نے لکھا لیکن سہل نے اعتراضات کیے۔

تحریر صلح نامہ علی
میشی رسول قریش
کے اعتراضات

سہل اعتراض کیا کہ ہم آپ کے رسولؐ کو کب جانتے ہیں اگر ہم ایسا جانتے ہوئے تو پھر نزاع کیوں کرتے؟ اس لفظ رسولؐ کو کھڑا
 محمد بن عبد اللہؑ کہہ کر روضۃ الصفا اب علی کو کہاں تا ب ہو سکتی تھی کہ سہل کے اس بے باکانہ اعتراض کو سننے اور ضبط کرتے کہتے ہوئے
 رکبہ دیا گیا اور مضمرہ تلوار پر ہاتھ پہنچ گیا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ سہل بھاسے تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی (حیات القلوب) اب اس
 دو برہنہ بنی نے اس شیر کو غضبناک دیکھ کر نہایت نرمی متانت ارشاد فرمایا یا علی جانے ہی دو کاٹ کر محمد بن عبد اللہؑ ہی کہہ دو
 واہ سے ضبط و پاس دے رسولؐ کو نوراً تسلیم خم ہو جاتا ہے اور عرض کیا جاتا ہے یا حضرت اگر حضورؐ کی تعمیل حکم مانے نہ ہوتی تو
 میں انھو بھی انکی گستاخی کا مزہ چکھا دیتا۔ لیکن مجھے جسے یہ گستاخی کیونکر ہوگی کہ حضورؐ کے نام سے کلمہ حق کو اپنے ہاتھ سے چھو کر
 قدردان انصاف پسند بنی نے اس فرمانبرداری کی سچی عقیدہ مندی پر لحاظ کر کے خود اپنے دست حق پرست لفظ رسولؐ کو
 بتقا لکھا قلم و فرما دیا۔ غرضیکہ صلحنامہ حسب شرائط بالا تحریر ہو کر مسلمانوں کی طرف ابو بکرؓ عمرؓ عبد الرحمنؓ بن عوفؓ سعد بن ابی
 وقاصؓ عثمان بن عفانؓ ابو عبیدہؓ جراحؓ محمد بن مسلمہؓ ابو جندلؓ کے دستخط ہوا اور قریش کی جانب سے سہلؓ ابوسفیانؓ جابرؓ
 بن عبد الغریؓ مکرز بن حصینؓ وغیرہ کے دستخط ہوا اور اسکی ایک نقل قریش کے پاس اور ایک رسولؐ کے پاس ہی ہے۔
 بعد تحریر اس صلحنامہ کے رسولؐ نے علیؓ کی طرف موبہ کر کے فرمایا کہ اے علیؓ تمکو بھی ایک وقت میں ایسا ہی قطعہ پیش آئے گا اور
 چنانچہ جنگ صفین میں معاویہؓ کیساتھ علیؓ کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور رسولؐ کی پیشین گوئی اس قطعہ سے تیس برس بعد
 صحیح ثابت ہوئی جسے نابینا کے واقعات کی مطابقت کر دی ہے۔

قریش کا اصرار کہ
 محمدؐ سے رسولؐ

کاٹ دو

علیؓ کی عقیدہ مندی

وگر جو شی اسلام

صلحی ممکن ہو گیا

رسولؐ کی پیشین گوئی

علیؓ کے واسطے ہی

ایسا ہی وقت آئے والا

حضرتؐ عمرؓ کی بلز و فحش

مخالفت یا رسولؐ کے

پر لطف حکامہ رسولؐ کے

از روضۃ الصفا

اس صلح سے ڈکٹاپر بہت کمزوری اور دباؤ کی صلح معلوم ہوتی تھی اکثر ظاہر میں صحابہ کو اختلاف تھا۔ اور اختلاف
 حضرت فاروقؓ سب سے زیادہ تھا چنانچہ ہر روایت (حیات القلوب) حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ اگر چاہیں وہی کے تھے مگر
 تو اس امر میں میں محمدؐ سے ضرور مخالفت کروں۔ اور بقول (روضۃ الصفا) اس صلح سے اکثر مسلمانوں کے دل میں شہادت
 عظیم پیدا ہو گئے تھے چنانچہ حضرت فاروقؓ خود فرماتے ہیں کہ اس روز اعظمیم نے میرے دل میں خطور کیا تھا اور میں سو
 کہے پاس گیا اور کہا کہ کیا آپ پیغمبر برحق نہیں ہیں؟ (دگویا انھو شک تھا) حضرتؓ نے فرمایا کہ ضرور ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا ہم
 حق راہ دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ حضرتؓ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ پھر آپ کیوں ایسی دولت عمارت منظور کی
 دگویا آپ کے نزدیک صلحت رسولؐ ذلت و قہر رسولؐ تھا حضرتؓ نے فرمایا کہ میں خدا کا رسول ہوں مجھے جیسا حکم
 دیا کروں گا اس سے جواب پر ہی تسکین نہیں ملتی عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ کیا آپ نے مجھے وعدہ نہیں کیا تھا کہ جلد ہم
 مکہ جا کر طواف خانہ کعبہ کریں گے حضورؐ نے فرمایا کہ کیا میں نے کہا تھا کہ اسی سال ایسا ہوگا میں نے کہا کہ نہیں تو نہیں کہا تھا اسے
 بعد صبر و روضۃ الصفا ایک اور روایت لکھتے ہیں کہ اس وقت حضرتؓ نے عمرؓ سے کہا کہ کیا تم بھول گئے کہ روز احد تم نے راہ گزین

اختیار کی تھی اور میں مسکواؤں دیتا تھا اور تم میں سے کوئی ملقت نہ ہوتا تھا۔ آیا تم بھول گئے کہ روز خندق جب دشمن پریم اور بچے سے آئے تو تمہاری کیا کیفیت تھی اور اسید طرح حضرت نے تمام واقعات یاد دلایا۔ تب عمر خاموش ہو کر غالباً خجالت باعث خاموشی کا ہوئی ہوگی، مگر سپر بھی صبر نہ کیا اور برہایت روضۃ الصفا وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے مجلس حضور سے باہر کر ابو بکر سے اپنے حضور کو بیان کیا۔ انہوں نے وہی جواب دیا جو حضرت نے دیا تھا کہ وہ رسول ہیں جو کام کرتے ہیں وحی سے کرتے ہیں، بہتر مصلحت یہ ہے (یہ دونوں لفظ قابل غور ہیں) کہ ان کی رکاب سے علیحدہ نہ ہونا اور ان پر عزت نہ کرنا، ابو عبیدہ جراح نے یہی ملامت کی۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ اس حضور کی بابت مدت دراز تک میں استغفار کرتا تھا۔ یہ سب عبارت تاریخ روضۃ الصفا کی ہے اب ناظرین حضرت عمر کے طریقہ عمل ایمان بالرسول کے متعلق خود را قایم فرمائیں اور حضرت فاروقی و رسول اللہ کے اس مکالمہ کو ابوالفضلؓ تو اس طرح لکھا کہ ”یا رسول اللہ یا تو آپ خدا رسول نہیں یا ہم مسلمان نہیں“ اور کبھی کہا کہ آپ اس صلح سے عزت کہوتے ہیں“ اور سپر بھی اس طرزا داکو گرجوشی اسلام پر محمول کیا ہے (سبحان اللہ کیا گرجوشی اسلام ہے۔ رسول کا پاس دب چاہز ہے رسالت میں چاشک ہو جا کر گرجوشی اسلام باقی رہی۔ ماشا اللہ اور مولوی شبلی صاحب نے تو اسکو ایک خوش ذائقہ ناولانہ لطیفہ بنا دیا، مگر تاہم اس مضر بہو کہ اس گفتگو اور انداز گفتگو کو خلاف ادب نہ سمجھتے۔

ابوالفضل کی پیر حجاب
توجہ

حضرت قربانی
کی

بہر حال سکے بعد رسول نے حکم دیا کہ قربانی کیجا دے اور بال ترشوائے جائیں۔ مگر چونکہ اکثر مسلمان اس صلح سے کیا بلکہ رسول کی رسالت ہی بد دل و مشتبہ تھی نے تعمیل حکم رسول کی اور کہا کہ جب ہم نے طواف نہیں کیا تو قربانی اور موتراشی کیوں کر انہیں حضرت کو اسکا مال ہوا اور ام سلمہ سے جو اس سفر میں حضرت کے ساتھ تھیں اصحاب کی اس عمل حکمی کو نہایت فسردہ خاطر سے ظاہر کیا ام سلمہ نے جو تیار فہم تھیں عرض کیا کہ آپ اس قدر تشویش کیوں فرماتے ہیں آپ خود قربانی کریں اور موتراشی کر انہیں سب اچھا قبلہ کرینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قربانی کے اونٹوں میں بوجہل کا بھی اونٹ تھا جو اتفاق سے چھوٹ کر ابو جہل کے گھر چلا گیا یہاں تک کہ انہوں نے اسکو ضبط کرنا چاہا۔ مگر سہل نے جو صلحنا منہ کا بانی تھا انکو روکا اور حضرت کے پاس پیغام بھیجا کہ اس کے بدلہ میں نلو اونٹ لے لین اور اسکو چھوڑ دین مگر حضرت نے منظور نہ فرمایا اور کہہ دیا کہ اگر وہ قربانی کا نذر کیا ہوا نہ ہوتا تو البتہ یہ بات منظور ہو سکتی تھی۔ چنانچہ وہ اونٹ فریش کو واپس کرنا پڑا۔ اور حضرت تمام اونٹوں کی قربانی کر کر اور حدیبیہ و مکہ میں گوشت تقسیم کر کر موعہ سب مسلمانوں کے واپس ہوئے کہ ”اینا فتننا لک فحقا صبیحا“ نازل ہوئی۔

اس صلح سے یہ فائدہ ہوا کہ تم میں مسلمان جو ایک خفیہ اور تقیہ میں رہتے تھے۔ اور ظاہر ہو چاہے پراخو سخت سخت منظر

فائدہ صلح

برداشت کرنے پڑتے تھے اب مطلق العنان ہو کر علامہ ارکان بن ادا کرنے اور مباحثہ و مناظرہ تبلیغ اسلام کرنے لگے جس ایک سال میں اس قدر آدمی تھے و مضافات مکہ میں مسلمان ہوئے کہ ایک کھمکھ مسلمانوں کی برابر تعداد انکی ہو گئی یہ حضرت کا نہایت دوراندیشی کا اور تدبیر کا کام تھا۔ ورنہ بجاالت جنگ جبکہ مسلمان غیر مسلح تھے دشمن کا دباؤ اور تعداد زیادہ بجز شکست اور کچھ نتیجہ نہ ہوتا۔ اب بلا جنگ دہ آزادی حاصل ہو گئی جو جنگ ممکن نہ تھی۔

بیعت رضوان و راسخ نظر

اب جن لوگوں کی اصلاح کے خلاف تھی اور شکوک پیدا ہو گئے تھے نادم ہوا کہ حضرت معزز بن گنیم اور آئینہ کو با مسکلم و عدا اتباع کی گئے تو حضرت نے پہر ایک درخت کے نیچے سب دوبارہ بیعت لی کہ اب بھی حضرت کے کاموں میں بحار یا نہ کرینگے و فرمان حضرت کی مخالفت نہ کریں گے۔ اس بیعت کو بیعت رضوان اور بیعت تحت شجرہ کہتے ہیں و آیات "ھذنی اللہ عن المؤمنین اذ یسألونک تحت الشجرۃ و غیرہ نازل ہوئے جس پر بجانب مخالفین رائے رسول ہی بظاہر نوا کر دیا گیا اور سب کے واسطے یکساں رضا الہی حاصل کر دیا دعا، حالانکہ خود آیت "فرزک نیکت علی نفسہ و من ادنی جہا عاہد علیہ فسیؤ یتہ اجر اعطیما" بتلاتی ہے کہ محض بیعت کرنے سے کوئی شخص حق اعظم یعنی رضا الہی کا نہیں پاتا یہ حق کسی فضیلت کا ہو سکتا ہے بلکہ اعظم مشروط ہے۔ و فکے عہد پر پل صلی شے و فکے عہد، نہ کہ خالی بیعت کر لینا۔ اور آیت اول میں بھی رضی اللہ کے تحت میں صرف وہی اشخاص آ سکتے ہیں جو مؤمن تھے یعنی جو ایمان لائے و بالرسول پر ثابت قدم تھے اور انھے ایمان میں کوئی لغزش یا خطورہ آیا تھا نہ کہ وہ جبکو خطورہ پیدا ہو گئے تھے کیونکہ رضی اللہ کے ساتھ من المؤمنین کا لفظ آیا ہے۔ لہذا قبل اس بیعت کے اول درستی ایمان ثابت ہو تب کوئی رضی اللہ کا حق ہو سکتا ہے بعض کا قول ہے کہ قبل صلح حدیبیہ جو حضرت نے بیعت لی تھی اسکو بیعت رضوان کہتے ہیں جس میں عثمان کے ہاتھ کی جائے اپنا بیان ہاتھ اپنے دے ہاتھ پر رکھا تھا مگر یہ صحیح نہیں ہے۔

اسلام ابو البصیر ابو العاص و تیاری مہر حضرت رسال مکاتیب مع بعض مسلمان

بعد مراجعت حضرت کے ابو البصیر مسلمان ہو کر مکہ سے بہاگ کر مدینہ آیا تو قریش میں اس بن شرق اور ازہر بن عوف حضرت کے نام لکھا کہ موافق عہد نامہ کے اسکو واپس کیا جاوے اور بنی عامر میں ایک شخص کو جس کے ساتھ ایک لایم کوثر نامی تھا اس کے لیے کو بیجا جنہوں نے مدینہ پہنچا کر ذریعہ بنی بن کعب نامہ حضرت کے پاس پہنچا یا حضرت موافق عہد ابو بصیر کی واپسی کا حکم دیا ابو العاص بہت لہجہ کی کہ اسکو دشمنوں میں بھیجا جائے وہ سخت اذیت پہنچائیں گے مگر حضرت نے فرمایا کہ ہمارے دین میں نقص عہد نہیں کیا جاسکتا اور اسکو تسلی دی کہ قریش ہی بموجب صلح مکہ اسکو ایذا نہ دینگے۔ دو دنوں قاصد ابو البصیر کو جہاز لیکر روانہ کیا۔ راستہ میں

بیعت رضوان

بیعت تحت شجرہ

اور اس پر سرری نظر

اسلام ابو البصیر

فرار رکھ

مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر کچھ آرام کیا کوثر کے پاس ایک تلوار تھی۔ ابو البصیر تلوار کی تعریف کر کے اسے دیکھ کر مانگی اس نے دیدی۔ ابو البصیر اسی تلوار سے کوثر کو فوراً قتل کر دیا۔ اور اس کے ساتھی پر بھی حملہ کیا۔ وہ بہاگ کر مدینہ میں آیا۔ ابو البصیر بھی کی سواری پر سوار ہو کر مدینہ آیا اور حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ خدا نے اسکا اس طرح پر دشمنوں سے بچا لیا۔ حضرت نے حال سنا تو اس سے اس حرکت پر ناخوش ہو کر یہ جنگ کا منتقل کرنے والا ہے۔ یہ کلام حضرت نے سنکر وہ یہاں سے بھی فرار ہو گیا اور جا کر دیکھ کے کہ نہ وہاں مقام عیض پر قیام کیا۔ ابو جندل پھر سہل خجوا کے باپ کے وقت صلح نامہ الپس لیا تھا جب یہ حال سنا تو وہ بھی کہہ سے بہاگ کر ابو البصیر سے آلاش کیے بعد اور بھی مسلمان ایک ایک کر کے قابلِ اسلام و جہنہ وغیرہ سے بہاگ ہو کر آکر ان کے ملنے گئے یہاں تک کہ یہ قریب آدھائی جماعت ہو گئی جنہوں نے قافلو کو لوٹنا و تاخت تاراج کرنا شروع کر دیا تب قریش نے ان سے جنگ کر حضرت کو لکھا کہ اس شرط والی روگدڑ سے آپ ابو البصیر وغیرہ کے گردہ کو مدینہ بلوائیجے بعضی اسے خوش ہو کر ابو البصیر کو خط لکھا کہ تم معرکہ کے مدینہ چلے آؤ مگر یہ خط حضرت کا ابو البصیر کے ترغیب کی وقت پہنچا جس کے بعد ہی ہو گیا۔ ابو جندل بعد چہرہ تکفین ابو البصیر کے معہ دیگر مسلمانان خدمت رسول میں حاضر ہو گئے اسی عت مسلمانان نے مال قافلہ ابو العاص شہر زینب و خربہ حضرت کا جو بغرض تجارت شام کو جاتا تھا لوٹ لیا تھا یہ سفارش زینب حضرت سے مال اسکا اس گردہ سے واپس کر دیا ابو العاص اپنا مال اسباب لیکر کہ آیا اور جس جس کا مال تھا انکو واپس کر حضرت کے اس خلاق کریمانہ سے متاثر ہو کر مدینہ آیا اور شرف باسلام ہوا۔

ابو العاص شہر زینب

مال طبرہ کر دیا اور

وہ مسلمان ہو گیا

تیسری مہر حضرت و اس

تاریخ اسلام بنی

شاہ جہنہ مسلمان

ذی الحجہ

سربہ علاء خدی

ذی الحجہ

اسی سال میں بعد واپسی مدینہ حضرت نے اپنی مہر ایک نگہبندی نقرہ میں کندہ کرانی اور نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس معمر بن امیہ غمیری کے ایک نامہ دعوت اسلام و طبی حضرت جعفر طیار و ہامیان جعفر ماجرین حبشہ کا روانہ کیا نجاشی کے پاس جب وقت حضرت کا نام پہنچا اس نے ایک مجلس راستہ کی اور نامہ حضرت پڑھا کر اسکا جوش تلمیح و ثنا باری تعالیٰ و دعوت اسلام تھا۔ اصول احکام اسلام کو وہ پہلے سن چکا تھا جنگ و وہ پسند کرتا تھا۔ خط دعوت سنکر وہ مسلمان ہو گیا اور جواب قبولی اسلام لکھ کر واپس کیا اور حضرت جعفر کو بھی معہ ہامیان کے نہایت عزت احترام کے ساتھ معہ ہادیا روانہ کیا۔ چنانچہ جب نجاشی فوت ہوا تو حضرت نے خبر سنکر مدینہ میں اسکی نماز جنازہ چار ہجیر کے ساتھ پڑھی۔ حضرت جعفر کا وافیہ حضرت کے پاس روز پنج خیر پہنچا تھا اسی ماہ ذی الحجہ میں رسول نے علاء بن خرمی کو معہ کچھ فوج کے منذر بن ثادی حاکم بحرین کے پاس بغرض دعوت اسلام بھیجا کہ یا تو وہ اسلام قبول کرے ورنہ اسے جزیرہ طلب کرے بحرین زیر حکومت شاہ عجم تھا۔ منذر معہ جماعت عرب کے مسلمان ہو گیا اور وہاں کے یہود و نصاریٰ نے جزیرہ دینا قبول کر لیا۔ اس طرح بحرین بلا جنگ زیر تصرف و تحت حکومت اسلام آگیا۔

حیات القلوب میں ایک اور سربراہ محمد بن مسلمہ کا مختصر ذکر کسی سال میں پہلے کہ محمد بن مسلمہ ایک جماعت کے ہوازن بھیجے گئے تھے کہ وہ مخالفت خبر پاکر کین میں بیٹھ گیا جب سلمانوں کی جماعت بجز اہم مقام پہنچی تو انہوں نے ایک دم کین گاہ سے حملہ کر دیا اور سب کو قتل کر دیا۔ محمد بن مسلمہ بچ کر نکل آئے اور بہاگ کر مدینہ پہنچے۔

سید محمد بن مسلمہ
ذی الحجہ

اسی ماہ میں حضرت خبیب بن علی مقلات پر یہی نامہ جات دعوت اسلام روانہ کئے جن کی مفصل کیفیت سال ۱۸۳۵ میں درج ہوگی (۱) ہر قل قیصر روم کے پاس معرفت وحیہ کلی بن ابی لیفہ کے (۲) خسرو پر دین شاہ عجم کے پاس معرفت عبد اللہ بن خاندہ سہمی کے (۳) مقوقش شاہ اسکندریہ کو ذلیعہ حاطب بن ابی لیفہ کے (۴) حارث بن ابی شمر عسانی شاہ شام کے پاس معرفت شجاع بن ہب ساسی کے (۵) ہودہ نخعی (۶) یامہ کے پاس معرفت سلیمان بن عمرو عامری کے۔

رسال مکتب
ذی الحجہ

اسی سال میں یہ ظہار نازل ہوئی تولد نبی ثعلبہ بن قیس اور اسکے شوہر اوس بن صامت کے درمیان ظہار واقع ہوا جو زمانہ جاہلیت میں طلاق سمجھا جاتا تھا۔ بعد نزول یہ ظہار ساٹھ مساکین کو کھلا کر دہ پیرز جیت اوس میں لگئی۔

نزول یہ ظہار

واقعات سنہ ہجری

غزوہ خیبر علی کی قلعہ کئی فتح کرار غیر فرار و شیر خدا کا لقب پانا۔ عقد حضرت باصفیہ

یہودیان خیبر میں بنی النضیر وغیرہ بھی بعد جلا وطنی جا کر شامل ہو گئے تھے اور انکے وہ مخالفانہ خیالات و کوششیں اکثر بنی ہاشمیہ پر تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ قبائل مختلفہ کو حضرت جنگ کی واسطے اسباب سے اور مدد دینے میں لگے تھے اور انکی جانب سے ہر وقت خدمت رہتا تھا اس سال حضرت ارادہ کیا کہ ان سے نبٹ لیا جائے۔ چنانچہ ماہ صفر سنہ ۶ میں مہاجر بن النضر کو تیاری جنگ کی حکم دیا یہ یہودیوں کا مضبوط و محکم قلعہ تھا اکثر ترسانہ فقیہین جہلا کو یہ حکم کران ہی ہوا کیونکہ وہ یہودیوں کے مقروض تھے غرض بعد تیار کیا گیا سب کے سب غرض غفار کی گرفت خلا مدینہ پر مامور کر کے حضرت معاذ بن جراح سوار نمودہ کار و میوسنگے باہر نکلے اور کاشا ساری کو مقدمہ لشکر لپڑا در عمر بن الخطاب کو میمنہ پر ایک اور صحابی کو میسرہ پر معین فرمایا۔

غزوہ خیبر
صفر سنہ
ہجری جنگ مدائن کی شکست اسلام

عبد اللہ بن ابی سلول منافق نے یہودیان خیبر کے پاس خیبر بھیجی تھی کہ رسول اللہ تمہارے استیصال کا ارادہ رکھتے ہیں تم تمہارا اور چونکہ تمہاری تعداد زیادہ ہے تم اُسے میدان میں جنگ کرنا محض ہو کر جنگ کرنا چنانچہ یہودیوں نے خیبر پاکر سامان تیاری اور مشرک کر دی۔ کسان بن ابی الحقیق کو بنی عطفان کے پاس بھیجا ان سے امداد چاہی جو ان کی جماعت اکیلی امداد کو چلے تھے کہ اپنے عقب میں انکو کچھ جس حرکت فوج کی سی معلوم ہوئی تو خیال سے کہ مسلمان اُن کے گہر پہر حملہ آور ہو گئے واپس چلے گئے۔

عبد اللہ منافق بنی ہاشمیہ کو
خبر دے دی

اس زمانہ میں یہودیان خیبر کا حاکم سلام بن سکن تھا جو یہاں رہتا تھا اسے یہی موافق را عبد اللہ بن مسعود امین جنگ کرنا مشورہ دیا تھا

رسیدگی لشکر اسلام مدافع
دشمن

زیادہ یہودیوں نے سکوپنہ نہ کیا اور قلعہ بند ہو کر جنگ کر کے کی تیاری کی اس کے چار قلعہ تھے جن میں قلعہ قوص نہایت حکم تھا جس کا گرد خندق بھی کھدی ہوئی تھی لشکر اسلام روانہ ہو کر جب منزل صبا پر پہنچا تو بعد نماز عشاء کے رسول نے اہل بیت کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ ایسے راستے لے جاؤ کہ جو درمیان بنی عطفان وغیرہ ہو تاکہ بنی عطفان امداد اہل خیبر کو نہ پہنچ سکیں۔ شاد بن بشر کو مع ۲۰ سوار دئے گئے تھے جاسوسی پر مامور کیا تھا وہ ایک یہودی کو گرفتار کر کے لائے جس نے سختی ہونے پر سب حال خبر یوں کا بتلادیا عرض لشکر اسلام قریب پہنچ گیا اور اہل خیبر کو خبر ہوئی صبح کو اٹھے تو لشکر اسلام کو بیرون قلعہ دیکھا چنانچہ قلعہ نظارہ میں اپنے اہل عیال کو محفوظ کر کے آؤ۔ جنگ ہو اور اول اسی قلعہ سے ذریعہ تیر اندازی آغاز جنگ کی ہوئی۔

قلعہ نظارہ پر آغاز جنگ

رسول بہادر ان اسلام کو نہایت استقلال سے جنگ کر نیکی بار بار ہدایت فرماتے تھے اس روز محمود بن مسلمہ برادر محمد بن مسلمہ نے زیر قلعہ جا کر خوب جنگ کی بالآخر تنگ کر زیر حصار دم لینے لگے لکن انہ بنی انیق نے بالاقلعہ سے ایک تپہ پہنچا جو ان کے سر پر پڑا جسے خود کو ٹوڑ کر سر پر شدید زخم پہنچا کہ وہ شہید ہو گئے جناب بن منذر نے رائے دی کہ مقام لشکر ٹھیک نہیں دشمنوں کے تیر سبھی لشکر تنگ تے ہیں اور ہوا بھی یہاں کی متعفن ہے اور بخون دشمن کا بھی خوف کسی دوسرے مقام پر قیام لشکر ہونا چاہیے چنانچہ محمد بن مسلمہ اطراف جوانب میں جانچ کر کے موضع جمع کو پسند کیا چنانچہ رات کی قوت لشکر گاہ وہاں منتقل کر دی گئی۔

اب ہر دو سلمان زیر قلعہ جا کر جنگ کرتے تھے اور واپس جاتے تھے ایک رات کو جماعت طلوع اسلام ایک یہودی کو گرفتار کر کے لائے جسے بخون قتل بتلایا کہ بوجہ اختتام سامان خوراک خوف جنگ یہودیوں کا ارادہ اس قلعہ سے قلعہ شق میں چلے جائیگا ہاں سلاح جنگ ایک مقام میں محفوظ ہیں جس کو وہ بتلادیکھا چنانچہ دوسرے روز یہودی قلعہ نظارہ خالی کر گئے اور اہل اسلام ان کا قبضہ ہو گیا اسکے بعد قلعہ شق بھی فتح ہو گیا جس میں کے کچھ یہودی جو سلمانوں کے ہاتھ آ گئے تھے سلمان ہوئے اب قلعہ صعب کے محاصرہ جنگ میں مصروف ہوئے کہ مرتبے بیرون قلعہ آکر مسلمانوں سے مبارز طلب کیا عامر کے مقابلہ کو گئے مگر شہید ہو گئے قلعہ صعب کے محاصرہ میں مسلمانوں کو بوجہ قلت خوراک سخت تکلیف و دھمت ہوئی۔ یہاں تک کہ ایک روز ابوالبسر یہودی نے گلہ میں دو بکریاں پکڑ لائے وہی سب کی غذا ہوئی بالآخر حضرت جناب بن منذر کو علم دیکر حکم دیا کہ یکدم قلعہ پر حملہ کیا جائے چنانچہ سخت حملہ و جنگ کے بعد قلعہ فتح ہو گیا اور بہت سامان خوراک وغیرہ سلمانوں کے ہاتھ آیا۔ شراب بہت سی ملی جو حکم حضرت پیکوادی گئی۔

اب یہودی قلعہ قوص میں مجتمع ہو گئے جو یہ محفوظ و حکم قلعہ تھا۔ رسول کو کچھ شکایت درد سر کی پیدا ہو گئی تھی اسلئے خود مکرر جنگ میں شریک نہ ہوتے تھے! در علی بھی بوجہ شدید آشوب و درد چشم کے جنگ میں شریک نہ تھے۔ ہر روز علم لشکر اصحاب میں ایک کی سپرد کر کے بھیجا تھا کہ چونکہ قلعہ مستحکم تھا فتح نہ ہوتا تھا اور بے نیل حرام واپسی ہوتی تھی۔

بروایت روضۃ الصفا و حیات القلوب ایک روز فاروق اعظم بھیج گئے اور ان کا میاں واپس آئے اور واپسی پر وہ اپنے بھائی کو شہر لوگوں کی ناکامی

بزدلی کا الزام دیتے تھے اور ہماری انگو۔ دوسرے روز صدیق اکبر علم دیکھ سچے گئے وہ بھی منہم ہو کر آئے اور یہ بھی اپنے ہمراہیوں
 ملامت کرتے تھے۔ اور ہماری انگو تیسرے روز عمر بن الخطاب دوبارہ سچے گئے مگر پھر پاپی نصیب ہوئی۔ تب شام کو بوقت رسول
 روزانہ کی ہر بیعتوں سنگ و ربد دل ہو کر اور یہ دیکھ کر کہ یہ کام انہیں کیسے بس کا نہیں ہے جملہ مجاہدین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:-
 لا عظیمین الا لہ عظمیٰ جلا کر آؤ غیور خاں سب حب اللہ ورسولہ وحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علی یدک
 دکل میں اسکو علم دو نکاجو بڑا لٹے والا ہے اور بہا گئے والا نہیں ہے وہ خدا اور رسول سے محبت رکھتا ہے اور خدا اور رسول اس
 محبت رکھتے ہیں اور خدا اسے ہاتھ پر فتح دیگا

رسول کا بڑا وعدہ

مولوی علی صاحب الفاروق میں ان ہر بیعتوں و ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کو تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ ازالۃ الغفایں ایک
 حضرت عمر کے متعلق لکھتے ہیں لیکن یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے کہیں سند نہیں پائی کہ انہیں معلوم نہ ہو کہ روضۃ الصفا ابوالفدا اظہری
 سے زیادہ اور کس سند کی انکو ضرورت تھی۔ جزیہ طبری نے ابوبکر و عمر کے پسپا ہونیکا تذکرہ کیا ہے روضۃ الصفا کی عبارت سچ
 ہو چکی۔ ابوالفدا ایک کچھ بیع سرائی کیساتھ لکھتا ہے کہ ابوبکر و عمر کے بعد اس سے زیادہ لڑے لیکن جب رسول کو خبر ہوئی کہ
 قلعہ فتح نہیں ہوا (جو خوب لڑنیکا پورا ثبوت ہے) تو کہا کہ کل بوقت صبح اس شخص کو علم دو نکاجو خدا اور رسول کو دست رکھتا اور
 خدا اور رسول اسکو دست رکھتے ہیں کیونکہ وہ شخص بڑا حملہ آور اور بہادر ہے مولوی شبلی صاحب نے اسکا اور زیادہ خلاصہ کر دیا کہ اسکو
 علم دو نکاجو حملہ آور ہو گا۔ پھر اگے تحریر فرماتے ہیں کہ قضا و قدر نے یہ فخر علی کے لئے اٹھا رکھا تھا۔ لیکن مولانا موصو الازہر نے یہ نتیجہ
 کہنے کو فخر تو علی کے لئے اٹھا رکھا تھا۔ اور مذلت غالباً پسپا ہونے والو کے واسطے اٹھا رکھی ہوگی تو اس امر کو قضا و قدر کی سپر نفا
 رسول نے اپنے اس جملہ میں کیسے کام نہیں لیا تھا مگر جبکو علم دینے کا قصد فرمایا تھا اسکی کچھ صفات بیان فرمادی تھیں کوئی
 معمولی صفات تھیں یہ رسول کی معجز بیان زبان سے نکلے ہوئے الفاظ و خطاب اور اس سول کی جو علاوہ الہامی روحانی تو تھیں ان
 خیالاً جز و مدو محرکات نفس کے مطالعہ میں اپنی عمر صرف چکا تھا۔ اور اپنے جملہ متوسلین و متبعین کی طبیعتوں کا محقق اندازہ کے ہو

مردم کی بچسپ

طبع آزمائیاں

منصب کی منزلت

تھا اسنے مقابلۃ ان الفاظ کو ارشاد فرمایا تھا کہ دیکھو وہ ایسا بہادر ہے کہ کراہے فرار نہیں وہ خدا اور رسول کا محب ہے اور خدا
 رسول کے محبوب سمجھنے والوں کو تو سمجھ لینا چاہیے تھا کہ اگر ان صفات آدمی ان آدم اور نسی سے کوئی ہوتا جنکو منصب
 علم پہلے عنایت ہو چکا تھا تو ان حملوں کے فریاد کی کیا ضرورت ہوتی۔ مگر یہ خطاب ہی کچھ ایسا موقر و عظیم تھا کہ یہاں اپنی تمام
 دولت تو کیا جان بچا بھی اسکو حاصل کرنے کا خاہش مند ہوتا تو تعجب انگیز نہ تھا۔ اس کے لئے کیواسطے اصحاب کی جینی ابن الخطاب
 کے اس جملہ سے ظاہر ہوتی ہے کہ امارت کی ہوس مجھے کبھی دبی نہیں دبی عیسیٰ اس روز میری تھی۔ علی کی معذوری بڑ
 چشم نے کوتاہ بین نگاہوں کو اس طرف گمان سے ہی بخیاں خود متنی کر رکھا تھا اور سب کو پورا یقین تھا کہ علی تو معذور ہیں

ابن خطاب کی جینی

رسول کا مطلب علی سے نہیں ہو سکتا ہے :

صحابی کی یہ جہی رشتہ
علم

وہاں علی جو باعثِ سختِ آشوبِ چشمِ مدینہ میں رہ گئے تھے بمقامتِ حضرتِ مہتاب ہو کر بارادہ قدمبوسی چل دیئے تھے اور لشکرِ بدر لگے تھے جبکہ غالباً کسی اطلاع نہ تھی۔ بروایتِ پہل بن سعد ساعدی اس رات کو صحابہ میں چرچا اس بات کا کہ دیکھئے ہم میں کس کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے۔ برید بن حصیب کہتے ہیں کہ شخص جسکو رسول سے کچھ بھی قربِ صحبت حاصل تھا یہ سمجھتا تھا کہ علم اوسیکو ملے گا۔ حوصلہ کرنے والوں رات نہایت بچپنی سے کاٹی :

صبح کا در رسول
کا منظر

صبح ہوئی۔ اور واقعی یہ ایک قیامت کی صبح ہوگی جب وہ مرتبہ دان رسولِ پناشام کا وعدہ پورا کرنے کی واسطے پناہ سفید علم لے ہوئے خیمہ سے برآمد ہوا ہوگا۔ در رسول پر بہترین لباسِ فرزندِ اسلمہ سے آراستہ صحابہ کا مجمع تھا جن میں شخص رسول کی تجویز سننے کا بچپنی سے مشتاق تھا۔ سانسین روکی ہوئی تھیں۔ آنکھ و کان ہمہ تن رسول کے اشارہ و آواز پر لگے ہوئے تھے ہر شخص تمنیٰ نظرِ مرحمت کا تھا۔ سعد بن قاص کہتے ہیں کہ میں بیٹھا تھا کہ کچھ ہو گیا۔ تاکہ رسول کی نگاہ مجھ پر پڑے۔ فاروق اعظم فرماتے ہیں کہ میں بادشاہی کو اس روز کے علم سے بہتر نہیں جانتا تھا :

علی کا حصار نہ
اطمینان

گروادے علی کے مطمئن دل کا اس پر منزلتِ حدیث کے سننے پر یہی اپنی معذوری کو دیکھتے ہوئے کیا صابرانہ جملہ ادا ہوتا ہے۔ ”اللہم کو معطیٰ لما صنعت وکما افرما اعطیت“ (خدا یا کوئی اوسکا دینے والا نہیں جسے تو نہ دے اور کوئی منع نہیں کر سکتا اس چیز کو جسکو تو عطا کرے)

رسول علی کو دریا
کرتے ہیں

اب رسول کی نگاہ اٹتی ہے مگر ان حوصلہ مندوں کی خودغامیوں کی طرف نہیں بلکہ کسی غیر حاضر کی تلاش میں۔ ارشاد ہوتا ہے ”علی کہاں ہیں؟“ اس سوال پر جو صلہ مندوں کی امیدیں منقطع ہوئیں اور دفعتاً ہر طرف اکٹھا وار ہو کر شور مچا رہے ہیں رسول اللہ علی تو آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں نہیں تو کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ تاکہ اسپر ہی کسی در کے نام پر یہ قرعہ آجائے مگر یہ سمجھ کر کیا رسول کو اس کی خبر نہ تھی کہ علی آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں اور بلا سوچے سمجھے رسول نے یہ بات کہی تھی :

علی کی طلبی لغاتہا
رسول آشوبِ چشم
زائل

اب بغیر ان بے آہنگ آوازوں پر اعتنا فرمائے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ علی کو لاؤ۔ اب مایوسی و مجبوری کے سوا چارہ ہی کیا تھا علی اسی حالت در دین حاضر کئے گئے جو اس وقت سرخ جبہ پہنے ہوئے تھے۔ روایات متفق ہیں کہ رسول کا رازو علی کے سر کا تکیہ ہوا اور رسول کا لہجہ دہن علی کی آنکھ کا کل اچھا جس سے فوراً آشوبِ چشم زائل ہو گیا۔ بھلا اس سے زیادہ تریح بحث نہیں کہ علی کس طرح اچھے ہوئے علی کا جوشِ ایمان تھا یا رسول کی طرف خطاب دوستِ خدا کو اگر غیر فراریا نیکی خوشی۔ رسول کے لہجہ میں کاشتر تھا یا دعا کی برکت کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔ مگر تمام تاریخیں علی کی اس طرح صحیحیابی پر متفق ہیں :

علی کو علم عطا ہوا

اب وہ تمامی اسلام کا مرکز نکلا۔ علم رسول صبر سب کی لمچانی ہوئی مایوسانہ نگاہیں اٹھ رہی تھیں اسی شیر بیشہ سچا علی رضی اللہ عنہ کی سپرد ہوتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ کیا علی کو یہ علم لو اور جا کر کفار کو اپنی تیغ ابدار سے زیر کر دے زورہ ذوالفقار بھی اپنی عنایت کر دیتی ہے۔ اس فادار ہمارے نے مشکلانہ انداز سے اس عطیہ سول کو لیکر آنکھوں سے لگا دیا اور سرخ پا کر تمہیں حکم کو واسطے چلے گیا۔
دور چلا تھا کہ اسکو خیال آیا کہ یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ کب تک کفار سے جنگ کرنی چاہیے اب رسول کی زبان کمر اغیر فرار کا پانیولا والپس کیسے آئے اللہ سے پاس آئی ارشاد رسول اسی مقام پر کہ بلا منہ پہرے ہو نہایت ادب کیسا دریافت کیا جاتا ہے کہ یا رسول اللہ ان جنگوں میں رسول نے جواب دیا کہ جب تک وہ وحدانیت خدا کا اقرار نہ کریں اور ایمان نہ لائیں اور اس کے ساتھ یہی ارشاد ہوا کہ تیری بدولت اگر ایک شخص کی بھی ہدایت ہو جائے تو ہزار اونٹوں کی خیرات بہتر ہے۔
علی نے دشمن کے مقابل جاتے ہی علم نصرت شیعہ قلم قوس کے سامنے ایک پتھر گاڑ دیا قلعہ کے ایک دید بان اس منہ جو دلوئے علمدار کی آن بان و تیر و پیکر دریافت کیا کہ لے علمدار کیا نام کیا ہے نہایت افتخار و متانت کے جواب دیا گیا میں علی بن ابی طالب ہوں۔ علی کی شان شہرت کا دید بان پر لیا اثر ہوا کہ وہ یکدم کہہ اٹھا کہ لے اہل قلوب تم ضرور مغلوب ہو جاؤ گے۔
قلعہ محاکف اول ایک نامی پہلوان حارث بلدر مر حب معہ فوج کے نکلا اور جنگ شروع ہو گئی تھوڑی دیر میں علی نے دو چار اسلام کو قتل کر دیا۔ اب اس بہادر علمدار کو تاب غضب کہاں تھی۔ فوراً خود ایک شیرازہ حملہ کیا جس کے بعد سب حارث کو اپنے خون میں لوٹا ہوا دیکھا ہر جانب جو اپنے بھائی کے قتل ہونے کی خبر پائی۔ تو مہ ایک درگروہ بہادر ان کے نہایت غیظ و غضب میں نکلا اور میدان میں کرمیاز طلب ہوا یہ مر حب لیا بہادر دوقی تھا کہ اسکے نیزے کی سان تین من کی تھی اور قوت بہادری میں اپنا جواب کہتا تھا۔ دوہری زرہ پہنے دو تلواریں حامل کیے خود سر پر رکھے سلاح جنگ سہرا ستہ۔ نیزہ چلا تا ہوا آیا اور یہ رجز پڑھا۔ قد علمت خیبر الی مر حب شاکی السلاح لطل مر حب رتام خیبر جانتا ہے کہ میں مر حب ہوں۔
آلات حرب میں صبا شوکت تجربہ کار و دلیر ہوں مسلمانوں میں کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ اسکے مقابل جاتا۔ تب بہادر علمدار کو ارغیر فرار نے خود مقابل کر جواب میں رجز پڑھا کہ۔ انا الذی سمعتنی اھی حیدرہ۔ ضرغام ولیث تصورہ (میں وہ ہوں کہ مری مالک میر نام حیدر کہا ہے میں شجاع کے جنگل کا شیر درندہ ہوں)

دید بان کی

پیشین گوئی

حارث کی جنگ و قتل

حارث بدست علی

مر حب کی مبارز طلبی

و مقابلہ علی

فریقین کے رجز

علی کی مر حب سے

جنگ

مر حب چاہتا تھا کہ علی پر وار کرے مگر علی نے پیشدستی کر کے ذوالفقار کا ایسا وار کیا کہ اسکے خود کو کاٹ کر اسکے دانوں تک کاٹ گئی اور بعضوں نے لکھا ہے کہ قریوش بن تک پہنچی تھی اسکے قتل کے بعد علی نے فوراً بقیہ یہودیوں پر حملہ کر دیا اور ان کے سات افسر و کتوار کے گھاٹ اتار دیا۔ یہودی قلعہ کے اندر کو بہا گئے ان کا تعاقب کیا گیا۔ ان کا تعاقب میں کسی تفصیل قلعہ سے ایک بہاری پتھر پیکا جس سے علی کی سپر باتہ سے گر گئی جس کو ایک دوسرا دشمن اٹھا کر قلعہ کے اندر

علی نے درخیز
اکہاڑیا

شکر اہل کی تہذیب

لے بہا گا۔ اب اس سرفروش راہ خدا کے غضب کی انتہا نہ تھی عالم غیظ میں جست کر کے خندق کے اُس پار جا کر قلعہ قوس کے دروازہ پر اسی حالت جوش و غضب میں ہاتھ ڈال دیا اور اکیلی جی جنش دی قلعہ کا مشہور دروازہ جسکو آہٹہ آدمیوں کی و بروائے ہم آدمیوں کی متفقہ قوت کی ضرورت ہوتی تھی اکہڑ کر علی کے ہاتھ میں تھا دار بن عساکر جابر بن عبد اللہ ابن اسحق اور دیگر مورخین نے علی کے درخیز اکہاڑیے اور ہاتھ میں اٹھانے کا تذکرہ کیا ہے بعض تو یحییٰ بن یزید ہی کے علی نے دروازہ مذکور کو خندق پر رکھ دیا تھا جسکے ذریعے سپاہ اسلام عبور کر آئی اس جنش در سے تمام قلعہ اس طرح ہل گیا تھا کہ صفیہ دختر جی جو تخت پر بیٹھی تھی گر پڑی اور اسکا رخسار مجروح ہو گیا اس واقعہ کو اسنے خود بعد اسیری رسول کے استفسار پر بیان کیا تھا بعض خام خیال علی کی قوت کے ایسے اظہار کو مبالغہ یا خلاف قیاس تصور کر کے اوس میں شک کرتے ہیں وہ یا تو کج فہم یا سخت متعصب ہیں کیونکہ تائید الہی قوت انبوی کے عقیدہ سے قطع نظر کر کے ہی ہم دیکھتے ہیں کہ انسان میں بعض اوقات حالت جوش و غضب میں ایسی قوت آجاتی ہے کہ چار چہ آدمیوں اسکا سنبھلنا دشوار ہو جاتا ہے اور وہ حالت جوش میں ایسے کام کر گزرتا ہے کہ جو معمولی حالتوں میں ہرگز نہیں کر سکتا پس اگر اس حالت غضب جوش یمانی کو حسین علی نے درخیز اکہاڑیا غور سے دیکھا جائے تو ہرگز خلاف قیاس نہیں کہا جاسکتا اور علی کا یہ فقرہ کہ ما خلعت باب خیدر بقوۃ جسمانیہ لکن بقوۃ رحمانیہ میں نے درخیز کو قوت جسمانی سے نہیں اکہاڑا بلکہ قوت رحمانی سے صاف اس کی تائید کرتا ہے پس اگر علی کی اس حالت وجدانی و جوش یمانی نے جو تائید بزدانی سے علیحدہ نہیں ہو سکتی انکی قوت جسمانی کو ایسی مدد دی جو بادی النظر میں معمول سے زیادہ ہے تو وہ کی طرح محال تصور نہیں کیا جاسکتی علاوہ بریں ہمارے زمانہ میں بہت آدمی ایسے ہیں جو ہر شافی سے حسین کچھ جوش بھی شامل نہیں ہوتا اور تربیت جسمانی کے علاوہ کوئی اور تحریک جو دین میں توفیق خیز وزن اٹھاتی ہے اور جہاں قوت جسمانی کے ساتھ قوت روحانی اور جوش جبلتی بھی شامل ہو جائے تو اسکا کیا ٹھکانا ہے اور اس سے کسی ایسے کام کا سرزد ہونا جو معمولاً دشوار معلوم ہوتا ہو کیا خلاف قیاس ہو سکتا ہے؟

قلعہ فتح ہو گیا

پس اپنے مشہور بہادروں کے قتل و عیالدار اسلام کی اس حیرت انگیز قوت کے مشاہدہ اہل قلعہ حواس باختہ ہو گئے اکھان کا شور مچا رہے بلند ہوا اب یٹھا ہوا ہاتھ جسکے روکنے کی کسی بہادر کو تائب تھی آواز امان سننے ہی رک گیا اور باجائز رسول شہزاد پریان کی کسی ہر شخص ضرر بقدر ایک بار شتر کے غلہ لیکر قلعہ سے باہر چلا جاکر قلعہ کیل سباب اسلحہ فاتح کیا اسطرح چوڑے دشمن نے اس شرط کو مقابلہ جان غنیمت سمجھ کر قبول کیا اور خیر کا مشہور قلعہ قوس علی کی بدولت مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا

رسول کی عزت

افزائی

رسول کو فتح خیر کی جب اطلاع پہنچی تو حضرت کی خوشی و مسرت کی کچھ انتہا نہ تھی کیونکہ علاوہ ترقی فتح اسلام کے اپنے نگران خیر خراسان و خیر اللہ علی ید نے فرمائے کا بھی گہرا خیال تھا علی جب مظفر منصور واپس ہو تو رسول خود استقبال علی کو کرتے

اور علی کو لگے لگا کر دلوں پہ چھوٹو بوسہ دیا اور فرمایا قد بلغنی منہا لک المشکور وسعیل لمن کو رقد رضی اللہ عنک ورضیت اناعنک یعنی تیری قابل شکر ہوں اور شہور بہاوری کی بھجی طلاع خدا تجھ سے راضی ہوا اور میں تجھ سے راضی ہوں اسکو علی کی آنکھوں میں خوشی اور تشکر کے آنسو بہا اور سجدہ خالق میں جب گئے ایسی قمقہ تعلق سطر گہن کہتے ہیں کہ رسول نے علی کی مثال سے اپنے رفقاء کے اعتقاد و جرأت میں بہت ڈلائی اور انہیں شیر خدا کا خطاب دیا

علی کو شیر خدا کا خطاب

موقوف شاہ مصر و لدل تحفہ میں آیا تھا علی کو تختہ یاد کیا (ابوالفدا)

اس قلعہ میں جسکا حاکم کنانہ بن الحقیق تھا۔ سو جوش چار سو تلواریں ایک ہزار تیریاں چھو گئیں اور بہت سا آسٹا و مال تھا یا کہ اس حاکم قلعہ نے قبل فتح ایک پوست شتر زرد جو اس سے بہرہ ور تھا ایک ویرانہ میں مخفی کر دیا تھا۔ رسول کو معلوم ہو گیا کہ نہ پوچھا تو اسے نکال کر انکار اسکے رکے نے بتا دیا۔ تلاش کرانے سے وہ بھی مل گیا۔ کنانہ کو جوالہ محمد بن مسلمہ کی لیا کہ بعض غن اپنے بہائی محمد کے اسکو قتل کر دے عورتیں جو گرفتار ہوئیں تقسیم کر دگئیں صفیہ دختر حنی کو بعد فتح قلعہ علی نے اسیر کر کے ہمراہ بلال رسول کھنڈ مت میں بھیجا تھا جو اسکو اسکے بہائی کی لاش کی طرف لائے جسکو دیکر وہ بہت روئی رحم دل رسول کو یہ معلوم ہوا تو بلال کو سخت ملامت کی کہ عورتوں کے قلب نازک ہیں انھیں قتل گاہ کی طرف لاتے ہیں پھر رسول نے صفیہ کو آزاد کر کے اس کی خواب خواہ کے موافق اسکا اپنے ساتھ عقد کر لیا۔

میت قلعہ و عقد حضرت صفیہ

زینب بنت حارث زوجہ سلام خواہن زادہ محبت کثرت و نہ کو زہرا کو ذکر کے بطور دعوت رسول کے پاس بھیجا۔ رسول نے اخلاقاً قبول کر لیا جب کہانے بیٹھے بشیر بن البر نے ایک لقمہ کہا لیا۔ رسول نے جو لقمہ منہ میں کہا تو اثر زہرا سے ہوا حضرت نے لقمہ تھوکر دیا اور کو منع کر دیا۔ بشیر کا اسی لقمہ کے کہا جائیگی وجہ اثر زہرا سے انتقال ہو گیا۔ زینب کو بلا کر پوچھا گیا تو اسنے اقبال کیا اور کہا کہ اسنے امتحان زہرا سے لایا تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو آپ پر زہرا کا اثر نہ ہوگا اس تصور پر زینب کو قتل کر دیا گیا اور بروایتے بخش یا گیا۔ املاک یہودیان خیر ضبط ہو کر انکا انتظام اس طرح پر کیا گیا کہ یہود قابض بلکہ کاشت انتظام کریں نصف پیداوار بیت لمان میں بھی کریں اور نصف اپنے تصرف میں کیا کریں ملکیت حکومت اسلام کی رہیگی۔

زینب بنت حارث گشت و نبی و کو زہرا

انتظام املاک خیر

فتح خیر سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ وہ قومن جسکے رسول میں جنگ کا حوصلہ و رسوا رہتا تھا اور یہودیان خیر سے امداد کی امیدوار رہا کرتی تھیں وہ سب ٹھنڈی ہو گئیں کیونکہ یہی ایک بہت بڑا گروہ اور مرکز یہودیوں کا تھا اور انکے قلعہ بھی مضبوط و محکم تھے چنانچہ حجاج بن خلد اس علی یہودی جو مالدار تاجر کہ تھا حاضر خدمت ہو کر مشرف اسلام ہوا اور اہل ذک نے بھی صلح کر لی جسکی کیفیت بیان صلح اہل ذک۔ ذک خاصہ سول تھا۔ ذک فاطمہ کو ذریعہ پیہ عطا ہوا بعد وفات رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعد فتح خیر کے رسول نے بروایت تفصیلی علی کو بروایت روضۃ العفا محبہ بن سعد کو جو متعلقات خیر میں تھا بھیجا۔ اہل ذک خیر

فائدہ فتح خیر

صلح اہل ذک

مغلوبی اہل خیر یا کر ذریعہ پوشش بن لڑنے کے بلا جنگ انہیں شرائط پر صلح کر لی کہ نصف آراضی فذک رسول اللہ کی ملکیت سواروں نصف ان کی ملکیت ہے فذک کی نسبت ابوالفضل لکھتا ہے کہ فذک فاعل رسول اللہ کی ملک میں تھا اور خیر تمام مسلمانوں کا تھا کیونکہ فذک بدوں حاجت سواروں و رنوج کشی سوار و پیادہ کے مسلمانوں نے فتح کیا تھا۔ پھر زبیر بن عوف نے کہا کہ ایک بہت ہی تباہ کن باغ فذک جو میراث بی بی فاطمہ کے تھا وہ مروان بن الحکم نے چھین لیا تھا یہ ایک بالغ رسول کا تھا اسکو جناب فاطمہ نے رسول اللہ سے میراث میں پایا تھا اور صبار و صفة الصفا بایں عبارت لکھتے ہیں کہ جبریل نازل شد کہ خدا میفرماید اب ذی القربہ حق خویشان بہ۔

فذک فاعل رسول
کی ملکیت تھا

رسول فرمود خویشان کیا نہ گفتم فاطمہ غیر فاطمہ را خواند و چھتے نوشتہ آن وثیقہ بود کہ بعد از وفات رسول اللہ پیش ابوبکر و در وقت این کتاب رسول خدا است کہ برائے من و من جن و من جن نوشتہ است۔ جو نامنظور ہو کر چاک کر دیا گیا تھا اب تو ذرا فذایان صدیقی و شیدایان فاروقی حضرات خلافت آگے اس وثیقہ رسول کو جو انہیں کے یہاں کی مستند تاریخ کی موافق تحریر کردہ رسول و مطابق حکم الہی تحریر شدہ ثابت ہو گیا ہے نامنظوری کے متعلق انصافانہ رائے قائم فرمائیں کہ کہا تک یہ عمل نکاحی صحابہ تھا۔ اور کہا تک حدیث کانزہ و کافورہ کی اس تصدیق ہوتی ہے یا تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ کیا اس نامنظوری یا چاک کر دینے سے توہین رسول تحریر رسول کی بلکہ خدا کی نہ ہوئی اور جو شے رسول اللہ اپنی حیات میں ذریعہ وثیقہ عطا فرما گئے تھے اسے ترک وراثت سے کیا تعلق ہو سکتا ہے جو حدیث کانزہ کی بنا پر رد ہو گیا۔

فاطمہ زہرہ نے فذک

میراث میں پایا تھا

فذک کی بابت سن پڑ

رسول

بعد فتح خیبر خیر بن ہی جعفر بن ابیطالب معہ جماعت مہاجرین حبشہ جنگی بابت نامہ طلب رسول نے نجاشی شاہ حبشہ کے پاس بھیجا تھا حبشہ اگر رسول سے ملے جنگی رسول کو اس فتح کی برابر ہی خوشی ہوئی۔ بروایت طبری جعفر کے ساتھ ۱۶۲ آدمی اہل حبشہ اور آٹھ آدمی شام کے بھی آئے تھے جو سلمان بنہو قبیلہ شام کے ساتھ ہجرا بسبب بھی تھا جس نے اول سفر شام میں ابوطالب بشارت حضرت رسول ہونے کی دی تھی۔

والہی جعفر بن

مہاجرین

ہو گیا وہاں والہی خیر حضرت وادی القریۃ کا قصد فرمایا اور منزل مہاجرین پہنچ کر صفیہ زفاف کیا جو خیر بن زفاف پر رضامند ہوئی تھی۔ اور اب مجدوریافت کرنے پر اس نے کہا کہ وہاں مجھے اندیشہ تھا کہ یہودی شاید اسکو اپنی ذلت سمجھ کر آپ کو کچھ نقصان پہنچائیں رسول کو یہ جواب پسند آیا جو موجب زد و محبت کا ہوا۔

زفاف صفیہ

رجعت شمس برائے علی و سرایہ مساک

اسی مقام مہاجرین وقت عصر رسول نانے علی پر سر رکھے لیٹے تھے آثار نزول محی ظاہر ہو اور وحی میں طویل ہوا یہ نظر ظاہر ہو گئے کہ آفتاب بظاہر غروب ہو گیا علی نے نماز عصر تہذیب پڑھی تھی۔ حالت مخم ہو چڑب رسول کو معلوم ہوا کہ علی کی نماز ان کی اطاعت میں تھا ہو گئی تو خدا سے دعا فرمائی کہ خدایا علی تیری ویرے رسول کی اطاعت میں تھا تو آفتاب کو اس کے واسطے پھر

رجعت شمس

برائے علی

نامی ایک دراز گوش یا شتر یعنی زنا می بطور ہدیہ اور خواجہ سرالغرض خدمت اور ۲ خلعت جامہ وار و ہزار شقال طلا
تختہ میں بھیجا اور پانچ جامہ قاصد کو دیئے مگر بخوف مخالفت رعایا مسلمان نہ ہوا۔ ماریہ قبیلہ حضرت کے تصرف میں رہی۔
شیرین کو حضرت نے حسان بن وہب کو بخش دیا۔ دلدل داغ لگا کر اپنی سوا میں رکھا تھا جو علی کو دیدیا گیا اور بنیامہ معویہ ہلاک
(۴) نامہ حارث والی شام یہ مقام عوط میں ملا جہاں وہ ہرقل کے انتظام رسید میں تھا۔ اسے نامہ پڑھ کر زمین پر پھینکا
اور حضرت جنگ کا ارادہ کیا۔ ہرقل کو بھی امداد کیواسطے لکھا مگر ہرقل نے اسکو روک دیا۔ بالآخر قاصد کو نو شقال طلا دیکر واپس
کر دیا حضرت نے حال شکریہ دعا دی وہ سال فتح مکہ مگر گیا۔

انجام نامہ حارث

(۵) نامہ ہمدانہ اسے نامہ قاصد کی نہایت درجہ عظیم و کریم کی اور جواب لکھا کہ دین کا پکا ضرور اچھا مگر میں نبی قوم میں
شاعر و خطیب ہوں اور عرب مجھے دین کی دورت رکھتے ہیں اگر آپ اپنے کچھ بلا دکا انتظام میری سپرد کر دیں تو البتہ میں مسلمان
ہو سکتا ہوں حضرت نے جواب دیکر پھینک دیا اور فرمایا ایسے شخص کی ہکو ضرورت نہیں ہم خرم کی ایک گٹھلی بھی ایسے آدمی کو
نہیں دینگے اور یہ دعا کی وہ بھی بعد فتح مکہ مگر گیا۔

نامہ ہمدانہ

سال حال میں حسب لیل ستر یا روانہ کئے گئے جنگا مختصر سا ذکر تو ایچ میں حسب ذیل پایا جاتا ہے۔

سرایا غالب و عنیتہ و عبد اللہ

(۱) غالب بن عبد اللہ علی کو بنی مرہ کی طرف بھیجا گیا جنہوں نے جنگ ہو پر دشمن کو مغلوب کیا جو کچھ قتل ہوا اور کچھ لوگ لے
(۲) عنیتہ بن حصین کو بنی عنبر کی جانب بھیجا گیا انہوں نے بھی کچھ قتل کیا باقی کو گرفتار کر لائے۔
(۳) بروایت روضۃ الصفا عبد اللہ بن رواحہ کو مومنا ایک جماعت مسلمانان کے جنہاں بوقتادہ و محکم بن ختامہ بھی بخلائی اعم کے
روانہ کیا گیا تھا انکو عامر بن الاصبوب اشجعی راستہ میں مل گیا جو ایمان لے آیا مگر محکم نے اسکو قتل کر دیا جب یہ خبر رسول کو پہنچی
اور محکم حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے اسکو عتاب کیا اور یہ دعا دی کہ محکم تہڑے دونوں کے بعد مگر گیا مگر حیات العلوب میں اس سے
کی کیفیت یہ تحریر ہے کہ عبد اللہ معہ ۳۰ آدمیو مجھے نہیں عبد اللہ بن انس ہی تھا بشیر بن خزام یہودی کی سرکوبی کو بھیجا گیا تھا جو ک
نسبت خبر لی تھی کہ بنی عطفان کو خلاف حضرت کے جمع کر رہا ہے یہ لوگ بشیر کو اس حیل سے کہ حضرت اسکو حکم نہ کر مقرر کر کے طلب
فرمایا بنی بلال اور راستہ میں اسکو مواسک ۳ ہمارے ہونے قتل کر دیا اس نے نبی عبد اللہ بن انس کے ایک ضرب ماری تھی جس کے
سر میں چوٹ آگئی تھی بعد کو اچھی ہو گئی رسول نے اسطریقہ کو پسند نہ فرمایا۔

سر عبد اللہ بن علی

سر عنیتہ بن حصین

سر عبد اللہ بن رواحہ

ادائے عمرۃ القضا و عقد حضرت میمونہ

ماہ ذیقعد آیا تو رسول نے حسب عہد و شرط صلحنامہ قریش حکم دیا کہ اداعہ قضا کے سفر کا سامان مہیا کیا جاوے گا اور عامی اصحاب جو

اداعہ عمرۃ القضا
ذیقعدہ سنہ

صلح حدیبیہ میں رسول کے ساتھ تھے بلا استثنا کسی کے ہمراہ چلین چنانچہ جو بھی اس وقت زندہ تھے تیار ہوئے اور تین سو آدمی اور علاوہ ان کے ہمراہ رکاب ہوئے حضرت ابوذر غفاری کو خلافت مدینہ پر چھوڑ کر خود مدینہ و مہاجرین کی جماعت کے ساتھ تشریف لائے تھے معہ ہتھیار و خود و شمشیر و ۲۰ یا ۳۰ شتران ہدی کے بقصد روانگی مدینہ تشریف لائے کہ ہڑو کو حفاظت محمد بن مسلمہ اور اسلحہ کو بنگلانی بشیر بن سعد دیکر اور کچھ آدمی اور ہر اک کے ساتھ کر کے آگے روانہ کر دیا کیونکہ صلحنا مدینہ میں شرط یہ تھی کہ سوا شمشیر و غلاف کے کوئی اسلحہ ساتھ نہ لائینگے۔ اس وجہ سے ہتھیار ساتھ نہ رکھے گئے تھے مگر بظن احتیاط پہلے سے روانہ کر دیئے گئے جب دونوں جماعتیں مراۃ النظر ان میں پہنچیں تو ایک گروہ قریش نے جو اس مقام پر موجود تھا دیکھ کر جلدی کے جا کر قریش کو خبر دی۔ قریش نے بکر بن جعفر کو بھیجا کہ رسول سے دریافت کرے کہ ہتھیار لایا کیا سبب اسے اگر حضرت جبرعقب کثیف لارہے تھے لکھو دریافت کیا۔ رسول نے فرمایا کہ یہ بظن احتیاط لائے ہیں کہ اگر قریش حدیثی کریں اور اس سال ہی مانع ہوں تو کام میں لگا جا سکیں ورنہ کوئی ارادہ جنگ کا نہیں ہے۔ بکر نے واپس آکر واقعہ بیان کر دیا۔ اور قریش مطمئن ہو گئے۔ رسول نے حکم دیا کہ شتران ہدی کو اس کے بجائے اس مقام ذی طوی میں بٹھائیں اور جب خانہ لظن ماج میں قرار دیا جاوے اس کی حفاظت پر کچھ آدمی کو چھوڑ کر اور خود ناقہ قصویٰ پر سوار ہو کر چلے تمام اہل اسلام ہمراہ رکاب سعادت انساب بعض پیادہ بعض سوار تلواریں حائل کئے لے لے کئے ہوئے روانہ ہوئے قریش نے موافق شرط صلحنامہ کے اپنے بت کو بڑھاد و مروہ سے تین دن کی واسطے بٹھالیئے تھے۔ رسول معہ گروہ کے تلہ کنان براہ بمیہ چھوئے کہ اندر تشریف لائے اور اس طرح سوار سبیل الحرام تک لائے علیہ السلام بن روادہ مہاراقہ حضرت کی پکڑے ہوئے تھے اور رجز پڑھتے جاتے تھے۔ رسول نے بحالت سواری ہی میں جزیہ تیزی اور چار مرتبہ اس کے طواف خانہ کعبہ کیا۔ بشرکین قریش قلات کوہ سے یہ سب بیکھے تھے مگر کچھ کہہ نہ سکتے تھے بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت خانہ کعبہ کے اندر ہی داخل ہو کر ویدال نے اذان کہی اور حضرت نماز پڑھی۔

بعد فراغت طواف رسول نے جعفر ابن ابیطالب کو میمنہ نسبت حارث ہلالیہ کے پاس جمع حضرت عباس کی سالی تھی نیز بنی خراستنگا بھیجا تھا اور ایک روایت کے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جعفر کو مدینہ سے ہی اس غرض کی واسطے آگے سے بھیجا تھا۔ غرض عباس بن عبدالمطلب نے بوکالت عقد میمنہ کا حضرت کو یہ مقام صرف میں عروسی ہوئی اور اتفاق سے اسی مقام پر انتقال ہوا۔ حسب عہد تین روز قیام کر کے بعد قربانی وغیرہ کے رسول نے حکم دیا کہ اپنے غلام ابوعبیدہ کو کہیں چھوڑ کر مدینہ میں آکر عقیقہ مدینہ لے آئے ام عمارہ دختر حضرت حمزہ شہید حسب خواہش نیکے اور علی کے ہودج حضرت فاطمہ زہرا میں چٹھا کر لے لی گئیں۔ مدینہ پہنچے جعفر اور زہرا بن حارث میں لگی پرورش و کفالت کی بابت بحث ہوئی ہر اک چاہتا تھا کہ اپنی پرورش میں رہے۔ رسول نے انکو جعفر کی سپرد کر دیا۔

میمنہ سالی حضرت
عباس کے رسول نے
عقد کیا

دائمی رسول

اسی سال بعد واپسی مدینہ حضرت نے جلد بن ابیہم کو جو آخر بادشاہ غسان ملک شام تھا خط دعوت اسلام بھیجا جو سلمان ہو گیا اور حضرت کی واسطے دیا یا بھیجے۔ یہ زمانہ خلافت فاروق تک سلمان رہا پھر مدہو گیا تھا۔
 اسی سال تودہ بن عمرو جد امی کہ شاہ روم کا بھائی تھا بن حاکم تھا سلمان ہوا اور دیا یا بھیجے۔ مگر صحیح روایت یہ ہے کہ یہ سال ثبم میں سلمان ہوا اس سال حضرت کی واسطے ایک مہاجر جو بنی لغض خطبہ پڑھنے کے تیار کر آیا گیا جو ایک مومن کے لڑکے نے جو بخاری کا کام جانتا تھا تیار کیا مہاجر حضرت نے بروز جمعہ خطبہ پڑھا۔

واقعات شیعہ ہجری

اسلام خالد بن ولیدؓ سریرہ ذالسلال

ابو اسلام کی روز افزوں ترقی و عروج کو دیکھ کر اہل مکہ کے سربراہ و مدہ لوگوں نے دلوں میں ہی جو ایک جانی دشمن اسلام و بانی اسلام کے اشتیاق قبولی اسلام کا پیدا ہونے لگا جس کے حرکت ممکن ہے کہ جاہ طلبی کے خیالات یا دولت حکومت کے حصول ہوں چنانچہ خالد بن ولیدؓ جبکہ بھائی ولیدؓ مسلمان ہو چکا تھا اور اس کو بھی ترغیب تیار رہتا تھا اب اپنے بھائی کے خط ترغیب پر اسلام کی طرف راغب ہوا مگر یہ چاہتا تھا کہ کوئی اور ساتھی مجھ سے اسنادل صفوان بن عکرمہ سے تحریک کی اور اپنا ارادہ ظاہر کیا اسنے اٹی اسکو اس کے قصد پر ملا کی عثمان بن طلحہ سے جو ذکر کیا تو وہ آمادہ ہو گیا۔ لہذا یہ دونوں اس ارادہ سے مدینہ کو چل دیئے۔ راستہ میں مقام یرہ پر عمرو بن العاصؓ ملا وہ بھی سی قصد سے چلا تھا چنانچہ یہ تینوں حاضر خدمت رسول ہو کر شرف باسلام ہوئے۔

اسلام خالد بن ولیدؓ
 عمرو بن العاصؓ عثمان
 بن طلحہ

عمرو بن العاصؓ کو شوق امارت و حوصلہ جنگ زیادہ تھا کہ اسی شان میں رسول کو بخوبی کہنی قضا نے اتفاق کیا کہ مواضعت اسلام میں سے کسی کسی پر حملہ کریں چنانچہ رسول نے عمرو بن العاصؓ کو جو زیادہ متمنی امارت میں سواؤ میوہ کا سردار مقرر کر کے حکمدار یا کہ وادی القصر کی طرف جاکر سراموسم بہ سلال میں فروکش ہوں۔ عمرو بن عاصؓ مدینہ باہر لے تو انکو خبر ملی کہ ایک ہزار گروہ اعراب بطارقہ کا بنی قضا کی امداد کو لگیا ہے۔ یہ اس خبر سے اندیشہ ناک ہوا اور رسول کے پاس خبر پہنچا امداد مانگی چنانچہ حضرت نے ایک اور جہاز جو میں صدیق فاروق بھی تھے مامور کیا کہ عمرو عاصؓ کی امداد کو جائیں یہ جہاز ابو عبیدہ جراح کی ماتحتی میں بھیجی گئی تھی۔ اور رسول نے دو سترگی تاکہ فریادی ہتی کہ آپس میں اختلاف نہ کرنا کیونکہ طبیعت شناس رسول ایک کے افتاد طبیعت واقف تھا چنانچہ جب یہ دونوں گروہ ملے تو عمرو بن العاصؓ کہا کہ چونکہ تم سب میری امداد کو آئے ہو اور مجھے رسول نے امیر کیا ہے لہذا سب میرے پیچھے نماز پڑھیں ابو عبیدہؓ نے کہا کہ جو لوگ تمہارا ساتھ دے گئے ہیں تمہیں امیر ہو اور جو میرا ساتھ دے ہیں انکا میں امیر ہوں اس پر حجت ہو گئی۔ اب تو رسول کی رسالت میں شک کرنے والو کو رسول کی قوت روحانی و قدرت نفسانی کی تصدیق ہو گئی ہوگی ابو عبیدہؓ نے بوجہ تاکہ رسول اختلاف کو دور کیا اور خاموش ہوئے۔

سریرہ ذات السلال

امامناز پر نزاع

عمر بن العاص نے بجالا

جانب نماز پڑھا

سب نے عمر بن العاص کے پیچھے ہی نماز پڑھی، غرض مجموعی قوت دشمن پر حملہ کیا گیا اور انکو مغلوب کیا بہت مویشی وغیرہ ہاتھ آئے اور کامیابی کیساتھ واپس پہنچے۔ یہی پر حضرت کو معلوم ہوا کہ ایک روز صبح کی نماز عمر بن العاص نے بجائے جانبیت بلا غسل کئے پڑائی تھی۔ رسول نے اس پر غصہ کیا تو کیا معقول جواب دیا کہ ”یا حضرت مرنے کی زیادہ ہے اگر اس وقت غسل کرتا تو میں مرجاتا اور خدا نے فرمایا کہ لا تلتقوا بآبدیکم الی التھلکة“ رسول نے فرمایا کہ وہ کیا حیلہ نکالا اور آئندہ کی واسطے سخت ملامت فرمائی (ایسی ملامت کا واقعی نتیجہ ایسا ہی ہوتا ہے) اب چونکہ فاروق و صدیق نے بھی عمر بن العاص کے پیچھے نماز پڑھی تھی رہیں معلوم کہ جانبیت والی نماز کا اعادہ ہی کیا گیا تھا یا وہ کسی ہی عمر و عاص یا م کی گردن پر چوڑا دی گئی، عمر و عاص کو گمان ہو گیا کہ وہ ان شخص کے فضل ہے (روقتہ الصفا) دس فیضی ساعد کے نتیجے کے روز نہ معلوم یہ کہاں تھے ورنہ یہ امامت انکی فضیلت کی دلیل ہو کر نئے انتخاب کا استحقاق ضرور قائم کر دیتی اور سلسلہ امام کے ہو جاتا۔

سیرت مومنین و شہادت حضرت جعفر طیار

سیرت مومنین

جمادی الآخر

سب جنگ کے بعد رات پڑھا

رسول نے ایک خط دعوت حاکم بصیری کے پاس معرفت حارث بن عیز اودی کے روانہ کیا تھا جب وہ موثر پہنچے تو شرجیل بن عمرو سانی جو ام قیس میں سے تھا ملا اور اسکو جب معلوم ہوا کہ یہ قاصد رسول ہے تو حارث کو پکڑ کر شہید کر دیا یہ پہلا قاصد رسول تھا جو قتل کیا گیا اسکی خبر معلوم ہو کر رسول کو بے حد صدمہ ہوا اور حکم دیا کہ لشکر اسلام بغیر منہ تمام شام کو جا چنانچہ لشکر اسلام موضع حرب میں جمع ہوا جو تعداد میں تین ہزار تھا۔ رسول نے خود درمیان لشکر اگر ارشاد فرمایا کہ زید بن حارث کو امیر لشکر کیا جاتا ہے اگر وہ جنگ میں قتل ہو جائے تو جعفر بن ابیطالب میرے لشکر ہونگے اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن ابی اسیر لشکر ہوگا اور وہ بھی مارا جائے گا تو اہل اسلام کسی ایک کو اپنا امیر نہ لیں۔ ایک یہودی عالم ہی اس وقت موجود تھا تو اس نے حضرت محمد اکرمؐ کو اپنے دعوے نبوت میں سے ہوتا اس جنگ میں جتنو کا تم نے نام لیا ان سب کو قتل ہو جانا چاہیے چنانچہ لشکر اسلام روانہ ہوا۔ رسول نے بیتہ الوداع تک تشریف لاکر ہدایات جنگ فرمائے کہ دیکھو عورتوں اور بچوں کو ہرگز نہ مارنا اور عورت نشینان کو مت ستانا بخل و شکار کو قطع نہ کرنا۔ مکانات کو منہدم نہ کرنا۔ خدا کی عبادت زیادہ کرنا۔

تیار لشکر تھا

جنگ تہانی

شرجیل کو جو خبر آمد لشکر اسلام ملی تھی تو اسنے بھی تیاری شروع کر دی تھی اور لشکر عظیم تیار کر لیا تھا اور ہر قتل شاہ روم کو بھی لشکر اسلام کے خروج کی خبر دیکر ادا دیکر واسطے لکھا تھا اسنے بھی فوج کثیر ادا دیکر واسطے بھیج دی تھی۔ تعداد کل فوج مخالف کی سو ہزار ہو گئی تھی جن میں قبائل لحم و حارم بنی قضاعہ کے آدمی بھی تھے۔

لشکر اسلام جب دی القری میں پہنچا تو وہاں قیام کیا۔ شرجیل نے اپنے بہائی سردوں کو مدد آدھونیکے بغرض خبر سانی آگے بھیجا تھا کہ مسلمان انپر پہنچنے اور جنگ ہوئی جس میں سردوں قتل ہو گیا۔ شرجیل قتل ہوا۔ سرد سے مشورہ پریشان ہوا اور قلعہ میں پناہ لے لیں۔ ہر گز اسکی اسی اٹھارہ ہزار میں ہلا ہوا۔ قتل بھی ہو گئی کثرت فوج دشمن کے اخبار جو مسلمانوں کو ملے اور یہ بھی خبر سننے میں آئی کہ قتل

خود مارب میں مولشکر اگیا ہے۔ تو منزل معان میں ٹہر کر مشورہ کیا گیا بعض کی رائے ہوئی کہ حضرت اطلہ عذیر بن زیاد مدد ملے گا کی جائے۔
مگر عبد اللہ بن رواحہ کہا کہ مجھے کبھی کثرت تعدد کی وجہ سے فتح نہیں پائی بلکہ اپنی سچائی و حقیقت کی وجہ سے ہماری قلیل تعداد ہمیشہ دشمن کی
کثیر تعداد پر غالب رہی چنانچہ اس طرح سب بہت دلا کر قریرہ موت پہنچے جہاں پر عظیم لشکر مخالف امداد ہر قل کو موجود دیکھ کر سب کا کوئی
غرض ان کے بہت دلانے سے ڈرائی پر آمادہ ہو گئے جنگ شروع ہو گئی۔ فوج دشمن کی قیام گاہ قریرہ شرف میں تھا جو علمائے بنی ہاشم
اول زید بن حارثہ علم لشکر اسلام لیکر جنگ کی اور خوب لڑے بالآخر زخمی ہو کر شہید ہو گئے۔ ان کے بعد جعفر بن ابیطالب نے علم لیا
اور خوب دلاؤ و موہنگی دی بہت دشمنوں کو قتل کیا اور جوش شجاعت میں اپنے گھوڑے کو پے کر دیا اور پیدل جنگ کرتے دشمنوں میں
گہرے گئے جو ہم دشمنان میں اتفاق سے انیس ایک کے وار سے اٹھا ایک بازو قلم ہو گیا۔ انہوں نے علم دوسرے بازو پر لیکر جنگ کی وہ
بھی کٹ گیا۔ اور ایک در زخم کاری لگا کہ آپ بھی شہید ہو گئے۔ ان کے بعد عبد اللہ بن رواحہ نے علم لیا اور وہ بھی جنگ شہید کر کے
شہید ہوئے کہ ثابت بن قیس انصاری نے علم سنبھال کر مسلمانوں کو کہا کہ کسی کا میرے لشکر بناؤ چنانچہ خالد بن ولید نے انتخاب
کر کے امیر لشکر بنایا گیا جب ثابت بھی شہید ہو گئے تو مسلمانوں میں ناراضگی نہ ہوئی گئے یہ خالد بن ولید نے کثرت بہت دلا
مگر کچھ کارگر نہ ہوئی اور (حسب روایت حیات القلوب) سب بہاگ کہڑے ہوئے خالد بھی مجبوراً بہاگ آیا عبد اللہ بن
ہبہ کو آگے سے رسول اللہ کے پاس اس ہزیمت کی خبر دینے کو بھیجا حضرت کو پیشتر سب حال معلوم ہو چکا تھا جب یہ
ہزیمت یافتہ لشکر واپس آیا تو تمام اہل مدینہ یہاں تک کہ مفرونین کے گھر کی عورتیں اور مردانہ کو سخت طعن و ملامت کرتے تھے تاریخ
میں کہ ایسی ملا جلی سی کہ اس لشکر والوں کو کی گئی۔ کسی اور لشکر کی نہ ہوئی تھی۔

جنگ شہاد جملہ ملان
وامیران لشکر اسلام

اسلام

عز و بنا جگت ہزیمت لشکر
اسلام

مگر سار و صفہ الصفا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح ہونا تحریر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ خالد کے غیرت لانے سے مسلمانوں کی اور ان کے
روز خالد صفو لشکر میں تغیر کر دیا۔ جس دشمن کو مسلمانوں کی تازہ مدد آجانیگا گمان ہوا اور خوف دشمن بہاگ کہڑے ہوئے خالد تعاقب کر
اور وہ قلعہ میں محصور ہو گئے اور یہ بعد جنگ خالد قلعہ بھی فتح کیا۔ بہت اشرار خالد کے ہاتھ سے مارے گئے رسول اللہ عالم بالعلوم
رسول نے شہادت حضرت جعفر بن ابی طالب سے سچ و ملال کیا اور وجہ و فرزند ان جعفر کو جا کر تسلی و تسکین دی۔ اور جبنا باطلہ نہ کر کے
کی کہ وہ تین روز تک کہنا تیار کر کے جعفر کے یہاں بھیجیں۔ دیگر اصحاب نے بھی رسول کی ماسی کی تب مدینہ میں یہ رسم قائم ہو گئی
تین روز تک جعفر کی تعزیت لگائی۔ اور حضرت نے فرمایا کہ جعفر کو پروردگار عالم نے بہت میں دُور پر عنایت کئے ہیں کہ اُسے ملا کر
ساتھ پروردگار کرتے ہیں۔ اس وجہ آپ جعفر طیار کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کے اس جنگ میں ۵۰ دہرے آئے تھے۔
غزوہ فتح مکہ شاندار داخلہ میں لکھی کہ عبد اللہ بن علی۔ علی کو دُور سے روانہ سمعہ ج۔ و نظام مکہ
صلح حدیبیہ میں بنی نخلہ شرائط صلح یا مری تہا کہ جو گروہ ایک دوسرے کے ہم عہد ہو گئے اُسے کچھ تعرض یا جنگ کی جائیگی بنی خزاعہ ہم عہد ہیں

میری آیتہ جنگ بنو روضہ الصفا

تین روز تک جعفر کی تعزیت

غزوہ فتح مکہ ۳۱-۳۰
رمضان ۵ھ

تھے اور بنی بکریم عہد قریش۔ ان دونوں قبیلوں میں پس میں بخش تھی اب ایک روز بنی زہل میں سے جو ایک شاخ بنی بکر کی تھی ایک شخص نے کچھ کلام گستاخانہ سرور کائنات کی شان میں کہے۔ بنی خزاعہ میں سے ایک غلام نے اس کو منع کیا وہ باز نہ آیا۔ غلام خزاعی کو غصہ کیا اور اس نے اس شخص کو زد و کوب کر دیا۔ زہلی نے بنی بکر سے فریاد کی جو بنی بکر کا ایک آبادہ ہو گئے اور بنی نضیب بھی اس سے متفق ہوئے انہوں نے بنی مدلج سے پہلے مدد چاہی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ تو بنی بکر نے قریش سے جوں کے ہم غم تھے۔ رجوع کیا قریش خلاف شرط مغامرہ بنی بکر کی مدد پر بخلاف بنی خزاعہ آمادہ ہو گئے اور خود سہیل بن خویطب عکرمہ و صفوان و مکرمہ وغیرہ نقاب پوش ہو کر خفیہ بنی خزاعہ پر بخون مارا۔ اندرون مکہ تک جنگ ہوئی بنی آدمی بنی خزاعہ کے قتل ہوئے بنی خزاعہ عاجز ہو کر ہراگ گئے اور سرکار منین جا کر پناہ لی۔ اور عمر بن سالم خزاعی نے سوار ہو کر مدینہ میں کر رسول اللہ سے فریاد کی۔ اب رسول کو بھی قریش کی سبب عہدی پر مداخلت کی ضرورت ہوئی اور ان کی عہد شکنی کی سزا دینے اور بنی خزاعہ کے انتقام لینے کا ارادہ فرمایا۔

ابن کلبہ اس کشت خون کے اپنی حرکت پر نادم ہوا اور ان کو خوف پیدا ہوا کہ اب محمد تم سے ضرور اس عہد شکنی کا انتقام لینے کے لئے پھر صلح کر کے ابوسفیان کو فوراً مدینہ بھی گیا کہ قبل اسکے کہ حضرت کو اس واقعہ کا علم ہوا۔ از سر نو تجدید معاہدہ کی حضرت نے کچھ ناگوار جنگ آمادہ ہو سکین اور اندیشہ جاتا رہے لیکن ابوسفیان کے پیچھے سے پہلے ہی حضرت کو خبر ہو چکی تھی بلکہ ہریت یا دضرر مدینہ ن خزا کے چالیس دی ہی ہاں پہنچے تھے ابوسفیان رسول سے ہر چند کوشش تجدید صلح کی کی اور ابوبکر و عمر و زید و جہم دھر رسول دضر خود کے ذریعہ سے سفارش کرائی مگر رسول نے جنگ بنی خزاعہ کے مصائب کا بہت زیادہ ملال تھا منظور نہ فرمایا۔

ابن خالدون کے موافق وہ علی سے ہی خواستگار سفارش کا ہوا تھا مگر اس کا مل لایا جان مخرج دان زدار رسول نے طرح کا پرمعنی درازداری کا جواب دیا کہ جس بات کی بابت رسول نے کچھ تصد کر لیا ہے میں اس میں کچھ گفتگو نہیں کر سکتا جس رسول کا راز ہی ظاہر نہ ہو کیا ارادہ کرتا۔ رسول کے پاس اب کافی سامان تھا اور قوت بھی تھی کہ اس عبادت گاہ الہی کو مرکزیت پستی بنا ہوا تھا! اور جس کو مشرکین کے بتوں نے غصب کر رکھا تھا۔ کفر و شرک سے پاک صاف کرتے جس کے واسطے کہ بوٹ ہوئے تھے اور اب اس کے واسطے وجہ بھی قدر تا پیدا ہو گئی تھی ابوسفیان ناگام واپس مکہ آیا۔

رسول نے بعد واپسی ابوسفیان فوراً تیاری شروع کر دی۔ اور قرب جوار کہ وغیرہ میں جب قدر بھی سامان ہو تھے ان سب کو ام بھیجتے کہ جتنے مسلمان ہیں سب شروع رمضان میں مسلح ہو کر مدینہ آجائیں اور اصحاب مدینہ کو حکم دیا کہ نہایت حدیلا و ماکسا تہ تیاری سامان جنگ کی کریں۔ ایک شخص حاطب بن بلتعہ نے جو مسلمان ہو گیا تھا مگر اسکے اہل عیال مکہ میں بنی ل کے حفاظت کے لالچ اور خوشامد میں ایک خط لکھ کر ایک عورت کی معرفت جبکہ ان کے آلودہ ہاتھ نے سارہ بتلایا اور وہ قبول دی عیال لکھ کر ترسری کینز عمر بن صفی بن ہشام بن عبد مناف کی تھی جو غالباً قریش کی سرسہ مدینہ میں لی ہوئی تھی کہ

قریش کی عہد شکنی

سبب جنگ

ابوسفیان تجدید عہد

واسطے آتا ہے

ابوبکر و عمر کی سفارش

نا منظور

علی رضی اللہ عنہ

تہ تیاری

لکھا

تیار کیا

والوں خبر دینے کی غرض سے روانہ کیا۔ رسول کو خبر ہو گئی علی اسکی گرفتاری کو مامور کئے گئے مقدار و عمار یا سر و بقولے زیر کور تھا۔ کیا گیا کہ فوراً گزیر مذکور سے خط لے لیا جاوے چنانچہ یہ تعمیل تمام اسکے عقب میں گئے جو انکو روٹھ طعنہ میں مل گئی اس کی تلاشی لگ گئی جب خط برآمد ہوا تو علی نے تلوار نکال لی اور کہا کہ قسم بخدا رسول اللہ کا قول جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ ضرور اسکے پاس خط ہے۔ تلوار اٹھا کر اسکو قتل کی ہوگی دی تو گزیر پر خوف طاری ہوا اور اسنے اپنے مویات خط نکال کر دیا۔ مجھ بن طلحہ شامی کہتے ہیں کہ صرف علی کے غم سے یہ خط ملا۔ چنانچہ خط لاکر حضرت عیینہ بن جہش کیا گیا۔ حاکم جواب لیا گیا جسنے اقبال کر کے تحفظ اہل عیال کا عذر کیا اور خواستگار معافی ہوا۔ رسول نے معاف کر دیا۔

نواح مدینہ کے قبائل بنی غفار بنی ضمرہ بنی مرثدہ بنی سلیم بنی کعبہ پاس ہی آدمی بھیجا انکو بغرض روانگی طلب کیا ہوا۔ تاریخ رمضان یوم جمعہ بعد نماز عصر فرجئے۔ از رمضان رسول فرین مدینہ شریف لگا اور چاہہ ابو عبیدہ پر شمار لشکر نظر میکا فرمایا تو مہاجرین میں سات سو مرد تین سو گھوڑوں کے شامیر بن جحش تین علم تھے انیس سے ایک علی کو ایک زبیر بن عوام کو اور ایک سعد بن وقاص کو دیا گیا۔ انصار کی تعداد چار ہزار مرد و کئی تہی جسکے ساتھ پانچ سو گھوڑے تھے۔ علاوہ انکے قلیا مرثدہ کے ایک ہزار مرد معہ نوزہ اور سو گھوڑوں کے بنی ضمرہ کے چار سو مرد و بنی کعبہ کے پانچ سو آدمی اور بنی سلیم کے قریب ایک ہزار آدمی تھے جن میں اکثر عرب اور نیزہ وارتھے۔ مزید بیان بہت آدمی مختلف قبائل کے متفرق اگر شامل لشکر ہوئے تھے کل تعداد لشکر اسلام کی دس ہزار و بروایت بارہ ہزار تہی جو ہلہ رکاب رسول مدینہ سے روانہ ہوا۔ ابولہب بن منذر کو حلیف مقرر کر کے مدینہ میں چھوڑا گیا۔ انشا راہ میں حضرت عباس بن عبد المطلب جب مکہ سے موافق عیال اسباب غیرہ کے ہجرت کر کے مدینہ آ رہے تھے وہ مقام بیوت السفا یا ثبۃ النقیاذی الحلیفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا انکا اسباب غیرہ تو مدینہ کو روانہ کر دیا گیا اور وہ ہلہ لیسے گئے انشا راہ میں ہی ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب عبد اللہ بن ابی المہدیہ جو قرابت سندان رسول سے تھے وہ حاضر خدمت ہو کر شرف باسلام ہوئے رسول نے اول نئے اعراض فرمایا۔ کیونکہ ان لوگوں نے باوجود قرابت رسول کی دعوت اسلام کو اب تک قبول نہ کیا تھا لیکن حضرت ام سلمہ کی سفارش سے رسول کریم نے انکے اسلام کو قبول فرما کر اپنی حمایت میں لے لیا۔

جب یہ لشکر اسلام مقام مرار الظہان میں جا کر مقیم ہوا جو مکہ سے بہت قریب ہے تو رسول نے حکم دیا کہ شخص فوج کا اپنی جگہ کا مشعل روشن کرے تاکہ دور سے دیکھنے والوں کو کثرت فوج کی ہیبت طاری ہو۔ چنانچہ اسقدر روشنی ہوئی کہ شمل روز روشن کے ہو گیا۔ ابھی تک لڑائی نہ لڑی کہ رسول سے خبر تھی مگر انکو خوف ضرر نہ تھا کہ مبادا حضرت بغرض انتقام عہد شکنی حملہ آور ہوں چنانچہ ابوسفیان بن حرب بن ذبل بن ورقہ حکیم بن خرام بغرض خبر گیری کے کہ سے چلے تھے کہ دور سے یہ چاغان دیکھ کر حیرت میں تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے اور ایک جگہ ٹھہر کر اکیس میں استعجابا باتیں کرتے تھے کہ یہ لشکر کون کا ہے؟

کی گرفتاری خط

یہ ماموری

شکر

لام و روانگی

اسلام

عربوں کا

۲۰

کہ سے آتے

سورہ یسے سے

لشکر اسلام

ابوسفیان

۲۱

عباس کی حبطنی درد قوی

حضرت عباس کو یہ کثرت لشکر اسلام دیکھ کر اندیشہ تھا کہ اب قتل عظیم واقع ہوگا اور تمام قوتیں تباہ و برباد ہو جائیں گی بوجہ درد قوی اس خیال میں تھے کہ اگر کوئی لمبائے قوت قوتیں کے پاس کہلا بھیجیں کہ مقابلہ کا ہرگز قصد نہ کریں بلکہ جبر طرح ہو حضرت صلح کر لیں اور اسی خیال میں ۷ رات میں شتر رسول پر سوار ہو کر نکلے تھے کہ ایک جگہ پر دو تین آدمی جو بیٹھا آہستہ باتیں کرتے ہوئے بیٹھا آواز پہچان کر ابوسفیان کو آواز دی اسنے بھی اٹھی آواز پہچانی اور قریب کر مستفسر حال ہوا کہ یہ کس کا لشکر ہے عباس نے بتلایا کہ رسول اللہ کا لشکر ہے ابوسفیان سخت پریشان ہوا اور کہا کہ اب چارہ کا کیا ہے عباس نے کہا کہ اب سوگ عاجزی و اطاعت کے کچھ چارہ نہیں ورنہ سب غارت ہو جائے گے تم میرے ساتھ چلو میں تم کو حضرت امان دلوں گا چنانچہ ابوسفیان کو ہمراہ خدمت رسول میں لائے اور اس کے واسطے طالبان ہوذیل حکیم مکہ کو واپس چلے گئے حضرت فاروق نے جو تہا ابوسفیان کو ہمراہ عباس کے دیکھا اور سمجھے کہ یہ لشکر کو لائے ہیں تو فوراً رسول کے پاس کر حاضر ہو کر ابوسفیان کو قتل کر دیا جاتا مگر حضرت عباس نے کہا کہ اس وقت اسکو میں اپنی پناہ میری ہے۔ رسول نے حکم دیا کہ اسکو صبح حاضر کیا جائے چنانچہ رات کو ابوسفیان حضرت عباس کے پاس رہا۔ صبح حضور میں پیش کیا گیا حضرت نے اس کے کردار پر اسکو ملامت کی وہ کچھ نام نہ ہوا اور حضرت عباس کے کہنے سے طوعاً و کرہاً ایمان بھی لے آیا۔ رسول کی شان کری کہ ایسے دشمن کو سفارش عباس نہ صرف اسکو ہی امان عطا فرمائی گئی بلکہ جو شخص اس کے گہر میں ہتھیار ڈال کر دروازہ بند کرے بیٹھ جائے اسکو بھی امان دی گئی ابوسفیان نے مکہ کو واپس جانا چاہا مگر دو بین بنی نے عباس کو اشارہ کیا کہ اسکو ایسے مقام پر لجا کر پٹھان جہاں کل لشکر اسلام گزرے تاکہ ایدہ ہر تعداد دشمنوں کو دیکھ کر سپرعب طاری آوے ہر لشکر اسلام سے پہلے مکہ میں پہنچ کر کوئی فتنہ برپا نہ کرے موقع اس کو ملے چنانچہ عباس اسکو ساتھ لے کر ایک مقام پر پٹھان گئے اور حضرت لشکر کی باتیں رواں گئی مگر حکم دیا اور لشکر روانہ ہرنا شرمع ہوا۔

ابوسفیان کو شکوہ

لشکر اسلام کا کہنا

لشکر اسلام کی باتیں

ردا گئی

اول خالد بن ولید مع ابوجہار سوار بنی سلیم و دو علم کے گزرا۔ پھر زبیر بن العوام معہ ۵۰ نفر باجرین کے و علم سیاہ کے اسکے عقب میں ابوذر غفاری معہ ۵۰ نفر کے اور پھر بشیر بن سفیان معہ ۵۰ سوار بنی کعب کے پھر ابیہ از غزنی مرید کے معہ تین علموں کے گزرے اسی طرح ہر قوم قبیلہ کی فوج جدا گانہ افسر و علم گسیا تھ گندی پھر سواری حضور پر نور کی ہمراہ پانچ زار جان مار کے نکلی جو تمام آلات حرب سے لیس تھے سعد بن عبادہ علم لے معہ ابیہ انصار کے آگے آگے تھے۔ ابوسفیان ہر دستہ فوج کے گزرنے پر دریافت کرتا تھا اور عباس اسکو بتلاتے جاتے تھے۔ یہ شان و مجل لشکر و سواری رسول کا دیکھ کر ابوسفیان سخت حیران تھا اور بہشت اسطری ہتی سعد بن عبادہ نے جبکہ وہ علم انصار لے ہوئے ابوسفیان کے قریب گزرے تو اسکو دیکھ کر غصہ کیا کہ اسے ابوحنظلہ آج ہے طائی کا دن اور اپنے ہار میران بکاوار بلند کہا کہ اسے بنی اوس و خزرج آج تم اپنے خون کا عوض لو گے۔ ابوسفیان یہ سنا اسکو سنکر خوف کے لئے میدان رسول کے پاس تک پہنچا اور کاب حضور کو بوسہ دیکر سعد کا تمام قول نقل کیا۔

سعد بن عبادہ کی طعن

علم علی کرد لایا گیا

اس حرمہ للعالمین مصلحت میں رسول نے اس مذلت سے کہ مبارک کلمان اپنے جوش متقانی میں حضرت کے داخلہ کو بلا وجہ قتل غارت سے زبردل دین اپنے معتمد و مصلحت رسول پر کام کر نیوالے علمدار علی کو حکم دیا کہ تم جا کر سعد سے علم لے لو اور نہایت نرمی سے کہ میں داخل ہوتا کہ بلا وجہ قتل خون کا بازار کھینچ کر نہ ہو۔

کہ کے داخلہ اسلام پر

سرسری نگر

دنیا کے تمام فاتحانہ داخلہ ہائے فرج میں یہ داخلہ عظمت نشان میں اپنی نظیر نہیں کھتا۔ دیکھئے وہ اسی خانہ کعبہ کے مجاور ابو طلحہ کا راحت جان اپنے پیرتوت ہاتھ میں اسلام کا جلالت نشان علم لیے ہوئے آگے آگے ہے اور وہ جلا وطن کی بنی برحق جو اس کے آٹھ برس پہلے نہایت بیکسی کے عالم میں اپنے عزیز وطن سے نکالا گیا تھا اور پھر بعض طواف بھی اس کو اس خانہ خدا کی زیارت کی اجازت نہیں گئی تھی جسکی قیام و حفاظت پر وہ منجانب اللہ مامور ہوا تھا اب وہ کس سنگوہ و شان سے اپنے چہرے ہوئے وطن میں آ رہا ہے اور کیسے کمال دم زد نہیں اور گو گھار کہ کے دیرینہ منطالم اور حال کے واقعات انتقام کے معقصد تھے اور اس ارادہ ہی سے سفر کیا گیا تھا مگر اب اس حرمہ للعالمین ہادی کی نگاہ حرم نقطہ انتقام سے بالکل متجا و زاوہی پر نے مرکز اصلاح و مقصد اعلیٰ کھلیٹہ پر جمی ہوئی نظر آتی ہے جیسا کہ آئندہ اس کے احکام طریقہ عمل سے ظاہر ہوگا۔

قریش کی پریشانی و

ریدگی حضرت کے

بذیل حکیم جو ابوسفیان کے ساتھ سے واپس کھچے گئے تھے انہوں نے جاکر اہل مکہ کو تمام حال کی خبر دی جس اہل مکہ نہایت حیران پریشان ہوا اور سب عام و شبہ غالب ہو گئی اور کچھ چارہ کار کو نظر نہ آتا تھا نہ اتنا وقت و موقع تھا کہ مقابلہ کا کچھ نظام کر سکتے تھے اسلام اسی ترتیب سے مقام ذی طوی تک گیا جہاں پہنچ کر بظاہر تشریف آوری رسول سب ٹھہر گئے کہ حضور ہی تشریف لے آئے اور اس وقت کے اس تحمل سپاہ اور شبہ حیرت کی اپنی تنہائی کو یاد کر کے چشم پر آب سجدہ الہی میں جہاں گئے ورنہ دیرینہ شکر الہی کرتے رہے بالآخر حکمدار حضور کا علم جھون پر لچا کر نصب کیا جائے اور وہاں تشریف آوری حضور کوئی آگے نہ بڑھے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہاں پہنچ کر حکمدار یا گیا کہ زبیر معہ ہاجرین کے حصہ بالائی سے مکہ میں داخل ہوں اور خالد بن ولید معہ بنی سلیم و خفار کے حصہ زیرین جائیں اور اپنا علم آبادی کے انتہائی حصہ پر نصب کریں اور کوئی شخص حرم کے رہنے والوں سے جنگ نہ کرے کیونکہ اگر کوئی گروہ سفہا یا اسلام کے مقابل آئے تو مناسب طریقہ پر لٹکے دفعیہ سے باز رہیں اور سوا گیارہ مرد اور چھ عورتوں کے جسکے نام بتلا دیے گئے تھے جس کی کیفیت آئندہ آئیگی اور کیسے قتل نہ کیا جائے یا حکم صادر فرما کر حضرت خود دوسرا راستہ سے روانہ ہوئے۔

روایت مقابلہ شرا

قریش دستہ خالد

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ عکرمہ بن ابی جہل صفوان بن امیہ سہل بن عمرو و ایک گروہ بنی بکر و بنی حارث و بنی ہزئل کے جب انکو خالد بن ولید کے حصہ زیرین سے آئے کی خبر ملی تو ان کے مقابلہ کو دوڑ گئے مقام جعریہ میں مقابلہ ہوا یہاں تک کہ کڑے ہو کر حورہ تک جو نزدیک مسجد الحرام کے ہے پہنچے اور آدمی شہر مکہ میں داخل ہوئے۔ ابن خطلہ بھی جو نہایت چالاک تھا سلیح ہو کر فوج خالد کے مقابلہ کو گیا تھا مگر جب قریش کی غلوپی کو دیکھا تو خوف کے لئے ہتیار وغیرہ اتار کر تخت کعبہ میں چھپا کر اکٹرا ہوا۔ بقیہ گروہ شرا

بھاگ کر پھاڑ پھاڑ گئے۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ ابوسفیان حکیم نے فریاد کی کہ اے قریش کیوں بیوقوف ہو اور اپنی جانیں تلف کرتے ہو بتیار رکھو اور اپنے گھروں میں بیٹھو جیسا کہ لگاؤہ امان میں ہو گا چنانچہ سبے بتیار ڈال دیئے اور گھروں میں چلے گئے۔ بتیار ضبط کر لئے گئے دوران مقابلہ میں رسول بھی قریب حرم پہنچے تھے۔ اور گڑاڑی ہوئی دیکھ کر ریاقت فرمایا تو معلوم ہوا کہ شریک سدرہ خالد کے ہوئے تھے ان جنگ ہوتی ہے۔ رسول نے خالد کے پاس ایک شخص کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ اس فح علیہ السلام رتلواران اٹھا لو یعنی قتل مت کرو مگر خالد نے اپنی حبلی شراست اس کے معنی اٹے لے لے اور بعد کو حضرت کی باز پرس پر واقعہ سر کر بھدیا کہ اُسے صنم فیہم السیف جا کر کہا تھا یعنی کسی کو یہ چوڑا روایت میں ہے کہ خالد نے اس وزہ آدمی قتل کئے۔ شہادت حضرت حمزہ کے روز جو حضرت کی زبان سے نکلا تھا کہ اے آدمی قریش کے قتل کرو گنا جس سے آپ اپنے رحم و مہرِ الہی سے در گزرتے تھے وہ بات غلطی خالد سے پوری ہو گئی۔ غرض کہ کہ پڑے طور پر فتح ہو گیا۔

خیمہ خاص حضرت کا جھون میں نصب تھا غسل عیزہ کر کے حضرت مسجد الحرام کو ناتواں پر سوار تشریف لے گئے محمد بن سلمہ ہارنا تہ تھا بنے ہوئے تھے اور سورہ انا فتحنا لاد ت کرتے جاتے تھے حضرت بلا احرام مسجد میں تشریف لگئے۔ حجر اسود کا استلام کیا اور منجھکی کی تمام اہل اسلام نے تاسی کی تھو تھو کیر سے تمام مکہ گونج اٹھا کئی خانہ کعبہ کی سلا تہ بہت معدد بروایت مادر شہدہ و تہوٹے عثمان بن ابی طلحہ عبدی کے پاس تھی جنہوں نے دینے سے انکار کیا۔ تو علی بھیجے گئے۔ اور کئی ان سے لے لے رسول نے اپنے ہاتھ سے دروازہ کعبہ کھولا اور کھجیان پوشیدہ رکھ دیں چنانچہ اب تک یہ رسم جاری ہے۔

علی کی دوش رسول پر چڑھ کر کعبہ کی بت شکنی

اب خانہ کعبہ میں داخلہ پر اُس واجب الوجود کی حقیقی وحدانیت اور ایک ہی عبادت قائم کرنے والے نبی برحق کی آنکھیں جو دنیا کو جس شرک پاک کرنے آیا تھا کعبہ ان تین موساتہ مصدعی خداؤن کی خانہ خدایں غامہ بانہ حکومت اور دو دیوار کعبہ پر انکی جاوہ آرائی و قبضہ ناجائز دیکھ سکتی تھیں۔ دیکھتے ہی ایک جوش پیدا ہوتا ہے اور خود دست حق پرست کلمہ جلاء الحق و زہوق الباطل الباطل کان زہوقا کے ساتھ ہی انکی جاوہ کافی و دو جو کو طمانا شریع کیا جاتا ہے چوٹے چوٹے بتوں اور مورتوں کے مٹانے کے بعد ضرورت ہوئی کہ جو بت بٹے اور بلند جگہوں پر تھے جہاں تہہ پہنچنا مشکل تھا انکی ہی جگہ کی بجائے تاکہ خدا کا گھر کلیتہاً شرک سے پاک ہو جائے اب علی کو حکم ہوتا ہے کہ یا علی تم میرے کا ندھ ہے پر سوار ہو جاؤ اور ان بتوں کو توڑ دو علی پاس آتے چکے ہیں اور التجا کرتے ہیں کہ رسول مجھے کا ندھ ہے پر قدم رنجہ فرمائیں کیونکہ علی کی واسطے یہ امر بھی کچھ کم افتخار کا باعث نہو تاکہ کچھ مصالح پر نظر رکھتے والے بنی نے علی کو یہ مسکت اور تسلی آمیز جواب دیکر کہ یا علی تم ہار رسالت کو نہ اٹھا سکو گے اور میں بار اسات تھا لو گنا جوش کر دیا اور بصدق اکاھ قوق اکا د ب تعمیل حکم پرامادہ کر دیا۔

ریگ رسول خانہ کعبہ
برافتاح در کعبہ

کعبہ کے بتوں کا تھلہ

علی کو دوش رسول پر
چڑھ کر بت شکنی کا حکم

بعد اسکے نقاب علیحدہ کر کے اپنے قصور کی بہت لجاجت معافی چاہی۔ جیمہ بنی نے درگزر کیا۔ قرینہ و قرینہ کنیزان بن حنظل بھڑکے اور گئے۔ انہیں سے قرینہ ہو گئی۔ قرینہ ہاگ گئی تھی پہلے ان ہو گئی۔ ایک اور کنیز بن حنظل کی تھی وہ بھی قتل ہوئی۔ سارے مخیز بنی مطلب تھی اسکو بھی علی نے روز فتح مکہ قتل کر دیا۔ ام سعدیہ بھی قتل ہوئی۔

غرض ان گیارہ مرد و چہ عورتوں میں بھی صرف چار مرد و چار عورتیں قتل ہوئے باقی معاف کر دیئے۔ ایک اور شخص جذبا می کو ذرا بن امیہ کی نے بلا اجازت رسول قتل کر دیا تھا۔ رسول نے قطعی ممانعت کا حکم جاری کر دیا کہ اب کوئی شخص کسی کو قتل نہ کرے حرمت کعبہ بستیور بحال کی گئی۔

حرمت کعبہ بحال کی گئی

اسکے بعد اہل یان کہ مرد و عورت جو حق خدمت رسول میں آئے تھے اور مشرف باسلام ہوتے تھے اب حضرت عتاب بن اسید کو جو نو عمر جوان صالح اور اطاعت محبت رسول آل رسول میں اسخ و کامل تھا حکم کہ مقرر کیا۔ بعض اہل مکہ کو جو نو عمر بنی عتاب کے کچھ اعتراض بھی اسکی امارت پر ہوئے۔ مگر حضرت نے سب کو جمع کر کے ایک خطبہ پڑھا اور عتاب کے اوصاف بیان فرمائے اور عتاب بھی ہدایات مناسبہ نصاف رحم کی فرمائیں جس سے سب مطمئن ہو گئے۔ اس مقام پر ہی رسول کی دو بیوی پاک نفسی اور بے لوثی کا پورا ثبوت ملتا ہے کہ بعد قوت قابو کے بھی حکومت مکہ اپنے کسی اہل خاندان یا رشتہ دار قریبی کو نہیں بجاتی حالانکہ اگر ایسا جاتا تو کچھ بجا و نامناسب ہوتا۔ کیونکہ یہ خاندان پہلے سے ہی سرداری کے شرف افتخار سے ممتاز و مجادرت و حجابت خانہ کعبہ کے واسطے مخصوص تھا مگر رسول کو دکھانا یہ ہے کہ ان تمام مصائب و درجائفتساویوں آپ کی غرض ہرگز دنیا طلبی یا اپنی روپنے خاندان کے عروج و نیادی کی نہیں بلکہ یہ محض اصلاح خلافت و تمویل حکام ربانی کی بنا پر ہے جو آپ کی بنی برحق ہونے کی تین دلیل ہے۔

بن اسید عالم مکہ مقرر کر کے رسول کی بے لوثی

سراپا اسلام بنا برت شکی مضافات مکہ و خالد کا ظلم و ماموری علی بنابر تلمانی

اب جبکہ خانہ کعبہ و مکہ کے تمام گہر تر و نچے وجود سے پاک صاف ہو گئے تو مضافات مکہ کے بتوں و رتجانوں کو توڑنے لگا۔ اسطرح ذیل سراپا روانہ کئے گئے۔ خالد بن لید کو مع ۳۰ سوار و نیکے بغرض تخریب بت خانہ عوامی جانب نخلہ روانہ کیا گیا۔ جنہوں نے وہاں ٹکڑا کر کے بتوں و رتجانوں کو توڑا اور ایک عورت سیاہ نام برہنہ جسم درپیشان ہوئی صورت کو جو عوامی کہلاتی تھی غارت کیا اور واپس آئے۔ سعد بن زید شہل کو بتخانہ منات کے غارت کر نیکو بھیجا گیا جس کی پرستش قبیلہ اوس خزیج و عسان کیا کرتے تھے۔ یہاں بھی ایک عورت سیاہ نام برہنہ جسم کی صورت دیکھی گئی جو توڑ کر تباہ کی گئی و بتخانہ ویران کر دیا گیا۔

مضافات مکہ کے بتوں کی صفائی۔ سر یہ خالد جانب نخلہ سر یہ سعد جانب منات

عمر بن عاص کو بیکہرت سوار جو قبیلہ بنی بنیل کا بت تھا توڑا دیا گیا۔

سر یہ عمر عاص

بعد واپسی نخلہ خالد بن لید کو بغرض تحقیق حال قبیلہ خزیمہ کی مقام ملکہ بھیجا گیا جو سلمان ہو چکے تھے جس جنگ کی ممانعت کر دی گئی تھی لیکن اس قبیلہ سے اور بنی مخزوم قبیلہ خالد سے دیرینہ عداوت تھی زمانہ جاہلیت میں کبھی عوف پدر عبد الرحمن خزیمہ خالد کے

مزیانی خالد بنی خزیمہ قتل سلمان بکیناہ ازہ خالد

چچا غاک بن مغیرہ کو قتل کر دیا تھا جب خالد بن ولید مدہ ۵۰ آدمیوں کی جماعت کے انکی منزل کے قریب پہنچا بنی خزیمہ نے بہ نظر احتیاط اپنے ہتھیار پہن لیے اور خالد کے پاس آئے۔ خالد نے پوچھا کہ تم کون ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم مسلمان اور پابند شریعت حقہ ہیں۔ خالد نے کہا کہ پہلے ہتھیار رکھیں۔ انہوں نے کہا کہ گروہ عرب اور ہم سے عداوت ہے ہکو گمان ہوا تھا کہ شاید تم گروہ عرب ہو۔ خالد نے کہا کہ ہتھیار علیحدہ کر دو انہوں نے فوراً تعمیل کی۔ باوجود اسکے بنی خالد نے اسی عداوت و یریزہ کی وجہ سے اب اپنے انتقام کی قوت پاکر تفر ۲۰ آدمی انکے قتل کر دیے۔ جب اس ظلم کی خبر حضرت کو ہوئی تو حضرت پر ناقابل بیان صدمہ و تکلیف کا عالم طاری ہوا اور حضرت نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا اللہم انی بنی ہما صنم خالد دہرور دکارا تو جانتا ہے کہ میں اس کے جو خالد نے کیا بری الذمہ ہوں) خالد نے تیسے رسول کی نافرمانی کی ہے اور واپسی پر خالد سے سخت اظہار ناراضی کیا و باز پرس کی گئی جس کی بابت خالد نے معافی چاہی ۶۔

اب اس حیم و منصف رسول نے مناسب سمجھا کہ اس ظلم خالد کی تلافی کیجائے چنانچہ زر کثیر مابت و میت کشندگان بنی خزیمہ دیکر علی کو مامور کیا کہ وہ بنی خزیمہ کو خون بہا دیکر رخصی کریں۔ یہ موقعہ ہی نزاکت و خطرہ سے خالی نہ تھا کیونکہ ایدہ تودوسی ہی رسول کو تبا عرب کی طرف ابھی اطمینان کلی حاصل نہوا تھا۔ دوسرے ان فرقوں کیساتھ جو زیر حفاظت آچکے تھے کسی قسم کا نا ملائم برتاؤ و دہشت کو بھی دشمن نہا سکتا تھا۔ اور یہاں رسول دشمنوں کو دوست بنا رہے تھے بنی خزیمہ کی یہ خونریزی و فریاد بغیر رنگ لاک نہ رہتی اور دشمن رسول کو ہی مورد الزام قرار دیتے علاوہ برین بنی خزیمہ بیگناہ تھے ان پر ایسے شخص کے ہاتھ سے ظلم ہونا جو رسول کا آدمی کہلا عام اس کے رسول کی دی ہوئی توت کا بڑا اور بجا مصرف کیا ہو۔ رسول کی کس قدر صدمہ اور بے ادبی کا باعث تھا انہوں نے ملکی و اخلاقی دونوں جہت سے ضرورت تھی کہ اس کی تلافی کیجائے۔ اور بنی خزیمہ کو اس طرح خوش کیا جاسکے کہ وہ اس ناگوار ظلم کو بھول جائیں۔ کام مشکل تھا کیونکہ کسی مالی نقصان کی تلافی نہ تھی۔ ایک چھوڑے سے تصور جانوں کی تلافی کرنی تھی جس کی وجہ جو اشتعال بنی خزیمہ کو ہو گا وہ ظاہر ہے تنہا ایک شخص کا ان مشعل طبیعتوں و درمیان عذر لیکر جانا کس قدر محذور و نہایت مشکل ہے اور پھر انکار و بلہ و رضا مند کرنا کس قدر دشوار کام تھا اسکے واسطے علی جیسے شخص کے ہی بے ہراس مطمئن قلب و تدبیر و اخلاق کی ضرورت تھی جو دوسرے ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ بہر حال علی گئے اور مقتولین کے ورثہ کو انکی حسب شایستگی ادائیگی اور اسکے بعد جو کچھ پہنچ رہا خزیمہ لے لیا۔ یہ تقسیم کر دیا اور اس کام کو باحسن طریق حسب مشا رسول انجام دیکر کہ بنی خزیمہ بہم وجہ رضا مند ہوئے واپس آئے بقول روضہ الصفا والوالہ العذاب علی رسول کے پاس آئے تو بنی نے اپنی خوشنودی ظاہر فرمائی اور صبا تنقید الکلام نے تاریخ ابن ہشام کو ابن اثیر اور طبری جلد ۳، لکھا ہے کہ علی کے امتداد جو سخاے شخص کا دل خوش ہوا اور سب نے انکو دعا خیر دی اور جب حضرت علی ہا پر کر رسول لے گئے حضرت میں حاضر ہو تو آنحضرت نے بھی نہایت خوشامد و شکریہ ادا کیا اور اب اس طرف سے رسول کو اطمینان ہو گیا ۶۔

رسول علی کا شکریہ ادا کیا

غزوہ حنین۔ فرار ثانی اصحاب لشکر اسلام رسول علی محباس کی ثابت قدمی فتح جنگ

بعد فتح مکہ کے وہ قبائل ہی جسے اب تک رسول سے صلح نہ ہوئی تھی۔ خدمت رسول میں آکر یا تو مسلمان ہو گئے یا صلح کر لی مگر قبائل ہوازن ثقیف علیحدہ رہے۔ چونکہ بدقت روانگی لشکر اسلام پر فتح مکہ بغرض انھیں راز یہ مشہور کر دیا گیا تھا کہ لشکر اسلام ہوازن کے جائیگا اہل ہوازن کو یہ اندیشہ ہوا کہ اب رسول کی طرف رخ کر گئے۔ لہذا آپس میں مشورہ کر کے انھوں نے ایک لشکر جنگ کیواسطے تیار کیا بنی نضیر بنی خثیم بنی سعد بنی ہلال کو بھی پناہ شریک حال کیا اور مالک بن عوف نضیری کو جو غفوان شباب میں تھا سردار لشکر مقرر کیا مگر ہوازن میں کئی گھوڑے کلاب نے انھیں ساتھ نہیں لیا اور ساتر ثقیف بھی ایک لشکر مرتب کیا اور مالک بن عوف کے لشکر سے جاملے لشکر ثقیف کا سردار قاری بن لاسود و بروایتی کہانہ بن عبد شامیل تھا۔ بہر حال چار ہزار و بقولے نہیں ہزار آدمیوں کی جماعت ہو گئی۔ بنی خثیم میں درید بن القدر کو جو نامیاد تھا اور ایک سو ساٹھ سال کی عمر تھی۔ بوجہ تجربہ کاری ساتھ لے لیا تھا۔ مالک نے فوج کی حدود اور بچوں کو بھی ساتھ لے لیا تھا کہ ان کی موجودگی کی وجہ سے نیا وہ جوش ہو گا۔ اور بہانے کے نہیں۔ درید کو جو یہ معلوم ہوا تو اس نے کہنے کی بجائے اس کی راہ نہیں مانی گئی چنانچہ یہ لشکر عظیم مسلمانوں سے جنگ کر نیکو روانہ ہو گیا اور مقام اوٹاس میں آکر مقیم ہوا۔ حضرت کعب بن جریج بنی خزیمہ بنی عبد شمس بن ابی حذر کو تحقیق حال کو روانہ کیا اور تہہ جنگ کیا۔ بارہ ہزار و بقولے سولہ ہزار کا لشکر اسلام مرتب ہوا جن میں قریب دو ہزار کے وہ لوگ تھے جو بعد فتح مکہ مسلمان ہوئے تھے صفوان بن امیہ سمورہ عاریت لگی تھیں اس لشکر اسلام میں قبیلہ کا جادگانہ علم تھا۔ سعد بن قاص۔ خالد بن لید عجمی الخطاب جن میں خبر کے روز علم کا غیر معمولی اشتیاق تھا آج انھیں ہاتھوں میں علم کے پر پرے لہرا رہے تھے۔ عبد اللہ نے بد تحقیق واپس کر صورت حال لشکر مخالف کی بیان کی چنانچہ حضرت بھی مولد لشکر روانہ حنین ہو گئے۔ رسول خود عقب لشکر پر تھے جسکے ساتھ اہل کلاب نا علم لے رہے ہوتے تھا۔

روضۃ الصغایں روایت ہے کہ ابو بکر نے کثرت لشکر اسلام دیکھ کر کہا تھا کہ اب ہم بوجہ قلت سپاہ ہرگز مغلوب ہو گئے۔ رسول کو یہ سبکدوش کلام مکرہ معلوم غالباً اسی قول کی سنائیں خدا تعالیٰ نے اول لشکر اسلام کو منہزم کیا تھا کہ انکو معلوم ہوا کہ فتح و شکست کثرت سپاہ پر نہیں ہے بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور خدا کی جانب ہی آیہ ”ھٰذَا نَصْرُكَ مِنَ اللَّهِ“ صد برین نازل ہوئی جس میں تکبر تعلی کی مذمت کی گئی ہے دشمن کے ہوشیار و تیز فہم سردار مالک بن عوف پہلے سے پہچان کرادی حنین میں اپنے کچھ سپاہ کو گمین گاہ میں بٹھا دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ جب وقت لشکر اسلام اس طرف گزرے اور زور پڑا تو ایک دم کی گئی سے اپنے چکر دیا جائے۔ راستہ وادی کا تنگ تھا۔ لشکر اسلام تھوڑا تھوڑا ہوا کہ تفرق راستوں گزر رہا تھا کہ تسن میں موقع پاکر دشمن نے کھد گاہ یکدم مسلمانوں پر زوروں سے حملہ کر دیا۔ مسلمانوں میں گہرا ہٹ پریشانی پیدا ہو گئی اور اوجھڑے ہوئے قدم پر قائم نہ رہ سکے اول فوج بنی سلیم کی بہاگی۔ پھر خالد بن ولید کی فوج بہاگی غرض ایسی بہاگری پڑی کہ ایک کو دوسری خبر نہ رہی۔

تیار ہوئی روانگی

لشکر اسلام

ابو بکر کا سبکدوش قول و

اسکی پاداش منجانب اللہ

انتشار و فرار لشکر اسلام

رسول خدا رسول علی کی

ثابت قدمی دامن طمان

رسول

لیکن رسول پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر قائم تھے اور انکا علم دل اپنے جلی استقلال سے عزت اسلام کو روکے ہوئے تھا حضرت پاس سوا چند آدمیوں کے کوئی نہ تھا۔ علی عباس عبد اللہ بن مسعود و ربیعہ ابوسفیان پسران حارث بن عبد المطلب و لا جعفر و نعم فضل پسران عباس و عقبہ و معیب پسران ابولہب و عقیل پسر ابوطالب بلور علی تھے کہ جو سب خاندان رسالت تھے اور اسامہ بن زید غلام حضرت اور اسکا بہائی اور اسکی ماں ام ایمن کا بہائی تھان لوگوں کے علاوہ اور کوئی ثابت قدم نہ رہا تھا (روضۃ الصفا) اور بقول مولف تاریخ الاسلام صرف چار آدمی علی عباس ابوسفیان اور عبد اللہ باقی رہ گئے تھے۔ ابوالفضل کی موافق مسلمان سطورح تفرق ہو کر ایک دوسرے سے غافل رہا:

سفر دین رسول کا پھرنا

در شکر کی رسولی محمد

علی کی شیرازہ مدافعت

رسول مثل حد کے سب کو پکارتے تھے اور فرماتے تھے ”اَنَا الْبَنِي كَا الْكَذِبَا نَاعْبُدُ الْمَطْلَبُ يَا اَصْحَابَ السَّمَرَةِ“ (سموہ اس وقت کا نام تھا جسکے نیچے بیت رضوان کی تھی) مگر کوئی نہ سنتا تھا۔ رسول نے اب خود ارادہ جنگ کا کیا مگر ابوسفیان و عباس علی نے حضرت کو روکا کہ جب تک ہمارے جسم میں جان باقی ہے حضرت کو جنگ کرنے کی ضرورت نہیں یہ لوگ بہادرانہ نشانے دشمنوں کے جنگ کرتے تھے اور رسول کی حفاظت ہی کرتے تھے۔ اہل مکہ میں جو لوگ طوعاً و کرہاً مسلمان ہوئے تھے اور بھاگ رہے تھے خود تھے اور نامناسب باتیں کہتے تھے۔ لیکن صفوان انجو روکتا تھا۔ مالک بن عوف سردار لشکر خلافت رسول کو دیکھ کر جھک گیا۔ ام ایمن اسکو روکا مگر زخمی ہو کر شہید ہو گئے۔ مالک نے ہر چند کوشش کی کہ حضرت کے قریب پہنچ کر حملہ کرے۔ مگر علی کے شیرازہ محلوں سے جو دشمنوں کی تلواریں بدلاؤں شیشے کے تھے اور جماعت دشمن کو درہم برہم کر دیتے تھے وہ حضرت تک پہنچ نہ سکا۔

واپسی اجتماع لشکر اسلام

و جنگ دشمن سے

اب رسول نے حضرت عباس کو حکمی آواز بلند تہی حکم دیا کہ انصار کو آواز دین چنانچہ عباس نے آواز دی کہ ”یا معشمل کاخصل یا اصحاب بیعة السمرۃ“ کیا بے جیتی ہے کہ رسول کو دشمنوں میں چھوڑ کر اپنے نام وغیرت کو ڈبوئے ہو واپس آئے۔ لیکن وہ عصابہ سکڑ بعض کو غیرت آئی اور اطراف جوانب لبیک کہتے ہوئے واپس آئے۔ اول گروہ جو رسول کے پاس پہنچا یہ عصابہ کا تھا۔ جب قریب آئے تو آدمیوں نے ہو گئے تو سب نے لکڑی اور دشمن پر حملہ کر دیا۔ اور اب اور دشمنزمرہ بھی واپس ہوئے لگا جو بوجہ نرا رسول کے پاس توڑ جاتے تھے مگر علی کے علم کے نیچے جو ثابت قدمی سے دشمن سے جنگ کر رہے تھے اگر شریک جنگ ہو جاتے تھے۔ اب شکرین میں ایک بہادر اور جودل نامی جو نہایت قوی الجشاد و شجاع تھا۔ اونٹ پر سوار ہو کر میدان میں آیا اور مبارزہ طلب کیا کسی کی ہمت اس کے مقابلہ کی پہنچی تھی کہ اسی فریشتاں شجاعت علی ابن ابیطالب نے اس کے مقابلہ جاکر اس کے اونٹ کو پکڑ کر اسکو دھواں جہنم کیا۔ اسکا اونٹ اس سے قوی دل ہو کر اونٹنی سے حملہ کر دیا چونکہ رات کا وقت تھا۔ دشمن کو یقین ہو گیا کہ اسلام کا تمام لشکر پھر جمع ہو گیا۔ اب جو دل کے قتل ہو جانے سے دشمن کے قدم اکٹھے ہوئے۔ اور اب بہاگنے کی انکی باری تھی میدان چوڑ کر بہاگ کر رہے ہوئے مسلمانوں کی رہی چار اچھی مسلمانوں نے اور۔ آدمی نیا الفین کے مار گئے جنہیں بروایت حیات القلوب

ہم آدمی تنہا علی کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اس جنگ میں دو ہزار اونٹ چار ہزار مردہ۔ چالیس ہزار اوقیہ نقرہ اور ستر ہزار
میں بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں اور بہت مشرکین کمان ہو گئے۔ اس جنگ میں بھی علی کی ہی بہادری اور ثبات قدمی
آبرو اسلام کی رکھائی اور فتح نصیب ہوئی۔

مشرکین کی شکست
سردار

مشرکین تین گروہ میں بھاگے تھے۔ ایک گروہ بنی ثقیف مع مالک سردار لشکر کے طایف کی طرف گیا ایک گروہ جانب لطن
نکل گیا اور ایک گروہ بغرض حفاظت مال اسباب کو پاس کو گیا۔ رسول نے حکم دیا تھا کہ امیر منین سے کسی کو قتل نہ کیا جائے اور جو
اسکے بروایت حیات القلوب حضرت فاروق نے جواب دیا پس آگئے تھے انصار کو اشارہ دیکر ان لاکھ وحشیوں میں بن عمر کو جو امیر
تھے قتل کر دیا چہر حضرت سخت ناخوش ہوئے۔ عیمر بن حبیب سفارش کر کے معاف کرایا۔

سرایا ابو عامر طفیل بنابر تعاقب دشمن

اب حضرت ابو عامر اشعری کو معہ زبیر بن عوام و ابو موسیٰ اشعری کے ایک دستہ فوج کیساتھ تعاقب دشمنان میں جانب
اوطاس روانہ کیا وہاں ہی مخالفین سے جنگ ہوئی ابو عامر شہید ہو گئے۔ ابو موسیٰ اشعری نے کوشش ملیج و دشمنوں کی شکست
دی جو وہاں سے بھی بھاگ گئے۔ درید بن القہ ناہنیا بھی مارا گیا۔ شہید بن عثمان بن ابی طلحہ عبد ربی جو سخت دشمن اسلام تھا
دوران جنگ میں کمان ہوا اور دشمنوں سے جنگ کی۔

سرایا ابو عامر تعاقب دشمنان
بجانب اوطاس

اب سوال شد ہے تمام مال غنیمت کو جمع کر کے حفاظت بشیر انصاری کہا اور بروایت بحفاظت بذیل بن ورقہ روانہ ہوا نہ کر دیا۔
اسیروں میں اسماء بنت حارث بن عبد لغزی بھی تھی جو حضرت کی رضائی بہن تھیں۔ جب اس نے حضرت کو اپنا پتہ دیا تو حضرت
نے اسکی بہت عزت کی اور بہت عطا کیا دیکر بہت عزت تمام حضرت کو دیا جو کمان ہو کر واپس گئی اسکے رشتہ دار و کنبہ بھی ہائی دیکھی ہو
طفیل بن عمر کو واسطے تخریب بخاند ذی الکلیف معہ چار سو آدمی لکے بھیجا گیا تھا جنہوں نے بخاندہ کو کوفہ فدا کر دیا۔ اور
واپس کر محاصرہ طایف میں شریک ہو گئے۔

اجتماع مال غنیمت زبانی
اسما بنت حارث

سرایا طفیل بنابر تاجی
بخاندہ ذی الکلیف

غزوہ طایف۔ علی سے رسول کی رازداری و اصحاب کی ناگواری و دشمن کی مغلوبی و صلح

مشرکین ہوازن ثقیف جو معہ مالک بن عون جنگ حنین سے ہباگ کر طایف گئے تھے! انہوں نے جا کر بخوف تعاقب مسلمانان
اپنے قلعہ کو خوب مضبوط و مستحکم کر لیا اور سامان خوراک غیوہ بھی اتنا جمع کر لیا کہ ایک سال کے لیے کافی ہو سکے اور آمادہ جنگ کے تھے۔
رسول نے ماہ شوال میں ہی خود معہ سپاہ اسطون کا قصد فرمایا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ والی بوسفیان بن حراہ کو بھیجا
تھا جو بنی ثقیف سے شکست کھا کر بھاگ آیا تھا۔ تب حضرت خود قصد فرمایا۔ بہر حال علم لشکر علی کو دیا گیا۔ اور ابو عبیدہ جراح
و خالد بن ولید کو معہ ایجنہزار کی جمعیت کے مقدمہ لشکر پر مامور کیا۔ اور خود رسول معہ بقیہ سپاہ کے عقب میں روانہ ہوئے۔

غزوہ طایف
ماہ شوال

تہذیب دشمنی و انگلی لشکر اسلام

راستہ میں قصر مالک بن عوف ملا اسکو تباہ کر دیا گیا۔ طایف پہنچ کر قریب قلعہ لشکر قائم کیا گیا۔ اہل قلعہ نے جو بیشتر مستعد تھے بالآخر قلعہ سے تیر چلائے شروع کئے جس سے اکثر سپاہیان اسلام زخمی ہوئے لہذا لشکر کچھ پیچھے کو ہٹا کر اس مقام پر جہاں مسجد طایف ہے لشکر گاہ قرار دیا گیا۔ اسی درمیان میں طفیل بن عزیٰ بعد تارا جی بخاندہ ذی الکلیف معہ ہمراہیان واپس آکر لشکر اسلام میں شامل ہو گیا۔ سترہ روز و بقلوے چالیس روز تک محاصرہ رہا۔ اس دوران میں خوب جنگ ہوتی رہی اور بہت صحابہ زخمی ہوئے جنہیں سے بارہ شہید بھی ہو گئے جن میں عبداللہ بن ابوبکر بھی تھے۔ دوران محاصرہ میں رسول نے باؤ بلند کھلوایا تھا کہ جو شخص قلعہ سے نکلے بلا جنگ ہمارے پاس جائیگا وہ آزاد کر دیا جائے گا۔ چنانچہ قریب ۲۰ غلام نکلے جن میں ابوبکر غلام حارث بن کلدہ مینعت و دردان غلامان عبداللہ بن ربیع بھی تھے قلعہ سے نکل کر خدمت رسول میں آ گئے تھے جنکو حضرت نے آزاد کر دیا۔

دوران محاصرہ میں علی معہ ایک جماعت کے امور کئے گئے کہ نواح طایف میں گشت کر کے جہاں جہاں بت یا بتخانہ پائیں انکو تباہ کرین علی لشکر گاہ سے چلے تو راستہ میں ایک گروہ کثیر بنی خثعم سے مقابلہ ہو گیا۔ انکا سردار لشکر شہاب تھا جو نہایت دہباور تھا علی نے اسکو بغیر شمشیر ملاک کیا۔ اور اس گروہ کو کامل شکست دی۔ اور تمام نواح میں ہوازن و ثقیف کے جو جو بت پائے سبکو توڑ ڈالا اور نواح طایف کو بتوں کا پاک کر دیا۔ رسول علی کی واپسی کے سخت منتظر تھے جب علی واپس آئے اور رسول کی نظر ان پر پڑی تو بقول صاحب قرۃ العیون روضۃ الصفا رسول نے باؤ بلند بھیر کھینچا اور ان سے خلوت کر کے بہت دیر تک راز کی باتیں کیں جب بہت دیر ہوئی تب صحابہ ضوان اللہ علیہم نے کہا کہ آج عجب راز دور دراز اپنے اپنے چچا کے بیٹے سے کہا کہ اس طرح آپ اور رسول کہتے ہیں فرمایا میں خود اپنی طرف اس سے راز نہیں کہتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو امر کیا ہے تو میں اس سے راز کہتا ہوں۔

اور بروایت جابر وہ شخص جس نے ایسا کہا تھا عمر فاروق تھے جنہوں نے رسول سے بھی جاکر کہا کہ علی سے تو ایسی راز کی باتیں کر ہواور ہکو دور رکھتے ہو۔ رسول نے فرمایا کہ بخدا میں نے انکو خود علی سے کوئی راز نہیں کہا ہے بلکہ خدا نے مجھ سے کھلوایا ہے اور میں کیا خدا اس راز کہتا ہے جس عراض پر حضرت فاروق بعد کو بہت پشیمان نام ہوئے۔ اور روضۃ الشہدانے بسند ترمذی صحیح یہ عبارت لکھی ہے کہ بلایا آنحضرت علی کو دن غزوہ طایف کے پس سرگوشی کی اُن سے پس کہا لوگوں نے نبی منافقوں یا عوام صحابہ نے التجہ تحقیق دراز ہوئی سرگوشی آنحضرت کی ساتھ چچا کے بیٹے اپنے کے پس فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں خاص کیا ہو انکو ساتھ سرگوشی کے لیکن اللہ تعالیٰ نے سرگوشی کی اُن سے (مظاہر حق)

(نوٹ) اس ذرا سے واقعہ سے چند امور اہم کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ اول صحابہ و بالخصوص حضرت فاروق کی قلبی کیفیت کا کہ

محاصرہ قلعہ طایف

د جنگ

بہت غلام نکلے

آزاد کر دیئے گئے

علی نے بت خانے کو تباہ کیا

علی کی بنی خثعم سے جنگ

راز کی شکست

رسول نے علی سے

راز کی باتیں کیں

صحابہ بالخصوص

عمر کی ناگواری

انکشاف حالت

باوجود بعیت رضوان در حدیبیہ کی توبہ کے پھر رسول پر اعتراض کیا گیا اور انکی افتاد طبعیت سے عجب نہیں کہ یہ اعتراض پہلی عمر میں
حدیبیہ کے انداز پر کیا گیا ہو۔ دوسرے رسول کی علی سے خصوصیت رازداری اور رسول کی زبان سے خدا کی ان سے رازداری
تیسرے علی سے حضرت فاروق صحابہ کا حد کہ اتنی بات بھی علی کی قدر و منزلت کی صبر نہ دیکھی گئی۔ جو ناظرین کو مواقع امیدہ
کے سمجھنے میں مدد دینگے۔ نہایت افسوس ہے کہ علی جو کام کرتے ہیں اسکی کوئی حرص بہت نہیں کرتا مگر اسکے عوض میں جو قدر افزائی
ہوتی ہے وہ حسد کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔

دوران محاصرہ میں بحیرہ زمان بن فیلان معہ ایک گروہ کے قلعہ سے باہر آیا۔ علی اسکی جنگ کو بھیجے گئے۔ مقام مرج میں جنگ
ہوئی علی نے اسکو قتل کیا اسکے ساتھی بھی شکست کھا کر قلعہ کے اندر کو ہٹا گئے اسکے مارے جانے سے سب پر خوف غالب
ہو گیا۔ تب اہل قلعہ نے رسول کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم صلح پر آمادہ ہیں محاصرہ ہٹا لیا جائے ہم اپنے چند کھلائے پاس میں
میں ہمیں گے جو شرائط صلح طے کرینگے چونکہ محاصرہ کو زیادہ عرصہ ہو گیا تھا اور لشکر اسلام کو بھی سخت تکلیف تھی۔ رسول نے
اس پیغام صلح دشمن کو منظور فرمایا اور بلا مزید جنگ کے واپسی کا حکم دیا۔ اور مقام حجاز کو جہاں اہل غنیمت جنگ میں تھے وہاں کیا
جملہ نہ پہنچکر اہل غنیمت عذرہ جنین کا تقسیم کیا گیا۔ قریش مکہ نے مسلمان ہونے والوں کو جنگویہ پہلا موقعہ رسول کیساتھ جنگ میں
شرکت ملا تھا مصلحتاً بوجہ تالیف قلوب زیادہ زیادہ حصہ بقدر سنو سنو اور پچاس پچاس اونٹوں کے اور اسی مقدار و تعداد میں نقد
واسیر دینگے۔ انصار و مہاجرین کو اس مرتبہ کم کم حصہ دیا گیا۔ انصار میں سے بعض کو یہ امر گران بھی ہوا اور اس قسم کے کلمات شکایت
بھی زبان پر آئے کہ قریش کو بوجہ قربت رسول نے زیادہ حصہ دیا۔ اور ہماری جانفشانیوں کا لحاظ نہ کیا گیا۔ رسول کو معلوم ہوا تو انصار
کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ میں انصار کو جنہوں نے میرے ساتھ بہت محنتیں اٹھائی ہیں۔ مثال اپنی ذات کے سمجھتا ہوں۔ میں نے انہیں
غنیمت میں بہت کم حصہ لیا ہے اور اپنے گہر اور خاندان والوں کو بہا تنگ کہ جس کے ذریعے سے یہ لڑائیاں فتح ہوئیں اور غنیمت ہاتھ آئی
یعنی علی، اوسکو بھی کم دیا ہے اور اسکو جو انصار کو اور ان لوگوں کو بھی جو میرے چھوٹے مثال اپنی ذات کے پورا ہر دوسرے اطمینان تھا کم دیا۔ التبتان
کو جنگویہ پہلا موقعہ تھا اور ان کے قلوب ابھی اسلام پر مستحکم نہیں تھے۔ بہن مصلحتاً زیادہ دیدیا ہے۔ انصار رسول کی اس محبت آمیز گفتگو سے
ایسے راضی و خوشنود ہو گئے کہ جو کچھ انکو ملا تھا اسکے بھی دیدینے پر آمادہ تھے۔

اس مصلحت میں اور موقعہ شناس نبی کی اس تالیف نہ صرف وہ لوگ جن کے دل میں محبت اسلام کافی طور پر مستحکم نہ ہوئی تھی اپنی دین
کہ وہ تو کچھ ہو لکھ اسلام کے دلدادہ ہو گئے اور حضرت کی اس بخشش عطیہ نے نہ صرف انکو ہی حضرت کا صلح و مفاد بنادیا بلکہ اردوں کو
بھی جواب تک کچھ سہو تھے اسلام کی طرف آجائیکی ترغیبی بلکہ مکہ کو جو ہمیشہ مال کے دلدادہ رہے ہیں طبع کرنگی اس کے بہتر اور کوئی
سیاسی تدبیر نہ تھی اور انصار کی بددلی کو بھی کس بہترین عنوان سے رفع کر دیا کہ کوئی افراق پیدا ہونے نہ پایا بلکہ بجائے کشیدگی کے

علی دشمن بنے اور انکو
قتل کیا

دشمن کے پیغام صلح پر
محاصرہ ہٹا لیا گیا
تقسیم غنائم جنین

انصار کی بددلی

خطبہ رسول کی بددلی کو
فلوس سے بدل دیا

خلوص و محبت کی زیادتی ہو گئی۔ یہ رسول کے اعلیٰ درجہ کی سیاسی تدبیر کی دلیل ہے۔

اسلام اہل ہوازن ثقیف۔ اداہی عمرہ۔ ولادت حضرت ابراہیم عقد حضرت باملیکہ ازواج کی عیاری سیر یا کعب و عتبہ

اسلام اہل ہوازن واپسی
مال

بعد اس تقسیم کے ایک گروہ اہل ہوازن کا خدمت رسول میں بمقام جو انہ حاضر ہو کر مسلمان ہو کر نماز و روزہ وغیرہ پر راضی ہوئے تھے رسول نے انکا اسلام قبول نہ کیا اور فرمایا کہ اگر تم کو قبول نہ کرو گے تو میں تم پر لیسہ شخص کو بھیجوں گا جو تمہاری گروہین توڑ دے گا۔ اور علی کو کہا کہ فرمایا کہ دیکھ لو وہ یہ ہے چونکہ ہنگام جنگ وہ لوگ علی کی لاجواب شجاعت دیکھ چکے تھے وہ راضی ہو گئے اور عتبہ اہل قلعہ کے مسلمان ہو گئے اور اپنے مال کی واپسی کے خواستگار ہوئے حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ بہت دیر اسے مال وغیرہ تقسیم ہو گیا۔ جب انکی التجا زیادہ ہوئی تو حیم نبی نے بلکہ کرم حکم دیا کہ جو کچھ حضرت کے و بی ہاتھ کے حصہ میں ہے وہ انکو واپس دے دیا جائے۔ اسپر اور انصار و مہاجرین نے بھی باتباع رسول خوشی سے اپنا اپنا حصہ لے لیا وینے کا وعدہ کیا سو افرع بن حابس سرور بنی سلیم عتبہ بن حصین فرازی نے کہا بن مردہس کے کہ انکو انھے حصہ کی قیمت دے دی گئی اور سب مال اہل ہوازن کا بھروسہ ہوئے تھے انکو واپس دے دیا گیا۔ مگر غلام بہت تورا زاد رہے۔

اسلام مالک بن عوف
اداکہ عمرہ مکہ و واپسی مدینہ

اسکے بعد مالک بن عوف انکا سرور بھی حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا انکا اسباب بھی اسکو واپس دیدیا گیا اور اسکو اسکی قوم و چند دیگر قبائل کا امیر کر دیا گیا۔ انوقتہ کو تمام جو انہ سے طام عمرہ باندہ رسول مکہ واپس تشریف لائے اور مساک عمرہ ادا فرمائے اور مارکہ مکہ بہت دور عتاب بن اسید کی سپرد کر کے معاذ بن جبل ابو موسیٰ اشعری کو واسطے تعلیم قرآن مہدی حکام دین کے مکہ میں مامور فرمایا اور ابو سفیان بن حرب کو بحران بلدہ میں کا حاکم مقرر کر کے کثیر بن عدیلہ کو اسکی آمد و زارت پر مامور فرمایا۔ ان انتظامات سے فارغ ہو کر رسول اللہ پر جو انہ تشریف لائے اور بقیہ غنائم تقسیم کر کے کے بعد آخر ذیقعدہ کو مدینہ منورہ کو واپس ہوئے۔

آمد مدینہ ثعلبہ

بنی ثعلبہ میں سے چار شخص حاضر خدمت ہو کر مستفسر ہوئے کہ آیا اسلام بلا ہجرت کے بھی صحیح ہوتا ہے۔ رسول نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی واسطے ہجرت لازمی نہیں ہے اور انکو انعام وغیرہ دیکر خست کیا۔ ۲ ذیقعدہ ۶ شنبہ بروز جمعہ مدینہ میں واپس تشریف لائے۔

زینب دختر بکر رسول کا انتقال ہو گیا جسکے واسطے تابوت بنایا گیا۔ اور یہاں پر تابوت تھا جو اسلام میں بنایا گیا۔ یہ زینب زوجہ ابوالعاص تھیں جبکہ عقد قبل بخت رسول ہوا تھا۔ ابوالعاص ۳۰ سنہ میں مسلمان ہوا۔ مدینہ میں دو اولادین چھوٹی تھیں۔ ایک بیٹی جو قریب بلوغ پہنچ چکی فوت ہوئی۔ دوسری دختر ام ریحہ علی نے بعد وفات جناب سیدہ حسب وصیت انکے عقد کیا تھا۔

انتقال زینب دختر

ریحہ رسول

ولادت ابراہیم

فرزند رسول

اسی سال بطین ماریہ قبطیہ سے رسول کے فرزند ابراہیم پیدا ہوئے جس کی اول خوشخبری رسول کو بوران نے اگر سنائی تھی جس کو رسول نے اس حملہ میں انعام عطا فرمایا۔ ام بردہ دختر منذر بن نیدر دودھ پلانے پر رکھی گئی تھی۔ ساتویں روز پیدائش رسول نے

انکا عقیقہ کیا۔ اور بالوں کی برابر چاندی صدقہ میں دی اور سر کے بال دفن کرا دیئے۔

اسی سال حضرت ملیکہ کندیبہ سے جبکا باپ برز فح مکہ قتل ہو گیا تھا عقد کیا۔ مگر عائشہ و حفصہ زواج رسول دختران صدیق و فاروق نے اس کا کہا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ جس نے تیرے باپ کو قتل کر دیا ہو تو اسی کی زوجہ بنے۔ اور ایک روایت میں اس کا اس کا کہا کہ رسول اللہ کو وقت زفاف اعوذ باللہ منک تمہا بہت پسند آتا ہے۔ لہذا جب رسول برائے زفاف تشریف لگے تو اسے اظہار کراہت کیا اور وہی سکھایا ہوا جملہ اعوذ باللہ منک کہا رسول فوراً واپس چلے آئے اور اسکو علیحدہ کر دیا۔ ان ازواج رسول کی یہ عیاری کی چال ہی قابل لحاظ ہے۔

اسی سال رسول اللہ نے کعب بن عکیر کو معہ چند ہمراہوں کے بجانب ذات الکلاخ علاقہ شام کے بھیجا تھا جو سب موہم لہیان شہید ہو گئے۔ اور عقبہ بن حصین کو بجانب عتبہ بھیجا گیا تھا جن سے جنگ ہوئی اور مخالفین مغلوب و قتل ہوئے۔ عورتوں کو یہ لوگ اسیر کر لئے۔

عقد رسول بالیکہ

واعوامائشہ و حفصہ

سر کعب بن عکیر

عقبہ بن حصین

واقعات سنہ ہجری ۱۰

(وصولی زکوٰۃ اسلام بنی تمیم سرسہ علی بمقابلہ بنی طے)

سال ہذا میں جب ہلال محرم نمایان ہوا رسول اللہ نے ایک گروہ اصحاب کو بغرض وصولی اموال زکوٰۃ مختلف قبائل عرب کی طرف جو سلمان ہو گئے تھے روانہ کیا کہ سب جمع کر کے مدینہ لاویں۔ بریدہ بن الحصیب بروایت کعب بن مالک کہ قبیلہ دبی اسلم کی طرف وعباد بن بشر کو بنی سلیم و مزنیہ کے پاس عمر بن العاص کو بنی فزارہ کے یہاں مصحاک بن سفیان کو بنی کلاب کی طرف رافع بن کش کو ہنہ و بشیر بن سفیان کو بنی کعب کے پاس بھیجا گیا۔ انیس بن سفیان کو کیا تھہ حسب ذیل ایک قہ مشہور کیا۔ باقی اور سب زکوٰۃ وصول کر لئے۔

بشر جب بنی کعب کے پاس پہنچے تو وہ ایک چشمہ کے کنارہ معہ بنی تمیم کے فروش تھے۔ بشر نے ان سے مویشیوں کو شمار کیا تو تعداد کثیر زکوٰۃ کی برآمد ہوئی۔ بنی تمیم نے مقدار مال دیکھ کر بنی کعب کا تمہد ہوتوف ہو کیوں بلا وجہ اس قدر مال محمد کو دیئے دیتے ہوئے بنی کعب کا کہا کہ تشریف میں زکوٰۃ واجبات سے ہے بنی تمیم پر بھی اپنی تلوارین کینچل کر بشر کے سدرہا ہوئے اور کہا کہ ہم سرگز نہ لیجانے دیکھو آئادہ جنگ کھویشہ وہاں کہاگ کر لعلت تمام مدنیائے اور رسول سے کیفیت بنی تمیم کی بیان کی۔ رسول نے عقبہ بن حصین فرما کر کو موہ چاس سوار و سب بنی تمیم کی سرکوبی کو روانہ کیا جو بہت تیزی سے مقام بنی تمیم پر پہنچے۔ کثرت گہر مردوں سے خالی پا جو بجا ہواگ گئے تھے ان کے گہر و کونعات و تالاج کر دیا گیا۔ دس مرد گیارہ دس بچے گرفتار کر کے لائے جو محفوظ رکھے گئے۔

اموری احتیابا

وصولی زکوٰۃ

بشر سے مزاحمت بنی تمیم

آدم سرائی تمیم دقبولی

اسلام

اسکے بعد ایک جماعت بنی تمیم کی جنہیں فرخ بن جالبس عطار و بن حاجب۔ ورتابن منذر نعیم بن سعد عمر بن الاشہم قیس بن سعد۔ بائد عا و السبی اسیر بن مدنیہ آئے۔ انہیں عطار و تو خطیب تھا اور درقا شاعر مجاہد بن سول میں آئے تو باجاز حضرت عطار و اپنی قوم کی مفاخرت میں ایک خطبہ پڑھا اور وقت کے کچھ شعرا پڑھے دوسرے بھی باشارہ حضور ثابت بن قیس انصاری جواب خطبہ و حسان بن ثابت نے جواب شعر نظم میں دیا جو ان کے خطبہ و اشعار سے بہت افضل و بالاتر تھا وہ سب مسلمان ہو گئے اسرا واپس دیئے گئے۔

سید علی بن ابی

بنی طے

قبیلہ بنی طے میں مشہور تاجانہ فلس تھا۔ رسول نے علی کو معوضہ اسوار و نکلے اسکی تاراجی کیواسطے روانہ کیا۔ علی نے اس ہم کو بھی کامیابی کیساتھ سر کیا۔ تاجانہ مذکور اکبر و اگر غارت کر دیا۔ عدی بن حاتم طائی جو ان کا سردار تھا شام کو بہاگ گیا۔ اسکی بہن گرفتار ہوئی۔ اور مال غنیمت و برہ اوٹ اہل اسلام کے ہاتھ آئے۔ علی نے بعد کالے غم کے مال غنیمت تقسیم کر دیا۔ دختر حاتم کو جو ایک طبع عورت تھی تقسیم سے علی حذر رکھ کر مدینہ لائے۔ اور محصور رکھا گیا۔ تین روز کی التجا کے بعد رسول نے اسکو رہا کر دیا اور ایک قافلہ کیساتھ واپس کر دیا۔ وہ شام میں جا کر اپنے بہائی عدی سے ملی اور رسول کے اخلاق کریمہ کی تعریف کی حضرت کی یہ حمد و نیک بختی و بیکار اسکو بھی ملاقات حضرت کا اشتیاق ہوا اور سال دہم ہجری میں حاضر خدمت ہو کر مسلمان ہوا۔

رسول کا ایک ماہ تک زواج سے ایلا معوضہ وجوہ اور واپس سری نظر

رسول ایلا تک ازواج سے

علیحدہ رہے کی قسم کھائی

ایک جہاز روضۃ الصفا

اس سائل نے قسم کھائی تھی کہ ایک ماہ تک اپنی ازواج میں کسی سے اختلاط و مصاحبت نہ کرینگے جسکے وجوہ تواریخ میں مختلف ہیں جن میں (۱) کہ ایک روز رسول حجہ حصہ میں تشریف لگئے۔ اسکو خالی پایا حصہ اپنے باپ کے یہاں ملنے گئی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا اجازت اطلاع رسول گئیں تھیں، رسول نے حجہ خالی پا کر ماریہ قطبیہ کو وہاں بلا کر اس سے مباشرت کی اسی تاجانہ حصہ واپس گئیں اور دروازہ حجہ کو بند پایا معلوم ہوا کہ حضرت اندر تشریف فرما ہیں تھوڑی دیر توقف کیا اتنے میں حضرت نے دروازہ کھولا جب حصہ ماریہ قطبیہ کو دیکھا تو حصہ میں بہت روئین مٹیں کہ میرے حجہ میں اور میرے بستر پر کینز کے سنگین مجامعت کی رسول نے اس شور و غضب کو موقوف کرنے کی خوض سے فرمایا کہ اچھا تو اس پر راضی ہوگی کہ میں ماریہ کو اپنے لیے واپس حرام کر لوں بشرطیکہ تو کسی اسکا ذکر نہ کرے تب وہ راضی خاموش ہوئیں مگر انہوں نے اپنی اس کامیابی کو اپنی راز دار و ہم مزاج عائشہ سے تفاخر نہ بیان کر دیا۔ شوخ طبیعت عائشہ نے طنز یہ طور پر رسول سے اس واقعہ کا طعن دیا۔ جسپر کہ یہ تحریم نازل ہوئی اور رسول نے اسے ناخوش ہو کر اسیجا تک تمام ازواج کو اپنی صحبت سے محروم رکھ کر تادیب فرمائی۔ (روضۃ الصفا)

دوسری وجہ

از روضۃ الصفا

(۲) دوسرا سبب بیان کیا جاتا ہے کہ ازواج رسول کو چونکہ روز ہجرت سخت تکالیف نفقہ کی رہی تھیں رسول سے اس نفقہ طلب کرتی تھیں جس سے ممکن نہ تھا۔ ایک روز ابو بکر و عمر و دیگران حصہ عائشہ دولت سر حضرت میں حاضر ہو کر حضرت کو بول

پایا کیفیت معلوم ہوئے پر دونوں نے ایک ایک گھونسلہ اپنی اپنی لڑکیوں یعنی عائشہ و حفصہ کے ملا اور سخت زجر و توبیخ کی۔ اس
برخ سے رسول یکجا نہ لائی مکہ مسجد میں زواج سے علیحدہ ہو کر رہے (روضۃ الصفا)

واقعہ پر سرسری نظر

علاوہ ان کے اور وجہ بھی بعض تواریخ میں لکھے ہیں جو خیال طوالت ترک کیے جاتے ہیں کہ جسکی باعث ثبانی بھی دونوں زواج
یعنی عائشہ و حفصہ ہی پائی جاتی ہیں یہ حالت ان دونوں زواج کی نہایت شرمناک بلکہ قابل نفرت معلوم ہوتی ہے رسول
تو رسول کسی شریف خاندان کی ازواج کی بھی شایان شان نہیں ہم گز پاس دے سکا تذکرہ نہ کرے مگر کیا کیا جاوے واقعہ تاریخی
ہے جو تواریخ اہلسنت سے ثابت ہوتا ہے اس واقعہ سے مدینہ میں مشہور ہو گیا کہ رسول نے ازواج کو طلاق دیدی۔ اب ابو بکر
نے جو یہ سنا تو اپنی لڑکیوں کے خیال سے بغرض تصدیق خدمت رسول میں حاضر ہوا اور دریافت کیا تو رسول نے فرمایا کہ انہیں
میں نے طلاق نہیں دی ہے انہوں نے کہا کہ مدینہ میں تو ایسا ہی مشہور ہو رہا ہے۔ تب رسول انیسویں دن حجۃ عائشہ میں
تشریف لگے تاکہ اس شہرت و بدنامی کی تردید ہو جائے۔ ورنہ نہ معلوم کتنے روز تک رسول علیحدہ رہتے۔

رجم سبب و لعان خولہ

تین سال پیشتر ایک عورت بمعینہ عامرہ نے اقبال نہا بروئے رسول کیا تھا بوجہ حاملہ ہوئی کہ وہ تا وضع حمل ایام رمضان
انصاری کے یہاں کہی گئی تھی۔ اب بعد فراغت پیش کی گئی رسول نے بچہ کو بغرض پرورش ایک مسلمان کے سپرد کر دیا اور اسکو
سنگسار کر دیا۔ واقعی ایسے اخلاقی جرم کی سزا ایسی ہی سخت ہونی چاہیے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ چونکہ اس عورت نے وقت
نزع توبہ کی تھی۔ لہذا رسول نے بعد مردن نماز جنازہ پڑھو کر دفن کر دیا۔ اسی سال ہلال بن مسیئہ اپنے زوجہ خولہ کی نسبت
شریک بن سماع کے تعلق ناجائز کا الزام لگایا کہ آہ لعان نازل ہوئی۔ رسول نے لعان واقع کر دیا۔

غزوہ تبوک۔ علی خلافت مدینہ پر۔ علی مثل ہارون منافقین کی سازش بنا بر ہلاکت علی
رسول و نتیجہ واقعہ پر سیاسی نظر

بقول بعض مؤرخین تبوک نام ایک موضع کا ہے جو بلقاء بلقار ملک شام سرحد پر واقع ہے بعض کہتے ہیں کہ ایک قلعہ کا نام اور بعض
نزدیک ایک چشمہ کا نام ہے اس سال یکایک تجارت مدینہ میں آیا تھا جو رغن زیت فرس غیرہ فروخت کرتا تھا اسے خبر معلوم ہوئی
کہ شاہ روم نے سب بڑا لشکر جمع کیا ہے اور قبائل نجد و خرام و عسان غیرہ و نصار عرب بھی اسے متعین ہو رہے ہیں مدینہ پر حملہ کرانے
ہے اور اس لشکر کا مقدمہ بلقار میں پہنچ گیا ہے اور ہر قل قیصر روم خود مدد لشکر مقام حصص میں آ گیا ہے اور ایک روایت میں بھی
ہے کہ نصار عرب ہر قل قیصر روم کو نامہ لکھا تھا کہ اسوقت مسلمانوں پر تکی ہے موقوفہ چاہے انکا ملک سانی سے فتح ہو جائیگا چنانچہ
اس نے قباد نامی ایک شخص کو معہ ہم نہار فروج کے روانہ کیا ہے۔

غزوہ تبوک
از آخر حبیب تاجر و صحابہ
سبب غزوہ

بہر حال اس قسم کے اخبار پاکر رسول نے تیاری جنگ کو مکمل کیا اور اطراف مدینہ و قبائل ہل اسلام میں خبر بھی کہ بغرض حملہ روم

تیاری لشکر اسلام واکراد
اہل مدینہ

ہیابوکرآئین اس مرتبہ ثلاث سابق اطہار مقصد مقام کی ضرورت یہ تھی کہ سفر دور دراز کا تھا جو کوئی آئے پورے طور پر
 ہیابوکر آئے۔ بوجہ تنگدستی اہل اسلام کے اس لشکر کو تعیش المعسر کہتے ہیں لشکر اسلام میں اس قدر کمی غلام اسباب کی تھی کہ
 دس دیموں کے پاس بھی ایک ونٹ سوار کیونہ تھا اور نہ بجز خزا کوئی شے کہانے کی تھی بوجہ موسم گرما کے پانی کی بھی قلت تھی
 اور یہ زمانہ بھی جمع کرنے فصل میوہ کا تھا۔ ان مجبورہ سے اہل مدینہ اس سفر و جنگ سے بہت کارہ تھے۔ تو رسول نے خط بھیج کر
 بیرونجات کے مسلمانوں کو بلوایا تھا۔ تب شرا حضور ہی یہاں کے آدمی ہی بکرا مت چلے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ رسول نے تمامی
 اصحاب اس لشکر کی اعانت کیواسطے بوجہ جزا و ثواب خردی نہایت درجہ تاکید یہاں فرمائی تھیں۔ چنانچہ تمام صحابہ
 نے اپنے اپنے مقدور پہرہاں اسباب امداد لشکر کی کی یہاں تک کہ عورتوں نے بھی اپنے زیورات سے اعانت لشکر کی تھی بعد
 کل لشکر اسلام کی پچیس تیس ہزار کے ہو گئی۔ بعضوں نے اس سببی زیادہ لکھی ہے۔ بیرون مدینہ مقام شینہ الوداع میں لشکر
 آراستہ ہو کر آخر جب ستر گروانہ ہوا۔ عبداللہ بن ابی سلول منافق پہر حسب عادت مولیٰ اپنے ہر اسباں اسجگہ سے اور بروا
 جرت تعلق کر کے واپس مدینہ چلا گیا۔

روائی لشکر و خلف
 عبداللہ

اس مرتبہ رسول نے اپنے مشہور سپہ سالار علی کو بجائے اسکے کہ اپنے ساتھ رکھتے مدینہ میں پناہ قائم کر کے چھوڑا۔ اس میں بنی کی
 جو کچھ بھی مصلحت ہو مگر لوگوں کو سخت تعجب ہوا۔ اور تھی بھی تعجب کی بات کیونکہ علی کی بہادرانہ خدمات قریب قریب کل اسلامی
 لڑائیاں جہز اسلام کی موت محیات کا فیصلہ منحصر تھیں فتح موئین اور بن جنگ میں رسول موجود ہوں یہ قیاس کرنا مشکل تھا کہ علی
 اس میں نہ گئے اس مرتبہ ایک حکم کیساتھ انکو۔ و کا گیا یہ فیکری خاص سبب کے نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ اس مرتبہ رسول سفر دور دراز
 درپیش تھا جس میں رسول کو زیادہ عرصہ تک دارالمنبت سے علیحدہ رہنا تھا۔ اور منافقین اسلام و قبائل عرب کی طعن ابھی بھی
 طعن نہ ہوا تھا۔ ہر مہم جو دگی رسول میں نہ روئی بغاوتوں کے اندیشہ تھے ایسے محروم دشمن تھے و موفیہ پر علی سے بہتر و قوی شخص
 کوئی دوسرا ایسا نہیں تھا جسکی سمیت شجاعت تمامی عرب پر کافی اثر ڈال چکی ہو کہ بڑا سپہ سالار اسلام کہ بجز نبی قائم نہ کر سکتا۔ ان زمانہ
 وحاسدین امیر المؤمنین نے جب یہ دیکھا کہ علی کی وفاداریوں کا بنیادوں کیسے ہی جزیرہ نما ہے عرب میں کوئی حصہ ایسا نہیں تھا
 جہاں کی بہادرانہ خدمتوں کے اعتراف و اذکار نہ ہوتے ہوں اب سوال شدہ نے انکا اقتدار ایک صاحب اختیار حاکم کی حیثیت سے قائم کر کے
 اپنا جانشین بھی بنانا شروع کر دیا جس سے پرانے وعدوں کی تصدیق ہوئی جاتی تھی تو انکے کہنے و دینے نے زور کیا اور انکو
 ضرورت ہوئی کہ اس سہمہ غور و آئینہ کی شہدہ کا پیش خیمہ ہے جو بڑی غریبی کی کم درجہ کا ظاہر کرتے ہو گئے خیال میں انکی
 تخفیف پیدا کر دیں یا علی کو متغفر کر کے اسکی عیالہ کر دیں۔

و اس میں کہتے

سارنش عقبہ بروایت اولیٰ علی کے خلوص کی ادا رسول کا انکو اطمینان دانا مشاغل و

چنانچہ جو میں درمیان مشورہ کر کے جتنے نام بھی لکھی، نہ کبھی آئندہ ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ اوپر تو علی کے کانوں میں طعن میرا ہوا
پہنچائی گیا علی کو سو جسے چوڑا دیا گیا ہے کہ اسے کچھ کدورت یا دیگر لسانی رسول کے دین پیدا ہو گئی تھی تاکہ اس کے رنج و مال سے
غیور ٹی احمد مدنیہ چوڑا کر رسول کے پاس چلے جائیگا پہر یہاں میدان صاف ہوگا۔ اور ہر علی رسول دونوں کے ہلاک کر دے گی یہ
سازش کی اور اس کے واسطے ایک عہد نامہ لکھ کر دستخط بھی ہوئے جو ایک شخص کے پاس کہا گیا جسکو امین کا لقب دیا گیا جسکی راوی
حذیفہ بن یمان بنت عیس بن جزدہ جالبہ کہتی، سازش یہ تھی کہ بھلا دن چوبیس بیسویں کے قتل کی تدبیر میں مدد
ہے اور چودہ آدمی فوج میں شامل ہو کر رسول کیساتھ گئے کہ جہاں کہیں موقعہ ملے گا رسول کو قتل کر دیں گے۔

جب اس سرفروش راہ خدا جان نثار اسلام اور سب سے پہلے اسلام پر جان دینے کے لئے مستعد ہو جائیوے۔ دشمنوں کے ریلوں میں قدم جما
رکھنے والے اور اپنی خدمت کا عوض نہ چاہنے والے رضا الہی پر صابر بہادر علی نے جس کی شان شجاعت حاضر و غایہ کی دشمن
بھی تعریف کرتے تھے یہ طعن سے جنگی غرض جنہوں نے بدگمانیاں پسپائی کے سوا جو تھی وہ تھی خلوص بقدرت و دشمنوں کے طعن سے قلب
کو قابل برائت تکلیف پہنچا کر جھینپ کیا تو ان کے سینہ کی جگہ مدنیہ میں چوڑا کر رسول سے اس امر کی تصدیق کو حلیہ یا کر کیا یہ
لوگ سچ کہتے ہیں خلوص سبکیا ہی کی ایک سچی ادائیگی کہ حکومت کرنے سے بدگمانیوں کا قلع کرنا بہتر خیال کر کے محبت بھلا کر ادا
دیا علی کو رسول کی خدمت میں لے جایا۔

اور سازش کنندگان نے فوراً عقیدہ پر جا کر رکھ کر خفیہ طور پر ایک عظیم گڈ ہاکوڈ کر اسکو خس پوش کر دیا تاکہ علی یا رسول جو کوئی بھی
والہ اس سے ناواقف نہ ہو مگر خندق میں گر کر ہلاک ہو جائے۔
علی نے چھل تمام چکر مقام جرف میں رسول کے پاس پہنچے، صورت گویا سوال کر رہی تھی کہ تاہی اندک بھی ہوشیار حکم سے تیری کیا
کیا حکم بھی تھی مقام خوف پر نہ چوڑا کر ہلاک گئے کیا کہنے کبھی تیرے کسی قول یا فعل پر اعتراض کیا گیا تو ہمارے نفس انداز اور فعل میں
کوئی پوشیدہ برائی پائی یا تجھے کچھ شبہ ہوا کہ ہم تیرے ادنیٰ اشارہ پر بھی جان دینے پر مستعد نہ ہوتے؟

صورت شناساں و طبیعت شناسی کے ماہر کامل نبی نے علی کے چہرے سے کچھ اشارے پا کر جنسے ظاہر ہوتا تھا کہ اسکے شاگرد کی بلاوش
طبیعت پر کسی بات سے ہٹیں لگی ہے اور تکلیف کا عالم ہے یعنی سے سوال کیا یا علی خیر سے کس بات سے غلو مدنیہ چوڑا کرنے پر مجبور کیا؟
اب علی نے گردن نیچ کر اس سوال کا کچھ ہنسنا جواب دیا وہ رسول کے اس پر زور جملہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا کہنے والے
جوہٹے ہیں اور اب رسول علی کی طرف اپنی طبیعت اور تعلق کو اور زیادہ واضح کر گیا اور آگے بڑھتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے۔
اما ترضان اسو منی بہ نزلہ ہارون من مونی آلا آتہ لا جوبعد من (کیا تیرا سپر راضی نہیں کہ تیری
منزات سے واسطے وہ ہو جو ہارون کی موی کیساتھ تھی سوا اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) اس موقعہ کو ابن جریر طبری نے

سازشیں منافقین

شجاعت علی رسول

۱۲۴ دی خبیثہ

مدنیہ چوڑا رسول

کے ساتھ گئے

علی کے خلوص کی

کچھ ادا

فوجی مخالفین

رسول کے پاس میں کرنا ہیں

سازش کنندگان کا گذر پر

خدا کا ہودہ

علی کی صورت حال

علی و رسول کی گفتگو

علی شکر ہارون کے

ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے کہ "میں تاجک خوش و آتم۔ بخاندان خویش بنشانیدم۔ وانیہا تو سپردم و تو میں بچپائی کہ بارون
موسیٰ علیہ السلام بود.... باز علی را بعد از فرستاد علامہ جلال الدین سیوطی نے ہی اس روایت کو سعد بن ابی وقاص کی
زبانی نقل کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اسے دونوں شیعہ ہی ذکر کیا ہے۔ "ابوالفدا لکھی یہ عبارت ہے کہ وہ لوگ جوئے میں، عین تم
کو اپنے پیچھے اپنا خلیفہ بنا کر آیا ہوں۔ تم جاؤ اور میری خلافت کرتے رہو کیا تو راضی نہیں ہے اس بات سے کہ تیرا تہ وہ جو جبار و
کارتہ تہا نزدیک حضرت موسیٰ کے۔" ابوالفدا نے طعن کرنے والا کو کفار سے خطاب کیا ہے اور روضۃ الصفا نے منافقین کے
لفظ سے اس پر آف اسلام میں بھی یہ استعارہ ہے اور انسائیکلو پیڈیا اور مسٹر گین نے ہی لکھا ہے کہ علی کوئے موسیٰ
کا بارون کہا۔

علی مدنیہ کو دانتیں

خُذْ قَسَمَ لِي بِيَمِينِي

اب علی کے صاف دل سے وہ بارگھٹت دور ہوا اور وہ حکم نئی خوش خوش والیں ہو جب عقبہ میں قریب اس خندق کے پتھر جو دشمنوں نے اٹھے واسطے تیار کیا تھا گو گھڑیکے رک جانے سے یا انکی ذاتی اور اک روحانی سے یا کسی طرح پر علی کو اسکا شبہ یا علم ہو گیا اور آپ ہم مقام سے نہایت احتیاط کیا تبہ بچکر نکلے اور نہجرت مدینہ پہنچ گئے جہاں غالباً مزید حالات سازش کے علی کو معلوم ہوئے ہونگے کئی رسول کو بھی بذریعہ وحی یا نہجری یا بیغیام علی اطلاع ہو گئی۔ اور رسول کو زیادہ احتیاط مد نظر ہو گئی مگر دوا اندیش نبی نے اسکو کسی برطرہ نہیں کیا۔

ابو ذرؓ سے منقولہ "ابو ذرؓ"

کیا نہیں ہے؟

بگام، روانگی لشکر اسلام عمرو بن عبسؓ ایختیمہ اپنے کسی کام سے پچھے رہ گئے تھے وہ اتنا راہ میں جا کر مل گئے۔ ابوذر غفاری کا اونٹ لاغر تھا ہمارا لشکر نے چل سکا یہ بعد کو تنہا پہنچے جبکہ بیکہ رسولؐ نے فرمایا اے ابوذر تو تنہا ہی زندگانی بسر کر گیا۔ اور تنہائی میں مر گیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ زمانہ خلافت عثمانؓ میں یہ حکم خلیفہ شہر بدر کر دیئے گئے تھے۔ وہیں تنہائی میں انتقال ہوا جو ایک عجیب بر دور واقعہ ہے۔

جواب ایک عجیب پر درود اہم ہے :-
 لشکر اسلام کا ایک علم ابو بکر و ایک زبیر بن العوام کے پاس تھا قبائل و سب خنزرج کے علم اسید بن خضیر ابو وجانہ کے پاس تھے
 خالد بن ولید مقدمہ لشکر پر و طلحہ بن عبد اللہ مہینہ پر و عبد الرحمن بن عوف مسرور پر مامور تھے اور اسبائان بھی کافی مجتمع ہو گیا
 تھا دن سہارا گھوڑے و بارہ ہزار اونٹ بھیجا ہو گئے تھے مگر راستہ میں ہر منزل سے کچھ نہ کچھ گروہ کھل کر کے واپس جانا تھا نہ عرض
 منازل و مراحل سخت کو طے کرتے ہوئے ماہ شعبان میں مرحلہ تنبوک پہنچے یہاں پر دواہ قیام کر کے تکالیف و صعوبات ادا ہو گئے
 سوسے سوسے مسافر ان کے منہ انھیں رسول کے تہہ یعنی مقابلہ شاہ رومیہ بن اطلق تھے اور بقول حضرت انس رضی اللہ عنہ میں جنگ یہیں لڑا وہ ہونے

رسیدگی لشکر اسلام

بزرگ پر قیام

بلا جنگ واپسی رسول سرا یا ابو عبیدہ و خالد مصالحت بعض قبائل عرب
اس قیام کے دوران میں زریعہ بخران وغیرہ پر تحقیق ہو گیا کہ قیسوم کے تہہ جنگ کی جو خبر دینہ میں ملی تھی وہ بالکل بے

خبرنگار جنگ قیصر

غلط ثابت ہوئی

اصل جہنم تھی رنٹ (عجب نہیں کہ یہ بھی منافقین اسلام کی ہی ریشہ دوانی و چال ہو کہ رسول علی کو اس طرح دور دراز مقام پر بھیج کر مدینہ سے علیحدہ کر کے مدینہ پر تسلط کر لیا جائے اور عجب نہیں کہ ایسی ہی مصلحتوں کی وجہ سے دور میں رسول نے اس سربراہی کو مدینہ میں چھوڑا ہو کہ ایسا جزو رسالت مدینہ میں موجود رہے جسکی باخبری تدبیر و شجاعت کی وجہ سے منافقین کی ریشہ دوانیاں یا بغاوت کا کارگر نہ ہو سکے اور یہی وجہ تھی کہ علی کا خلافت مدینہ پر بچانا بہت زیادہ شاق و ناگوار تھا۔

اب رسول نے اصحاب سے مشورہ کیا کہ ایسی حالت میں جبکہ قیصر کی طرف کوئی آمادگی اور تیاری جنگ یا حملہ کی سہیں ملک و دم پر حملہ کرنا چاہیے یا نہیں رائے ہوئی کہ ایسی حالت میں ہرگز حملہ کرنا چاہیے بلکہ واپس چلنا چاہیے۔ چنانچہ بلا جنگ واپس ہوئے۔ ہر قل شاہ روم کو جو حضرت محمد لشکر شریف آوری و قیام تبوک کی خبر معلوم ہوئی تھی تو اسے تفتیش حال کیواسطے کچھ آدمی بھیجے تھے جنہوں نے اس طرح پر بلا جنگ واپس رسول کی اسکو خبر دی اور وہ حالات اوصاف حضرت جو انکو جانچنے سے معلوم ہوئے تھے بیان اخلاق رسول کی اس کہلی ہوئی مثال سے ہر قل کے دل میں اور زیادہ قدر و محبت بانی اسلام کی پیدا ہوئی اسنے اسیان سلطنت سے قبولی اسلام کی بابت مشورہ کیا مگر سب کو مخالف پا کر خاموش ہو رہا لیکن خود خفیہ مسلمان ہو گیا۔

دوران قیام تبوک میں رسول اللہ نے ابو عبیدہ جراح کو مدد ایک جماعت کے لڑنے کے ایک قبیلہ جذام پر بھیجا جسکا سردار تباح بن ریح تھا جو مغلوب ہوا اور اسباب اسیر ہوا۔

خالد بن ولید کو معہ چار سو سواروں کے دومہ اسجدل کو بمقابلہ بنی کلاب کے جا رہی تھی تک مطیع و متقا اسلام نہ ہوئے تھے بھیجا جسکا سردار اکید بن عبد الملک تھا خالد شبہاہ میں قلعہ اکید پر پہنچ گئے۔ حسب اتفاق اکید ربام قلعہ پر ممانہ بنی زو جربابہ کے شراب نوشی میں مشغول تھا لاکھ کی جنگی گامے دروازہ قلعہ پر لگئی وہ شکار کا شوقین تھا فوراً گھوڑا تیار کر کے معہ اپنے ایک بھائی و چند آدمیوں کے بغرض شکار قلعہ سے باہر نکل آیا۔ گامے بھاگی اسے گھوڑا اس کے پیچھے ڈالا خالد نے موقع پا کر اسکو گرفتار کر لیا۔ اسے بھائی نے مقابلہ کیا جھار لیا۔ ہلہری پہاگ کر قلعہ میں چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ اکید کا دوسرا بھائی مصبار پر بتور قلعہ یا بعض رہا۔ خالد نے اکید کو کہا کہ اگر تو اپنی جان کی امان چاہتا ہو تو دروازہ قلعہ کا کھلوئے ورنہ نذر اوندھا و چار سو نیزہ زندہ واکر حکومت قلعہ تجھکو واپس نہ دی جائیگی ورنہ تم سب قتل و غارت کر دیے جاؤ گے اکید نے اسکو منظور کر لیا اور اپنے بھائی کو آواز دیکر قلعہ کا کھلوادیا۔ تب خالد اسکو اور اس کے بھائی کو بے قراہم حسب اہیت رسول کے پاس لایا۔ انہوں نے جزئیہ دنیا قبول کر لیا اور بڑا مسلمان بن گئے۔

سازش کی جانچ ذریعہ حذیفہ نام سازش کنندگان۔ عمر کی حذیفہ سے طوط

جبکہ لشکر اسلام تبوک واپس رہا تھا۔ بوجہ اخبار سازش رسول اللہ شہنشاہ میں نہایت ہوشیار رہے۔ جب قریب عقبہ پہنچے

رسول بلا جنگ واپس ہوئے

ہر قل کی جانچ

سردار ابو عبیدہ جراح

بنی جذام

سردار خالد

مصاحبت بعض قبائل عرب

وہابی لشکر اسلام اور سازش کی جانچ

والے تھے جہاں شب کو گزر رہا تھا۔ رسول نے منافقین سازش کنندگان کی جانچ کر اسے حکم دیا کہ بالاعقبہ سے حضرت پہلے کوئی نہ گزرے اور خفیہ طور پر خلیفہ یحییٰ کو مامور کیا کہ خفیہ طور پر عقبہ پر جا کر خفی ہو جائیں اور یہیں کہ باوجود مخالفت رسول کے کون کون شخص حضرت پہلے وہاں جاتے ہیں اور کیا کرتے ہیں چنانچہ خلیفہ وہاں جا کر خفی ہو گئی۔ سازش کنندگان لشکر سے خفیہ علیحدہ ہو کر اور حضرت پہلے وہاں پہنچ کر کین گاہ میں بیٹھ گئے اور صلاح کرنے لگے کہ دبے لڑ بھکا کہ حضرت کے اوٹ کو بڑھانا چاہیے خلیفہ نے یہ دیکھ کر اور سکر تمام کیفیت آکر رسولؐ کو خبر دیدی اور سب کے نام بھی بتلا دیے۔ حضرت متنبہ ہو گئے اور جب ہمت تمام کے قریب پہنچے تو سازش کنندگان نے اوپر سے دبے لڑ بھکے کہ نا تو بڑھ کر حضرت گر جائیں۔ مگر حضرت تو پہلے سے ہوشیار تھے نا تو کو سنبھالے رہے عمار یا مہار نا تو بکڑے تھے۔ خلیفہ پیچھے سے ہانکتے تھے۔ نا تو نہ بڑھ کر اب حضرت نے عمار یا مہار کو حکم دیا کہ چپکے سے جا کر ان منافقین کے اوٹ کو بڑھ کر دے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سازش کنندگان کے اوٹ بڑھ کر اور اکثر ان میں سے اوپر سے گئے اور چوڑیں میں حضرت محفوظ رہے۔ ابن بابویہ بسند خلیفہ یحییٰ روایت کرتے ہیں کہ ان چودہ سازش کنندگان کے نام حسب ذیل ہیں:

نام سازش کنندگان

ابوبکر عمر معاویہؓ، ابوسفیانؓ، پدر معاویہؓ، طلحہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، ابو عبیدہ جراحؓ، ابوالاعزہ منیرؓ، بن شیبہؓ، سالمؓ، مولا ابی خلیفہؓ، خالد بن ولیدؓ، عمرو بن عاصؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ، عبد الرحمن بن عوفؓ۔

بروایت خلیفہ

واقعہ چبیکا

تفسیر کر کے تصدیق

اکثر مؤرخین المسند نے اس واقعہ کو اپنے مطلب ہمدردی خن کی خلاف پا کر اسکو متروک کیلئے مگر یہی واقعہ نہ چپ سکا اور حسب تفسیر کر کے مطبوعہ عامرہ شریفہ مصر جلد چہارم نے صفحہ ۸۸ پر تحریر کیا ہے کہ منافقین نے قتل رسولؐ کا قصد کیا جبکہ حضرت جنگ تبوک سے تشریف لا رہے تھے۔ وہ پندرہ آدمی تھے۔ ان لوگوں نے آپس میں اس بات پر عہد کیا کہ حضرت جس وقت شب کو وادی میں عقبہ پر چڑھیں سوقت انکو سوار لے کر وادی میں عمار یا مہار نا تو کی مہار تہا بنے تھے اور خلیفہ پیچھے سے بھکا رہی تھی خلیفہ کو اونٹوں کی آہٹ معلوم ہوئی اور تیار دوئی جیکار سنی مگر نہ دیکھا کہ کچھ لوگ نقاب سے چہاں میں نہیں کہہا کہ دوڑے دشمنان خدا پس وہ سب بہاگ گئے۔

معارض النبوت کی عبارت

اور معارج النبوت رکن چہارم باب دوازہم وقایع مسند صفحہ ۲۹۱ میں بھی کیفیت عقبہ خفیہ تغیر کے ساتھ مذکور ہے۔ تعداد منافقین بھی چودہ ہی لکھی ہے۔ مگر واقعہ منکام واپسی سفر حجۃ الوداع کا لکھا ہے۔ بہر حال واقعہ کا ہونا ثابت، خواہ وہ جنگ تبوک کی وقت کا ہو یا واپسی حجۃ الوداع کی وقت کا۔ دونوں مواقع ایسے ہی ہیں جنہیں علیؑ کی خلافت کا اعلان تھا وہاں یعنی تبوک کی وقت محض رسولؐ کی واپسی تک کیلئے مدینہ کی خلافت تھی۔ بیان یعنی حجۃ الوداع میں عام طور پر یہی طریقہ اپنے بعد ہمیشہ تک کیواسطے اعلان خلافت کیا گیا تھا۔

اسکے بعد میں حدیفہ سے حضرت عمرؓ کا یہ سوال کہ یہ ایم تو ان منافقوں کی فہرست میں حضرت نہیں لیا تھا کہ تیرے لطف سے جسکی احیاء العلوم غزالی جلد چہارم صفحہ ۱۰۱ میں نہایت خوبصورتی سے پردہ داری کی گئی ہے جو تحریر کرتے ہیں کہ عمر بہت مبالغہ کرتے تھے اپنی قلبی حالت کی تفتیش میں یہاں تک پہنچا کرتے تھے حدیفہ سے کہ آیا وہ انہیں کچھ نفاق کا پاتے ہیں؟ اسلئے کہ حضرت رسولؐ نے مخصوص کیا تھا حدیفہ کو علم منافقین کیساتھ حضرت عمرؓ کے سوال کا جملہ تحریر ہے کہ باللہ یا لحدیفہ انما صلی المنافقین؟ اب ناظرین خود نتیجہ نکال لینگے کہ حدیفہ علم منافقین کیساتھ کیوں در کہ طرح مخصوص کئے گئے تھے اور حضرت عمرؓ کیوں سبب کا سوال کیا کرتے تھے قلبی حالت کی تفتیش اور دوسرے کسی کی تعجب و لطف کی بات کیونکہ اپنی قلبی کیفیت کو تو انسان خود ہی اچھی طرح سمجھ اور اندازہ کر سکتا ہے نہ کہ دوسرا اور سوال خود بتلا رہا ہے کہ سائل کو خود اپنے قلب کے نفاق سے پاک ہو نہ کیا یقین نہیں ہے جبکہ واقعہ اس سے زیادہ کوئی اور نہیں سکتا پس اس سوال سے جو کچھ غرض اور اسکی جو کچھ نہاد وجہ ہو سکتی ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔ در نہ حدیفہ بچا رہا نئے قلب کی کیفیت کیا جانیں جو ان سے سوال کیا جاتا۔ سوال حضرت فاروقؓ کا مطلب معنی و انداز عربی دان حضرت مجہد سے بہتر سمجھ سکتے ہیں۔

غزوہ تبوک پر سیاسی نظر و اخلاق رسولؐ کا نمونہ

یہ غزوہ تبوک تاریخ حیات کے بظاہر کچھ زیادہ اہم نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اس میں جنگ فی نہ مقابلہ نہ کچھ مالی نفع ہونا اقتصادی منفعت مگر لمجا طان مذرونی واقعات کے جو اس میں درنا ہوئے یہ غزوہ دیگر غزوات کے ایک خاص امتیازی شان کہتا ہے دیگر غزوات میں اسلام کی بظاہر سیدہ اجتماعی شان نظر آتی تھی اور اس میں عام افتراقی مرقع رونما تھا جس میں ہل اسلام کی طبائع میں ایسی حیرت انگیز انقلاب کی شکل نمایاں تھی کہ جس سے بدتر تصویریں نہیں آسکتی۔ وہی قابل قدر وجود جو بچا نبیؐ خدا جان کر کہ کے کفار و اغیار کے ہاتھوں بچا کر مدینہ میں لایا گیا تھا اور اب تک بظاہر اس سے جان مال اولاد کوئی شے عزیز نہ کھاتی تھی اسلئے ادنیٰ اشارہ پر سخت سخت مصائب مشکلات کے مقابلہ پر آمادگی رہتی تھی اسکا ہر قول و فعل حکم الہی سمجھا جاتا تھا تاج وہی اپنے اور دوست ہی اسکے ایسے مخالف نظر آتے ہیں کہ علاوہ کرامت تمیل حکم و تحلف کے اسکی جان لینے تک کی سازش ہوئی آخر ایسا انقلاب کیوں در کس لیے ہوا؟ اسکے بظاہر وہی سبب ہو سکتے ہیں کہ یا تو یہ اپنے کبھی ہی واقعی طور پر اپنے نہ رہے ہوں بلکہ اپنی مصلحتوں یا آئندہ کی امیدوں یا بعد کے غلبہ کی وجہ اپنے ننگے ہون اور دین نفاق کی چنگاریاں بدستور موجود رہی ہوں جنکی کچھ کچھ جھلک بھی ان موقعوں پر نظر آتی رہی تھی۔ جو بالآخر اپنی امیدوں کی کوئی القطاعی صورت دیکھ کر ٹپک لٹھی ہوں۔ یا خود رسولؐ میں کوئی مدنی سقم یا اخلاقی نقصن پیدا ہو گیا ہو جس سبب سے منحرف ہو گئے ہوں مگر آخر الذکر اگر کوئی اسلامی فرومانے کو تیار نہ ہوگا اور دوسرے کے سامنے ہی رسولؐ کی صداقت امانت اخلاق میں فرق آئیگی کوئی مثال نہیں پائی جاتی پس سوچا اول اور

غزوہ تبوک پر سیاسی نظر
و اسکا سازش منافقین

و جب صحیحہ میں نہیں آتی اور اس کے اسباب بھی ہیں کیونکہ ایک بات علامہ طور پر نظر آ رہی ہے کہ علی کی ذات کو کئے خلوص و وفاداری صداقت اور شجاعت سمیت متعدد موقوف آٹھے و قتل میں رسول و اسلام کے کام آکر سب پر مینر و مفتخر بنا دیا تھا اور نہ صرف لہائی بلکہ فطری اخلاق طور پر رسول کے منصفانہ قلب نگاہوں میں ان کی ایسی وقعت محبت قائم کر دی تھی کہ کوئی دوسرا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اور اس جو عرب کی حاسدہ طبعیتیں اپنی ذاتی امیدوں کے خلاف اس ایک فرد واحد کے شہرت و عروج و قدر و منزلت کو ٹھنڈے دسے دیکھنا نہیں چاہتی تھیں جس کے دبانے کی بہت سی پلٹیکل اندرونی کوششیں بھی ہوتی رہی تھیں استغریہ چونکہ رسول نے اسی علی کو اپنی قائم مقامی کا عہدہ سپرد کیا جو اکثر حوصلہ مند و کھڑے واسطے مایوسی کا پیش خیمہ تھا اور بہت سوں کی آنیدہ کی امیدوں کی پانی پھرتا نظر آتا تھا لہذا اس بی ہوشی آتش نفاق جھلنے پہلے کراخونہ مزہ علی کی بلکہ رسول کی جان دشمن بنا کر لٹکے حاتمہ کر دینے پر آمادہ کر دیا۔ استغریہ تو بمصدق "ید اللہ قوتی بید یحضر" خلتے ان دنوں مقدس آؤتھو اس سازش کے بچا لیا مگر اب علی و رسول دونوں کو مدینہ میں مکہ سے زیادہ اندیشوں و مشکلات کا سامنا ہو گیا۔ اور ان اندرونی دشمنوں کے درمیان نہایت احتیاط سے زندگی بسر کرنے کی ضرورت ہو گئی۔

اخلاق نبویؐ

بہر حال رسول اس طرح پر بحیریت واپس مدینہ آ گئے اور باوجود تمام امور کے علم ہو جانے کے رسول نے اپنے اخلاق تدبیر سے یہی ظاہر فرمایا کہ دیکھ حضرت اس سے کھینکتے ہیں یا پتھرتے ہیں بلکہ وہی طریقہ عمل ہر شخص کیساتھ جاری کیا اور غالباً اس وقت تک اس کی سب سے بڑی گرفت کا سوال حذیفہ سے ہوا کرتا تھا بلکہ حذیفہ کے اس خواست کو کہ منافقین کے قتل کا حکم دیجئے رسول نے کس بصورتی سے یہ فرما کر ٹال دیا کہ اگر میں ایسا کروں گا تو لوگ یہ کہیں گے کہ پیغمبر نے اپنے اصحاب کو قتل کرا دیا۔ اور واقعی اگر قتل ہی کراتے تو کس کس کو قتل کراتے یہاں تو رسول کو کل فضا بگڑتی ہوئی نظر آتی تھی اور غلصہ کی کمی تھی کہ کسی طرف پروردگار عالم حجتہ الوداع میں یدھمکت من الناس سے اشارہ فرمایا تھا۔

قصہ مسجد خضراء و انہدام مسجد

قصہ مسجد خضراء

رسول کے غزوہ تبوک کا بیسے پہلے منافقین کی تعداد بڑھتی تھی اور انہوں نے یہودیان مدینہ و اطراف مدینہ جو بوجہ تواتر سکھتے دیکھے آزار رسول کے تھے سارے کیا تھا ابو عامر اسب کو بھی جو مدینہ میں تھا ہمارا کر دیا تھا جب رسول کا ارادہ غزوہ تبوک کا معہم ہو گیا تھا تو منافقان قبیلہ بنی غنم بن عوف نے مسجد قبا کی تعمیر سے جو قبیلہ عرو بن عوف نے حکم رسول تیار کرتی تھی تھیں ایک مسجد موسومہ مسجد خضراء علیہ تعمیر کرائی جسکی جو غرض علی تھی کہ باہر بچا لیا جائے جو کہ تباہی خالقان کیا کرینگے تاکہ ان کے اجماع سے یہ مسجد نہ بن سکے کہ ان کا ہنواور رسول سے بھی مسجد مذکور میں نماز پڑھائی کرتے تھے مگر رسول کی انکی نیت و خیالات کی اطلاع ہو گئی تھی چونکہ وقت حضرت تہیہ جنگ تبوک کا فرما چکے تھے لہذا ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ بعد واپسی تبوک یکجا جائیگا چنانچہ اب بعد واپسی تبوک اس اجتماع

وسازشوں کے مزید حالات دریافت ہونے پر رسول کو تعینات یات الہی جو مسجد ضرار کی بابت نازل ہوئیں ضرورت ہوئی کہ اس کو اتفاق و اجتماع اکثر کو اول توڑا جائے چنانچہ رسول نے مالک بن خثعم خراعی و عامر بن عدی کو جو قبیلہ عمر بن عوف تھے و بروایت عامر بن یاسر کو مودہ ایک حشی کے امور کیا کہ مسجد ضرار کو گردین پس لان لوگوں نے اسکو ڈبا کر جلادیا۔ (حیات القلوب)

اسی سال ماہ رجب میں نجاشی شاہ حبشہ کا اور ماہ شعبان میں کلثوم دختر ربیعہ رسول زوجہ عثمان کا انتقال ہو گیا۔

سریہ ذات السلاسل یا وادی رمل ناکامی فرار ابو بکر و عمر کامیابی و فتح علی

تبوک واپسی کے بعد رسول کو ذریعہ اکیل عراقی کے خبر ملی کہ ایک گروہ عرب وادی رمل میں جو مدینہ سے پانچ منزل بھی مجتمع ہوئے اور اودہ ہے کہ مدینہ میں شیخون مائے رسول نے بھی حکم اجتماع لشکر اسلام کا دیا۔ گروہ اہل صفہ مستعد مادہ ہزار بروایت روضۃ الصفا علم لشکر ابو بکر بن ابوقحافہ کو دیکر معہ چار ہزار فوج کے بھیجا گیا۔ راستہ دشوار گزار تھا۔ اور دشمن بوجہ گنجان درختوں کی جگہ پر تہا کہ لشکر اسلام کو انکا مقام معلوم نہ ہو سکتا تھا۔ سردار لشکر اسلام نے اسکا خیال نہ کیا۔ اور جب فوج اسلام موقعہ پر پہنچی دشمن بہ ہیئت مجموعی قبل نئی تیاری کے حملہ کر دیا بعض شہید ہوئے۔ باقی معہ سردار لشکر بہاگ کر مدینہ آئے۔ و بروایت حیات القلوب کثرت فوج مخالفت سے مرعوب ہو کر بلا جنگ بہاگ آئے۔

رسول اللہ نے اس کے بعد عمر بن الخطاب کو علمدار و سردار کر کے بھیجا۔ چونکہ انکا طریقہ بھی پہلے افسر سے زیادہ ہوشمندانہ تھا انکی فوج کا بھی وہی حشر ہوا اور سپاہیوں کو بہاگ آئے روضۃ الصفا حیات القلوب انکی بھی بخوف دشمن بلا جنگ پس آنا تحریر کیا ہے۔ بعد ازاں عمرو بن العاص جمع قبول روضۃ الصفا کر حید میں سارے تھے اور خود رسول سے خواہش کی تھی و بروایت خالد بن لید فوج لیکر بھیجے گئے یہ بھی بعد جنگ شکست کھا کر بہاگ آئے۔ (روضۃ الصفا)

بعض دیگر موصوفین اہلسنت نے صرف ابو بکر کے افسرینا کیجے جائیکے تذکرہ پر ہی قناعت کی ہے اور بعض نے صرف عمرو عاص کو سردار لشکر ابو بکر و عمرو عبیدہ جرح کو انکی ماتحتی میں بھیجا جانا لکھا ہے مگر روضۃ الصفا نے ترتیب ہر حضرت کا علیحدہ علیحدہ سردار لشکر بنا کر روانہ کیا جانا حسب تذکرہ بالا تحریر کیا ہے۔

اب رسول نے بعد اس مکرر زانیہ کر دینیکے آخری مرتبہ پر اپنے اسی کار خیز فرار سپاہی کو روانہ کیا۔ یہ بہادر فوج جسب معمول عصا بہ سر باند کھڑ ہوئی کاندبے پر ڈالکر نیزہ قطعی ہاتھ میں لیے سرخ گھوڑے پر سوار ہو کر مولو لشکر روانہ ہوا۔ گذشتہ مہماں ناکام افسر بھی ساتھ کئے گئے تھے تاکہ دیکھیں کہ فن جنگ کی واقفیت شجاعت اسکو کہتے ہیں اور افسر کی قابلیت الیٰہی ہوئی اور کچھ سیکھتا تھا علی کے دعو ہمسری نہ پیدا ہوا۔ اور سب حکم دیا گیا تھا کہ علی کے حکم رائے کے ہرگز خلاف نہ کیا جاوے علی معمولی کو ترک کر کے براہ عراق عربی راہ سے روانہ ہو جو فم وادی پر تھی ہوتی تھی۔ رات کو کوچ کرتے تھے جب قریب سکین دشمن

انتقال نجاشی دکنوم

ریہ وادی رمل یا

ذات السلاسل

ابو بکر و لشکر دان کی ناکامی

عمرو بن العاص و سپاہیوں نے

عمرو بن عاص کی ہیئت

بعض موصوفین کا تذکرہ

علی کی ماموری دان

کی نقل و حرکت

کے بچے تو علی نے حکم دیا کہ سپاہ نہایت آہستگی سے درہ کے راہ سے چلے۔ عمرو عاصؓ جب دیکھا کہ اس طرح علی دشمنوں کے سر پر
 بے معلوم پہنچ کر کامیاب ہو جائیگا تو براہ حسد ابوبکر و عمرؓ سے مشورہ کر کے علی سے کہلایا کہ اس راستہ میں خطرہ مصلحت یہ کہ
 وادی کے اعلیٰ حصہ چلیں اور دشمن پر بخون ماریں مگر اس اپنے ارادوں میں مستحکم و یمنینختہ و تجربہ کار افسر نے ان شور و سرکچہ
 توجہ نہ کی۔ تب عمرو عاصؓ اہل لشکر کو خوف زدہ کر کے ہرکانا چاکم مجرد ایک ماٹے کی بنا پر اپنی جان میں مفت ضایع نہ کرئیگا
 مگر سپاہ اسلام نے جنگ کو اپنے افسر کی بہادری دیکھ بھال پر طمیناث بہر وسہ تہا جواب دیا کہ ہم خلاف حکم نبوی تمہاری بات
 نہیں مان سکتے بلکہ جیسا علی حکم دینگے ویسا کریں گے۔ اب نہیں معلوم کہ یہ صرف عمرو عاصؓ کی ہی ریشہ دوانی تھی یا اور
 بھی کچھ لوگ اس میں شریک تھے۔

عمرو عاصؓ کی ریشہ دوانی

تہر حال علی سپاہ کو اس طرح خاموشی کیساتھ کہ جانوروں تک کے منہ بند ہوا دیئے تھے۔ عین وقت طلوع آفتاب کے بے معلوم
 دشمن کے سر پہنچ گئے اور بعد ازاں صبح دشمن پر حملہ کر دیا۔ ان سے خوب مقابلہ و مقابلہ رہا۔

علیؓ جو دشمن کے سر پر

پہنچ گئے

علیؓ کی جنگ دشمن

کی لشکر

بروایت فراب بن ابیہم کے نخی الفان قبیلہ بنی قسیم سے تھے جن کا سردار حارث بن کیدہ قحقی تھا جو پانچ سو اور کی
 برابر مانا جاتا تھا۔ علی نے جنگ میں اس کو واصل نہیں کیا اور اسے چار اذ بھائی قتاک کو بھی قتل کیا اور بہت اکثر علیؓ کے ہاتھ سے
 قتل ہو گئے۔ اہل سمر تہہ دشمن کے بہانے کی باری تھی کہ یہ کہ اب شخص سزاوار ہو کر مقابلہ کرتا تھا جو میدان
 جنگ سے نہ بہانے کی ہوشیہ کیلئے قسم کھاتے ہوئے تھا۔ اسکی باجوسی اور بہادری کے علاوہ فوجی قابلیت نے دشمن کو ٹھہرنے پر مجبور کیا
 اور ان کے پیر اٹھ گئے۔ میدان صاف ہو گیا۔ بہت اسیر کیے گئے۔ بہت قتل ہوئے۔ لشکر اسلام میں سے صرف دو آدمی بچے جو اسلام کی
 وہاں مدینہ میں سورۃ العادیات نازل ہوئی اور رسولؐ نے اصحاب کو علیؓ کی فتح کی بشارت دی۔ علیؓ منظر و منظر
 لشکر کے واپس مدینہ آئے۔

رسولؐ علیؓ کا استقبال

کرتے ہیں

رسولؐ کی تشریف آوری

رسولؐ نے وقت روانگی اس لشکر کے مسجد اہراب تک مشابعت فرمائی تھی۔ اب خبر واپسی پاکر رسولؐ خود مصحاب کے بیرون
 مدینہ تشریف لائے۔ تہذیبیان و فرمانبردار افسر اپنے اساتد و سردار کو دیکھ فوراً گھوڑے سے اتر کر پیادہ ہو گیا۔ مگر قدردان ہادیؓ نے
 جسکے دین کے لیے یہ بہادر فاتح اسکی جماعت کی عزت کو قائم کئے واپس رہا تھا۔ محبت آمیز لہجہ میں فرمایا: یا علیؓ سوار ہو کر
 خدا رسولؐ تہہ سے خوش ہیں علیؓ کے خوشی سے آفسو نکلا ہے (روضۃ الصفا)

اسکے بعد وہ بزرگ ہادیؓ غلطی سے دیگر ادیان کے تعصب دی ہی بڑے اور اچھے لوگوں میں شمار کرتے ہیں اور وہ موحیہ
 توحید کے پچھ اصول سکھا دینے پر ہی ماسعرفناک حق و معرقتک فرما کر اور اک کہ حقیقت کی دشواریاں تبارک دین اور
 وہ عقل کے مستحکم اصول میں بوجہ موافق فطرت انسانی ہوئی آج تک کسی ترمیم کی ضرورت نہ ہوئی۔ اپنے اس منکسر و فادار

مددگار کی حسن خدمات کی ان لفاظ میں قدر افزائی فرماتا ہے۔ یا علی اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ گروہ امت میری نسبت بھی ایسا ہی کچھ کہنے لگیں گے جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کی شان میں کہنے لگے۔ تو میں تیرے تعلق وہ بات ظاہر کرنا کہ تو کسی گروہ کے پاس سے نہ گذرنا کہ وہ لوگ خاک پا تیری ٹھوس نہ لگاتے۔ درودۃ الصفا اور التواریخ نے مشابہت عیسیٰ کی یہ احمد بن حنبل سے اور جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں بازار البیہی اور الحاکم سے نقل کی ہے۔

عیسیٰ کی مشابہت

سیرت کی ہوت

اس موقع پر تشبیہ عیسیٰ ہی ایک راز سرسبز اور دراصل ان واقعات کی پیشین گوئی تھی۔ جو آئندہ بعد میں واقع ہوئے۔ اس تشبیہ یہ ظاہر ہے کہ علی کی بہادری یا سپہ لاری کی کوئی تعریف نہیں نکلتی کیونکہ یہ پہلی ہوئی بات تھی کہ حضرت عیسیٰ جثیت کی شجاع سپہ لار کے مشہور تھے بلکہ انکا علم تقدس اخلاق محبت، انحصاری مساوات و روحانیت وغیرہ یا وصاف تھے جسے متصف تھے جو کما حقہ علی میں موجود تھے۔ اور بعد کے واقعات کہ ایک گروہ مثل عیسیٰ کے علی کی بھی الوہیت کا قائل ہو گیا جسے اندیشہ کی وجہ سے رسول نے صرف تشبیہ ہی دی تھی اور وہ اصل بات بیان بھی نہ فرمائی تھی مگر اس پر بھی اس تشبیہ ہی ایک تیز روی علی کی تقدس و عظمت نفس کی پرکھی مطابق واقعہ تشبیہ کی ہو گئی۔ علاوہ برین تشبیہ یاروں کے بعد جو پہلے دیکھا چکی تھی جو ایک صی بنی تھے۔ اب ایک حیل نشان بنی سے تشبیہ کہلی ہوئی ترقی مدارج و منزلت علی پر دلالت کرتی ہے۔

صاحب حیات القلوب نے اس مقدمہ یعنی ہم کو غرورہ ذات السلاسل کے نام سے موسوم کر کے واقعات سنہ ۱۱ میں تحریر کیا ہے

آمد و فود قبائل عرب معہ تاج

اس سال ماہ رمضان و شوال میں گروہ قبائل عرب خدمت نبوی میں حاضر ہو کر شرف بانسلام ہوتے گئے اور اس قدر کثرت آمد و فود کی ہوئی کہ اس سال کو سنۃ الوفود کہنے لگے۔ اب جب کوئی وفد آتا تھا تو حضرت لباس فاخر پہنکر اور اصحاب کو بھی عمدہ لباس پہنوا کر ملاقات فرماتے تھے اور اہل فد کی مناسب طور پر تواضع و مہمانداری فرما کر اوصاف و عطایا دیکر رخصت فرماتے تھے۔ خاص خاص وفد حسب ذیل آئے۔

آمد و فود اہل عرب

یہ سال سنۃ الوفود کہلایا

(۱) وفد بنی مرہ۔ تیرہ آدمی بر سر گروہی حارث بن عوف آئے اور سلمان بن جوشک سالی کی شکایت کی رسول نے دعا فرمائی انھیں یہاں رش خوب ہوئی۔ ہر ایک کو دس سدرار کو بارہ اوقیہ نقرہ دیکر رخصت کیا گیا۔

وفد بنی مرہ

(۲) وفد عامر بن معصعہ عامر بن طفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب بن مزید بن قیس ایک گروہ بنی عامر کس راہ آئے تھے کہ عامر تو حضرت کو باتوں میں مشغول کر لیا کہ ارازید پیچھے جا کر تلوار سے وار کر گیا خدمت رسول میں آنکر عامر نے کہا کہ اگلیں سلمان بن جواد تو مجھ کو کیا لیا کہ حضرت نے فرمایا جو سپہ سالار ہو جاتا ہے اس نے کہا کہ بعد اپنے مجھے اپنا خلیفہ مقرر کر دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سزا البتہ اگر تو چاہے تو ایک لشکر کی سرداری چھو کر دیا جاسکتی ہے کہ ماہ خدا میں جہاد کرنا اس نے کہا کہ سر دواتو میں

بنی عامر

ابھی ہوں غرض یہی قسم کی باتیں کرتا رہا لیکن زندہ کو موقعہ وار کرنا نہ ملا کہ یہ سب مسجد نبوی سے ناکام ٹھکر چلے آئے اور بعد
حضرت سے دونوں مسہرین ہی ہلاک ہو گئے۔

(۳) وفد بنی اسد۔ دس دنوں میں قبیلہ کے اکر مسلمان ہو کر اظہار احسان کیا کہ ہم اس زمانہ قحط میں راہ دور دراز طے کر کے
بلا جنگ میں مغلوب ہوئے مسلمان ہوئے ہیں کہ آیت "ایحییٰ منکم علیکم السلام نازل ہوئی۔

(۴) وفد بنی البکاس گروہ کے ساتھ ہونہ بن ثور بن البکاس کی عمر بنو برس کی تھی معلوم ہے طے کے بشیر کے آیا تھا اور ملتس ہوا کہ
بشیر پر حضرت دست شفقت پہر دین کہ وہ اسکے ساتھ شفقت پیش آئے حضرت اس پر ہاتھ پہر اور دعا برکت دی وہ قحط و محفوظ

(۵) وفد نجیب۔ تیرہ آدمی اس قبیلہ کے آئے اور اپنے مال کا حصہ کوہ بھی ساتھ لائے تھے۔ رسول نے خوش ہو کر حکم دیا کہ وہ
مال زکوٰۃ واپس لیجا کر اپنے دیار کے فقر کو تقسیم کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ فقر کو تقسیم کر آئے ہیں حضرت ان کی بہت
قدر و منزلت کی اور سب عطا فرما۔ ان کے ساتھ کے ایک لڑکے نے دعا مغفرت کی اس دعا کی حضرت دعا کی اور وہ نہایت یقینی
عبداللہ ابن ابی سلول منافق کی موت حضرت عمر کی ایک لڑکے کا تاجی رسول کے تھے

ماہ شوال میں عبداللہ بن ابی سلول منافق بیمار ہوا۔ اور ماہ ذیقعدہ میں مر گیا۔ رسول اللہ بحالت مرض اس کی عیادت کو تشریف لگے
تھے اور اس کو اسکے اعمال پر ملامت فرمائی اس نے عرض کی کہ یا حضرت یہ ملامت کا وقت نہیں بلکہ میرا وقت خیر ہے اب
میری التجاہ ہے اور آپ کے کرم سے امید کہ میرے مرنے پر آپ میرے دفن میں شریک ہوں اور نماز جنازہ پڑھائیں اور ایک پیرا
اپنا مجھے عنایت فرمائیں کہ اس کے میرا کفن ہو اس حیم بنی نے اس کی اس خبری التجا کو منظور فرمایا اور اپنے دو پیرا ہن اس کو عطا فرمایا
اور شریک دفن بھی ہوا اللہ نے خلق نبوی منافق و مخالف کیسا تھسا بترتا و سوا بنی کے اور سے دشوار ہے۔ بروایت حضرت
الصفا جب حضرت نماز جنازہ اس کی پڑھ کر پڑے ہوئے تو فاروق اعظم نے کوہ دامن حضرت کا پکڑ لیا اور کہا کہ یہ تو ہنایا
تھا آپ اس کی نماز جنازہ پڑھاتے ہیں؟ (گویا ان کے خیال میں رسول نہ جانتے تھے کہ وہ منافق تھا۔ یا یہ نہ جانتے تھے کہ منافق

کے جنازہ پر نماز پڑھنا چاہیے) حضرت نے فرمایا کہ اے عمر ہاتھ میرے دامن سے ہٹا مجھے خدا نے نجات کیا ہے کہ میں اس کے واسطے
طلب مرزئ کر دن یا کو دن اور میں نے طلب مرزئ کو اختیار کیا ہے اور اگر میں یہ جانتا کہ زیادتی استغفار سے اس کی
بخشش ہو جائیگی تو اس کے واسطے اور زیادہ استغفار کرتا اور حضرت نماز جنازہ پڑھائی (مولف) یہ عبارت روضۃ الصفا
کی تو پر کچھ تہذیب کے سانچے میں ڈھالی گئی ہوگی ورنہ حضرت فاروق کی دشت مزاجی سے اس طریقہ عمل کا جو نقشہ
کہتا ہے وہ خود رسول کے اس کلام سے کہ ہاتھ میرے دامن سے ہٹا ناظرین پیش نظر ہو گیا ہوگا۔ اور نیز یہ امر بھی کہ ہاتھ
رسول نے اس طریقہ عمل کو پسند فرمایا ناظرین پر ظاہر ہو گیا ہوگا۔

بنی اسد

بنی البکاس

بنی نجیب

عبداللہ بن سلول

منافق کی موت

رسول کی شرکت
جنازہ

عمر کا رسول پر عرض

دشمنانِ عمل

روضۃ الصفا کی

عمل و عمر کی

پردہ پوشی

آخر حصہ کلام رسول کا تفسیر ہے آیہ کریمہ استغفر لہم واکتشفہم لہم... الخ کی جس صاف طور پر یہ واضح کر دیا کہ جس
 دلیلیں ایمان نہیں اسکو کوئی شفاعت مفید نہیں ہو سکتی پس جب حضرت کو اسکا علم تھا تو اسکی آخری التجا کو رد کر کے بخلی کا
 دہرہ کیوں لیتے علاوہ بریں اسکی نزع کی وقت کی اس نیا زندگی اور رسول کے اخلاق کا یہ اثر ہوا کہ اسکے گروہ کے آدمی دولت
 ایمان پر فائز ہو گئے۔

صبار و صفاء بعد تحریر مضمون بالا کے محبت فاروقی میں اس کے اس طریقہ عمل کو عند اللہ تحسن قرار دینے کی غرض سے تحریر فرمایا
 کہ رسول اللہ نماز جنازہ پڑھا کر بیٹھے ہی تھے کہ آیہ کا نقل علی احد منہم مات ایلاً کا ذکر علی قبر کا نازل ہوئی اور
 حضرت فاروق کے زجر کو مافوق خدا کے یہاں سے ہی رسول کی توبہ کی گئی استغفر اللہ من ذالک!! اور پھر اسے تحریر فرمایا
 کہ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت جنازہ عبد اللہ کو کھولا کر اسکا سر اپنے زانو پر رکھا اور لعاب من اپنا اسکے منہ میں ڈالا اور رسول
 خدا سے صریح مخالفت اور ضد کی کہ باوجود منافقت خدا بھی رسول اسکی قبر پر پڑھے اور علی کے سبحان اللہ کیا عقیدت
 رسول ہے انجین پر کوئی حرف نہ آئے چاہے رسالت خست ہو جائے۔

نزول سورہ برآۃ ماموری و مغرولی ابو بکر مورخین کی ہمدردی ماموری علی حکم خدا واقعہ کا اثر

رسول اللہ نے جو مشورہ سے عہد نامہ کئے تھے اور انہیں اکثر کیطرت کے بعد دیاں ہوئیں تو سورہ برآۃ نازل ہوئی رسول کا فو
 ارادہ ماہ ذیقعدہ میں حج کرنے اور یوم النحر پر جا کر قربانی کرینکا تھا لیکن رسول کو معلوم ہوا کہ مشرکین مطابق رسم جاہلیت بم
 حج میں مکہ اگر برہنہ طواف بیت اللہ کا کرتے ہیں رسول کو انکے ساتھ اختلاف مکروہ معلوم ہوا لہذا اپنا قصد ملتوی کر کے اب
 کو قربانی کے اونٹ دیکر ماہ ذی الحجہ میں معہ تین سوا صاحبکے مامور کر کے مکہ کو روانہ فرمایا کہ سورہ برآۃ تا چلے بروایت تادہ
 آیات لجا کر مردان مکہ کو سائیں اور مناسک حج بتلائیں چنانچہ ابو بکر معہ ہمراہیان روانہ ہوئے کہ بعد ازان دفعتاً رسول
 کے خیال میں حکم خدا تغیر واقع ہوا جو بقول روضۃ الصفا یہ تھا کہ تبلیغ رسالت کوئی شخص سوا تمہارے یا علی کے یا اس
 شخص کے جو تم میں سے ہو نہیں کر سکتا لہذا رسول نے فوراً علی کو کیفیت واقعہ سے آگاہ کیا اور حاصل پنی سواری ناما
 پر سوار کر کے حکم دیا کہ جاؤ اور سورہ برآۃ کو ابو بکر سے لیکر تم یام حج میں مردان کو سناؤ اور حسب ایل حکم ہی پہنچا کر دے گئے
 (۱) کوئی شخص بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا جو ایمان نہ لایا ہو (۲) اس سال کے بعد کوئی مشرک کا فرج ایمان نہ لایا ہو حج بجز
 (۳) کوئی شخص برہنہ طواف نہ کرے گا۔ (۴) جن لوگوں کے رسول سے عہد نامے ہیں وہ صرف یہ عہد نامہ تک قائم رہیں گے تا جہاں
 لوگوں کو چار ماہ کی ہولت ہے اس مدت میں وہ یہ ایمان ہوں یا جزئیہ دنیا قبول کریں یا دین اسلام کی باہر چلے جائیں

نزول سورہ برآۃ

ماموری ابو بکر مغرولی

بحکم خدا

احکام اربعہ

ابرار نامہ

بعد اس مدت کے احکام خوں مال حلال ہو گا۔ یہ وہ چار احکام تھے جنکو احکام اربعہ یا ابرا نامہ کہا جاتا ہے (مستفید الکلام)
ابوبکر روانہ ہو کر ابھی بقول بوالفداء و اکل خلیفہ تک بقول روضۃ الصفا مقام عرج و بروایت بعض رو جات تک پہنچے تھے نماز
صبح کا وقت نہا۔ ابوبکر بغرض مامت نماز کھڑے ہوئے تھے۔ کہ انکے کان میں ناقہ رسول کی آواز پہنچی۔ ابوبکر نے نماز میں توقف
کیا مگر سخت استعجاب و جب بجائے رسول کے سوار و دش رسول کو ناقہ رسول پر کتے ہوئے دیکھا جس نے پہنچے ہی سنا یا کیا کہین
تھا نہ سورہ برأت ہکود کہ فرمان رسول یہ صادر ہوا ہے کہ سورہ مذکورہ اور احکام اربعہ میں خلافت کو سائل (روضۃ الصفا)
ابوبکر نے حیرت دریافت کیا کہ آخر اسکا کوئی سبب علی نے کہا کہ رسول اللہ کو حکم ہوا ہے کہ تبلیغ رسالت تم کرو یا جو تم میں ہو
جسکو مولف تاریخ الاسلام نے اس طرح ادا کیا ہے کہ قربانی رسول کی جانب احکام عزیز کرے تو اچھا ہے۔ بقول بوالفداء و علما
الورے۔ ابوبکر آیات و احکام مذکورہ ادا علی کر کے وہیں واپس کر خدمت رسول میں حاضر ہوا و دریافت کیا کہ اس مندرجہ
کی کیا وجہ ہوئی کیا میرے بعد کوئی حکم نیا آسمان سے نازل ہوا ہے؟ بقول بوالفداء رسول نے فرمایا کہ نہیں کوئی حکم نیا تو
نہیں یا مگر بات یہ ہے کہ احکام پہنچا نہی کا کام میرا ہے۔ اگر میں نہوں تو کوئی شخص جو قریب میرا وہ ادا کرے۔ اور بقول علما الور
حضرت نے فرمایا کہ خدا کا حکم یوں ہی تھا۔

علی کو سورہ برأت

دلوایا گیا

ابوبکر واپس مدینہ

آئے

علی خانہ کعبہ میں

غرض علی وہ سورہ و احکام لیکر مکہ گئے اور بخوف و خطر سورہ پڑھا اور دیکھے کی جوٹ احکام اربعہ سننا۔ بروایت جابر بن عبد
الصمدی جو ہر ایسوں میں تھے۔ بروقت سننے احکام مذکور کے مشرکین میں سے ایک شخص نے آواز سے کہا کہ ہم سے اور محمد سے
عہد ہو گیا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو ہم دیکھتے کہ ہم کسی کی تقلید کرتے ہیں۔ علی نے فوراً جواب دیا کہ اگر رسول کا حکم مجھے مانع نہ ہوتا
تو میں تجھ کو بھی دیکھتا مگر میں تجھ کو قیامت لکھتا ہوں۔ اور فرمایا کہ بخدا اب اگر کوئی برہنہ طواف کر گیا یا برہنہ داخل خانہ
کعبہ ہو گا تو میں اسکو تیرے سر سے کڑھکاؤں اور تلوار برہنہ کر کے دروازہ خانہ کعبہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور خوف حضرت جو لوگ برہنہ تھے
انہوں نے فوراً کپڑے پہن لیے یا طواف باز ہے اور اس متبرک مقام کی عزت قائم ہو گئی۔ اور واقعی ایسے سخت احکام کے
سننے اور نافذ کرنے کے واسطے ایسے ہی خبیث شرع شخص کی ضرورت تھی و عجیب نہیں کہ ایک یہ بھی وجہ اس کام کو ابوبکر کے
ہاتھ سے لینے کو ہو چکی قلبی کیفیت رسول واقع تھے اور خود انکی صاحبزادی عائشہ نے بھی ایک موقع پر اس کی تشریف
کی ہے جو اپنے مقام پر آئے گا۔

سورہ احکام کنہاں

کہاں پڑھنا

بعض روایتوں کی موافق علی سورہ برأت کی دس تیروں اور احکام اربعہ کو رذرفہ عرفات میں در شب عید کو شاعر الحرام
میں زور عید جمرہ کے قریب ایام تشریق میں مینے کے پاس آواز بلند باجوہ و کثرت مشرکین کے بلا خوف و خطر پڑھتے
اور سناتے ہے۔ تلوار برہنہ برابر علی کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ مناسک حج ہی ادا کئے اور رسول کی طرف سے نابتا قربانی

بھی کی اور تین روز قیام کر کے واپس ہوئے ۔

افسوس ہے کہ یہ واقعہ بھی چونکہ اسمین فریق ابو بکر و علی تھے بلا اعتراض اختلاف کے نہ رہا۔ صاحب تنقید الکلام کا خیال ہے کہ یہ گمان کرنا غلط ہے کہ علی نے کوئی سورہ قرآن مجید کا تلاوت کیا تھا۔ ان کے نزدیک محض برا نام یعنی احکام اربعہ کی تبلیغ کو علی نے گئے تھے اگرچہ اکثر تاریخین سورہ برآۃ کے پڑھنے کیساتھ یہاں ان مشترک احکام کا بھی ذکر کرتی ہیں اور عام تاریخی قیاس بھی ہے کہ سورہ برآۃ و برابر نامہ ایک دوسرے کے بعد پڑھا گیا۔ اور مفسرین بھی سب سے پہلے متفق ہیں کہ سبب ال دلالات سورہ برآت کا مفسرین کی بدعہدیاں تھیں۔ اسلئے بہت ممکن ہے کہ ابتدائی دس آیات پڑھی گئی ہوں جن کی وضاحت احکام اربعہ سے کی گئی ہو مترجم ابن خلدون سب سے پہلے شخص ہے جس نے اس واقعہ کی ہیئت کو بدلنے کا بخلاف اصل مورخ ابن خلدون و دیگر مفسرین کے ارادہ کیا ہے لیکن خود اسی نے ابن خلدون ابن اثیر کی زبانی لکھا ہے کہ علی نے ذوالحلیفہ میں سورہ برآت لے لیا۔ مترجم مذکور بھی کہتا ہے کہ آیات کے ساتھ روانہ کیا۔ کبھی کہتا ہے کہ آیات بعد کو نازل ہوئیں۔ مترجم مذکور نیز وضعت الصفا نے ایک لطف سوال کا ابو بکر کی زبانی علی سے ہونا تحریر کیا ہے کہ تم امیر ہو کر آئے ہو یا مامور ہو جبکہ علی کی طرف سے جواب لکھا ہے کہ مامور اور اپنی اس کوشش کا مدار اس عبارت کو قرار دیا ہے کہ شمار و الف النبی بالکبر لعلی برابی طالب فامر کان یؤذن بسرآۃ (پہر پٹی نے ابو بکر کے چھ علی کو بھیجی پس حکم دیا انکو کہ لوگوں کو برآۃ سنادو) اور پہر اسکے بعد کہتا ہے کہ ابو بکر کے بھیجے کی غرض اور علی کے بھیجنے کی اور اپنی ابو بکر امیر حجاج کر کے بھیجے گئے تھے۔ اور علی محض سورہ پڑھنے کے لئے تھے۔ لیکن اس کی تردید خود تاریخ ابوالفدا و ابن خلدون وغیرہ سے ہوتی ہے۔ کیونکہ امیر حجاج ہونیکا تصفیہ ابوالفدا و وضعت الصفا و اعلام الوریس اور خود مترجم مذکور کی اس عبارت سے ہو جاتا ہے کہ ابو بکر بعد جا لگی مشورہ برآت مدینہ واپس آئے گئے تھے اور مدینہ سے پہر بعد کو واپس ہو کر کہ جانا اور حجاج کو جو علی کے ساتھ ہی چلے گئے تھے جیسا تنقید الکلام کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی ہی حجاج کیساتھ رسول قد کا یہ حکم لیکر گئے ابو بکر کا مناسک حج ادا کرنا خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے اور ابوالفدا وغیرہ کی اس عبارت سے بھی کہ بعد ازاں ابو بکر صدیق حج کو لے کر لگے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ان کے ساتھ اس وقت حاجیوں کا کوئی گروہ گیا تھا ۔

لہذا اس مارت حجاج کے تردید کیساتھ ہی امارت ماموریت کا سوال فطر تا بر طرف ہو جاتا ہے۔ علاوہ برین جب ابو بکر اس غزلی پر اس وقت صبر نہ کر سکے اور فوراً رسول کے پاس دوڑے ہوئے جسکے بظاہر دو ہی وجوہ ہو سکتے ہیں کہ یا تو علی کے قول پر پورا یقین نہ ہو گیا یا یہ خیال ہو گا کہ رسول سے کہہ کر پہر بحالی کا حکم حاصل کر کے واپس آئینگے جب واپس گئے مایوسی ہوئی تو پہر کیا غیرت انکی متقاضی ہوئی ہوگی کہ اس غزوی کے بعد پہر علی کے ساتھ نہا سک حج ادا کرتے یا کرتے اور یہ امر بھی خلاف قیاس

من تصب صلی

کیتعلق ہمد و خیر

کی قابل داد بیکار

کوششیں

خریات ہمد و خیر

پرتقدی نظر

قرآن سورہ و تبلیغ احکام و قربانی سے تو ابوبکر اسوجہ مغرور کیا ہیں کہ وہ رسول کا عزیز انجام دے اور ادائیگی مناسک حج کو اس شے رکھا جا پس یہ ترجمہ مذکور و ہمدرد مومنین کی کوششیں محض رفع منقصت صدیق کے لیے معلوم ہوتی ہیں جو اسے مفید نتیجہ پیدا کرنے سے بہت دور ثابت ہوتی ہیں۔ بہر حال ناظرین خود اسے قایم کر لینگے۔

لیکن اس واقعہ تاریخی سے طبیعت انسانی ایک دیگر نتیجہ نکلنے پر مجبور ہوتی ہے کہ جب بخیال رسول یا بہ نزدیک خدا تعالیٰ ابوبکر کے علی زیادہ سخت تبلیغ احکام خدا و انجام دہی کا رسالت کے سمجھ گئے۔ اور اصول یہ قرار پایا کہ رسول کی عارضی عدم موجودگی میں بھی کار رسالت انجام دینا رسول کے قویٰ عزیز کا کام ہے تو اب زمانہ علالت رسول کی امامت مسجد کے مشہور واقعہ کی کیا اصلیت بجاتی ہے۔ اور پھر رسول کی دائمی رحلت کی صورت میں وصایت رسالت کی اسطے کیوں نہ یہی اصول موثر سمجھا جائے اور اسے مندرجہ آئے۔

بہر حال علی اس کام کو بھی کچھ خوبی انجام دیکر مدینہ واپس آئے۔ بقول روضۃ الصفا اس درمیان میں رسول کو علی کی طرف سے مشرکین کی مخالفت کے اندیشہ سے بہت تشویش تھی اور جب ابوذر غفاری نے علی کی واپسی کی رسول کو خبر دی تو انھوں نے کمال مسرت ہوئی اور مولہ صحابہ کے رسول نے علی کا استقبال کیا۔

واقعات سالہ ہجری آمد و فود مزید

اس سال بھی حسب ذیل فود قبائل مختلفہ کے حاضر خدمت رسول ہوئے اور حسب ذیل نتائج برآمد ہوئے۔
(۱) وفد فامد حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اس گروہ میں ایک شخص عذیبہ کے انکی منزل سے جبری جانے اور پھر دستیار ہو جانے کی رسول نے خبر دی جو صحیح نکلی۔

(۲) وفد قبیلہ بنیہ جریر بن عبد اللہ بن جحلی معہ ۵۰ آدمیوں کے حاضر خدمت ہوا اور وہ سب مسلمان ہوئے رسول نے جریر بن جحلی کو دعا بخلیفہ کے تباہ کر نیکا حکم دیا تھا۔ چنانچہ جریر نے وہیں واپس آکر اس بھانہ کو جلا کر خاک کر دیا اور رسول کے پاس خبر بھیج دی جس سے رسول نے خوش ہو کر جریر کو عادی۔ یہ جریر نہایت خوبصورت جوان تھا حضرت فاروق نے اسکو یوسف کا خطاب دیا۔ اہل ذہب و خلیفہ بھی اسکو مسلمان کر گئے۔

(۳) وفد بنی حنیفہ یہ لوگ مدینہ اگر مدینہ میں مقیم ہوئے اور مسلمان ہوئے اس کے ساتھ میلہ کذاب بھی تھا جو کلمان مرگا تھا مگر پھر پھر پھر مرگ گیا اس بعد کو دعوتِ نبوی پر کیا اور حضرت کو خط لکھا تھا کہ دماؤ بال ملک بانٹ لیجئے حضرت لکھ بھیا تھا کہ تو کا دست بیزانہ غلامی

(۴) فیر ذریعہ ہانچ نجاشی اگر مسلمان ہوا۔ اسی فیروز نے اسود عینی کو جسے بنو انہ ابوبکر دعویٰ نبوت کا کیا تھا۔ قتل کیا تھا۔
(۵) عروہ بن مسعود ثقیفی اگر مسلمان ہوا اور واپس جا کر اس اپنی قوم کے مسلمان بنو نیکو کہا کہ نماز پڑھتے ہیں ایک شخص اسکو تیرے

واقعہ کا ہر نتیجہ

علی کی واپسی رسول کا استقبال

آمد و فود

وفد فامد

وفد بنی بنیہ

وفد بنی حنیفہ

وفد فیر ذریعہ

اہلبیت کی شخصیں

وطہارت اہلبیت

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ صحیح مسلم میں بسند ابی وقاص تحریر ہے کہ بعد نزول آیہ مباہلہ رسول نے علیؑ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ کو جمع کیا اور کہا کہ بارالہا یہ میرے اہلبیت ہیں اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ بروز مباہلہ رسول نے فاطمہؑ علیؑ حسنؑ حسینؑ کو ایک کلمی میں لیا تو آیہ اخیر یا اللہ لیدھب عنکم الرجیل اهل البیت ویطہرکم تطہیرا نازل ہوئی اور سید عیسیٰؑ اپنی اس پرست آف اسلام میں لکھتے ہیں کہ اہلبیت ایک خطاب جو بالعموم علیؑ وفاطمہؑ وراکعی اولاد وکیل کو دیا جاتا ہے اور ابن خلدون بھی انہیں اکثر اسی لقب سے ملقب کرتا ہے۔ مظاہر حق میں ہے کہ اطلاق اہلبیت کا ان چار تن پاک پر شائع و مشہور ہے علیؑ فاطمہؑ حسنؑ حسینؑ اس عمل رسول سے تین کا انبائے رسول علیؑ کا نفس رسول ہونا پورے طور پر ظاہر ہو گیا۔ غرض جب اہل بخران نے اس عوی نبوت کرنے والی محرم ذات کو اس شان سے آتے ہیں کہ کھانا اور دریافت کرنے پر انہیں معلوم ہوا کہ رسول کیساتھ اولاد میں آنے والے حسین اور عورتوں میں آنی ہوئی فاطمہؑ نفس میں آنی کے داماد علیؑ میں جسے رسول فرماتے آتے ہیں کہ جب میں خدا سے دعا کروں تو تم آئین کہند اس شان غرض رسول کو دیکھ کر اہل بخران کے دل میں بہت خوف طاری ہوا اگر رسول کو اپنے سچے بھائی کا حکم یقین نہ ہوتا تو ہر گز اپنے لیے عزیز کو غضب خداوندی کے اندیشہ میں لانا ابوحارث نے اپنے ہمراہ بیان سے کہا کہ ہرگز محمدؐ سے مباہلہ نہ کرنا میں ابھی اس شان سے آتا دیکھتا ہوں جو بچے بیسوں کی شان ہوتی ہے اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ دعا کرینگے تو پہاڑ بھی پی جگہ جنبش میں آجائیں گے اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو عجب نہیں کہ تمام نصاریٰ غضب الہی میں گرفتار ہو جائیں بہتر ہے کہ جزیہ دنیا قبول کر کے صلح کر لجاؤ چنانچہ انہوں نے مباہلہ سے انکار کر دیا اور ہر سال ایک ہزار اعلیٰ ماہ صفر میں اور ایک ہزار ماہ جب میں بطور جزیہ دینے اور بدوقت ضرورت جنگ ۳۰ زرہ و ۳۰ نیزے و ۳۰ گہوڑے دینے کے قرار پر صلح کر لی۔ اور واپس گئے۔ انقاف بعد واپسی رسولؐ کے بتلائی ہوئی ایک خبر کو صحیح پاکر مسلمان ہو گیا۔

اہل بخران نے سب سے

انکار کر دیا

نتیجہ

سرسیم علیؑ میں علیؑ کو خطاب افضی ملا۔ علیؑ کی رسولؐ سے شکایت رسولؐ کی شیکہ کا گھنڈہ کو اس سال حضرت علیؑ کو تین سو نفر شجاعان اسلام کا سردار کے بغرض تبلیغ و دعوت اسلام بقابل قبال ہمدان بجانب یمن بھیجا جہاں بقول ابن خلدون خالد بن ولید کو پیشہ بھیجا گیا تھا مگر چھ ماہ تک انکار نہ ہوا بے سود ہوا اور کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا تھا اب علیؑ بھی گئے اور بقول روضۃ الصفا رسولؐ نے علیؑ کے سینہ پر ہاتھ رکھا کہ دعا فرمائی تھی کہ اللہم ثبت لسانہ و امد قلبہ جس کی برکت علیؑ افضی میں لایا یہ پر پھینکے تھے کہ زبان رسولؐ سے خطاب افضی کم علیؑ کا حاصل کیا۔

سرسیم علیؑ میں

علیؑ کا خطاب افضی

علی نے منزل مقصود پر پہنچ کر اہل بین کو جمع کیا اور خطبہ پڑھا۔ احکام رسول سنائے۔ اور اصول اسلام بتلائے۔ اور دعوت اسلام دی۔ انہوں نے کہ علی کا وہ خطبہ و تقریر جو اس وقت کی گئی تھی۔ ہم کو کسی کتاب میں دستیاب نہیں ہوئی جو نہایت فصیح و بلیغ و اثر خیز ہوگی جس کو شکر ایک بہت بڑا قبیلہ ہمدان کا ایمان لایا جس کی خبر علی نے رسول کے پاس پہنچی جس پر ابن خلدون نے بڑا بڑا ابن عازب لکھا ہے کہ رسول اللہ نے سجدہ شکر ادا فرمایا۔ اور تین مرتبہ فرمایا کہ "الستارہ علی ہمدان" دیگر اہل بیان میں بھی جو قیامت کے آکر مسلمان ہوئے گئے۔

اہل ہمدان تبلیغ علی
سے مسلمان ہوئے

اسکے بعد علی نے اطراف و جوانب میں مہمات بھی بھیجیں جنہیں بہت سا اسباب مال غنیمت ہاتھ آیا جہاں روضہ الصفا کہتے ہیں کہ بعض کتب میں ہے کہ علی نے بریدہ بن الحصیب کو حفاظت غنایم پر مامور کر کے خود متوجہ دیگر مشرکین میں کی طرف ہو جو مقابلہ پر آمادہ ہوئے اور اسے جنگ ہوئی علم لشکر مسعود بن سنان ہی کو دیکر علی خود مصروف جنگ ہو گیا بدنامی ایک پہلوان مخالف کو اسود خزاعی نے قتل کیا۔ علی نے تنہا بیس آدمی دشمن کے لڑائی میں قتل کئے بقیہ شکست کھا کر ہباگ گئے تھے جو بعد کو آکر مسلمان ہو گئے غنایم بعد نکالنے خمس کے تقسیم کر دیئے گئے۔ اور خمس کو حفاظت ابورافع چھوڑ کر علی نے تعجیل تمام واپس ہو گیا کہ رسول عازم حج ہوئے تھے بعض کتب میں بریدہ بن الحصیب کے منقول ہے کہ وہ پہلے علی سے عداوت رکھتا تھا جب خمس علیہ ہوا علی نے ایک کثیر کو جو بن جلال میں سب اچھی تھی اپنے واسطے مخصوص کیا بریدہ بشورہ خالد بن لید اس امر کی شکایت جا کر رسول سے کی۔ رسول نے غضبناک ہو کر بریدہ سے فرمایا کہ کیا تو علی سے دشمنی رکھتا ہے اور علی کی نسبت گمان بد کرتا ہے۔ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں وہ تہا لادلی ہے اور بعد میرے جسکین ولی ہوں علی اسکا ولی ہے۔ بریدہ کہتا ہے کہ اسکے بعد سے میں علی کو سب سے زیادہ دوست رکھنے لگا۔ (روضہ الصفا)

پہلوان کی شکایت
اہل بین

علی کی رسول سے
شکایت
رسول غضبناک ہوئے

اور بعض کتب میں اصل واقعہ اس سر پر ہے کہ بریدہ بن الحصیب نے جو کہ عمر بن معدی کر با لزمیدی خدمت رسول میں آکر معہ قوم خود مسلمان ہوا تھا اسی خاندان میں اسے ابی شمس غسانی کو جو اسکے باپ کے قاتل تھے دیکھا تو غصہ میں اس کے گریبان کو کڑکڑ خدمت رسول میں لایا۔ اور انتقام کا خواستگار ہوا۔ رسول نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کے عمل اسلام میں بدلہ نہیں لیا جاسکتا عمر بن معدی کر با اس بات ناخوش ہو کر مرتد ہو کر اپنے ملک واپس گیا۔ اور راستہ میں قبیلہ بنی اسحارث کو لوٹ مار کر لایا رسول اس کی خبر پا کر علی کو مع ایک گروہ مہاجرین کے بنی زبید کی طرف روانہ کیا اور خالد بن لید کو بھی ایک در فوج کا سردار کر کے ایک دوسرے قبیلہ جعفی کی طرف بھیجا تھا۔ ابو موسیٰ اشعری بھی اسکے ساتھ پہنچے تھے کہ یہی بعد فراغت لشکر علی سے جا کر ملجاوے اور حکم دیا تھا کہ جب دونوں لشکر ملجاوین تو سب زیر فرمان علی رہیں گے۔ خالد جس قبیلہ کی طرف گیا تھا اسکے

واقعہ کی دوسری
نوعت

دیکھتے ہو کہ ایک مین چلا گیا۔ دوسری زنی زبیرہ کی طرف نظر کرانے لگا۔ خالد کا قصد اچھے تعاقب میں رہی جا رہا تھا۔ علی نے خبر پا کر خالد کے پاس بیٹھا مہرچھا کہ وہ جہان پہنچا ہے وہیں ٹھہرا ہے اگے نہ بڑھے۔ مگر خالد نے اس حکم کی تعمیل نہ کی تو علی نے خالد بن سعید کو بھیجا کہ فوراً جا کر خالد کو محصور کر کے جب تک حضرت نہ پہنچیں۔ ابن سعید ایسا ہی کیا۔ علی نے وہاں پہنچا خالد کو سخت ملامت کی اور متوجہ قبیلہ بنی کر کے ہوئے۔ جسے مقام کثیرہ مقابلہ ہوا۔ علی نے خود میدانیں لڑ کر حملہ کیا اور بہت سونگو قتل کیا۔ باقی بھگے جن کا تعاقب کیا گیا سعدی کر کے بھائی دھتتہ بھی علی کے ہاتھ سے مار گئے اور اسکی زوجہ رگنہ دختر سلامہ اسیر ہوئی۔ علی نے بعد فتح خالد بن سعید کو حفاظت غنائیم و وصولی زکوٰۃ پر مامور چھوڑ کر عکدیا کہ جو شخص اگر مسلمان ہو جاوے اسکو امان دینا اور خود واپس ہو گئے اسکے بعد سعدی کر کے خالد بن سعید کے پاس کر مسلمان ہو گیا اسکی زوجہ مال سکوداں دیدیا گیا۔ سعدی کر کے ایک تلوار جسکو مصماہ کہتے تھے خالد کو تحفہ میں دی۔ بعد فتح ایک کیزہ خس میں علی نے اپنے واسطے مخصوص کر لی تھی۔ خالد بن ولید نے عداوت علی کو جسے بریدہ بن الحصبہ اسلمی کو سب آگے رسول سے علی کی شکایت کر نیکی بھیجی تھی۔ رسول سے جا کر کہا کہ علی نے خمس میں خیانت کی ہے کہ ایک کیزہ کو اپنے واسطے مخصوص کر لیا ہے۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ بریدہ اول عمر بن خطاب سے جا کر کہا تھا اور اچھے ایمان سے رسول سے شکایت کی۔ رسول شکایت علی کو سن کر غضبناک ہوا و فرمایا: **وَحَلَّكَ يَا بَرِيدُ** علی کو مال غنیمت میں وہ سب حلال ہے جو مجھے حلال ہے۔ علی بہترین مردان موجودہ اور بہترین اچھا جو بعد میرے ہو گئے تمام امت میں سے۔ اے بریدہ پر ہرگز دشمنی علی سے کہ علی کے دشمن کا خدا دشمن ہے بریدہ کہتا ہے کہ میں نے توہم کی اور علی سے التجا کی کہ میرے واسطے استغفار کریں اور اس میں علی سے زیادہ میں کسی کو نہ سمجھتا تھا (روضة الصفا)

اور صاحبِ اعلیٰ الوداع کہتے ہیں کہ اس واقعہ کو احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں ایسی طرح لکھا ہے کہ:

روضة الصفا میں یہ بھی روایت ہے کہ جب علی بن ابی طالب نے خطبہ تعلیم حکام اسلام فرماتے تھے تو کعب لاجیار یہودی کو فصاحت بلا
لہم حضرت کی خبر سکر بہت اشتیاق سننے کا ہوا چنانچہ وہ مایک دور عالم یہودی مجلس علی میں آیا پ خطبہ بیان فرما رہے تھے
جب آپ فرمایا کہ ومن الناس من يبصر بالليل كما يبصر بالنهار فكتب کہا کہ سچ فرمایا پھر جب حضرت فرمایا کہ
يخطب بالله القصر يعط باليد الطويلة فكتب فغير تصديق كلام حضرت کی کی اور تمام خطبہ بغور سن رہا۔ بعد اختتام
خطبہ علی نے پاس لڑکھو صاف رسول اللہ دریافت کے علی نے کچھ اوصاف رسول بیان فرمائے جنکو مطابقت نبیارات کتاب خود
پاکر مسلمان ہو گیا اور بقدر گنجائش قوت موقعہ احکام اسلام سیکھے اور میں میں واپس جا کر تہمید قواعد و قوانین شریعت میں
مشغول رہا اور ایام خلافت عمر میں مدینہ آیا تھا۔ خدمت رسول میں حاضر ہند سکھنے کا افسوس کرتا تھا۔ مگر تاج ابن احمد
من تحریر ہے کہ اس وقت یہ کعب شام میں تھا۔ یہ اس وقت مسلمان ہوا تھا۔ جب عمر بن الخطاب فوج لیکر بلاد شام کو گئے تھے۔
پہلے اہل اودان حاکم میں انتقال ہو گیا جو مسلمان ہو گیا تھا۔ رسول اللہ کے ملکہ مہر طر حقیقہ کر دیا کہ ایک حصہ کے لئے شہر کو دیا ایک جزو عمارتیں شہر میں
نہروں کو دیا وسطی حصہ ابو موسیٰ اشعری کی سپرد کیا کچھ جزو علی بن ابی سلمہ کو دیا کچھ محاذ بن حمل کو دیا جو حضرت کہاں آیا تھا اور عداؤت کو بہت دیا اور عداؤت

خطبہ علی و اسلام
کعبہ الاحیاء

کیے اور فرمایا اگر میں جانتا کہ ہر قوم سے ملنا تھا تو میں نے انھیں نکال دیتا۔ ایسا ہی ہوا۔ پھر معاذ کی رسول ملنا تھا نہ ہو کی یہ بھڑکا رسول دینے لگے تھے۔
تحتہ انواع نزول آیتیں واقعہ خرم علی سواکمل حدیث پہلو و نیز نظر تحقیق معنی مولیٰ اعلان و بعد ہی علی
 اس سال رسول نے ارادہ حج کا کیا اور تمامی قبائل عرب کو بلانے کے لیے خبر بھیجی کہ حضور حج کو تشریف لے جائیں گے جس کو
 حضرت کیساتھ حج کرنا ہودہ چلا آئے۔ اس خبر کا پہنچا اور مشہور ہونا تھا کہ اس کثرت مسلمان ان کو جمع ہوئے کہ شمار نہ ہو سکا۔
 علی بھی جو مین پہنچ گئے تھے ریا قبول بن خلدون بحران بغرض وصولی صدقات پہنچ گئے تھے، بعد سر کرنے ہم مذکر کے
 معوضتران قربانی کے کہ میرا لے تھے۔ رسول بروز شنبہ ۲۵ ذیقعدہ و بقولے دوشنبہ ۲۶ ذیقعدہ کو دبر ولایت شروع مآد مذکور
 مین مدینہ سے غسل و تبدل لباس چار رکعت نماز پھر مسجد مدینہ میں داخل فرما کر جانب ذوالحلیفہ روانہ ہوئے۔ نماز عصر
 ذوالحلیفہ مین پہنچ کر پڑھی تنواؤنٹ و بروایت ۶۶ ہدیہ کے اپنے واسطے مخصوص فرما کر ناحیہ بن جندب کو انکی نگرانی و محافظت پر
 مامور فرمایا تھا جناب فاطمہ زہرا و خیر رسول جمیع ازواج حضرت ساتھ تھیں، قریب ایک لاکھ آدمی کا مجمع تھا اسی مقام
 سے رسول نے احرام باندھا اور تلبیہ کیا۔ یہیں پر محمد بن ابوبکر بطن اسما بنت عیس سے پیدا ہوئے۔ وہاں سے روانہ ہو کر
 ذی طوی مین پہنچے اور نماز جمع و ہاں داکہ۔ وہاں سے روانہ ہو کر طی مراحل کرتے ہوئے ۸ ذی الحجہ کو سمت اعلیٰ سے
 مکہ مین داخل ہوئے۔ اول مسجد الحرام مین تشریف لگئے۔ در بنی شعیب سے داخل مسجد ہوئے۔ دروازہ ابراہیم سے
 چوہلہ پہنچا سستیام حجر اسود کیا اور بوسہ دیا سات مرتبہ طواف خانہ کعبہ کا کیا اور دو رکعت نماز طواف پڑھی۔ بعد ازاں
 چاہہ زمزم پر تشریف لے گئے تھوڑا سا پانی پیا اور یہ دعا پڑھی اللہم اسئلک علما نافعا و رزقا واسعا و شفاء
 من کل داء و سقم پھر حجر اسود پر گئے ہاتھ پیرا اور بوسہ دیا۔ پھر کوہ صفا پر گئے۔ اور حمد و ثناء الہی کی اور دعا کی پھر
 کوہ مروار پر گئے وہاں بھی ایسا ہی کیا اسی طرح سات مرتبہ صفا و مروار پر گئے۔ تمام مجمع مسلمانان ہجرہ رسول کے تھا۔ اب
 مکہ دیا کہ جو شخص قربانی نہ لایا ہو وہ محل ہو جائے اور اپنے حج کو عمرہ خرم کر دے۔ علی بھی معوضتران کے آپہنچے تھے جنکو رسول
 نے اپنے ہمراہی مین شریک کر لیا۔ ۸ ذی الحجہ کو رسول نے احرام حج باندھنے تشریف لگئے و تاریخ واپس ہو کر عرفات گئے
 پھر مشعر الحرام تشریف لگئے غرض کہ تمام ارکان حج ادا فرمائے سنئے مین قربانی کے ۶ دنٹ جو رسول ساتھ لائے تھے
 اور ۳ دنٹ جو علی ساتھ لائے تھے کل تنواؤنٹ کی قربانی کی گئی ۶۶ کو خود رسول نے نحر کیا اور ہم ۳ کو علی نے۔ رسوم
 جاہلیت کو منسوخ فرمایا حرمت کعبہ و مکہ کی سخت سخت تاکید مین فرمائی کہ کچھ گوشت قربانی کا پکوا یا گیا۔ علی کو کہا کہ میں
 اپنا شریک کیا اور ہمراہ خاندان لو اہل بن غائب گوشت تناول فرمایا۔ اسی حج مین بقول روئے الصفا سورہ اذا حاکم نفس
 الم نازل ہوئی جس سے رسول نے سمجھ لیا کہ میرے حج آخری انکباب سے سی حج کو بوجہ اسکے کہ ہادی سلم کو پھر موقع حج کرنا نکالنا

جمعة الوداع

رواکی ۲۵ ربیع الثانی ۲ ذیقعدہ

تہیہ رسول بکرا

رواکی

داخلہ مکہ و اذانگی

ارکان حج

رسول کا آخری حج تھا

حجۃ الوداع کہتے ہیں بعد فرغت ادا سے مناسک حج چند روز مکہ میں قیام فرما کر رسول بجانب مدینہ منورہ واپس ہوئے۔

رسول غدیر خم پہنچے

جب رسول مع جمع کثیر حجاج کے مقام خم میں پہنچے جو نواح جحفہ میں بقول بن خلدون ایک گھاٹی کا نام ہے مکہ اور مدینہ کے درمیان جو قریب التہیج کے ہے جہاں ایک گڑھا ہے جسکے غدیر کہتے ہیں۔ یہ اٹھارویں تاریخ ذی الحجہ کی تھی کہ فرمان

نزل پہنچا

ابہی پہنچا کہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک والحدیث فعل فما بلغت رسالہ واللہ یعصمکم من الناس اے رسول پہنچا دے اُس چیز کو جو مجھے تیرے اوپر نازل کی ہے اگر تو نے نہ پہنچایا تو گویا تو نے رسالت

روایت عبد اللہ بن

مسعود کہنے کے باب

میں نازل ہوئی

نہ کی اور خدا تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ (تفسیر درمنثور جلد ۱ ص ۲) حافظ ابن مردودیہ اپنے مناقب میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ عہد رسول میں تھے کہ اس طرح پڑھا کرتے تھے۔ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من

ربک (اعلیٰ مولیٰ المؤمنین)۔ الخ اور ابو نعیم سوانح عمری لکھتے ہیں کہ عبد البراء بن عازب قال فی قولہ تعالیٰ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من فضائل علی نزلت فی غزہ خطب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال من کنت مولاً فعلي مولاً فقال عمر بن الخطاب یا علی جھت مولاً ہی و مولی کل موحد و مومنین (برابر بن عازب روایت ہے کہ کہا اس نے کہ قول تعالیٰ کہ رسول

پہنچا دے میں مراد ہے کہ پہنچا دے فضائل علی میں جو غدیر خم میں نازل ہوئی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا کہ ہاں کہ جسکا میں مولا ہوں اسکا علی مولا ہے۔ پس کہا عمر نے مبارک ہو مبارک تجھ کو اے علی صبح کی تو نے کہ مولیٰ

ہو امیر اور مولیٰ کل مومنین و مومنین کا)

اجتماع حجاج

داخلہ ہار حدیث غدیر

خلیل اللہ و لیا و تفسیر بی بی برار بن عازب روایت اور اعلام الوری و ربیع الاہل میں بھی ہے کہ رسول اللہ ٹھہر گئے میدان صاف کرا یا اور اس خیال سے کہ حاضرین کی بڑی جماعت رسول کو نجوبی و مکہ کے پالان شتر کا مہربنا یا اور بروایت حیات القلوب

بحکم رسول بلال نے سب کو تھی علی خیر العمل کہہ کر دعا دی کہ سب جمع ہوئے اور رسول نے علی کو اپنے قریب کھڑا کیا اور بالامبر تشریف لیا کہ خطبہ فصیح و بلیغ حمد و ثناء خدا میں داخل فرمایا پھر تمام حضار کو مخاطب کر کے (بروایت روضۃ الصفا و اعلام الوری

در ربیع الاہل) فرمایا اللست اولی من انفسکم (کیا میں تمہارے نفسوں سے اولی نہیں ہوں) سب نے جواب دیا بلی یا رسول اللہ (یعنی بیشک حضور اولی ہیں) اور بروایت دیگر حضرت نے فرمایا کہ مجھے عالم بقا کی طرف دعوت دی گئی ہے اور میں نے منظور کر لیا ہے میں تمکو دعوت دیتا ہوں اس طرف کہ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی ما

ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی انھما لن یفترقا حتی یرجع علی الخوض (پس تمہارے درمیان دو امر عظیم چھوڑتا ہوں اور وہ قرآن و اہلبیت میرے ہیں جب تک کہ ان کے ہاتھ نہ ٹھک کر دوں اور یہ دونوں جدا

نہونگو تا وقتیکہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں اور بعض روایات میں ہے کہ یہ بھی فرمایا کہ دیکھنا ہے کہ میرے بعد تم ان لوگوں کیسا سلوک کرتے ہو اور انکی کسی رعایت کرتے ہو پھر زبان معجزانہ سے ارشاد فرمایا کہ تحقیق کہ خدا میرا مولیٰ ہے اور میں مین کا مولیٰ ہوں اور اسوقت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا من کنت مولا فلا فعلی مولا لا اللہ وال من والا ولا عا دمن عاد الاخذل منخذلہ والنصر من نصرہ ودارالحق معہ حدیث کان (جسکا میں مولیٰ ہوں پس اسکا عا دالاخذل منخذلہ والنصر من نصرہ ودارالحق معہ حدیث کان) (جسکا میں مولیٰ ہوں پس اسکا علیؑ مولیٰ ہے پروردگار! دوست رکھ اسکو جو دوست رکھے اسکو اور دشمن رکھ اسکو جو دشمن رکھے اسکو اور ترک نصرت کر اسکی جو اسکی ترک نصرت کرے اور نصرت کر اس کی جو نصرت کرے اسکی اور پھر حق کو ساتھ اس کے جہاں کہیں رہے اور وصۃ الصفا و مناقب مرقضوی، صاحب علام الورای و مصنف بیع الابراہ نے اسقدر اور لکھا ہے کہ علیؑ کو ہاتھ پکڑ کے اسقدر بلند کیا کہ قدم علیؑ رسول کے زانو تک پہنچ گئے تھے مناقب ابن مردویہ میں ابی ہریرہ سے روایت ہے عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ انہ قال من صام یوم النہد من عشر ذی الحجۃ کان لہ ستین شجرہ ہو یوم الذی اخذ فیہ البنی بید علیؑ بعد یرحمہ فقال من کنت مولا فلا فعلی مولا لا اللہ وال من والا ولا عا دمن عاد الا اس حدیث کی صحت میں صواعق محرقرہ میں لکھا ہے کہ اندر والا عن ابی ثلحہ عن صحابہ (مناقب مرقضوی) مولانا عباسی گورکھپوری خفی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ اسی روز آیۃ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا نازل ہوئی اور فتح الباری پارہ اصفہ میں بھی راجع ہے کہ یہ آیت حجۃ الوداع میں نازل ہوئی جس روز رسول نے من کنت مولا فلا فعلی مولا لا اللہ وال فرمایا تھا صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ اس کے بعد رسول ممبر سے اتر آئے اور اپنے خیمہ میں تشریف لگئے اور علیؑ کو دوسرے خیمہ میں بٹھلایا اور کل مردوں و عورتوں کو ہاتھ کر اپنی کل ازواج مطہرات کو بھی حکم دیا کہ علیؑ کو جا کر مبارکباد دیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سب نے جا کر علیؑ کو مبارکباد دی اور عمر بن الخطاب یعنی فاروق عظیم کا یہ فقرہ کہ بنی بکت یا علیؑ لقد اصبحنا مولا و مولیٰ کل مومن و مومنۃ مشہور عام ہے حسان بن ثابت نے قصیدہ تہنیت نظم کر کے پڑھا جسکو سکر رسولؐ لہ بہت مسرور ہوئے اور حسان کو دعائے تائید رفع القدس دی (مگر صامت فینا کی قید لگائی ہے)

مولانا گورکھپوری اپنی تاریخ اسلام میں اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ سب باتیں اسطور پر لکھیں جیسے کوئی وصیت کرتا ہے اس میں کلام نہیں کہ دوسرے بارہ برس میں ہوش سنبھالنے کے بعد علیؑ سے ایسے ہی کام ہو اور اشاعت اسلام میں ان کی ہی مدد ملی کہ آنحضرتؐ کے نزدیک یہ بہت ہی ممتاز و پیارے تھے جو خونی تعلق آنحضرتؐ کو ان کے ساتھ تھا اس قطع نظر کے دیکھئے تب بھی مسلمانوں کی جماعت میں علیؑ سے زیادہ کوئی دوسرا ہمہ صفت موصوف نہ تھا شجاعت جرات امیر و

فرمان رسول جبرائیل

علیؑ مولیٰ ہے اور عا

یہ اکملت لکم نازل فی

حضرت عمرؓ کی مبارکباد

مولوی گورکھپوری کی

تحریر تاریخ اسلام

دن بخفوان مشابہ رستی۔ اتفاقاً انتمندی۔ سخاوت۔ توکل اسلام کے جان نثار محمد صلعم پر جان قربان کرنا جس پہلو سے دیکھو شخص پناہی نہیں رکھتا تھا۔ انکو بغیر کسی کا درجہ نہیں ملا ورنہ ہارون نے سوئی کیساتھ اتنا نہیں کیا جتنا علی نے محمد کے ساتھ کیا۔ انگریز مورخ بھی اس بہرہ یعنی مرد میدان کے انھیں مداح ہیں اور بعض مسلمانوں نے تو گویا ان کی محبت کو جزو ایمان سمجھ رکھا ہے (تاریخ اسلام گورکھپوری)

حدیث کی نسبت
منہاج النبوت کی
تصدیق

اور صاحب منہاج النبوت نے اس واقعہ کو حسب مراتب متذکرہ صدر لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ جان تو اس حدیث میں نہایت فضل و عظمت جلال و تکریم ہے علی رضی کے تین اور غیب تحریریں ہیں جو نین کے تین اور مولات اس علی کے واجتباب خزانہ بعض عداوت اسکی جیسا کہ اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ دوست نہ رکھیں گے علی کے تین مگر مومن صادق اور دشمن نہ رکھیں گے علی کے تین مگر منافق کاذب.... اور یہ حدیث (یعنی من کنت موافقاً صحیح ہے اور اسکو روایت کیا جماعت کثیر و ترمذی نسائی اور احمد نے اور طرق اسکے کثیر ہیں اور روایت کیا ہے اسکو جماعت کثیر نے صحابیوں سے اور گواہی دی ہے اصحاب نے اپنا اسکے جوت کہ نزاع کی گئی علی رضی سے ایام خلافت میں اور التفات نہیں اس شخص کے قول پر جسے سخن کیا ہے اس روایت کی صحت میں (منہاج النبوت)

تحقیق معنی

اب دیکھنا یہ کہ مولیٰ کے معنی دوست کے ہیں جیسا کہ ایک گروہ اسلام نے لیے ہیں یا اولیٰ بالتصرف یعنی امام مقرر کے ہیں جو دوسرے گروہ اسلام نے سمجھے ہیں اسکے واسطے ناظرین کو دیکھنا اور غور کرنا ہو گا کہ کیا رسول نے محض اس امر کے اظہار کے واسطے کہ جب کامین دوست ہوں اسکے علی بھی دوست ہیں تمام حاجتوں کو اسقدر اجتماع کی تکلیف دی تھی اور اسقدر اہتمام کی ضرورت سمجھی تھی کہ میدان صاف کر لیا گیا۔ پالان شتر کا مہر بنا لیا گیا خطبہ فصیح و بلیغ ادا کیا گیا سب اقرار کیا گیا کہ کیا میں تمہارا مولیٰ نہیں ہوں علی کو اتنا بلند کر کے دکھلایا گیا کہ انکے قدم زانو سے رسول تک پہنچے اور تب صرف اسقدر فرمایا کہ جب کامین دوست ہوں اسکے علی بھی دوست ہیں یہ تو کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہوئی کہ اسکے واسطے اسقدر اہتمام کی ضرورت ہوتی۔ کیونکہ اسلام میں تو ایسا کوئی ایک شخص بھی نہیں ہو سکتا جو اسلام کا دعویٰ کرے اور جسکے رسول دوست ہیں اسکا وہ دوست نہ ہو جسکے رسول دوست ہونگے اسکا تو ہر مسلمان دوست ہو گا اس میں تخصیص و افتخار کی کیا بات ہوئی کہ جسکے واسطے مبارکباد کی بھی ضرورت ہوئی اور جسکے لیے حضرت عمر حبیبہ ممتاز شخص علی کے خیمہ میں مبارکباد دینے لگے کہ مبارک ہو کہ آج میرے اوکل مؤمنین کے دوست ہوئے۔ کیا اس پہلے وہ دشمن تھے؟ اس بات کا تو اس گروہ میں سے بھی کوئی قائل نہیں کہ علی سے اور عمر سے پہلے کبھی کوئی سود مزاج بھی ظاہر ہوئی ہو۔ پھر مبارکباد کی اور آج دوست ہونا کیسا؟

ترجمہ معنی دوست

دوسرے یہ دیکھنا ہو گا کہ وہ شخص جو لسان قدرت بہت اسناد عروج منازل مراتب حاصل کر سکے علاوہ زبان سالک سمجھی

ایک عام مجمع کے سامنے رسول کا بھائی و وزیر کہا چکا ہو اور منہل ہارون موسیٰ کے بتلایا جا چکا ہو جسکو عیسے جیسے جلیل القدر نبی سے تشبیہ کیا چکی ہو جس کی ایک ضرب کعبادت ثقلین سے انضیلت کا مرتبہ حاصل ہو چکا ہو جو کل ایمان قرار پا چکا ہو جسکو کار رسالت کی نیابت کا عہدہ بمعرفہ فی شخص منہل چکا ہو جو رسول ہونے کے مرتبہ پر ممتاز ہو چکا ہو اور اگر بہت سے افضل علی خطابات و مناقب منہل کو اگر غیر قرار افضلی محض محبوب خدا وغیرہ کے حاصل کر چکا ہو۔ اسکے واسطے یہ امر کہ جب کائنات دوست ہوں اسکا وہ بھی دوست بنجیامینہ ناز و فخر کے تھا کہ لوگ اپنی دوستی کی اسکو مبارکباد اس ہتھام نہ تاکید کیسا تھ دیتے ۛ

یہ ہتھام مبارکباد توصات تیار ہے ہیں کہ آج علی کو کوئی نیا اور پیشتر سے مزین و ممتاز خطاب اختیار یا عہدہ دیا گیا ہے کیونکہ پیشتر کسی خطاب یا عہدہ کے عطیہ پر بھی مبارکباد نہیں لوائی گئی تھی۔ نہ یہ کہ عام مسلمانوں کا صرف دوست بنا دیا گیا ہو جسکا لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ علی شاید پہلے مومنین تو درکنار یہ پجاری مومنات کے بھی دشمن تھے۔ یا عام مسلمان علی کے لئے دوست ہونے کی بات مشکوک تھے اور اسکے ماننے کی واسطے کوئی فرد بھی اسلام کی تیار نہیں ہو سکتی نہ کوئی واقعہ اسکی تائید کر سکا۔ تو پہر یہ قول فیصل رسول بحث ہوتا ہے جو ہونہیں سکتا پس لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہاں علی کے معنی ہرگز دوست کے نہیں ہیں ۛ

تیسرے یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ موقع کیا تھا اور کس سر کا مقتضی تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ رسول کے آخری حج کا موقع تھا۔ اور وقت رحلت رسول قریب تھا جس کی رسول خبر بھی دیکھ چکے تھے۔ اور آج ہی خطبہ میں اسکی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ اسکے بعد رسول کو ایسا موقع ملنے والا نہ تھا کہ اس قدر اجماع عامی اطراف و جوانب کے مسلمانوں کا ہو سکتا۔ ایسا موقع تو اپنے بعد کی واسطے کسی خاص اعلان تقریر و وصیت کا مقتضی ہے نہ محض اس ذرا سی بے حقیقت بات کے اظہار کا کہ جب کائنات دوست ہوں اسکا فلاں شخص بھی دوست ہے اور وہ بھی اس شخص کے متعلق جس کی دوستی کو زمانہ دیکھ چکا تھا ۛ

تاریخ میں حضرات جنہوں نے کسی بادشاہ کی ولیمہ کی کے موقع کے طرز عمل کو دیکھا یا سنا ہے وہ اس اعلان مبارکباد اور پھر آخری ان عاؤں کے اللہ وال من واکا و عا د من عا داکا و اخذل من خذلہ و انصر من نصرہ۔ صحیح نتیجہ نکال سکیں گے کہ یہ اعلان سوا ولیمہ کی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کیونکہ اسی قسم کے اعلان کی وقت اس طرح کی مبارکبادیں جیسی علیؑ نے بین بھگیا علیؑ کو اس موقع پر دلوائی گئیں اور دعائیں اور عام رعایا کو خیر خواہی اطاعت کی ہدایات کیجی تھیں و انکی یہودی و غیر طلبی کا اطمینان دلایا جاتا ہے۔ اور ایسے موقع پر جبکہ زمانہ رحلت رسول قریب تھا۔ رسول کا فرض خلافت و تمدنی بھی تھا کہ کسیک اپنا ولیمہ مقرر کرتے کیونکہ یہ قیاس میں نہیں تاکہ وہ رسول جس نے اپنا دین قائم کرنے کے لئے پھر کہا ہے۔ فادہ کے برابر اسکا جھڑ رمل و طن چوڑا اور زخم کھلے اور طرح طرح کی ناقابل مثال تکلیفیں اٹھائیں اور اسکو ہر طرح مضبوط و مستحکم کیا۔ وہ اسقدر مضبوط اٹھائیں گے بعد علیؑ میں کہ کو غلط فہمیوں و رنج و رسوخ کے ہاتھوں کہ وہ ہونیکو چھوڑ جاتا اور یہ ایک متضاد خیال ہے کہ جو شخص تقویٰ

اہم سے قریب ہو
کہ معلوم ہوتا ہے

موقع کس سر کا
مقتضی تھا

واقعات تقریر ولیمہ
ظاہر ہوتا ہے

کو توحید سے بدل دے وہی توحید کو تفرقہ کی پامالی کیا وسط چھوڑ جائے۔ ایک معمولی بادشاہ تو اپنے آخری وقت میں اپنی رعایا کی داشت اور بہبود کی واسطے اپنا ولیعہد بناتا ہے یہ خلاف قیاس کہ رسول اپنی امت کو جیکے خاندانوں کو اس بقید اولیوں کو ایک قوم بنایا اور انکے دینی و دنیوی مفاد کیلئے ایک قانون مرتب کر دیا اسکو بلا کسی مستند دیکھنے والیکے بے ہمار چھوڑ جائے۔

کیا رسول بالآخر ولیعہد
امت کو چھوڑ گئے

کیا یہ امر قیاس میں آسکتا ہے کہ رسول جو اپنی عارضی علیحدگی مدینہ کی حالت میں بھی کسی نہ کسی کو اپنی جگہ خلیفہ مقرر فرما دیا کرتے تھے اپنے بعد کی واسطے اپنی امت کے غافل رہے ہوں یا اپنے خیال کو عملی حیثیت کے عام موقع پر ظاہر نہ کیا ہو۔ ہرگز نہیں! خیال رسول کی تصدیق تو ان قسم کے بھالوں تضاد بعدی اور الاعتصام باللہ جمعاً، یا جیسی کہ عیاض بن ساریہ سے ابو داؤد نے نقل کیا ہے کہ جو تم میں زندہ رہیگا عنقریب ایک بڑا اختلاف دیکھنیگا اور اسی قسم کی اور حدیثوں سے ہوتے ہی اور موقع ہذا کا اعلان جو اس منصب کی تکمیل اطلاع کیلئے تھا جسکی ابتداء دعوتِ عیشیہ میں ہوئی تھی۔ علانیہ عملی اظہار اس خیال کا تھا۔

مولوی عبد اللہ امرتسرہ کی مولیٰ کے نفوی معنوں کی ایک فہرست دیکر آخر میں "سید لطیف" یا "ولی کو اموقعہ کیلئے قبل کیا اور کہتے ہیں کہ یہ کہنا کہ جناب میر حیدر الدلعین میں شریک نہ تھے یا حدیث متواتر نہیں یا مولیٰ کے معنی متعین کرنے میں چون چڑا یا بالکل غلط، جو اکثر نقص کے بڑھ جانے سے پیدا ہوتا ہے کسی شاعر نے اس موقع کیلئے نہایت ہی مفصل شعر کہا ہے۔

معنی مولیٰ کی
جناب مولوی عبد اللہ

امرتسرہ
واقعہ غدیر
ولیعہد تھا

عبث دہنی من کنت مولیٰ می دوی ہر مو
علی مولیٰ باں معنی کہ پیغمبر بود مولیٰ

اور طرہ عسلی اسپرٹ آف اسلام میں تحریر فرماتے ہیں کہ "عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ رسول نے ولیعہد نامہ نہ نہیں کیا لیکن یہ واقعات کا ایک غلط توہم ہے کیونکہ اسکی کافی شہادت ہے کہ رسول نے اکتہ مرتبہ ولیعہد کیلئے علی کی طرف اشارہ کیا منصوصاً حجة الودع کی واپسی کی وقت اسجگہ جسے ہم کہتے ہیں ٹہرنے اور جمع میں جو الفاظ استعمال فرمائے اس کے ارادہ ولیعہد میں نہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔"

اسکے بعد اہل اسلام ہجری رسول سے متفرق ہو کر اپنے اپنے مقامات کو چلے گئے اور رسول واپس مدینہ تشریف لائے۔

واقعہ عقبہ بر روایت ثانیہ و خوفناک عہد نامہ منافقین

واقعہ عقبہ
خوفناک عہد

صحابہ النہر میں واقع عقبہ یعنی رسولؐ چودہ آدمیوں کے حلقہ کی سازش کو اسی واپسی کے دوران میں لکھا۔ جسکو حیات القلو میں واپسی جنگ تک کی وقت کا تحریر ہے جس کی مفصل کیفیت اس مقام پر درج ہو چکی ہے یہاں عادہ کی ضرورت نہیں کیونکہ جب انفسیر کی بھی اسی وقت کا بتلاتے ہیں۔ روایات حیات القلو کے رسول کے مدینہ واپس نیکنے بعد اکیلے و شہرہ و تکریم چھٹا ہوا تیر چلتا ہے جبہ دستخط و گواہیان ہو کر امانت رکھا گیا تھا جس میں اعلانِ غدیر خم کی آئندہ تردید کے لئے تحریر کیا گیا تھا کہ رسول نے کسی کو اپنا خلیفہ یا ولیعہد نہیں کیا بلکہ یہ امر امت پر چھوڑ دیا ہے جسکو وہ چاہیں اپنا امیر بنالیں اگرچہ کواخیر الحسن است اس کے متعلق

بائیں ساکت ہیں مگر منافقین کے ارادوں و منصوبوں کے بعد یہ امر بعید از قیاس بھی نہیں معلوم ہوتا بلکہ بجا حال کے فطری معلوم ہوتا ہے
 اور عجب نہیں کہ صاحب معراج البنوت کو اسی سازش پر سازش عقبہ کا گمان ہوا ہو گو بعد رسول معاملہ حسب لحاظ ہو جائے
 اس عہد نامہ کے نکالنے کی اور کام میں لانیکی ضرورت نہ ہوئی جسکی وجہ تواریخ مذکور کو مسکوت ترک کا موقعہ مل گیا۔ اگر معاملہ منصوبوں
 کی خلاف ہوتا یعنی علی موافق اس اعلان رسول کے خلیفہ ہو جاتے تو وہ ضرور کام میں لایا جاتا اسکا علم رسول کو بھی ضرور ہو گیا
 ہو گا۔ اور عجب نہیں کہ حبشہ سامہ کی ترتیب و راسکی معیت کی تاکید اکید اسی صحت کی بنا پر ہو کہ مخالف عنصر درود ہو جائے

سخت و علی و اہلبیت کا نمونہ و انعام ہل تہی و وفات حضرت ابراہیم فرزند رسول

اسکے بعد ایک مشہور واقعہ علامت حسین علیہم السلام کا ہوا جسکو مولانا محمد یار دہلوی نے تشبہ سیدہ سائیں ۵۸۰ ذی الحجہ ۱۱۸۰
 کا تحریر کیا ہے ممکن ہے کہ تاریخ میں کچھ غلطی ہو کیونکہ ۸۰ ذی الحجہ کو قیام رسول علی وغیرہ مقام خمین تھا لیکن واقعہ میں کوئی
 اختلاف نہیں آؤ مشہور عام ہے۔ وہ یہ ہے کہ جناب امام حسن نوہالانی فاطمہ زہرا و حضرت رسول خدا و لبنان علی رضی اللہ عنہ
 علی فاطمہ نے حسب ہدایت رسول مکی صحت یابی کے واسطے تین روزے رکھنے کی نذر کی جنہیں اچھے ہو گئے تھے امام گہرے بیانات
 خود ان بچوں بھی روزہ رکھا انظار کا کچھ سامان نہ تھا شمعون یہودی کے یہاں عبا علی گروہ رکھ کر تین صاع جو ہمیا کئے گئے
 جسکے تین حصہ کر کے ایک حصہ کی روٹیاں پکائی گئیں۔ انظار کا وقت تھا کہ دروازہ پر چڑھنا و تکیو اسطے مشہور تھا ایک
 مسلمان سکینے آواز دی علی نے تقریباً تہرے رکھ دیا۔ اور فاطمہ زہرا کو مخاطب کر کے فرمایا (جسکو ہم مولانا موصوف کی عبارت میں
 نقل کرتے ہیں) اے صاحب مجد و یقین اے بنت خیر الناس کیا تم اس خزانہ مال سکین کو نہیں دیکھتیں جو دروازہ پر کھڑا ہوا ہے
 اسکی آواز درون کا ہے۔ وہ یہو کا ہے اور ہم سے اپنی بھوک کی شکایت کرتا ہے ہر شخص اپنے فعل میں گروہ ہے۔

علامت حسین و

نذر تین روزہ

اہلبیت کی سخت و

کی بمثال نظیر

ذکیہ نے فرمایا اے ابن عم میں تمہارا حکم سنا۔ اس کی اطاعت کرو گئی اس فقیر کو کہا نا کہ بلا دو گئی۔ اسوقت کچھ پرواہ نہ کر گئی جب
 میں ایک بہو کے کو سیر کر گئی تو مجھے امید کہ نیکون میں میرا شمار ہو گا جنت میں داخل ہو گئی اور حق شفاعت ہی مجھو دیا جائیگا۔
 بچوں بھی اپنے والدین کی ماسی کی اور کل کہا نا فقیر کو دیدیا گیا۔ دوسرے دن دوسرے صاع کی روٹیاں تیار کی گئیں
 آج پھر دروازہ پر ایک تیم نے آواز دی! اسکی صدا سن کر علی پھر فاطمہ سے مخاطب ہوئے کہ:-

اے فاطمہ کریم سردار قوم کی بیٹی! اور اس کریم نبی کی بیٹی جو ہرگز برا نہیں۔ دیکھو یہ تیم خدا نے ہمارے پاس بھیجا ہے جو آج
 اسپر رحم کر گیا وہ رحیم سمجھا جائیگا۔ فاطمہ نے کہا اے علی میں اسے بھی دو گئی۔ اور اللہ تعالیٰ کو اپنے عیال پر ترجیح دینی اگرچہ
 وہ بہو کے ہیں اور میرے بچے ہیں۔ آج بھی کل کھانا تیم کو اٹھا دیا گیا۔

تیسرے روز ایک سیر آیا آج بقیہ حصہ کی روٹیاں تیار کی گئیں تہیں اور سب کو مہمہ بچے تین روز کا فادہ تھا علی نے کہا

اے فاطمہ! اے نبی صمد کی بیٹی اور سردار و سردار کے گئے کی صاحبزادی۔ دیکھو یہ ہدایت یافتہ بنی کا قیدی اور غلام زنجیر میں مقید ہے۔ اسے شدت کی بھوک، جو آج کہلائیگا، کل پائیگا نزدیک خدا سے بلند و کیتا سے بزرگ کے۔ فاطمہ! کھانا نہ کھاؤ، پیاسے پاس تو سوا اس ایک صانع کے اور کچھ نہیں رہ گیا ہے۔ میرا تھوڑا سا ع سے زخمی ہو چکا ہے اور معص بھی نہیں ہے خدا بلند رتبہ اور مجید پاس سب کچھ ہے۔ خدا کی قسم میرے دونوں بچے بھوکے ہیں اے پروردگار! ان دونوں کو ہو کا نہ کہو۔ مگر میں اے بھی دو گئی اور اس روز بھی وہ روٹھاں میرے کودید گئیں۔

خدا کی طرف سے
انعام

اب مولف اس وقت کی پروردگار تصویر بھیجے جب علی حسین کو لے ہوئے رسول کجی دست میں گئے اور رسول نے انکا غیر حال دیکھ کر سبب پوچھا اور فاطمہ کے گہرا گڑبھاگ لے کر انکا پیٹ بھی پشت لگا ہوا ہے اور آنکھیں گڑبگی ہیں۔ ایسا وقت عطا و رحمت الہی کے جوش کا وقت تھا۔ جبریل آتے ہیں اور اہلبیت کیلئے سورہ ہل اتی کا انعام و آیہ و بطعمون الطعام علی حبیبہ مسکینا و یتیم و اسیر کا مخصوص خلعت بارگاہ احدی سے لاکھ پیش کرتے ہیں جس بھوک کا نسب خوشی اطمینان سے بدل ہو جاتا ہے۔ اس واقعہ سے علی اور اس گہرا نہ کی خدا ترسی۔ ترجمہ سخاوت کی ایسی شان نظر آتی ہے جس کی کوئی دوسری مثال اسلام میں پیش نہیں کی جاسکتی۔

وفات حضرت ابراہیم
پس رسول
اصحاب کا اعتراض

اسی سال حضرت ابراہیم پر حضرت کا جوار بطن ماریہ قبطیہ تھے۔ سولہ ماہ کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ جس پر رسول گریان ہوئے۔ بعض اعتراض کے عادی اصحاب نے عرض کیا کہ حضور نے ہم کو گوشت تو جزع و فزع سے منع فرمایا ہے رسول نے فرمایا کہ میں نے فریاد کرنے سے روک دیا ہے۔ کپڑے وغیرہ پہاڑنے کو منع کیا ہے نہ کہ رونے سے جو فطری امر ہے اور ترجمہ پر دلالت کرتا ہے جو ترجمہ نہ کر گیا۔ ترجمہ نہ کیا جائیگا دیا مقابل الحاطہ ہے کہ اب رسول پر انکے فطری افعال پر بھی اعتراض کی اصحاب کو جرات ہونے لگی یہ انہیں سازشوں کا اثر ہے (جنانہ ابراہیم رسول نے نماز جنازہ پڑھی اور دفن کیا)۔

آغاز علالت قبلانی رسول
رسدوری دروازہ نما
اصحاب

آغاز علالت رسول مسدودی دروازہ ہائے اصحاب عمر کی درخواست نامنطور مدینہ واپس آنے کے بعد رسول اللہ کی طبیعت کچھ علیل ہو گئی تھی مگر پھر آرام ہو گیا۔ اسی ناسازی کے دوران میں روایت ام سلمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول نے ایک روز عصابہ سر سے باندھ کر ممبر پر جا کر اول شہدا احد کو اسطے طلب مغفرت کی اور بعد ازاں حکم دیا کہ دروازے تمام اصحاب کے جو مسجد میں کوہن بند کر دیئے جائیں سوا دروازہ علی کے کیونکہ مجھے اسکی صحبت گریز نہیں ہے نہ اسکو میری صحبت سے اس کلام رسول سے جو کچھ نتیجہ ان اصحاب کے متعلق نکلتا ہے جسکے دروازے بند کر ائے گئے تھے ناظرین خود نکال سکتے ہیں) جن اصحاب کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے انہیں یہ حکم ناگوار ہوا۔

اباحفصہ یعنی حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھے اتنی اجازت ہو چکا کہ ایک سوراخ رکھ لوں کہ رسول کو گہرے مسجد میں تشریف لائے دیکھ لیا کروں مگر یہ درخواست بھی نامنظور ہوئی اور فرمایا کہ سوئی کے ناک کی برابر بھی سوراخ نہ چھڑا جائے۔ دریافت وجہ پر ارشاد ہوا کہ دروازہ نکال کھلا رکھنا یا بند کرنا سب حکم خدا سے ہے (مظاہر الحق - روضۃ الصفا، مناقب مرتضوی - نسائی و حاکم از سوانح عمری)

عمر کی درخواست
نامنظور

اگرچہ رسول کو آرام ہو گیا مگر خبر علالت نزدیک و دور پھیل گئی، بعض معیان نبوت بھی پیدا ہو گئے مثیل میلہ کذاب بن ہامہ خفیؓ اسود بن کعب عسی کے جو بڑا نہ خلافت ابو بکر مار گئے۔

علت رسول کی خبر
مشہور ہو گئی

بروایت حیات القلوب۔ رسول نے اسی سال جریر بن عبد اللہ کو بجانب فی الکلاخ بھیجا تھا جو شاہ طایف تھا وہ مسلمان ہو گیا فردہ جہامی جو عامل شاہ روم تھا وہ بھی مسلمان ہوا اور ہایا معاہدہ کیا کہ رسول کیدست میں بھیجے شاہ روم کو معلوم ہوا تو اسکو بلا کر قتل کر دیا۔

مرتبہ جہاد اسلام
فردہ

واقعات السنہ ہجری

محرم السنہ ہجری ایک وفد چالیس آدمیوں کا یمن سے جو تعلیم معاذ بن جبل مسلمان ہوئے تھے خدمت رسول میں حاضر ہوا اور اسلام کی تصدیق کی۔

۱۱ھ

آمد وفد یمن

بار دیگر علالت رسول و حکم تیاری حبشہ سامہ و ماموری اصحاب

اسی ماہ میں طبیعت حضرت کی پھر ناساز ہو گئی۔ بجات ناسازی طبع ہی ایک روز حضرت نے قبرستان بقیع میں جا کر مردگان بقیع کی بابت استغفار کی۔

بار دیگر علالت رسول

اب علالت رسول دن بدن زیادہ ہونے لگی۔ حالت علالت میں ہی حضرت بروایت روضۃ الصفا ۲۲ حضرتؐ کو نصرتی بنی بے عنوانیان دیکھ کر بجانب یمن جانے کے واسطے ایک لشکر کی تیاری کا حکم دیا اور اسامہ بن زید کو سردار لشکر مقرر کر کے حکم دیا کہ اولاً تیاری میں جا کر جہاں اسامہ کا باپ زید تہبہ ہوا تھا اسے تمام تیاری اور روانگی میں تعینیل کرین پس بن سعد بن عبادہ و حباب بن منذر کو تاکید فرمایا کہ مردمان مدینہ کو حبشہ سامہ میں جا کر شامل ہونے پر آمادہ و مجبور کریں اس ہتھیہ و تاکید کے اسباب طاعت آمادہ پر غور کرنے سے دراصل وہ نہیں معلوم ہوتے جو اوپر مذکور کئے گئے ہیں بلکہ درپردہ اس قدر تاکید کی کہ جو جیسا کہ آئندہ کے حالات ظاہر ہو گئے کچھ ادبی معلوم ہوتی ہے مصلحت میں دور اندیش رسول کو منافقین اہل اسلام کی سازشوں، ارادوں اور منصوبوں سے آگاہ تھی وہ اپنے آخر وقت میں اپنے بعد کے موقعہ کی واسطے مدینہ کی فضا کو اس زہریلے عنصر سے پاک صاف رکھنا چاہتے تھے اور

حکم تیاری لشکر تہبہ
اسامہ بن زید

اسی وجہ سے اس درجہ خیال ناگزیر تھیں :

ابوبکر و عمر و عثمان کی خاص ماموری علی و عباس رضی اللہ عنہما کے متخلف منوالین

بہر حال سامہ بہیل حکم علم لیکر بیرون مدینہ آگئے اور بربیدہ بن الحبیب کی علمدار لشکر مقرر کر کے منتظر اجتماع لشکر کے تھے۔ فرمان رسول جاری ہوا کہ ابوبکر و عمر و عثمان بھی ہمراہ اسامہ جائیں گے (روضۃ الصفا) علی کا نام مامورین میں بجز ابن خلدون کے اور کسی تاریخ اسلام میں نہیں ملتا لیکن آگے چل کر بھی مؤرخ لکھتا ہے کہ جب لشکر کو کوچ کی اجازت دی گئی تو علی و عباس کو رسول اپنی تیمارداری کے لیے رکھ لیا۔ باقی روانہ ہوئے پس ثابت ہو گیا کہ علی و عباس فرمان علم روانگی مسکنی رکھے گئے تھے۔ مطابق روضۃ الصفا کے ابوبکر نے بھی تیمارداری کے لیے حاضر رہنے کی اجازت چاہی تھی لیکن رسول نے منظور نہ فرمایا اور صاحب منہاج النبوت اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھا ہے کہ ابوبکر صدیق نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی تیمارداری کروں اور شرط خدمت بجالاؤں فرمایا اے ابوبکر اگر میں تیمارداری بغیر اہلبیت کے اور کسی سے تو مصیبت انکی زیادہ ہوگی :

بروایت روضۃ الصفا اسامہ کی ماتحتی بعض اصحاب کو گران تھی اور رسول صلعم کے گئے کہ ہکو غلام زادہ کی ماتحتی میں بھیجا جاتا ہے۔ اور بروایت ابن خلدون ابوبکر وغیرہ بعد فرمان مذکور بھی لشکر سے حضرت کے دیکھنے کو آتے جاتے تھے جب باتیں رسول کو معلوم ہوئیں تو نہایت خشناک ہوئے اور باوجود شدید درد سر کے عصا بر سر مبارک سے باندھ کر بروایت ابن خلدون عباس علی کے کاندھوں پر سہارا دیکر مسجد میں تشریف لائے اور آنحالیکیہ پائے اقدس میں پیوستہ پیوستہ پڑتے تھے۔ لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے گروہ مردم مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسامہ کی امارت میں کلام کیا گیا ہے آج تم اسامہ کی ماتحتی پر ہیں کرتے ہو اس کے باپ کی ماتحتی پر (یعنی سر یہ موتہ میں) طعن کیا۔ بخدا اسامہ لیسا ہی امارت کا مزدوار ہے جیسا کہ اس کا باپ تھا اور اسامہ کو جو رخصت کیا وسط آئے تھے وعدا دیکر حکم دیا کہ روانگی میں تعجیل کرو اور سب کہا کہ جاتے جاؤ روضۃ الصفا وابن خلدون) یہ حکم کچھ ملائم الفاظ میں نہیں دیا گیا تھا بلکہ فرمایا گیا تھا کہ تجھ و اجیترا سامہ لعن اللہ من تخلف عنہما (سب جاؤ حبش اسامہ کے ساتھ جو شخص اس سے تخلف کر گیا۔ اس پر خدا کی لعنت ہوگی) اللہ اکبر کس قدر حکم تھا جس کی مصلحت ضرورت کو رسول ہی جانیں :

ابوبکر و عمر کا تخلف و اسباب پر نظر پر لطف مرکا لہ عایشہ رضی اللہ عنہا

چنانچہ اسامہ نے واپس جا کر کوچ کا حکم دیدیا۔ اور لشکر تمام جوف پر پہنچ کر پھر گیا۔ روانگی لشکر کی تاریخ روضۃ الصفا اور بیج الاول لکھی ہے۔ لیکن کس قدر تعجب انگیز ہے کہ لشکر اسامہ کتنے عرصہ تک رکا رہا موافق حیات القلوب ابوبکر و عمر کا تخلف

ابوبکر و عمر و عثمان خاص طور پر
مامور علی و عباس رضی اللہ عنہما

ابوبکر کی رجوع تیمارداری
نام منظور

اصحاب کی ناگوار
وطن و
رسول

جو تخلف کر گیا اس پر
کی لعنت ہوگی

ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ
کا تخلف

ابو عبدیہ جراح نے اسامہ سے کہا تھا کہ رسول کا مرض ترقی پر ہے ہم سب کا مدنیہ سے جانا مصلحت نہیں ہے نہ معلوم ہماری عدم موجودگی میں کیا ہوگا اور توقف کیا عایشہ ذریعہ مہربان کے خبر پہنچاتی رہی کہ رات کی وقت خفیہ یہ لوگ لوٹ آئے۔ و بروایت روضۃ الصفا ائمہ امین مادر اسامہ نے خبر پہنچی کہ رسول حالت نزع میں ہیں تو تمام اصحاب لشکر سے واپس چلے آئے مجبوراً اسامہ بھی واپس آگئے بہر حال دونوں روایات اسامہ کی بدترجہ بوری واپسی معلوم و ثابت ہوتی ہے انکا اپنی ذات سابقہ خلف کسی تاریخ سے ثابت نہیں جو تاؤ راہ کی نیت میں نہ بکرنے کی کوئی خاص مقول وجہ دکھائی دیتی ہے اسامہ جب بیکھا ہوگا کہ لشکر سے وہ بڑے لوگ جنہیں رسول نے خاص طور پر ساتھ جائیکا حکم دیا تھا جنکے نام موزنین صاف طور پر ظاہر کر دیئے ہیں اور وہ دہی بزرگ ہیں جنکے آئے اور دیکھ جائیکا بن خلدون نے تذکرہ بھی کیا ہے اور انہیں سے ہی ایک بزرگ کو اسامہ کی امارت میں بھی کلام ہوا تھا یہی وہ لوگ تھے جنہیں رسول کے قریب خبریں پہنچنے کی امید تھی۔ انکو رسول کی ترقی پذیر علالت کی وجہ کبھی نوعد گیر کے خیال نے روٹکی میں جھلت کرنے سے روکا اور باوجود اس سخت ترین حکم رسول کے جو دیا گیا تھا وہ واپس چلے آئے تو اسامہ کیا کرتا؟ یہ ظاہر ہے کہ یہ حکم رسول سے تخلف کر نیوالے رسول کے سامنے تو ہرگز نہ جاتے ہونگے لیکن انکو رسول کی بڑھتی ہوئی علالت کی اطلاع پہنچتی رہنا قریب کے نزدیک اروس بہت ممکن تھا جو اور کسی کو ممکن تھا۔ رسول نے اس تخلف کی کیفیت سے مطلع ہو کر تخلف کرنے والوں سے سخت اظہار میرا کر کیا۔ مگر کیا کرتے اب وہ بستر مرگ پر تھے۔

تخلف کرنے والے رسول کے سامنے آئے ہونگے

اب غور طلب یہ ہے کہ آیا یا خلاص محبت رسول تھی جس نے ان لوگوں کو روانگی سے روکا اور حتیٰ لعن ہونے کے مقابلہ میں بھی تخلف پر مجبور کیا۔ یا کوئی اور مخفی راز یا وجہ تھی۔ یہ آگے کے واقعات ناظرین کو اندازہ ہو جائیگا۔ موافق روضۃ الصفا کے آغاز مرض حضرت کا حجرہ مجبوسہ ہوا تھا۔ لیکن جب زیادتی ہوئی تو حجرہ عایشہ میں لے آئے تھے۔ جس کی کوئی خاص وجہ ہوگی، اسمقام پر ایک مرکالمہ عایشہ کا رسول سے نہایت پر لطف، جسکو بروایت حیات القلوب جملہ علماء سیر و تاریخ نے لکھا ہے کہ جب رسول کو حجرہ عایشہ میں لائے تو عایشہ کے بھی درد مہر تھا۔ رسول نے عایشہ سے فرمایا کہ کیا اچھا ہو لے عایشہ اگر تم مجھ سے پہلے مر جاؤ اور میں تمکو نماز جنازہ پڑھ کر دفن کروں (ایک نیک نفس شریف بی بی کیو اسٹیل سے زیادہ اور کیا خوش نصیبی کی بات ہو سکتی ہے کہ آلام بیوہ کی سے محفوظ رہے اور شوہر کے سامنے مرجائے اور شوہر کے ہاتھ سے اسکی تجنیز و تکفین ہو اور شوہر بھی کیسا۔ رسول خدا! جب نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہوتا مگر عایشہ کی جانب سے کیا جواب دیا جاتا ہے وہ تم یہ چاہتے ہو کہ مجھے دفن کر کے آؤ تو میرے حجرہ میں دوسری سے شادی کرو تجھے رسول متمسک ہو اور فرمایا کہ بل آنا۔

کیا تخلف خلاص محبت کی وجہ سے عایشہ کا رسول سے پر لطف مرکالمہ

بروایت روضۃ الصفا جسوقت رسول کو افاقہ ہوتا تھا خود باہر نکلتے لاکر نماز پڑھتے تھے جب زیادتی ہوتی تھی تو کھلا بیٹھتے تھے کہ خود پڑھ لیں۔ (یہ عایشہ والی روایت امامت کس قدر منافی ہے)

رسول کو افاقہ ہوتا تو خود نماز پڑھتے تھے

سبب ملا رسول

مادر شیریں برا کہتی ہے کہ رسول نے شدت مرض میں اس سے فرمایا تھا لگے ام البریہ مرضی کسی گوشت زہر آلود کا تہ ہے جس کا خیرین تیرے لڑکے کے ساتھ میں نے بھی ایک لقمہ لیا تھا جو اکثر مجھ کو تکلیف دیا کرتا تھا۔

قصہ قرطاس

قصہ قرطاس حضرت عمر کی مخالفت رسول - رفع الزام کیلئے ہمدردانہ کوششیں و تہذیب

رسول دوات

قلم منگایا

اصحاب کا اخل و انکار

اب ایک نہایت ہی نازک و افسوسناک واقعہ کے ذکر کا وقت آگیا ہے جس پر زمانہ دراز سے خوش فہم و خوش عقیدہ حضرات کی طبع آرائیں ہوتی چلی آتی ہیں اور ہر زمانہ کے محافظت کرنے والوں کوئے تراش خراش کی ضرورت ہوتی ہے وہ قصہ قرطاس ہے واقعہ یہ ہے کہ رسول نے بقول ابن خلدون وفات کے چار روز پہلے بہت کچھ پند و نصائح فرمائے اور مسائل کے جوابات دیئے اور اسکے بعد فرمایا کہ میرے پاس کاغذ دوات لاؤ میں کچھ لکھ دوں کہ بعد اسکے تم گمراہ نہ ہو۔ لوگوں نے دوات قلم لائے نہ لانے میں خلاف کیا۔ اور بقول روضۃ الصفا بعض نے کہا کہ جو کچھ حضور نے فرمایا ہے اس پر عمل کرنا چاہیئے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ بات ایسی ہے جیسے شدت مرض میں کہنے لگتے ہیں اور مولف تاریخ الاسلام کہتا ہے کہ لوگ بجا ری کجالت سمجھے اور چونچا تو صرف اس قدر کہ کہ میں جن حال میں ہوں وہ تمہارے خطاب کا اچھا ہے۔

مرد خین ابی سیکہ

ہم ظاہر نہیں

یہاں تک تو مومنین نے کسی کا نام نہیں ظاہر کیا۔ گول لفاظ بعض لوگوں اور صحابہ کے لکھنا یا جس پتہ نہ چلنا کہ کس کس نے رسول کی آخری خواہش یا وصیت کی تعمیل نہ کرنے یا اس میں عذر کر کے کی ابتداء کی اور کن لفاظ سے اگر واقعہ یہیں ختم ہو کر رہتا تو ان صاحب نام بھی پردہ خفایں رکھنا کی کافی پردہ پوشی کر لیتا مگر چونکہ واقعہ کی سنگینی طبعی ہی تھی جس سے مجبور ہو کر اب مومنین کو نام کہوں گا یہی پڑا اور نہ ان کے جملہ مدحین پر ناگوار الزام آتا تھا۔ اب ظاہر ہوا کہ وہ بزرگوار جناب حفصہ زوجہ رسول کے والد بزرگوار رسول کے سمدہی حضرت فاروق اعظم تھے۔ مگر اس پر بھی ان بزرگوار کے قول کو ان حلقہ گوش مومنین کی عقیدہ مندی نے کیسے کیسے خوشنما لباس پہنائے ہیں اور اس کی کسی بخجہ گیری کی ہے کہ بابدوشا ید ان قابل داد کوشش کا حال ناظرین کو ہارات ذیل سے ظاہر ہو گا مگر اصلیت کبھی جتنی نہیں شرکاف رفوسے بند نہیں ہوتا۔ انصاف پسند نگاہین صحیح نتیجہ پر پہنچ جاتی ہیں۔

واقعہ کی اصلیت

عمر کا قول رسول کے

نہ بیان بتلانا

مختلف مومنین کی

ہمدرد کوشش

واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا تھا کہ ان الرجل یہجر حسبنا کتاب اللہ جسکے مننے میں کہ تحقیق کیے شخص رگ و یا لکے نزدیک رسول اب بنی یا رسول کے خطاب کے قابل بھی نہ ہے تھے۔ ہذیان کی حالت میں (معاذ اللہ) حکم کتاب اللہ کافی ہے یعنی رسول کی کسی تحریر کی ہر ضرورت ہی نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم)

روضۃ الصفا نے لکھا ہے کہ عمر نے کہا کہ درد و الم رسول پر ستوی ہو گیا ہے قرآن درمیان ہمارے ہے اور ہر کوئی پسند ہی (یعنی رسول کی کوئی ہدایت یا تحریر چاہے وہ آئندہ گمراہی سے بچاؤ کی ہو) تحریر فرمائے ہوں پسند نہیں ہے روضۃ الصفا۔

ابن خلدونؒ تحریر کیا ہے کہ عمرؓ نے کہا کہ ہمارے لیے قرآن مجید کافی ہے جو ہمارے پاس ہے یعنی کسی حدیث یا تحریر پر ہول کی ضرورت نہیں اور بینک آپ کے اس وقت درد زیادہ ہو رہا تھا اگر گویا ابن خلدونؒ صبا اس وقت تمہیں اس درد سے کہیں کہ رسولؐ کے دردی جانچ فرما رہے تھے۔

ابن خلدون

مترجم ابن خلدونؒ اسکو اور گلپوش فرمایا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ قصہ بخاری و مسلم بن بروایت ابن عباسؓ میں گور ہے۔ عافانہ کو گلپوش اپنے اعزہ کو تکلیف نہیں دیتے (گویا ان کے نزدیک کسی مرض کو اسکی خواہش یا وصیت کے مکمل نہ کرنے دینے سے کچھ تکلیف نہیں جتنی بلکہ اسکی خواہش کو پورا کرنا تکلیف کا باعث ہوتا ہے) علاوہ اسکے عمرؓ نے ہی کہا تھا نہ کہ قرآن مجید ہمارے لیے کافی ہے اور یہ بہت درست ہے جو امور اور ارکان دین میں وہ سب قرآن مجید میں مذکور ہیں جس کا اس واقعہ سے تین مہینہ پیشتر آیہ الیوم اکملت لکم سے ظاہر ہوتا ہے (گو گویا ان حضرت کے نزدیک بعد از ولایتؐ کے حدیث رسولؐ پر ہول کی ضرورت ہی نہیں ہی تھی وفات تین مہینہ پہلے سے ہول رسالت مفرود ہو چکے تھے اور اگر ان حضرت کو پوچھا جائے کہ جناب نماز پنجگانہ کی تعداد رکعات و طریقہ نماز اور اسی قسم کے اور صد با فرق تفصیل تشریح اجمالاً ابہامات قرآن میں کہاں ہیں جو قرآن کافی ہو گیا اور یہ مقولہ درست ہوا۔ تو بخیر خاموشی کیا جواب ہو گا؟

مترجم ابن خلدون

مولانا کو کہ پوری تاریخ الاسلام میں اسکو اور مزے دار بنایا ہے جو تحریر فرماتے ہیں کہ عمر فاروقؓ نے لوگوں سے کہا کہ میں نے یہاں کو تنگ نہ کرو جب تک اس کتاب اللہ کو کتاب خدا کافی ہے (گویا دوسرے لوگ رسولؐ سے کچھ تحریر کر کے خواہش یا اس پر مجبور کر رہے تھے۔ رسولؐ کی خواہش نہ تھی۔)

تاریخ الاسلام

مولوی شبلی صبا الفاروقؓ میں یوں دو انصاف دیتے ہیں کہ اس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ آنحضرتؐ کے دردی شدت کا اور ہمارے لیے قرآن کافی ہے۔ حاضرین میں سے بعضوں نے کہا ایمان بھی بعضوں کا لفظ آیا گویا ان کے نزدیک حضرت عمرؓ نے نہیں فرمایا تھا کہ رسولؐ کی باتیں کر رہے ہیں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ ہجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں۔ اور آگے پھر خود ہی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ بظاہر تعجب انگیز ہے۔ ایک معرض کہہ سکتے ہیں تو خود ایسا نہیں کہہ سکتے کہ اس کے زیادہ اور کیا گستاخی و سرکشی ہوگی کہ جناب رسولؐ صلعمؐ سے برگ پر میں درامست کی درد و غمخواری کے لحاظ سے فرماتے ہیں کہ ایک ہدایت نامہ لکھ دوں تم کو گراہی سے محفوظ رکھے یہ ظاہر ہے کہ گراہی سے بچا کیلئے جو ہدایت ہوگی وہ منصب نبوتؐ کے لحاظ سے ہوگی اسلئے اس میں خطا و سہو کا احتمال نہیں ہو سکتا باوجود اسکے بھی حضرت عمرؓ پر وہی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ ضرورت نہیں کہ قرآن کافی ہے۔ طرہ یہ کہ بعض ردائوں میں کہ حضرت عمرؓ نے ہی آنحضرتؐ کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا "توذا باللہ" (الحمد للہ۔ جادو وہ ہے جو سہرے چمکے ہوئے

مولوی شبلی

قول رسولؐ میں سہو و خطا کا احتمال نہیں ہو سکتا

لیکن اب اگر مولانا موصوف کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ جناب والا بعض روایتوں میں ہی نہیں بلکہ آپ کے مستند صحاح اسکی تصدیق کرتی ہیں کہ رسول کے واسطے لیہجہ کا لفظ کہنے والے جسکے معنی آپ نے خود لغت سے ہذیان کے بتائے ہیں یہی حضرت عمرؓ کی ہن تو اب یہ آپ کی نفوذِ بادشاہ من اس کے متعلق ہوگی۔ اور ان مستند کتب کی بناء پر اس جرات و بیباکی کا الزام چھوڑنا آپ کے بھی گستاخی و سرکشی تسلیم کیا ہے کس پر عاید ہوگا؟

مولوی شبلی کی نفی
تدبیرِ رش الزام
حضرت عمرؓ

لیکن مولانا موصوف کہ جب دوسرے روغنِ قازطنے والوں کی بجائے گری بقول خود مفید نہ معلوم ہوئی اور اپنے مطلع عی اس الزام سے جان اسطر حجتی نظر نہ آئی تو اول تو اسکو دوسروں یعنی بعضوں کے سر نہ ہونا چاہا تھا لیکن یہ دیکھ کر کہ یہ بات بھی چلنے والی نہیں کیونکہ تمام بڑی بڑی کتب مسلمہ اسکی تردید کر چکی تھیں اب اسکو بھی یہ کہہ کر مشکوک و کم حیثیت کر دو میں اب تک کسی عالمِ موعظ یا اہل سیر کو کام نہ ہوا تھا (تاویلات اللہ کیجاتی تھیں) اب اسکو بھی یہ کہہ کر مشکوک و کم حیثیت کر دو اسکے راوی ابن عباس کی اسوقت عمر ۴۱ برس کی تھی۔ لہذا اس عمر کا بیان لایق اعتماد و وثوق کے نہیں ہے اور قبل کے

کہ کوئی دوسرا اسکے جواب کو تیار ہو خود ہی اقرار بھی کیا ہے کہ کیوں و کس وجہ سے یہ راستہ گریز کا نکالا گیا ہے۔ آگے چل کر خود وہ تحریف فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کسی کوتاہ نظر پر یہ امر گراں گذرے کہ بخاری و مسلم کی حدیث پر شبہ کیا جاتا ہے تو اسکو سمجھنا چاہیے کہ بخاری و مسلم کے کسی راوی کی نسبت یہ شبہ کرنا (یقین نہیں) کہ وہ واقعہ کی پوری ہئیت محفوظ نہ رکھ سکے اس کے کہیں زیادہ آسان ہے کہ رسول اللہ کی نسبت ہذیان اور حضرت عمرؓ کی گستاخی کا الزام لگایا جائے۔ (اب تو صاف ظاہر ہو گیا

توجہ کے اسباب
اقرار

کہ کس وجہ سے روایت یا راوی کو مشکوک کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ کی گستاخی رسول کا الزام عاید نہ ہو کیونکہ رسول پر تو حضرت عمرؓ کی گستاخی کے کہنے سے ہذیان کا خیال کسی مسلمان کو تو پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ بجز اسکے کہ کہنے والی کی گستاخی اور نفاق ظاہر ہو اسی کے رفع الزام کی یہ تدبیر نکالی گئی ہے۔ واقعی حسن عقیدت اسکو کہتے ہیں۔ دوسرے کہ جو نہ گہر بنا قابل اعتبار قرار دیدینا مولانا موصوف کے نزدیک کوئی بُری بات یا کوئی اخلاقی جرم نہیں اور بھی کیسا شخص جسکی روایات صحاح ستہ پر ہیں جسکی ثقاہت میں آج تک کسی نے کلام نہیں کیا تھا یہ امر قابل غور ہے کہ ابن عباس تو اسکے بعد جوان ہوئے ضعیف ہوئے عرصہ تک زندہ رہے پھر بھی کبھی انکو اپنے اس غلطی یا واقعہ کی غلط فہمی کا احساس اور اکاہ نہ ہوا اور انہوں نے اپنی اس روایت کی تصحیح نہ کی جرائی نقد ہوئی تھی قطعی منافی ہے اور نہ ان میں لوگوں میں جو خانہ رسول میں اس وقت موجود تھے کسی نے ابن عباس کی اس روایت کی تکذیب کی نہ اس میں کسی نے شبہ کا اظہار کیا تو پھر اب مولانا شبلی یا اور کسی شخص کے بالسبب شبہ کہنے سے کیا ہو سکتا ہے۔ تعجب ہے کہ عائشہ کی تو ۸۰ سال کی عمر کیخلاف قیاس روایتیں بخاری و مسلم نے اپنی قابل ہوں اور ابن عباس کی ۱۲ سال کی عمر کی روایت اگر اس تخمینہ عمر کو صحیح ہی مان لیا جاوے (تو وہ قابلِ وثوق نہ بھی جائے۔ اسمو قہ پر اگر مولانا موصوف

سے سوال کیا جائے کہ ابن عباسؓ جو جب کم عمری تھے کی پوری ہیبت محفوظ نہ رکھ سکے تھے تو پھر آپ تک وہ محفوظ اہل ہیبت کیسے پہنچ گئی اور کیا پہنچی؟ تو بجز حضرت عمرؓ سے خوش عقیدتی کے اور کچھ نہ بتا سکیں گے۔ دوسری بات یہ کہ اگر آپؐ کے نزدیک روایت ہی مشکوک تھی تو پھر بھعد والی گستاخی کو دوسرے سر رکھنے کی کیا ضرورت تھی جسکو پیرا بچو بھی سلیم کرنا پڑا کہ وہ گستاخی اگر ہوئی تھی تو حضرت عمرؓ سے ہی ہوئی تھی۔

یہ بھی دیکھنے کی قابل ہے کہ یہ فقرہ کس نڈاز اور لب لہجہ میں داکیا گیا ہو گا۔ عربی دان حضرت پوشیدہ نہیں ہے کہ خود فقرہ کی ترکیب الفاظ بتلا رہے ہیں کہ یہ الفاظ وہی شخص کہہ سکتا ہے جو پہلے سے کچھ بھڑبھٹا ہوا و حضرت عمرؓ کی مشہور عام و سلمہ درستی مزاج سے لہجہ کھلیا کر لیا کچھ زیادہ دشوار نہیں ہے۔ اور روایت کے ہاتی حصہ میں رسولؐ کے ارشاد سے اسکا گہا تہ چلتا ہے جو تاج روضۃ الصفا سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

صاحب روضۃ الصفا کہتے ہیں کہ ایک گروہ نے عمرؓ سے اتفاق کیا اور کچھ نے اس کے مخالفت پر اصرار کیا اس پر چہرہ ہونیکے قریب ہا مجلس بنی میں آوازیں بلند ہوئیں اور نزاع حد اعتدال سے متجاوز ہو گیا پس حضورؐ نے حکم دیا کہ اٹھ جاؤ میرے پاس سے کہ کسی پیغمبر کے سامنے آواز بلند کرنا زیبا نہیں۔ گویا رسولؐ نے آیت قرآنی و حکم ربانی یاد دلایا کہ لا ترفعوا اصواکم فوق صوت البیئ۔ بقول بن خلدون فرمایا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ پیغمبروں کے پاس شور و شغب کا کام نہیں۔ اور بقول مولف تاریخ الاسلام فرمایا کہ پیغمبروں کے سامنے ایسی گفتگو چاہیے جس سے سامنے سے اٹھ جاؤ۔

حضرت عمرؓ کی دلیری۔ وجہ انقلاب۔ مخالفت کا راز تصفیہ پر اناظرین

اب ذرا ناظرین حضرت عمرؓ کی دیدہ دلیری کو بھی ملاحظہ فرمائیں کہ باوجود خلاف حکم رسولؐ حبش اس کے خلف کرینیک بھی رسولؐ کے سامنے آنکھیں چار کئے ہوئے اسوقت اس مجمع میں موجود تھے اور پھر اس زور و شور و حکومت کیساتھ اور یہ بھی دیکھ لیں کہ کہا شکل نکاح عیسیٰؑ مہر دی تکلیف رسولؐ کی وجہ سے تھا اور کہا شک ہذیان رسولؐ کا خیال موقعہ کے حسب حال تھا۔

تحریر ابن خلدونؒ جو اوپر تحریر ہو چکی ظاہر ہوتا ہے کاغذ و اوراق طلب کرنے سے پہلے رسولؐ نے بہت کچھ پند و نصائح کئے اور مسائل کے جوابات دیئے۔ اور روضۃ الصفا نے بھی اکثر تفصیل و وصایا حضرت کے لکھے ہیں جو اسکے بعد علیحدہ درج ہوئے پس اسوقت تک تو کسیکو ہذیان کا خیال نہ ہوا۔ سب خاموشی سے سنتے رہے۔ کوئی قابل شکایت حرکت کسی سے سرزد نہ ہوئی نہ کسی نے رسولؐ کی بیماری پر رحم کر کے یہ عرض کی کہ یا رسولؐ! آپ حالت مرض میں ہیں۔ زیادہ کلام کرنے کی رحمت نہ فرمائیں۔ کسی نے یہ یاد دلایا کہ آپ دین کے کامل ہونیکا پہلے اعلان کر چکے ہیں۔ اب ہمیں نہ آپ کی لصیحتیں سننے کی ضرورت ہے نہ آپ کو اب ہدایت کرنیکا منصب کیونکہ آپ کی مشن بعد اس اعلان کے ختم ہو گئی اب آپ کو نبی سمجھنے کی بھی ضرورت

کس لہجہ میں رسولؐ اختلاف کیا گیا

مجلس سولؐ پر آوازیں بلند رسولؐ نے جبرک دیا کہ اٹھ جاؤ

حضرت عمرؓ کی دلیری و مہر دی

انقلاب طبیعت کی ابتدا

یہ نوشتہ بسبب اختلاف آنکھ کے اور شور و شعبا آنکھ کے کاشکے وہ اختلاف و غل نہ کرتے تاکہ حضرت کچھ لکھنے کے سبب ہدایت کا ہوتا پس تھے ابن عباس مائل طرف خلاف اس چیز کے کہ کبھی عمر نے اور انہوں نے کہ مانع تھے آنکھ اصابین سے.... پھر وہ ابن عباس اتنا روئے کہ ترک دیا آنکھ آنسوؤں نے سنگریزوں کو کہ وہاں پڑے تھے۔ (منظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح) روضۃ الصفا نے اس روایت ابن عباس کا اتنا خلاصہ لکھ کر چوڑا دیا ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک صیبت عظیم تھی کہ اصحاب رسولؐ کو وصیت نہ لکھنے دی بد اور خود حضرت عمرؓ کے دو مقولوں نے جو ابن ابی الحدادی نے اپنی کتاب شرح بیح البلاغہ میں نقل کئے ہیں ان کی پوری تصدیق کر دی جو یہ ہیں ^{اللہ} ان رسول اللہ ان یدکرہ علی لاہر فی مرضہ فصلتہ تحقیق رسول نے ارادہ کیا کہ ذکر کریں انکا (علیؑ) واسطے امر خلافت کے پس روک دیا میں نے (تھو) و کذلک را د فی مرضہ ان یصرح باسمہ فممنعت من ذالک (التبہ تحقیق ارادہ کیا رسول نے اپنے مرض میں تاکہ تصریح کریں ساتھ نام اسکے (علیؑ) کے کہ میں منع کیا میں نے ایسا کرنے سے :-)

تصنیف ناظرین کی
رابطہ پر

اب ہم اس امر کے تصنیف کو کہ مخالفین حدیث اسامہ کا تکلف اور حضرت عمرؓ کا قول و طریق عمل نسبتاً نفع پہنچے تحریر رسول کے کیسا تھا۔ کیوں تھا اور کیا نتائج اس سے پیدا ہوتے ہیں ناظرین کی رائے و انصاف پر چھوڑ کر گئے بڑھتے ہیں کیونکہ ہمارا مطلع نظر مناظرہ نہیں ہے واقعات کا صحیح اظہار ہے اور انکے مختلف پہلوؤں پر ناظرین کی توجہ دلا دینا ہمارا مقصد اور افسوس کہ ایسے خاص وقت پر رسول کے ہدایت نامہ کو روک دیا جانا جو بقول حضرت گمراہی سے بچا ہوا ہوتا اس نے صرف اس وقت کے مسلمان محروم ہوئے بلکہ ابد الابد تک مسلمان کو تا مسافہ رہیگا کہ نہ معلوم رسول کیا لکھتے اور کیا ایسی ہدایت فرماتے جو سب کو گمراہی سے بچاتی۔ اور نظام اسباب رسول کو ایک مرکز قیام کرنے سے روک کر آئندہ افتراق کی مضبوط بنیاد قیام کر دیگی جس سے شیرازہ اسلام بالکل منتشر ہو گیا اور امیر جو جسے حضرت ابن عباس کا روٹا بھی پھرنی اسلام کا روٹا تھا :-

ہمیں یہ دیکھ کر بھی ضرور کس قدر تعجب ہوتا کہ اس تمام تصنیف شور و شعبا میں حضرت ابو بکر کا کوئی تذکرہ نہیں پایا جاتا نہ معلوم وہ تین کہاں کیا ابن خلدون کی وہ روایت صحیح ہے کہ وقت حلت رسول کے وہ اپنی اہل عیال کے پس منہ میں تھے۔ اگر وہ ہوتے تو کس بارٹی کے ہیمیاں ہوتے انکو ناظرین خود قیاس فرما لیں گے :-
وصایا سے رسول قصہ قصاص عو کا شہ

روضۃ الصفا کی بعض روایات رسول کے بعض وصایا و نصائح پائے جاتے ہیں جنہیں سے بعض جو آئندہ پر کس قدر روشنی ڈالتے ہیں خالی از ہمتی نہیں جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں اگرچہ حقیقت کیش موج نے انکو اپنے عقاید اور

وصایا رسول ز
روضۃ الصفا

جنبہ داری کے رنگ میں رنگا ہے۔ مگر انصاف میں نگاہ کو سچے ٹکڑے علیحدہ چمکتے ہوئے نظر آجائینگے :

وصیت از مہاجرین

تاریخ مذکور میں تحریر ہے کہ رسول نے مہاجرین کو وصیت کی کہ تم میں سے جو کوئی انصار پر حکمران ہو وہ مجھے ساتھ نہ لے کر پیش نہ آئے (اس کے یہ ظاہر کرنا معلوم ہوتا ہے کہ بھول نے کسی کو امر حکومت کی واسطے مخصوص نہیں فرمایا تھا) انصار سے وصیت کی کہ تم نے گروہ انصار میرے بعد ایک جماعت کو تمہارے اوپر ترجیح دیجئے۔ انصار نے عرض کی کہ اس وقت ہم کو کیا سلوک کرنا چاہیے۔ فرمایا صبر کرنا جب تک کہ تم میرے پاس حق کو ترہ پہنچو (ناظرین اس کلام سے اگر یہ قول رسول ہے خود بخود فرمائینگے کہ یہ ترجیح دینا رسول کے نزدیک کیسا معلوم ہوتا ہے)

از قریش

قریش کو وصیت کی کہ میں تم کو حکومت کی وصیت کرتا ہوں کہ قریش اس کے متعہدی ہونگے اور خلق ان کی پیروی کریگی اہل براء احسان تابع ارباب براء احسان ہونگے و اہل شر و اسارت تابع ارباب شر و اسارت کے ہونگے (جملہ آخر نہایت معنی خیز ہے غرض اس کی بھی کیتقد غرض وصیت مہاجرین پر بنتی معلوم ہوتی ہے)

علی سے وصیت

علی سے وصیت فرمائی کہ تم نے علی بعد میرے تیر بہت مکر و بات واقع ہونگے تم کو چاہیے کہ تم نے دل تنگ نہ ہو اور صبر و تحمل سے کام لو اور جب دیکھو کہ لوگ دنیا کی طرف متوجہ ہونگے تم آخرت کو اختیار کرنا (روضۃ الصفا و مناقب النبوت) کیسی واقعہ کی مطابقت وصیت ہوئی ہے۔ آئندہ کے واقعات کے مطالعہ کرنے والے دیکھ لیں گے کہ بعد رسالت کیا کیا کمالات علی پر واقع ہوئے اور کس کے ہاتھ سے اور علی نے وصیت رسول پر کیا پورا پورا عمل کیا۔ اور نیز یہ کہ وہ کون لوگ تھے جو دنیا کی طرف متوجہ ہو گئے اسی ایک قول و وصیت رسول سے خلافت ثلاثہ کی حقیقت کہ وہ دنیاوی حکومت تھی یا دینی خلا پورے طور پر منکشف ہو جاتی ہے)

عائشہ کو وصیت

عائشہ سے حسب خواہش اس کے نصیحت فرمائی کہ تم کو چاہیے کہ تم گہرے باہر نہ نکالو کیونکہ خدا فرماتا ہے و قرن فی بتون..... (اس کی عائشہ نے کہا نہ تک تمیل کی واقعہ جمل شاہد ہے)

دعای حسنین

فاطمہ و علی

حضرت فاطمہ حسنین علی کو امر بہ صبر فرمایا اور مکر و دل ع کیا۔ (بعد ناکامی قصد تحریروں و ملاحظہ حالات اصحاب کے کچھ وصایا ان حضرات کے فرمائے ہوئے انکو صرف ان سرسری و مختصر الفاظ میں لکھ کر یاد کیا گیا ہے کیونکہ انکا اظہار و افشا ان مومنین کے خلاف ہوتا ہے ہم بھی انکو ناظرین کی قوت اور ان کا قیاس پر چھوڑ کر آگے بڑھتے ہیں کیونکہ وہ بالکل فطری ہیں اور بجائے تحریروں کے انکا قیاس کر لینا زیادہ آسان ہے کہ وہ کیا کیا ہونگے)

علی کو ادائیگی اس کی

وصیت

مرض رسول بڑھتا گیا رسول نے تمام دیوبند و قصاص ادا فرمائے ایک یہودی کے قرضہ کی بابت جو واسطے صرف لشکر سامع لیا گیا تھا علی کہ اس کی ادائیگی کی ہدایت فرمائی (روضۃ الصفا مناقب الحج النبوت) اعلان کیا کہ اگر میں کسی کو

تکلیف پہنچائی ہو تو مجھ سے انتقام لے عکاشہ ایک شخص کھڑا ہو گیا یا رسول اللہ مجھے آپ کی ایک چٹری لگ گئی تھی، رسول اللہ ہوئے کہ عکاشہ انتقام لے، علی نے اس سے کہا کہ رسول کے بدلے چٹری مجھے مار لے (طبری) عکاشہ نے پشت مبارک پر بوسہ دیا اور درگزر کیا۔

علی تصادم نے
پر آدھ

شہادت صحابہ اکابر

بروایت ابو الفدا حالت زیادتی مرض میں لوگوں زیارت کی خواہش کی تو رسول نے فرمایا کہ میری بیماری کی تکلیف کم ہے نسبت تمہاری موجودگی کے۔ ایسا سنا ظہرین حور کہ لینگے کہ اس وقت کے مسلمانوں نے کس قدر رسول کو خوش کیا تھا۔ قصہ امامت نماز عایشہ کی چالاکی، رسول نے خود پہنچ کر ابو بکر کو ہٹا دیا۔ ابو بکر غائب رسول کا خطبہ

اسی حالت شدت مرض میں جو وقت نماز آیا تو بلال آستانہ اقدس پر اطلاع دینے آئے حضرت بوجہ شدت مرض معذور تھے فرمایا جس کا دل چاہے پڑھاوے اہلسنت کہتے ہیں کہ ابو بکر کو اجازت دی تھی (یہ عبارت صاحب روضۃ الصفا کی ہے جو تفسیر کہتے ہیں کہ اہلسنت کہتے ہیں یعنی وہ اپنی ذاتی تحقیق سے نہیں لکھتے) اور بقول حیات القلوب بوجہ شدت مرض بلال کے لینگے رسول کو اطلاع نہوئی یا نہ لگی تو عایشہ نے چپکے سے ابو بکر سے کہا کہ تم جا کر غار پڑھاؤ۔ صاحب مناقب مرقضہ خفی بھی کہتے ہیں کہ امامت مسجد کا حکم رسول کی طرف سے تھا بلکہ عایشہ کے ایسا سے تھا کیونکہ اگر رسول کا حکم ہوتا تو خود باہر تشریف نہ لاتے۔ اہل علم کوئی کا بھی یہی خیال ہے۔

تہذیب امت نماز

رسول خود پہنچ کر ابو بکر
ٹھا دیتے ہیں

بہر حال بقول روضۃ الصفا جب ابو بکر نماز پڑھا لے کہڑے ہوئے تو اصحاب میں حضور کی عدم موجودگی سے گریہ زداری ہوئے لگی۔ تو رسول نے شور کی آواز سنی اور عبارت حیات القلوب اصحاب امامت ابو بکر پر راضی نہوئے اور نمازعت ہوئی جسکی اطلاع بلال نے درود ملت پر اگڑی، رسول خود اسی حالت مرض میں علی عباس کے کندھوں پر سہارا دیکر مسجد میں تشریف لا اور بقول روضۃ الصفا ابو بکر کو ہٹا کر خود پہنچ کر نماز پڑھائی۔ روضۃ الصفا میں یہی لکھا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ عمر نے نماز پڑھائی اور غلط قرأت سے پڑھائی (مبلغ علم حضرت عمر اس ظاہر ہوتا ہے) رسول نے جو غلط قرأت کی آواز سنی تو خود باہر تشریف لا اور انکو ہٹا کر خود نماز پڑھائی (ابنا ظہرین خود خود فرمائیے کہ حضرت ابو بکر کو مامور بہ امامت نماز کرنا جو استحقاق و ثبوت خلافت میں استدلال پیش کیا جاتا ہے۔ رسول کے اس طریقہ عمل و اخلاص روایات متفقہ و بصدرق ہو سکتا ہے اسوجہ سے اہل علم کوئی و مناقب مرقضہ کی کو بھی اسکی عدم صحت کا اعتراف کرنا پڑا)

بعد ختم نماز جو رسول نے مقرر کیا دیکھا تو ابو بکر نے نظر آنے (یعنی وہاں سے غائب تھے) اور واقعی بوجہ خفیہ تھک چھٹل سامہ وینا اس خود ساختہ امامت نماز کے انکو رسول کی نگاہ کے سامنے سے علیحدہ ہونا ہی چاہیے تھا، حضرت فرمایا کہ اے گروہ مرد متکو

ابو بکر نگاہ رسول سے

غائب خط رسول

ابن قحافہ واسکے اصحاب تہمید نہیں ہوتا کہ میں نے انکو اسامہ کے ساتھ جانی کا حکم دیا تھا پس انہوں نے میرے حکم کی مخالفت کی اور مدینہ کو واپس چلے آئے واسطے طلب فتنہ و فساد کے پس حضرت نے حکم دیا کہ حضرت کو ممبر پر بٹھا دین چنانچہ بٹھا دیا گیا۔ حضرت نے مختصر خطبہ رشا دیا اور فرمایا کہ اے گروہ مردم میں نے تم کو تاریکی سے روز روشن میں پہنچایا پس میں میں اختلاف نہ کرنا میرے بعد جیسا کہ نبی المرسل نے اختلاف کیا تھا میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں (انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی الخ) میں بروز قیامت تم سے سوال کروں گا کہ بعد میرے لئے ساتھ کیسے پیش آئے پس ممبرے اتر کر شریف لگئے ۛ

فاطمہ سے راز کی باتیں۔ اسباب ذاتی حوالہ علی۔ داخلہ عزرائیل و اجازت فاطمہ

اب وہ وقت قریب ہے کہ ہادی عالم اس نیا نئے پائیدار کو خیر باد کہے۔ اپنی پیاری بیٹی فاطمہ کی ہیکھ پارس بلایا۔ عائشہ راوی ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا کو جسے زیادہ حضرت کو کسی کی محبت نہ تھی اپنے پاس بلا کر کان میں کچھ کہا فاطمہ نے اختیار ہو کر روئے لیکن پھر حضرت نے بطور راز کے کچھ کہا کہ فاطمہ سرور و خنداں ہو گئیں۔ میں نے تعجب فاطمہ سے دریافت کیا تو انہوں نے اسوقت کچھ نہ بتلایا کہ رسول کے راز کو ظاہر کر دینی مگر بعد انتقال حضرت کے جب میں نے فاطمہ سے پوچھا تو جواب دیا کہ اول حضرت نے اپنی وفات کی خبر دی تھی جس پر میں روئی تھی پھر دوبارہ میں خبر دی کہ اول جو شخص کہ حضرت جنت میں لیگا وہ میں ہوگی اور فرمایا تھا کہ اے فاطمہ تو سیدہ زمان جنت ہوگی۔ اس پر میں خوش ہوئی تھی ۛ

اب وہ قیامت خیز واقعہ آگیا کہ مسلمانوں کا پشت و پناہ غریبوں و یرکسیوں کا والی مصلح عالم اس عالم فانی سے عالم دوار فی کی طرف رخ کرے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بھائی علی مرتضیٰ کو بلاؤ علی آئے اپنی تلوار خود۔ زہرہ۔ ناقہ اور کپڑے کا وہ ٹکڑا جسکو گرنگی کی وقت تک مبارک پر باندھا جاتا تھا منگا کر فرمایا کہ ملیا یہ اسباب خاصہ تیرے (کیسکو آئینہ ایمین مضایعہ ہنگام) مناقب مرتضوی، علی بالین سر رسول کے بیٹھے سر مبارک اپنے زانوں پر رکھا اور روح پاک حضرت کی اپنے اصلی مرکز عالم قدس کی طرف ولت کر گئی۔ تمامی کتب سیر تواریخ میں حضرت عزرائیل قابض روح کے آنے اور حضرت فاطمہ سے تین تہ اجازت داخلہ طلب کرنے اور حسب ہدایت حضور فاطمہ کے اجازت دینے پر داخل ہو کر بعد بشارت روح القدس اجازت حضرت قبض روح کر نیکی تفصیلی حالات مروج ہیں جو ناظرین کو کتب مناقب سیر سے مل سکتے ہیں ۛ

وفات حسرت آیات رسول عمر کی تلوار بکف حماقت اشاعت خبر وفات ابو بکر کی فہمائش

وفات حسرت آیات حضرت کی بروایت اہل سنن بروز دوشنبہ دوازدهم و بقول ۲ ربیع الاول ۱۱ سنہ و بروایات اہل تشیع متفقہ طور پر ۲۸ صفر ۱۱ سنہ مطابق ۸ جون ۶۶۳ء بمجر ۴۳ سال ہوئی اور شب چہار شنبہ میں دفن ہوئے

فاطمہ سے راز

کی باتیں

اسباب ذاتی علی

کے حوالہ کیا گیا

عزرائیل کا بعد

اجازت فاطمہ داخلہ

وفات رسول

یہ ظاہر ہے کہ اس قیامت عظمیٰ سے فاطمہ زہرا علیٰ وحسین کی جو ہر وقت پیرائے شفیق نانا کے سینہ سے چپٹے رہتے تھے۔ خصوصاً اور بنی ہاشم کی عموماً اس وقت مدینہ کی فضا اور مہاجرین انصار کی حالت دیکھتے ہوئے کیا حالت ہوئی ہوگی۔ روضۃ الصفا میں روایت ہے کہ بعد انتقال حضرت اندر البیت میں سخت ماتم ہو پاتا تھا۔ باہر انصار و مہاجرین کا مجمع ہو گیا اور بعد انتقال حضرت تمم کہا کہ لوگوں سے کہتے تھے کہ رسول خدا ہرگز فوت نہیں ہوئے بلکہ ضعف ہو گیا ہے جیسا موسیٰ کو ہوا تھا اور نجد حضرت دار دنیا میں اس وقت تک زندہ رہنے کے زبان بل کذب کی کاٹیں گے (اب ناظرین خود دیکھ لینگے کہ یہ قیامت عمر کی کہانتک سچی اور فاروقیت کے شایاں تھیں اور یہ بھی آئندہ دیکھ لینگے کہ اسکی غرض کیا تھی) اور تلوار نیام سے نکال کر دروازہ مجھ پر کھڑے ہو کر کہتے تھے کہ جو کوئی یہ کہے گا کہ رسول خدا لے انتقال کیا اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر دوں گا (اللہ سے بہا دار اور واہ سے مدبر کہ واقعہ انتقال ماحصول مقصد شہرت نہ پکڑنے پائے) اس سے اصحاب میں حضرت کی وفات کی بابتہ سنا پید ہو گیا اس قدر غرض حاصل ہوئی، لیکن یہ کہ بہت سے اصحاب وہاں چلے گئے ہوں (امیر ابو بکر جو غالباً رخ سے آگئے ہونگے) دوڑے ہوئے اندر گئے اور حال دیکھ کر باہر آئے اور چھ مرتبہ عرس کہا کہ لے عمر چپ رہو اور ایسا مت کہو۔ رسول فوت ہو گئے کیا تو نے نہیں سنا کہ خداوند عالم نے اپنی کتاب میں حضرت کی خطاب کر کے فرمایا ہے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاَنْتَ مُبْشِرٌ اور قرآن میں یہ بھی ہے کہ وَاَجْعَلْنَا الْمَشْرَ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ فَاَنْ مَتَّ فُهَلَمْ الْخُلْدَ وَاَنْ اَوَّلَ بَكْرَةٍ بِاللَّيْلِ نَجْزَاكَ رُخْبَةً بَرَّاءُ وَكَانَ يَعْزِلُ كَانِ يَعْزِلُ كَانِ مُحَمَّدٌ قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْزِلُ اللَّهُ فَاَنْ اللَّهُ حَيٌّ لَا يَمُوتُ (اگر نظر عمیق محل استعمال پر لحاظ کر کے غور کیا جائے تو اس موقع کے یہ فقرے بھی وہی حسب کتاب اللہ کی تفسیر معلوم ہونگے) اور بعد اسکے آیہ کریمہ وَاَحْمَدُ اَكْبَرُ رَسُولٌ... الخ تلاوت فرمائی (اور واقعی ایسے موقع پر اسکے پڑھنے کی ضرورت بھی تھی تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ محمدؐ تھے ہی کیا ایک رسول تھے جو ختم ہو گئے جیسا کہ آجکل کے نجدیوں کا عقیدہ ہے، عمر کہتے ہیں کہ نجد گویا اپنے ان آیات کو کبھی سنا ہی نہ تھا کہ کیا علم قرآن ہے اسکا جو جائز حق دار خلافت رسول سمجھا جاتا ہو) جب ابو بکر سے سنا تو رزہ میرے بدن میں پڑ گیا اور میں گر پڑا تب آدمیوں کو جو دو جا رہے ہوئے (یعنی حضرت کی وفات کا ہوا بہم) عمر و ابو بکر و ابو عبیدہ رسول کی تجہیز و تکفین چھوڑ کر سقیفہ حبشے کے جو صرف اہلبیت کے ذمہ رہے بعد فراغت اس خطبہ کے ابو بکر بعد اسے مراسم تعزیت اہلبیت سے یہ کہہ کر غسل و کفن و دفن کا کام اٹھائے متعلق ہے (اور حکومت کا اسکے متعلق ہے) کیا خوبصورت تقسیم کام کی تھی۔ اور کیوں نہ ہوتی رسول انکے تھوڑا ہی تھے تیار داری کی درخواست بھی ایک مصلحت پر مبنی تھی جو حاصل ہو گئی) اور خود مدہ عمر و ابو عبیدہ جراح جانب سقیفہ بنی ساعدہ دوڑ گئے کیونکہ سنا تھا کہ سرداران انصار سقیفہ میں جمع ہو کر جاتے ہیں کہ امر خلافت کو قرار دیں یہ سب عبارت روا الصفا

بعد وفات رسول عرطور

لیکھا کہ پھر ہو کر جے گا

وفات باقی تھی

ماوے گا

ابو بکر کا خطبہ

عمر و ابو بکر و ابو عبیدہ

سقیفہ بنی ساعدہ دوڑ جاتے ہیں

موت اہلبیت پر تجہیز و
تکفین چہرہ دیکھی

کی ہے ابن خلدون طبری ابو الفدا تاریخ الخلفاء وغیرہ سے بھی بالکل یہی مضمون ظاہر ہوتا ہے کہ ابو بکر و عمر کا تجہیز و
تکفین رسول کو صرف اہلبیت پر چھوڑ کر ایک دو سر کا ہاتھ بکڑے سیفہ بنی ساعدہ چلے گئے اور مصطفیٰ راہبکفین بکڑا
تجہیز و تکفین غسل رسول میں کون کون شریک ہوا و سبب تاخیر دفن رسول صحابہ
تین دن بعد تک غایب عایشہ کی لاعلمی وقت دفن رسول سے
بقول روضۃ الصفا حبیب ابو بکر سیفہ بنی ساعدہ کو چلے گئے تو گھر میں رسول کے صرف علی عباس فضل قسم پیران عباس
اسامہ بن زید و صلح آزاد کردہ رسول جبکہ لقب شمران تھا رہ گئے تھے مرد و عورت سوائے ان کے اور کوئی نہ تھا درجہ و بندہ کر لیا
گیا انصار میں سے صرف اوس بن خولی انصاری و بقول ابو الفدا کے ابطلحہ انصاری نے علی سے التجا کی کہ اسکو تجہیز و
تکفین رسول میں شریک کر لیا جائے چنانچہ وہ شریک کر لیا گیا ہے

غسل رسول در
کس کسے دیا

بروایت روضۃ الصفا رسول کو اسکے کپڑے میں ہی غسل دیا گیا علی نے غسل دیا ایک پارچہ ہاتھ سے لپیٹ کر جامہ مبارک کے
اندہ ہاتھ ڈال کر غسل دیا گیا فضل بن عباس حضرت کے پیرہن کو اٹھائے تھے اسامہ بن زید و شمران پانی ڈالتے تھے۔
عباس قسم کڑھ بدلو اتے تھے ایک مرتبہ آب غاص سے ایک مرتبہ آب سسے۔ اور ایک مرتبہ آب کافور سے غسل
دیا گیا جسم طہر پر دو پیرہن دیا ایک نیم تنہ تھا جسکو بعد غسل چھڑ دیا گیا بروایت عائشہ حضرت کو تین کپڑوں میں کفن دیا
گیا جو سے ہوئے نہ تھے و بروایت عباس کفن حضرت کا دو قطعہ ثوب سفید کے تھے اور ایک بریمانی تھی بعد غسل کفن
کے حضرت کو ایک سر پر بٹایا گیا جو ام سلمہ کا چادر ہار دہم کا خرید کردہ تھا۔ تھوڑی دیر جنازہ حضرت حسب ہدایت حجہ
میں تنہا چھوڑ دیا گیا کہ ملائکہ نے نماز پڑھی پھر علی و عباس گروہ حواہل اہلبیت نے نماز پڑھی ہے

سب تاخیر دفن
رسول

اسکے بعد صاحب روضۃ الصفا کہتے ہیں کہ تمام مہاجرین و انصار و بزرگوار و عورتوں نے آکر علیحدہ علیحدہ بلا امامت کے نماز
ادا کی بعض کہتے ہیں کہ یہی سبب تاخیر دفن کا ہوا کہ یا تین روز تک نماز میں ہی پڑھی جاتی رہی اور بعض کہتے ہیں کہ تاخیر
کا سبب یہ تھا کہ اس امر میں اختلاف ہوا کہ حضرت کو دفن کہاں کیا جائے کچھ رائے تھی کہ قبرستان بقیع میں دفن کیا جائے
بعض کی رائے سجدی تھی بعض کے نزدیک گھر میں ہی دفن کرنا مناسب تھا۔ اب لکھتے ہیں کہ شیعہ کہتے ہیں کہ سبب تاخیر
یہ تھا کہ تمانی مہاجرین و انصار تعین امر خلافت میں مشغول تھے لہذا علم ہستینہ نہیں ہے (چاہے واقعہ یہی ہو) ابو بکر نے اگر
کہا کہ اس مقام پر دفن ہونا چاہیے جہاں ریح قدس قابل طہر سے علیحدہ ہوئی مگر مولوی عبد اللہ امرتسری اپنی سوانح عمری
میں لکھتے ہیں کہ ابو بکر سیفہ سے اس وقت لوٹے تھے جب حضرت دفن ہو چکے تھے اور شرکت جنازہ سے محروم رہے جسکا انکو
دلت العز و قاتل رہا ہے

ابو بکر سیفہ سے
بعد دفن رسول کو

بہر حال طے یہی ہوا کہ حجرہ عائشہ میں ہی دفن ہوں لیکن روضۃ الصفا میں حضرت عائشہ سے ایک حیرت انگیز روایت نقل کی گئی ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ ”ہم کو معلوم نہوا کہ رسول اللہ کب دفن ہوئے ششہ کی صبح تک“ (ایک تو زوجہ رسول دوسرے انکے سہی حجرہ میں رسول دفن ہوں در انکو خبر نہوا کہ رسول اللہ کب دفن ہوئے کیا یہ بھی تعین خلافت کے شور و فتن میں شریک اور مصروف تہیں موقعہ تو تھا باپ کو شاہی اسلام ملنے کی کوشش تھی)

عائشہ کو معلوم نہوا کہ
رسول کب دفن ہوئے

مدینہ میں شخص گورکنی کا کام کرتے تھے ایک ابو عبیدہ جراح جو قبور مہاجرین بطریق خضر کھودا کرتا تھا۔ دوسرا ابو طلحہ انصاری جو قبور انصار بطریق لحد کھودتا تھا۔ دونوں کو بلوایا گیا کہ جو پیسے آجائیگا۔ اسی سے قبر کھدوالی جائیگی ابو عبیدہ جراح نے یانہ آئے اور وہ ملتے یا آئے کہاں سے وہ تو سفیفہ بنی ساعدہ میں ساتھ لیجائیگے تھے انکو معاملہ خلافت سے فرصت کہاں تھی ابو طلحہ آئے انہوں نے اپنے طریق پر قبر حضرت کی کھودی۔

ابو طلحہ انصاری نے قبر کی

دفن رسول علی آخر شخص تھے جو قبر رسول سے سکے و مراثیہ فاطمہ

بروایت شب چہار شنبہ کو جسدا طہر آغوش قبر میں اتارا گیا۔ دوشنبہ کو انتقال ہوا تھا۔ بروقت دفن کے بروایت روضۃ الصفا صرف عباس علی حقیق بن بطلاب، شقران فضیل و قثم پران عباس اسامہ عبد الرحمن بن عوف قبری پرستے شقران نے ایک طیفہ جو فتح خیبر میں حضرت کے ہاتھ آیا تھا فرش قبر پر بچھا دیا تھا یہ بات مخصوص حضرت کی واسطے ہی تھی آخر شخص جو قبر رسول سے باہر آیا وہ علی تھے جب سب مخصوصین حضرت قبر سے نکلے تو مٹی دید گئی۔ صورت قبر منور کی بروایت مسطح و بروایت ستم تھی اس تمام تحریر و دفعۃ الصفا سے ظاہر و ثابت ہو گیا کہ غسل و تجہیز و تکفین یہاں تک کہ دفن رسول میں بھی سوائے خاندان رسالت کے صحابہ میں سے جو پرولے شمع رسالت کے کہے اور مانے جاتے ہیں کوئی بھی شریک نہوا اور مولانا رحمہ کا یہ شعر بالکل سچ ہے۔

دفن رسول

علی آخر شخص تھے جو
قبر رسول سے
نکلے

چوں صحابہ جب دنیا داشتند * مصطفیٰ را بے کفن بگذاشتند

انتقال پر بلال حضرت میں حضرت فاطمہ و دیگر اہل خاندان حضرت مرثیہ کہے جو کتب سیر میں کثرت موجود ہیں حضرت فاطمہ کے مرثیہ شعر درج کیے جاتے ہیں۔

مرثیہ رسول مصنف فاطمہ

اذا شد بشوقی ذرت قلبک باکیا * النوح و اشکو الا اراک مجاوربی
جب میراثوق بڑا تو سچے روتے ہوئے آپ کی قبر کی زیارت کی
میں نوحہ کرتی ہوں اور شکایت بھی لی لیکن یہ کیا ہو گیا کہ آپ مجھ کو چھوڑ گئے
فیا ساکن البطی اعلمتہی البکاء * و ذکرک انسانی جمیع المصائب
پس اے چھری گلہ میں رہنے والے اپنے مجھ کو رونا سکھا دیا
اور آپ کی یاد نے تمام مصیبتیں مجھے بھلا دیں

فان كنت عنه في التراب حنيداً فما كنت عن قلبى الحريق بغائب

پس اگر آپ مجھ سے علیحدہ ہو کر زمین پوشیدہ ہو گئے ہیں تو آپ میرے دل سوزان سے تو غائب نہیں ہیں
دفن رسول کا نظارہ مولوی شبلی کی تسلیتم اوقات فزع الزام کی کوشش و استغیثہ نظر

جنازہ رسول دفن میں
 سوال خاندان کے
 کوئی شریک نہ ہوا

ناظرین مسلمانان عالم تو درکنار غیر توام کو بھی خیال ہو گا کہ رسول سلام کا جنازہ تھا جس کے فیض بہایت اس ۲۳ سال کی مدت میں اتنے مسلمان ہو گئے تھے کہ حجۃ الوداع میں اسکے ساتھ ایک لاکھ مسلمانوں کا مجمع تھا غیر مستطیع مسلمان اسکے علاوہ رہے اور جسکے دین کا تمام عرب میں ڈھکان بج رہا تھا اسکا جنازہ بڑے ہجوم و شکوہ و شان کے ساتھ اٹھا ہو گا کی رعیت نے خصوصاً اس کی سبک پیاری اکلوتی بیٹی فاطمہ کو ایسے حلیل و علیل اور باپ کا بڑے مجمع کے ساتھ پر سادیا ہو گا خصوصاً وہ لوگ تو ضروری جنازہ کی شایعت میں ہوئے جنہیں تاریخ ہائے اسلام نے رکن اسلام قرار دیا ہے اور جو ایک جم غفیر کے نزدیک دلدلہ گان رسول و مہر و ماہ اسلام مانے جاتے ہیں مگر آپ ان لوگوں کے نام بھی انہیں تاریخوں میں چکے جو تجمیع و تکفین دفن رسول میں شریک ہوئے اور جس شکوہ کے ساتھ جنازہ رسول اٹھا اور عتبہ آدمی جنازہ کیساتھ تھے دیکھ چکے واقعی اسے زیادہ سلام کوئی دور لمحوہ شرم کرنے کا غیر قوت نہ تھی نگاہوں میں نہیں ہو سکتا علی و فاطمہ کو جس جس عنوان الفاظ سے پر سادیا گیا اور ان مصیبت زدہ پر لڑگان ہول سے جو جو ہمدردیان کی گئی ان سے تو تاریخ خالی نہیں جو تالیف ہذا کو آخرین ملاحظہ فرمائیں لیکر آخری کیوں ایسی کا یا پلٹ مسلمانوں کی اور اسلام کی ہو گئی ہاں اسکا دیکھنا تاریخ میں نگاہ کیواسطے جس نے ابتداء سے تمدن و طبلع عرب اسلام کی تدبیر کی کیفیات رسول کی آخری حصہ عمر کے حالات علی کے غیر معمولی عروج منزلت اور اسباب منافقین کی ریشہ دوانیوں والبتہ گان اسلام کے منصوبوں و ارادوں کا بغور مطالعہ کیسا ہے کچھ زیادہ دشواری ہے ہم اکیلے نگریز مونیج و انٹلکٹس ایر ونگ کی ایک مختصر سی تحریر لکھا جس سے اس پر ایک خفیف سی روشنی پڑتی ہے اس بحث کو ختم کر دینا چاہتے ہیں وہ لکھتا ہے کہ جبوقت علی اور نیکے دوست فاطمہ کے گھر میں شورہ دفن میں مصروف اور بہانہ دینی مدینہ یا سقیفہ کے واقعات پہنچے تھے ان لوگوں نے شوری کی ترکیب اختیار کی کہ مسئلہ خلافت کو آپس میں طے کر ڈالیں انہیں سب کے متاثرہ شخص ابو بکر و عمر تھے اس مجمع کا پہلا کام اس امر کا اعلان تھا کہ حکومت اسلام موروثی نہیں بلکہ انتخابی ہونی چاہیے جس سے علی کے حقوق برباد کر دیئے گئے اور معاملہ خلافت کو انتخاب پر چھوڑ دیا یہ قریش کے حسد پر مبنی کہا جاتا ہے جو قریش کی شراخ عبد الشمس کی اولاد میں موجود تھا ہمیں نہیں خوف تھا کہ اگر علی کے حقوق کا لحاظ کیا گیا تو اختیار خلافت مثل خاندان کوہ کی مجاوری کے ہمیشہ کے لئے آل ہاشم کے اندر مخصوص ہو جائیگا... ابو بکر کے حقوق کو ان کی بیٹی عائشہ نے بہت زور دیکر پیش کیا جبکہ مسلمانوں میں بہت اثر تھا اور جنہیں اپنے باپ کے لئے دیا پر جوش غبطہ نہیں ہوا تھا جبنا کہ علی

کی نفرت کی وجہ سے کیونکہ انہوں نے عائشہ کی نسبت ایک الزام سننے کی توجہ کی تھی مولف تاریخ الاسلام بھی کسی قدر جائزہ
تاسف سے لکھتے ہیں کہ افسوس خاندان نبوت بھی اس سے خالی نہ رہ سکا۔ ابھی حضرت دفن بھی نہ ہوئے تھے کہ سقیفہ
بنی ساعدہ میں خلافت پر بحث شروع ہو گئی۔

مولانا شبلی نے بھی جو کسی قدر واقعات کو تسلیم کرتے ہوئے اس حالت کا نقشہ کھینچا کہ ان میں ہر ایک کے دھڑکی بیکارکوش فرمائی ہے
جو خالی از چوپی نہیں وہ استعجاباً تحریر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ بظاہر تعجب خالی نہیں ہے کہ آنحضرت انتقال فرمایا تو فوراً
نزاع پیدا ہو گئی اور اس بات کا بھی انتظار نہ کیا گیا کہ پہلے تجزیہ و تکفین سے فراغت کر لی جائے۔ جسکے قیاس میں آسکتا ہے کہ
رسول اللہ انتقال فرمائیں اور جن لوگوں کو خوش و محبت کا دعویٰ ہو وہی انکو بے گور و کفن چھوڑ کر چلے جائیں اور اس نسبت
میں مصروف ہوں کہ مسند حکومت اور دیکھے قبضہ میں نہ آجائے تعجب پر تعجب یہ ہے کہ یہ فعل ان لوگوں (حضرت عمر و
ابوبکر) سے سرزد ہو جو آسمان اسلام کے ہر ماہ تسلیم کیے جاتے ہیں اس فعل کی ناگوارمی اور زیادہ نمایاں ہوتی ہے جب
یہ دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگوں کو آنحضرت سے فطری تعلق تھا ایسے حضرت علی و خاندان نبی ہاشم ائمہ فطری تعلق کا پورا
اثر ہوا اور اس وجہ سے انکو آنحضرت کے در و درم اور تجزیہ و تکفین سے ان باتوں کی طرف متوجہ ہونے کی فرصت نہ ملی پھر گئے
چل کر فرماتے ہیں کہ ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ کتب و سیرے بظاہر اسی قسم کا خیال پیدا ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں
کیوں نہیں؟ کچھ تپہ نہیں۔ اور نہیں معلوم ہوتا کہ اس حقیقت کا انکشاف یا انعکاس مولانا موصوف پر کیا اہمیت کا
ذریعہ سے ہوا؟ فرماتے ہیں کہ یہ سچ ہے کہ حضرت عمر و ابوبکر وغیرہ آنحضرت کی تجزیہ و تکفین چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے
یہ بھی سچ ہے کہ انہوں نے متقیفہ میں پہنچ کر خلافت کے بارے میں انصاف سے معرکہ آرائی کی اور اس طرح کوششوں میں
مصروف رہے کہ گویا اپنی کوئی حادثہ ہی نہیں پیش آیا تھا یہ بھی سچ ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت کو نہ صرف انصاف
بلکہ بنی ہاشم اور حضرت علی سے بھی بزور مونا چاہا۔ گو بنی ہاشم نے باسانی انکی خلافت تسلیم نہیں کی (ان سب باتوں کو
تسلیم کر کے مولانا شبلی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ لیکن اس بحث میں غور و طلب جو باتیں ہیں وہ یہ ہیں کہ کیا خلافت
کا سوال حضرت عمر وغیرہ نے چھڑا تھا۔ کیا یہ لوگ خود اپنی خواہش سے سقیفہ بنی ساعدہ گئے۔ اور ایسی حالت میں جو کچھ
حضرت عمر وغیرہ نے کیا کیا وہ کرنا چاہیے تھا یا نہیں؟

ہمارا مقصد واقعہ و حالات پر روشنی ڈالنا تھا جو مولانا موصوف کے مسلمات کے جو خود انہوں نے کہے ہیں حاصل ہو جاتا ہے
اب آگے جو انکی توجیہ ہاتھ میں انکی تشریح و ترویج یہ مناظر کا کام ہے جو باسانی انہیں کے یہاں کی تواریخ و حالات و
نوعیت واقعہ سے بخوبی کر سکتا ہے ہمارا مطلب نظر منظر نہیں ہے کہ انکی تردید کریں مگر مولانا موصوف کے اتنا عرض کیا ہے

مولانا شبلی کا تسلیم واقعات
سرنا و استعجاباً فراموش

مولانا شبلی کا اقرار
واقعات

رفع الزام کی کوشش

تخریر مولانا شبلی پر
تنقیدی نظر

گزر جائیگی دل نہیں چاہتا کہ اول تو آئندہ واقعہ کی حالت کا ہر ہوگا کہ یہ سوال ضرور انہیں حضرات کا اٹھایا ہوتا تھا اور ان کا نہیں بلکہ پہلے کا سوچا اور سمجھا ہوتا تھا جیسا کہ سید قدیرناظرین واقعہ عقیدہ کا رد والی وثیقہ سے بھی دیکھ چکے ہیں اور اگر یہ بھی نہ ہو تو اس طرف توجہ کرنا سب سے پہلے بنی اہم اور علی کا کام اور حق تھا نہ کہ ان حضرات کا جو نہ بحیثیت قرابت نہ بحیثیت علم و فضل نہ بحیثیت خدمات کے اس منصب خلافت کا کوئی جائز حق رکھتے تھے۔ مصاحب رسول ضرور تھے جیسے اور ہزاروں تھے اور وہ بھی ایسے کہ ہمیشہ مشکل و محذور موقوعوں پر رسول کو دشمنوں میں تنہا چھوڑ کر کھالک جاتے تھے رسول کے احوال پر معرض رہتے تھے اور مخالفت پر آمادہ۔ آخر وقت تک میں رسول کو ناخوش کیا کسی وقت میں کوئی نمایاں خدمت اسلام کی ان سے ظاہر نہ ہوئی۔ انہیں رسول کے جنازہ کو چھو کر دھڑ جاتے کی کیا ایسی ضرورت تھی اور اگر کچھ سہمہ ردی اسلام تھی تو خبر لینے پر سب سے پہلے علی اور بنی ہاشم کو اسکی اطلاع کرتے اور انکے صلاح و مشورہ سے جو کچھ کرنے کرتے جبکہ کوئی ثبوت کسی تاریخ سے نہیں ملتا نہ یہی تہ چلتا ہے کہ اپنی خواہش سے نہیں گئے تھے بلکہ کیسے بیٹھے یا مجبور کیے ہوئے گئے تھے۔ اور اگر گئے بھی تھے اور انکو رسول و دین رسول سے کچھ محبت یا سہمہ ردی تھی تو اس مجمع میں جاکر اخلاقی انکاف و فتنہ پھیلانے کے لئے کہتے کہ بھائیو! اول دفن رسول سے فارغ ہو لو اسکے بعد اس قصہ خلافت کو طے کرنا ہمارے خیال میں تو کوئی مسلمان بھی ایسا نہ ہوتا جو اس معقول بات کو نہ مانا اس اہم فرض کی طرف نہ علانیہ توجہ دلانے پر بھی اسکی طرف سے سہمہ موڑنا اور اگر یہ بھی نہیں تو ان کی نیک نیتی انصاف کا تقاضی تو یہ تھا کہ یہ کہتے کہ بھائیو! اس حدیث میں علی کو یا خاندان رسول میں سے بھی تو کسی کو شریک کر لو جس کی جانشینی کا قصہ طے کر رہے ہو اور اگر یہ نہیں تو فروع و نیک نیتی کی بات تو یہ تھی کہ سب سے پہلے وہ رسول کے صاف و صریحی علامات کی طرف توجہ دلا کر اور علی کی ان عظیم خدمات اسلامی کو یاد دلایا کہ جن کی بدولت اسلام اسلام کہلائے جانے کی قابل ہوا اور جو کیا بلحاظ قرابت و محبت رسول دیکھا بلحاظ علم و فضل، زہد و اتقا، عدل و شجاعت و تمامی صفات حمیدہ کے تمامی امت افضل تھے اور جو اپنی خدمات کے بھی سب سے زیادہ مستحق خلافت رسول تھے انکو اس مجمع کے سامنے پیش کرنے اگر کثرت رائے یا خاندان رسول میں سے کسی کے بھی خلاف ہوتی تب ہی اپنے آپ کو پیش کرتے۔ مگر سقیفہ کی کارروائیوں سے جو آگے چل کر پیش کیا سنگی نظریں دیکھ لیں گے کہ ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی پھر کیسے کوئی منصف طبیعت یہ نہ کر سکتی ہے کہ انہوں نے وہ کیا جو انکو کرنا چاہیئے تھا جبکہ لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے کیا وہ اس طرح پر یہ گرا نگوئے کرنا چاہتے تھا۔ اسکی تائید میں ہم صرف منابیح النبوت کی انس بن مالک علی روایت کو پیش کرتے ہیں جسے یہ کہ انس کہتے ہیں کہ نبی رسول خدا کے دفن سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ دل ہمارے پر گئے کہ آپ سے غالباً محبت رسول یا خاندان رسول یا

انس بن مالک کی روایت

خود اسلام سے مطلب ہوگا اور پردہ ہمارے اوپر پڑا کہ ایسا انکار کیا ہے اپنے دلوں کے تین ہر ایک کے لئے یعنی اس چیز کو ہم کرنا چاہتے تھے

اگرچہ ہمارا کام جو سوانح عمری رسول کا تھا وہ وفات رسول تک پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے سقیفہ بنی ساعدہ میں کیا ہوا اور کس طرح ہوا یہ بعد کے واقعات میں جبکہ واسطے علیحدہ ایک مبسوط رسالہ و تالیف کی ضرورت ہے، لیکن چونکہ واقعہ سقیفہ اور وفات رسول ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں اور تواریخ کی موافق دفن حضرت بھی تین روز کے بعد یعنی بعد طے ہونے امر سقیفہ کے ہوا لہذا ضرورت ہوئی کہ وہاں کے واقعات کا بھی مختلا و مختصر ذکر کرتے چلیں

واقعات و حالات سقیفہ بنی ساعدہ - مخبری کی تحقیق سقیفہ میں مجمع کرنے کو نکالتا تھا

کہا یہ جاتا ہے کہ بعد رحلت رسول ہی سقیفہ بنی ساعدہ میں کچھ انصار واسطے طے کرنے امر خلافت کے جمع ہو گئے تھے جسکی خیر بقول دیگر مورخین تو ایک مخبر نامعلوم الامم کے ذریعہ سے اور بقول روضۃ الصفا مغیرہ بن شعبہ کے ذریعہ سے جو ایک

مشہور تھا ابو بکر و عمر کو ہوئی تو یہ دونوں ابو عبیدہ جراح کو ساتھ لے ہوئے بلا توقف و بلا انتظار تہیز و تکفین رسول وہاں کو چل دیے اصلی صورت واقعہ کے سمجھنے کے واسطے ناظرین کو یہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ سقیفہ بنی ساعدہ مدینہ سے تین

کوس کے فاصلہ پر تھا۔ اتنا فاصلہ طے کر نیکو کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ کی ایک جوان آدمی کیلئے ضرورت ہے اب دیکھنا اس امر کا ہے کہ آیا یہ مخبر کوئی اتفاقیہ و رہبر و اسلام مخبر تھا یا پیشتر کا کسی کا مخصوص معین کردہ تھا۔ اس لئے کہاں سے اگر خبر دی اور کب اور

بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ بقول ابن خلدون انتقال رسول کی وقت ابو بکر اپنے عیال کے پاس سخی میں تھے معلوم نہیں کب تشریف لائے۔ غالباً خبر رحلت رسول پاک اسی تشریف لائے ہوئے پس اگر یہ مخبر اتفاقی اور رہبر رسول یا اسلام کا ہوتا تو

سب سے پہلے وہ اس خبر کو علی یا کسی نبی یا اہم کے پاس پہنچاتا۔ جبکہ رسول سے تعلق قرابت و وراثت تھا اگر وہ لوگ خروقت تک اس شوریٰ اور اجتماع سے لاعلم ہے یا سوا ان مخصوص دو بزرگواروں کے جسکے نام اوپر آچکے ہیں۔ دیگر مہاجرین یا اہل

مدینہ اور کسی سے اسکا تذکرہ کرتا۔ انہیں دو شخصوں کی خصوصیت کی کیا وجہ تھی لیکن اسکا کسی اور سے کہنا یا کسی اور کا ان بزرگواروں کے ساتھ جانا کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا۔ لہذا ثابت ہوا کہ یہ مخبر پہلے کا معین کردہ انہیں دو حضرات کا

اب رہا یہ امر کہ مخبر نے کہاں سے اگر خبر دی۔ ضرور ہے کہ سقیفہ سے بھی اگر خبر دی ہوگی ورنہ اسکو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ کس غرض سے اجتماع ہے اور کہاں جمع ہوئے تو ایسی حالت میں جبکہ خبر وہاں سے اجتماع دیکھ کر آیا اور یہ یہاں چلے گئے پہنچے پہنچے جبکہ پیدل گئے تھے۔ کم از کم تین گھنٹہ کا وقفہ ہو جاتا۔ اتنی مدت میں تو انصار آپس میں ہنہامیت آسانی سے سعد بن عباد

کو جو برسوں اور رسول کے نزدیک بھی ممتاز تھے یا کسی اور کو امیر و خلیفہ بنا کر جبکہ کوئی مخالف نہ تھا بیعت وغیرہ کے قصہ

واقعات سقیفہ

بنی ساعدہ

کیا مخبر آزاد تھا یا

معین کردہ

بھی فراغت حاصل کر سکتے تھے جسکے بعد انکا پہنچنا اور اختلاف کرنا ویسا ہی بے سود ہوتا جیسا کہ انکی بیعت کے بعد دوسرے کا اختلاف بے سود ہوا۔ یہ عین وقت پر جبکہ گفتگو شروع ہی ہوئی تھی پہنچا کیسا۔

دوسری بات یہ دیکھنی ہے کہ مخبر نے یہ خبر کہاں پہنچائی۔ یہ بالکل ظاہر ہے کہ اس مقام پر تو پہنچائی نہیں جہاں چن خانہ آدمی تجزیہ و تکفین رسول کے سامان میں مصروف تھے ورنہ علی و بنی ہاشم کو بھی ضرور اطلاع ہوتی۔ اگر مخبر کسی وجہ سے ان تک نہ پہنچ سکتا تھا تو یہ دونوں بزرگوار کو صفائی قلب علی یا عباس یا کسی اور بنی ہاشم سے اسکا تذکرہ کر کے انصاف کے اس غرض سے اجتماع کی خبر ملی ہے ہم اسکے انسداد کو جاتے ہیں یا اور مہاجرین یا مشرفا رابل مدینہ کو اطلاع دیتے ہیں۔ مخفین رسول اس معاملہ کے التوا اکرانے کی غرض سے اپنے ساتھ لیجاتے انکو یہ کیسے یقین یا گمان تھا کہ انصار کے مجمع کثیر کے مقابلہ میں ہم دو یا تین شخص سربرو کامیاب ہو جائینگے۔ ان تمام باتوں پر لحاظ و غور کرنے سے ایک منصف تاریخ بین نگاہ اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتی کہ یہ سب وہی پہلے کی کہی بدی اور طے شدہ باتیں تھیں جسکی بابت پیشتر عہد نامہ تحریر ہو چکا تھا کہ بعد رحلت رسول فوراً جمع ہو کر عمر خلافت کو قبول کئے کہ علی و بنی ہاشم رسول کی تجزیہ و تکفین کا رخ ہوں طے کر لینا چاہیے۔

پہلے کی کہی بدی
باتیں نہیں

اعظم کوئی کما
روایت

اس خیال کا کچھ کچھ ثبوت اعظم کوئی اور روضۃ الصفا کی اس عبارت سے بھی ملتا ہے کہ ایک جگہ جہان ابو العظم بن تیمان ابو بکر و دیگر مہاجر و انصار جمع تھے یہ طے پایا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں آشور در کے خلاف کو طے کیا جائے اسے ان لوگوں نے منظور کیا۔ اور دوسرے روز وہاں جمع ہوئے۔ اس سے اس مخبری کے قصہ پر بھی روشنی پڑتی ہے اور واقعہ سقیفہ رحلت کے دوسرے روز کا طے شدہ معلوم ہوتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ جسوقت قرار دیا کہ موافقی انصار مقام موعود پر چلے ہونگے ان بزرگواروں کو بھی حسب وعدہ اطلاع دی گئی ہوگی کہ ہم لوگ چلتے ہیں آپ بھی آجائے وہ مجمع انصار ہرگز ان دونوں بزرگواروں کے مخالف جمع نہیں تھا۔ ورنہ بیرون قیاس ہے کہ یہ دو یا تین شخص اس جمع غیر انصار کے مقابلہ میں حاصل نہیں کئے شہر و دیار میں غالب یا کامیاب ہو جاتے یہ تو اس مجمع اور اس میں جانکی کیفیت تھی اب ذرا اس مجمع کی عمر کرارائیا قابل غور ہیں کہ کہان تک وہ خلاء مانہ اور آزاد کہی جا سکتی ہیں۔

ثقیفہ میں قبائل
کا مجمع تھا

اعظم کوئی میں ہے کہ مجمع قبائل اس خراج کا تھا۔ یہ ناظرین کو یاد ہو گا کہ ان دونوں قبائل میں قبل اسلام سخت مخالفت اور عداوت تھی۔ اور اگرچہ اسلام نے آپس میں انکو ملا دیا تھا۔ مگر رقابت کے خیالات برابر چلے جاتے تھے قبیلہ ابوسعد و تعداد و قوت میں زیادہ تھا۔ اور قبیلہ تبار سے راسخ الاعتقاد نہ تھا اور شہنہ سے جسے رسول نے بنی قریظہ کے بارے میں انکی سفارش کو نہ مانا تھا اور انکو قتل کر دیا تھا۔ رسول سے کاوش رکھتا تھا۔ اور یہ قبیلہ اکثر قبائل یہودیوں میں نواح مدینہ

کا حکم رسول نے زیر کیا ہم سو گئے تھا اسوجسے جی ان قبائل کی سرکوبی ہمیشہ انکے خلاف ہوتی تھی اب کارروائی سقیفہ سے ناظرین کو معلوم ہو جائیگا کہ مدبران خلافت نے اس قبیلہ کو پیشتر سے کچھ قرار داد اور من سمجھوتہ کر کے اپنے موافق کر لیا تھا۔ جو کامیابی کا ذریعہ ہوا۔

سقیفہ نبی ساعدہ کی معرکہ آرائیاں والعتقاد بیعت ابو بکر کی کیفیت

اعظم کو فی من ہے کہ: (صحیح سقیفہ نبی ساعدہ میں قبل پہنچے شیخین کے) سب سے پہلے خزیمہ بن ثابت، جنہیں ذوالشہادتین کہتے ہیں کہڑے ہوئے، انہوں نے انصار کی خدمات کا تذکرہ کر کے انصاریں سے کسیکو امیر بنالینے کی رائے پیش کی اسپر انصار نے یکبارگی سعد بن عبادہ کی امارت پر رضامندی ظاہر کی۔

اسید بن خضیر نے قریش کی وکالت کی جسکو انصار نے پسند نہ کیا، اسپر شیر بن سعد نے جو قبیلہ اؤس سے تھا۔ ہنایت پر معنی بات کہی کہ امروہ خلافت بر قریش مسلم دارید کہ بافتا و شما باشد و اگر برخلاف این بود مثل شما باشد (اعظم کو فی) لینے آج خلافت قریش کو دیکر اپنے احسان کرو تاکہ وہ تمہارے زیر اثر رہیں اور وہ کسی وقت تمہارے ہاتھ آجائے گی ورنہ تمہارا موقعہ اُسے کچھ بڑھو گا۔ اب ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں کہ یہ ان دونوں کی آزادانہ رائے تھی یا انہیں ایسا کہنے کا پہلے سے اثر ڈالا گیا تھا کیونکہ ابھی قریش میں سے کوئی موجود نہیں قریش کی طرف سے ابھی کوئی دعویٰ نہیں، بلا وجہ سے کہی ہی سفارش و وکالت کیجا رہی ہے، اور وہ بھی اُس عنوان سے جو ابو بکر کے فیصلہ کن وجہ وزارت کا بھل ملتا تھا۔ اسپر عجم بن ساعدہ کی شان میں آیہ فیه رجال یحبون ان یتطھروا کا نازل ہونا کہا جاتا ہے، کہڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ: سب سے پہلے قوم جس نے رسول کے لئے تلوار اٹھائی تم تھے اور سب سے پہلے جو کچھ دوست اقربا کیخلاف کوگا وہ تم ہو گئے خلافت کو خاندان نبوت میں چوڑو اور اس نفاق سے ہاتھ اٹھاؤ۔ اسوقت ابو بکر و عمر پہنچ گئے۔

اب ان مدبرین نے اس گفتگو کو ہمیں سے منقطع کر کے ابو بکر نے اسکے جواب میں اول انصار کے خدمات فضائل کا اعتراف و اقرار کیا جو کمال تدبیر تھا کہ انصار کی اول تالیف، کردیجاوے) لیکن اسکے بعد مہاجرین کی توفیق شروع کی (جسٹ امامت نماز کا بھی کچھ تذکرہ آیا تھا) اور اسکے بعد کہا کہ عرب بجز قریش کے اور کسی کی امارت پر رضی نہیں اور پھر کہا کہ ہم تمہارے لیے ان دو بزرگواروں میں سے کسیکو اختیار کرتے ہیں خواہ عمر بن الخطاب یا ابو عبیدہ جراح سے بیعت کرلو دگوا مہاجرین میں سے قریش کو چننا اور قریش میں انہیں دو بزرگوار کو جنہوں نے سنا تھا نے کی تکلیف گواہی کی تھی جن سے راستہ میں مشورہ ہو کر یہ طریقہ طے کر لیا گیا ہوگا، انصار میں کچھ چون و چرا ہونے لگی، ثابت بن قیس کہڑا ہوا اور طریقہ ابو بکر کا خوبصورت طنز یہ ایلا دکیا ہے۔ کہتا ہے کہ تمہیں نہ چاہیے کہ صدیق کو گناہ سے نسبت دو اور جب لوگوں کو بچانے کا

قبیلہ اؤس کی برو سے کہدورت

سقیفہ نبی ساعدہ کی معرکہ آرائیاں

بشیر اوسی اور قریش کی سفارش

عجم بن ساعدہ کی رائے خلافت خاندان رسالت میں چوڑو

ابو بکر کی تقریر

یا ابو عبیدہ سے بیعت کرلو

ثابت بن قیس کی خوبصورت طنز راستہ لال امامت نماز

کیسے تو جواب دیا کہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ رسول صلعم نے انکو ہمہ نمازین مقدم کیا جبکہ وہ زندہ تھے اور اسے اس کی دلیل قرار دیتے ہو کہ انہیں اپنا خلیفہ کیا۔ اگر ایسا ہے تو ابوبکر نے گناہ کیا اسوجہ سے کہ باوجود اسکے کہ نبی نے انہیں ایک کام پر مقرر کیا تھا مگر وہ اس سے بچے (یعنی عمر و ابو عبیدہ کو بغرض بیعت پیش کیا) اسکے دو معنی ہیں کہ یا تو ہم مصیبت میں گرفتار ہو رہے ہو کہ اس چیز کی گواہی دیتے ہو جسے انہوں نے (یعنی رسول نے) نہیں کہا یا وہ جو اس سے بچتے ہیں۔

شیخین کی تسلیم

یہ سنکر ہاجرین نے (یعنی ابوبکر و عمر ابو عبیدہ نے) کیونکہ یہی تین ہاجرین میں سے وہاں موجود تھے) ثابت کی دلیل کہ قبول کیا اور کہا کہ رسول نے اپنی علالت کی وجہ سے نیابت کا حکم دیا تھا۔ وہ صرف نماز کی امامت تھی کیونکہ جب رسول آئے اور صدیق کو معلوم ہوا تو وہ (ابوبکر) صف اول میں چلے آئے اور رسول نے آگے جا کر امامت نماز کی وہ نماز رسول کی تھی نہ صدیق کی۔ اب وہ لوگ جو اس امامت نماز کو جو بذاتہ مشتبہ بھی ہے کہ رسول نے بعد تخلص اپنے حکم کے بھی انکوائت کا حکم دیا ہو جیسا کہ پہلے دکھلایا اور ثابت کیا جا چکا ہے دلیل تحقیق خلافت میں پیش کرتے ہیں۔ دیکھیں کہ یہ دلیل روز اول ہی جڑ سے کاٹ دگئی تھی جسکو خود انکے پیشواؤں نے تسلیم کر لیا تھا کہ یہ دلیل خلافت نہیں ہے)

تم اپنا امیر بنا لو

اپنا

ابوبکر کی دہکی کہ ہر لوگ

خاندان نبوت میں کسیکو چاہیں گے

خلیفہ کر لینگے

خاندان رسالت کو

خاندان نبوت میں کسیکو چاہیں گے

خاندان رسالت کو

خاندان نبوت میں کسیکو چاہیں گے

خاندان رسالت کو

خاندان نبوت میں کسیکو چاہیں گے

خاندان رسالت کو

خاندان نبوت میں کسیکو چاہیں گے

خاندان رسالت کو

خاندان نبوت میں کسیکو چاہیں گے

خاندان رسالت کو

خاندان نبوت میں کسیکو چاہیں گے

اب حباب نے جو قبیلہ خزرج سے تھا کہا اگر ہاجر تمہاری (یعنی انصار کی) امارت پر راضی نہیں ہوتے تو تم اپنا امیر بنا لو وہ اپنا امیر بنا لیں +

ابوبکر نے کہا کہ اے حباب تم نے بات ٹھیک نہیں کہی عرب تمہاری امارت پر راضی نہ ہونگے۔ اور جب تم ہونگے تو خاندان نبوت میں کسیکو چاہیں گے (جسکو یہ خود کی طرح نہیں چاہتے ہونگے) کیونکہ اگر پوچھا جائے کہ پھر اس میں کیا تھا تھی اور کیا نقصان تھا جو اسکی دہکی دگئی کیا خاندان نبوت میں کوئی اسکا حق نہ تھا تو جواب بجز خاموشی اور کچھ نہ ہوگا اور اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ کسی پہلی قرارداد کے خلاف ہوئی دہکی ہے کہ خلافت کو خاندان رسالت میں ہرگز نہ رہنے چاہیے (پھر فرمایا ہے کہ یہ اختلاف جو تم امت میں پیدا کر رہے ہو یعنی خلافت باہمی قرارداد کی رادیتے ہو) دنیا کے فتنے کا باعث ہوگا (اعتراف کو فی) اور بقول روضۃ الصفا۔ ابوبکر نے انصار سے کہا کہ وظیفہ آنکھ امارت بنام ماباشد و وزارت بنام شمایہ مشورت شمایہ ہمیں تہنیت نہ پذیرؤ (یعنی امارت ہمارے نام ہو اور وزارت تمہارے نام اور غیر تمہارے مشیرہ کے کوئی کام نہ ہو) کیا معقول تصفیہ ہے۔ ناظرین دیکھ لینگے کہ یہ بشیر اوسکی کے قول سے کتنا ملتا جلتا ہے۔

جب ہاجرین نے بمقابلہ انصار افضلیت کا ذکر کیا تو بقول طبری۔ انصار نے کہا کہ تو پہلی سے بیعت کر لو۔ کہ وہ پسر عمر رسول میں عمر ڈرے کا اختلاف ہوگا کیوں ہوگا اور کسکو ہوگا کچھ تہنیت نہیں) ابوبکر سے کہا کہ با تہیہ و باؤ

نے فتنہ

انصار علی کی طرح توجہ

عمر نے جاری کیا ابوبکر کا

پیر کے بیعت کر لی

کہ تم سے بیعت کر لین۔ (طبری)

چنانچہ بلا کسی مزید استفسار رائے زنی یا انتظار پسندی کے فوراً ہاتھ بڑا دیا گیا اور اول عمر بن الخطاب پھر ابو بکر
حراج نے جو پہلے سے ہم صلاح ہو کر آئے تھے بیعت کی۔

اعظم کو فی میں ہے کہ بشیر بن سعد جو قبیلہ اوس میں سے تھا (یعنی وہی جسے سب سے پہلے قریش کی وکالت کی تھی)
حضرت ابو بکر کی بیعت پر سبقت کر نکلا تھا۔

حباب بن خذرج سے تھا جس نے اول انصار کی پھر علی کی امارت کی رائے دی تھی، کہا کہ ”اے بشیر تجھے کیا ہوا کہ
تو نے اپنے پیغمبر محمد بن عبدہ سے حسد کیا۔“ اب گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے بچے ان لوگوں کے دروازہ پر
کھٹے ہوئے جام آب طلب کر رہے ہیں اور انکو نہیں ملتا۔

باب کی طعن

ابو بکر نے جواب دیا کہ ”اے حباب ہم سے اور ہمارے انباؤض سے تم ایسی امید کرتے ہو؟“

ابو بکر کا جواب
مسٹر ایرونگ کی
تقریر

ڈاننگ ایرونگ نے بھی لکھا ہے کہ اس کے بعد عمر پر گئے اور بولے کہ اس کے بعد اگر کوئی شخص بلا عوام کی آواز کے
شاہی اقتدار کو اپنے ہاتھ میں لینے کی جسارت کرے گا تو اسکی نذر موت ہوگی اور اس طرح کسی دوسرے امیدوار کی
کوششوں میں روکاؤٹ ڈال دے گی“ (سکیر ز آف محمد)

اب ناظرین نے دیکھ لیا کہ کسی بیعت ہوئی۔ کیسا اجماع ہوا۔ کسی آزادانہ رائے لگائی۔ کسی اتفاق آراء سے حاکم ہو
بقول الفاروق: پہلے پانچ آدمیوں نے بیعت کی۔ اور روضۃ الصفا میں ہے کہ اس روز صرف خواص نے بیعت
کی (جو غالباً وہی پانچ آدمی عمر، ابو عبیدہ، اسید بن خضیر، بشیر بن سعد ہو گئے) مہاجرین و قبیلہ اوس نے بغت
تمام صدیق سے بیعت کی اور خذرج کو خجالت حاصل ہوئی۔ (روضۃ الصفا)

کس کس نے بیعت کی

بعد قرار و اختلاف کے جب خلافت مابین بیعت کنندگان کے باہر نکلے تو عبد الرحمن بن عوف نے انصار پر طعن کیا
کہ کیوں تم نے انصار کو مہاجرین پر ترجیح دی تھی؟ (یعنی نتیجہ دیکھ لیا کہ کیا ہوا) تو ان میں سے زید بن ارقم نے جواب
دیا کہ ”اے پیغمبر اگر علی رسول کی تجویز و تکفین میں مشغول نہ ہوتے تو تم سب کا کام نام تمام رہ جاتا۔“ (رواقی
کیا پر معنی کنایہ ہے؟)

عبد الرحمن کی طعن
زید کا جواب علی ہو
تو تمہارا کام نام تمام رہتا

کسی تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ معرکہ سفینہ میں کوئی ایسی دلیل ابو بکر کے لیے پیش کی گئی ہو جو ان کے استحقاق خلافت پر
انتخاب کے واسطے کافی ہو۔ دو وجہ ترجیح البتہ پیش ہوئی تھیں۔ ایک تو دوسروں کی زبانی دوسری خود منتخب ہونے
کی زبان سے۔ دوسروں کی زبانی وجہ ترجیح امامت نماز تھی جو وہیں پر منقطع کر دی گئی اور یہ انقطاع تسلیم بھی کر لیا گیا

کس طرح آسانی بیعت
ملے ہوئی

خود اپنی زبانی جو وجہ ظاہر ہو گئی تھی۔ وہ عام مہاجرین کی افضلیت انصار پر اور مہاجرین میں تمام قریش کی افضلیت تھی اس سے بھی ابوبکر کی کوئی مخصوص فضیلت کسی بات سے ظاہر نہیں ہوتی۔ اسکی بھی انصار نے جبکہ وہ امتداد لائیش کی گئی ایک الزامی جواب سے مزید کر دی کہ اگر تم کو وجہ مہاجر ہوئیے انصار پر فضیلت کا دعویٰ ہے تو علی تو تم سب مہاجرین اور نیز قریش کے اعلیٰ قبیلہ بنی ہاشم سے ہیں اور پھر عمر و داماد رسول و شیخ المہاجرین والا انصار ہیں اُسے بیعت کیوں نہ کیجئے جو آؤ تم معقول تھا اور ان سید واران خلافت کی واسطے تھا بھی نہایت مخدوش کیونکہ اس جواب کے جسکا کوئی جواب نہ تھا تمام منگوا امیرین ختم ہوئی جاتی تھیں۔ کہ فوراً حضرت عمر نے ہاتھ بڑا کر مشکلاشتی کر دی اور واقعی ان سے زیادہ اس مشکلاشتی کا حق بھی کس کو تھا ہر صیفہ اخوت آخر کس دن کام آتا۔ اور بلا اسکے کہ جمع حضرت ابوبکر کے استحقاق و قابلیت یا مناسبت کے متعلق کافی غور کرے رائے دینا تو درکنار اسکو فوراً مبدل عیسیٰ کر دیا۔ اور حضرت ابوبکر نے بھی بلاد و سرور کے پونچھے ہوئے کہ بھائی تم لوگ بھی اسکو پسند و منظور کرتے ہو یا نہیں؟ ہاتھ بڑا ہی دیا۔ اور فوراً بیعت کی عمر کا اتباع ابوعبیدہ نے جو ساتھ میں آئے تھے اور شیر نے جس سے وعدہ وزارت کیا گیا تھا۔ اور بعض دیگر اشخاص نے جو پہلے سے خوشامیند و عددوں اور لالچ سے تیار کئے گئے تھے جسکو اجماع کہا جاتا ہے اور اسطرحیہ رسول کی خلافت نہایت آسانی سے طے کر گئی۔

طرق تقرر خلافت و صحت خلافت ابوبکر کی جانچ

صحت خلافت

ابوبکر کی جانچ

ناظرین خود فرمائیں گے کہ تقرر خلافت کے بظاہر وہی طریقہ ہو سکتے ہیں وہ یہ کہ (۱) یا تو یہ تقرر مثل تعین رسالت کے منجانب خدا و رسول پر بننا و افضلیت و قابلیت کے ہو جس حالت میں اسکی صحت و حقیقت میں شبہ کی گنجائش اور غلطی کا امکان باقی نہیں رہتا جیسا کہ سلف و صایت جملہ انبیاء سابقین کے متعلق ہوتا آیا ہے یہی مذہب اہل تشیع کا ہے جو خلافت رسول کو علی کے واسطے بوجہ علی کے فضائل و مدارج عرفانی کے نصوص قرآنی و احادیث رسول بانی سے ثابت کرتے ہیں۔ یا (۲) یہ کہ وہ ذریعہ انتخاب اجماع عام امت کے ہو جس حالت میں صحت التبرع احتمالی و اختلائی ہو جاتی ہے جیسا کہ عقیدہ اہلسنت کا ہے ہم اس میں بحث کرنا نہیں چاہتے کہ ان دونوں طریقوں میں کون صحیح اور کون غلط ہے اس امر کا تصفیہ ناظرین خود فرمائیں گے کہ رسول اور ایسے رسول کی خلافت کیواسطے جو عالم النین ہو اور جسکا دین کامل و حقیقی کیساتھ مخصوص کیا گیا ہو کون طریقہ صحیح ہو سکتا ہے مگر ہاں تنہا ہم ضرور دیکھنا چاہتے ہیں کہ آیا خلافت ابوبکر کسی طریقہ پر بھی صحیح تصور ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ہر طریقہ اول کو اسوجہ سے اُس سے متعلق نہیں کہ عقیدہ جمہور اہلسنت کا یہ ہے کہ تعین خلافت کا کام خدا یا رسول سے متعلق ہی نہیں بلکہ اسکا تعلق محض امت ہے جسکے واسطے افضلیت ہی ضروری نہیں۔ اور طریقہ انعقاد خلافت مذکور بھی جو بقول اہلسنت اجماع سے ہوا اسی امر پر دال ہے کہ

بھی وقوع میں نہ آوین۔ (اس سے علاوہ خلافتِ ثلاثہ کی حقیقت و نہایت کے اور علی کے حدود و بشریت اعلیٰ کو تاہم ہوں کے برابر ہونیکے انکا ہمیشہ بیعتِ شیخین سے اختلاف و انحراف ظاہر و ثابت ہوتا ہے)

ابوالفدا کی
تفصیل

ابوالفدا کہتا ہے کہ بنی ہاشم (جسکے اس و سر علی تھے) اور زبیر و عتبہ بن ابولہب و خالد بن سعید بن العاص و مقداد بن عمر سلمان فارسی۔ ابوذر غفاری۔ عمار یا مسر۔ بلو بن عازب۔ ابن کعب۔ علی کے ساتھ رہے۔ ان لوگوں نے بیعت نہین کی۔ ابوسفیان جو بنی امیہ سے تھا الگ رہا۔ عتبہ بن ابولہب نے تو اشعار ذیل بھی اس کے متعلق کہے تھے کہ:

اشعار عتبہ

ما كنت احسب ان الا مهنصر * من بني هاشم ثم من آل الحسن
من اول الناس ايمانا ساقا * واعلم الناس بالقرآن والسنن
واخر الناس عهدا بالبنی ومن * جبريل عون له في الغسل والكن
من فيه ما فيه ولا يمترون به * وليس في القوم ما فيه من الحسن

ترجمہ: ہم نہ جانتے تھے کہ خلافت اور حکمِ اولاد ہاشم سے جاتا رہیگا۔ اور بالخصوص نہین سے ابوالحسن سے۔ جو سب سے پہلے ایمان لائے اور قرآن و سنن کے سب سے بہتر جاننے والے تھے۔ اور سب سے آخر عہدِ رسول سے تھے جن کی غسل و کفن رسول میں جبرائیل نے مدد کی۔ اور بیشک نہین تمام وہ خوبیاں ہیں جو اوروں میں ہیں اور جو خوبیاں نہین ہیں وہ اوروں میں نہیں، انکو تو خلافت نہ ملے گی بلکہ اور ہی شخص کو مل جائیگی۔ (ابوالفدا)

ابن خلدون کہتا ہے کہ سعد بن عبادہ نے بھی بیعت سے تخلف کیا پس ان سے بوجہ شاذہ ہونیکے چھڑ چھاڑ نہ کی گئی۔ اپنی حالت پر چھوڑ دیئے گئے۔ سعد خلیفہ کی نماز میں بھی شرکت نہ کرتے تھے اور ان سے بات بھی نہ کرتے تھے۔ (ابن خلدون)

صواعق محرقة ص ۱ پر ہے کہ تحقیق انصار نے بیعت ابوبکر سے کڑہت کی۔۔۔ اور حکایت اجماع میں علی و زبیر علیہ السلام و عباس کا بیعت نہ کرنا کوئی ضرر نہیں دیتا۔ (کیوں؟)۔۔۔ بعد کو انصار بھی سب کے سب سقیفہ میں جمع ہوئے اور بیعت نہ کی بخاری جلد ۲ ص ۳۸ پر ہے کہ سعد بن عبادہ و زبیر نے بیعت نہین کی۔۔۔ سعد فوت ہونے تک مخالفت کی حالت پر رہا۔

فتی
اجماع خلا ابوبکر

آخری نظر

ان مختصر اقتباسات کا ہر ہے کہ کیسے کیسے اکابر اصحاب رسول نے جنگِ نام اور پراچکے بن بیعت نہین کی اور مل نہئے اور ہر کتب تواریخ سے پائے جاتے ہیں جو بخاری طوالت ترک کئے گئے ہیں اب ناظرین خود غور فرمائیں گے کہ سب عتبہ و احوال ہندت بھی کیا اس اجماع کو جو خلافت ابوبکر کی نسبت کہا جاتا ہے اجماع اسلام کہا جاسکتا ہے؟ پس میں تمام قابلِ اسلامی یا نہیکے مانیدے تو درکنار تمام اجماع کے بھی کمالِ دینی موجود و متفق نہ تھے بالخصوص جسکی جانشینی کی تجویز غوطلب تھی اسکے خاندان کا بھی کوئی شخص باوجود کمالِ فضل اعلیٰ قابلیتوں کے بلایا اور شریک نہین کر گیا۔ کیا کوئی

معتول آزادانہ و مضافانہ کارروائی یا انتخاب میں جماع میں ہوا؟ بحر اس کے کہ چند انصاف یعنی قبیلہ اوس کے دو ایک دیون کے جنکو وعدہ وزارت منسخر کر لیا تھا۔ تنہا حضرت عمر کے خلاف استحقاق اٹھائے ہوئے ما تہ پر بیعت کر لینے پر معاملہ ختم ہو گیا جو عقلاً و نقلاً از روئے عقائد و مسلمات اہلسنت مذکورہ بالا بھی کسی طرح جائز و باضابطہ انتخاب نہیں کہا جاسکتا پس بن ناظرین خود نتیجہ نکال لینے کہ کہانتک یہ بیعت اجماعی یا اتفاق عامہ کی کہلائی جاسکتی ہے؟ اور کہانتک یہ اجماع حجت ہو سکتا ہے؟ بلکہ علی و دیگر اہلبیت علیہم السلام و اصحاب کرام کے شامل نہ ہونے سے موافق قول بن خرم کے انکو کس چیز کا تختی قرار دیکھتے ہیں؟ بر خلاف اسکے اہلبیت رسول و دیگر اصحاب جلیل القدر مثل سلمان فارسی ابوذر غفاری مقداد و عمار وغیرہ کا اجماع جو علی کی نسبت تھا وہ بقول سیدی و ابن خرم صحیح و قابل حجت قرار پاتا ہے۔

حضرت ابو بکر کی قابلیت خلافت

ابا جماع سے قطع نظر کر کے یہ امر بھی غور کرنی قابل ہے کہ حضرت ابو بکرؓ میں کیا قابلیتیں خلافت کی تھیں اور کیا خدا اسلام کی اہولؓ ایسی کی تھیں جنکی وجہ سے وہ حق خلافت سمجھے گئے کیا یہ وجہ تھی کہ عارفور میں اُنسے کمال اطمینان قلب ظاہر ہوا تھا جس کے رسول معرض ہلاکت میں پڑنے سے مطمئن ہو گئے تھے؟ کیا سرمد کے حکام کی موت انہوں نے بہادری سے غلبہ کیا تھا؟ کیا اُحد میں اُنکے ثبات نے کوئی دفعہ مسلمانوں میں قائم کی تھی؟ کیا خندق میں کوئی شان و کہلائی تھی؟ کیا بدر و خیبر میں کوئی کار نمایاں کیا تھا؟ کیا حنین ثادی الرل میں کوئی نام آوری حاصل کی تھی؟ کیا سورہ بقرہ کے کعبہ میں جا کر سناٹے قابل قرار پائے تھے؟ کیا حبشہ سامہ سے مستثنیٰ ہو کر لعن رسول سے بچے تھے؟ کیا فاطمہ دختر رسولؐ کیساتھ عقد کی قابل ٹھہرے تھے؟ کیا تیمارداری رسول کا شرف انکو حاصل ہوا تھا؟ کیا حکم سرمد و دی دروازہ سے مستثنیٰ ہوئے تھے؟ کیا جنازہ رسولؐ کی تہنیز و تحفین مشایعت و دفن کی شرکت کا شرف حاصل کیا تھا؟ کیا حیات رسولؐ میں کبھی خلافت عارضی کے بھی کبھی لایق سمجھے گئے تھے؟ کیا رسولؐ کی جانب کبھی بھی کوئی صرخی یا غمینی کنایہ یا اشارہ انکی وصایت کا ہوا تھا؟ جنہیں سے ایک سوال کا جواب بھی اثبات میں نہیں مل سکتا۔

ابو بکرؓ میں کیا قابلیتیں
خلافت کی تھیں

اس خلافت کے متعلق ابن ابی الحدید نے ایک دلچسپ لطیفہ انکے والد بزرگوار یعنی ابی قحافہ کا لکھا ہے کہ جب انکو خبر انکی خلافت کی دی گئی تو استعجاباً پوچھا کہ وہ کیسے خلیفہ ہو گیا؟ کہا گیا کہ اُس نے ہونے کی وجہ سے یعنی اور کوئی قابلیت یا انتفاع نہ تھا تو ابی قحافہ نے کہا کہ میں تو اُس سے زیادہ سن ہوں (یعنی اگر میری معیار خلافت ہے تو خلافت مجھے ملنی چاہیے تھی اب مدعیان استحقاق ملاحظہ فرمائیں کہ وہ ایسا استحقاق تھا جس سے انکے والد بھی لاعلم و غیبر تھے اور ایسی وجہ انتخاب تھی جسکو یہ بزرگوار بھی معتول نہ سمجھتے تھے۔

ابی قحافہ کا لطیفہ

شیخین کے ذاتی خیالات نسبت استحقاق و نوعیت خلافت ابوبکر

ناظرین کی مزید تحسین ہوگی اگر یہ بیان پر یہ دیکھا دلوں کہ یہ حضرات یعنی حضرت ابوبکر و عمر خود اس خلافت و بیعت کا رد و انکار
تقریر کو کیسا سمجھتے اور جانتے تھے؟ آیا وہ خود بھی اس کا رد و انکار کو جائز اور اپنے آپ کو اس کا حق سمجھتے تھے یا نہیں جس خیر خواہ کی
تمام خوش نمایوں اور دعویٰ کا قطعی فیصلہ ہو جائے اس امر کے متعلق ہم خود ایسے ہی دو تین اقوال کی طرف ناظرین کو متوجہ
کرتے ہیں (۱) بخاری جلد ۶ ص ۳۶۲ میں ہے کہ حضرت عمر نے خود خلافت ابوبکر کی نسبت فرمایا کہ یہ بیعت فلتانہ یعنی ناگہانی
بلکہ استحقاق کے (تھی) جس میں شرم نہ تھا مگر خدا نے ہمیں اسے شر سے بچالیا۔ جس شرم کو جسے بقول ابن ابی السرحہ وہ
ہمیشہ خدا سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

(۲) بعد بیعت سقیفہ کے عمر نے حکم دیا کہ اب اگر کوئی بلا عوام کی را اور آواز کے ایسا کرے گا تو بیعت کرنے والا اور لینے والا دونوں
قتل کیے جائیں گے۔ (یعنی منہ تو ایسا کر لیا لیکن اگر کوئی اور کرے گا تو قابل سزا موت ہوگا جس استحقاق اجماع کا یہی روشنی پڑتی ہے)
(۳) کنز العمال جلد ۲ ص ۱۹۹ و ازالہ الخفا جلد ۲ ص ۱۹۵ پر ایک اور پر لطف قصہ لکھا ہے جس خلافت پر بھی کافی روشنی پڑتی
ہے کہ عقبہ بن حصین افرع بن حابس کو حضرت ابوبکر نے ایک قطعہ زمین بجز مشورہ بغض احباب حاضرین کے دیدی تھی اور تحریر
بھی لکھ دی تھی جس پر موجودین کی تو گواہیاں ثبت ہو گئی تھیں عمر موجود نہ تھے انکی گواہی کی جگہ مخصوص کر دی گئی تھی۔ وہ
دونوں بجز ثبت گواہی عمر و ثقیف مذکور کو عمر کے پاس لے گئے عمر نے سزا اور تحریر مذکور اسے لیکر اس پر تھوک دیا
اور حکم کو مٹا دیا اور غصہ میں ابوبکر کے پاس کر کہا کہ کیا یہ زمین تیری ہے یا جملہ مسلمان کی؟ ابوبکر نے کہا کہ مسلمان کی عمر
نے کہا کہ پھر کس چیز نے تجھے اتنا دلیر کر دیا کہ بغیر اجازت دیگر مسلمان کے انکو دیدی؟ ابوبکر نے کہا کہ میں نے حاضرین کے مشورہ
کے بعد ایسا کیا تھا عمر نے کہا کہ کل مسلمان سے تو مشورہ نہیں لیا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ کل کا مشورہ کیسی ضروری شے ایک
قطعہ زمین کے واسطے تھا جو جانیکہ خلافت کیلئے مگر انعقاد خلافت کی واسطے غالباً اس اصول کی ضرورت نہ ہوگی یا آئندہ کی
امید و رجحان نے اسکو محو کر دیا ہوگا) ابوبکر نے کہا کہ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ خلافت کی واسطے تو مجھ سے زیادہ قوی
لیکن تو نے زبردستی مجھے بٹھا دیا۔ اسکو ابن ابی شیبہ بخاری و بیہقی و ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے اب اس کے صاف
ہو گیا کہ حضرت ابوبکر خود آپکو سزاوارتھی خلافت نہ سمجھتے تھے محض عمر کے بٹھانے سے بیٹھ گئے تھے۔ روایت ہدایت دہی ہلو قابل غور
(۴) کنز العمال سیرہ ص ۱۵ میں لکھا ہے کہ ابوبکر سے کسی اعرابی نے پوچھا کہ کیا آپ رسول اللہ کے خلیفہ ہیں؟ ابوبکر نے کہا
کہ نہیں اس نے کہا کہ پھر آپ کیا ہیں؟ ابوبکر نے کہا کہ میں خلیفہ نہیں ہوں خالفہ ہوں۔

(۵) کنز العمال جلد ۲ ص ۱۵۳ میں ہے کہ ابوبکر نے اپنے مرض موت میں افسوس کر کے کہا کہ کاش میں فاطمہ کے گہر کو نہ کھلواتا

اور سقیفہ کے دن خلافت کو عبیدہ یا عمر کے ہی گلے میں ڈالتا ہے۔ اب ناظرین نے دیکھ لیا کہ ان حضرات نے خود اپنی خلافت کو کیسا سہاوا
سقیفہ میں علی کے لیے تحریک کیسے ہوئی تھی۔ استحقاق خلافت علی کے وجہ

اب ہم کو ایک بات اور دکھانی ہے کہ غیر قوام نے جنکو اسلام سے کچھ تعلق نہیں ہے اس خلافت کے اور کارروائی نظر
کیمتعلق کیا اسے قائم کی ہے اور انکی رائے اور تحقیق میں واقعی حق خلافت کون تھا؟ مگر قبل اسکے کہ ہم انکو یہ ناظرین کریں
ایک بات دیکھنے کی قابل یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے اس مخالف و پیشتر سے تیار شدہ مجمع میں علی کا نام کیسے اگیا تھا
جو نہ خود موجود تھے نہ انکا کوئی شخص کوں ہاں موجود تھا۔ شخص تو بیشک نہ تھا۔ مگر دونوں جمعی ہوئی علی کی فضیلت تھی جو
بلا کسی سفارش و کوشش کے ایسے موقعہ پر اور ایسی فضا میں جہاں پولیسکل چالو کا بازار گرم تھا۔ زبانوں پر اگلی مسیلا
کے جسم کی چربی اصلاً انہیں فتوحات سے تھی جو علی کی مخلصانہ شجاعت سے حاصل ہوئی تھیں۔ علاوہ برین رسول کے بارہ
موسیٰ مثیل عیسےؑ، گل یمان افضل الثقلین، نور واحد، افضیٰ کم کے اشارات، ذوالشیر و حجة الودع کے صاف و صریح
اعلانات خلافت، شب ہجرت کی جانفروشی و امانت، مدنیہ کی خلافت، سورہ بقرہ کی قرأت، بدر و احد و خندق وغیرہ
کی جانبازیاں، خیر کی دشمنی و کعبہ کی بت شکنی کی ملی کارروائیاں علی کے استحقاق خلافت کو کتنے سانسے ضرور پیش
کرتی ہوگی جس نے باوجودیکہ ذاتی مفاد کی امیدیں دنیاوی عروج کے لالچ پولیسکل جال پھیلانے والوں کی دانہ
پاشیاں انکی زبانوں اور قلب پر مہر لگاتی تھیں مگر پھر بھی بعض آزاد خیالوں کی زبان سے ایسے جملے نکلا ہی دیئے
کہ اگر علی موجود نہ تھے تو تمہاری سب کاشت بے ثمر رہ جاتی ہے۔

نوعیت و استحقاق خلافت کے متعلق عیسائی مورخین کی تحقیق و رائے

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس بحث کیمتعلق کہ واقعی حق خلافت کون تھا اور یہ کارروائی خلافت کیسی تھی بعض عیسائی
مورخین و محققین کی رائے و تحقیق کو جنکو کسی فرقہ اسلامی سے کوئی وجہ طرفداری یا مخالفت کی نہیں۔ یہ یہ ناظرین کر دیں۔
راہسٹرڈاننگٹن ایرونگ، کارروائی سقیفہ کے حالات لکھتے ہوئے جو سیکرٹری پیشتر تحریر ہو چکے ہیں لکھتا ہے کہ اس پوری
کارروائی میں عمر نے جو پالیسی برتی وہ اگرچہ سرسری نظر میں عالی ظرفی کا دھوکہ دیتی ہے لیکن اسکی سخت محکمہ یعنی کی گئی ہے
اس بنا پر کہ یہ سب مکاری اور خود غرضی کی چالیں تھیں تاکہ اپنے اسکو سمجھ گئے کہ ابوبکر کا سن بہت ہو چکا تھا۔ کیونکہ سنی کی
عمر کو وہ پہنچ ہی چکے تھے۔ اغلب تھا کہ وہ زیادہ دنوں تک زندہ نہیں گئے۔ ایسے آسوت عمر کو تھوڑے ہی دنوں بعد سر
حکومت ہو جائیگا یقین تھا۔۔۔۔۔ انکی اس آخری کارروائی نے علی کی امیدوں پر پانی پیس دیا۔ وہ علی جو ان سب بڑے
زقیب تھے اپنے دوستوں کے ساتھ خانہ فاطمہ میں بند رہا اس جلسہ کا کچھ علم نہ رکھتے تھے جس میں انکی توقعات اس طرح

یا مال کر دینے۔۔۔۔۔ علی محمد کے ابن عم اور رسول کی اکلوتی بیٹی کے شوہر تھے قربت کے لحاظ سے بھی خلافت علی ہی کا حق تھا۔ اور آپ کے فضائل و مناقب و آپ کی اسلامی خدمات آپ کو اس عہدہ کا بدرجہ اتم تہی ثابت کر رہی تھیں۔ آپ کی علی ہمت سرگرمی اور جوش کے پہلی بار پھوٹ پڑنے پر جبکہ اسلام تسخروایا دہی کا نشانہ بنا ہوا تھا محمدؐ نے آپ کو اپنا بھائی و خلیفہ قرار دیا تھا اور اس وقت سے آپ نے قول فعل سے اپنے آپ کو رسول کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اور اسلام کو اپنی بلند ہستی و الٰہ العزیز سے اتنی ہی عزت بخشی تھی اپنی بہادری سے اس کی حفاظت کی (سکینہ زلف محمدؐ)۔

(۳) رسول کے بعد اسلام کی انفری کا دعویٰ علی کو زیادہ مناسب معلوم ہوتا تھا۔۔۔۔۔ علی لو کہیں ہی میں اول وہ شخص تھے جو پیغمبر کی عرض غایت کی اعانت کی اور نصرت میں ناموری حاصل کی جسکی عرض میں پیغمبر نے انکو اپنا جانشین کیا تھا۔

.... علی میں مذہب اسلام کے مسلم الثبوت ہونیکے حقوق معلوم ہوتے تھے لیکن تین دوسرے اصحاب ابوبکر و عمر و عثمان نے قبل سے کسی نہ کسی صورت خلافت پر قبضہ کر لیا۔۔۔۔۔ عایشہ علی کی سخت دشمن تھی اور خاص اسی کیوجہ علی اب تک خلیفہ نہ ہو سکے تھے۔ (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا)۔

انسائیکلو پیڈیا

(۳) سٹرٹھامس لائبل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بغداد اپنی مشہور کتاب "انس نڈاؤٹس" میں نو ٹیمیا مطبوعہ ۱۹۲۳ء میں لکھتا ہے کہ وفات رسول پر اس بزرگ ہستی (علیؑ) کیساتھ جنہیں بزدانمانی کے جوہر موجود تھے قدیم خلدن اور شک جلد ظاہر ہونے لگا۔ ابوبکر کا خلیفہ اسلام منتخب ہونا اتحاد کو قائم نہ رکھ سکا۔ وہ خود اور لکھے جانشین لوگوں میں یک جہتی پیدا نہ کر سکے۔ انکی سرداری میں کوئی غیبی امداد شامل نہ تھی نہ انہیں کوئی بات ایسی تھی جسکی وجہ سے وہ معمولی انسانوں سے زیادہ سمجھے جاتے۔ بجز انکے بعض خاص واقعات کے۔ اب ایک ایسی ہستی کی ضرورت تھی جو سب اعلیٰ ہوا اور بلاشبہ عام طور پر ہادی سلیم کر لیا جائے اور جو ہر پر کہ و میر کی نظر پیڑے۔ بالآخر ایسا ہادی علی کی صورت میں انکو مل گیا تھا۔ یہ نامکمل معلوم ہوتا تھا کہ ایک امت جسکو خدا نے کامل وحی کیساتھ مخصوص کیا ہو جو انہیں سے ہی ایک خدائی پیغمبر کے ذریعہ سے پہنچی رہی ہو بلکہ بالکل کس پر سہی کجالت میں چھوڑ دیا جائے اور معمولی آدمی اسکو ہدایت کر سکے۔ علاوہ برین سیاسی خدات اور باہمی بعض غدا کیوجہ سے بھی ضرورت تھی کہ کوئی ہادی خدا کا منتخب کردہ ان لوگوں کو ملے لیکن بالآخر اس خواہش کا خاتمہ ان واقعات نے کر دیا جو قتل علیؑ و حسن اور میدان کر بلا کی شہادت حسینؑ سے تعلق رکھتے ہیں یہ ظاہر ہے کہ اسلام کا شیوا اگر حسب ہدایت خدا کام کرنے والا ہو تو وہ پیغمبر کے ہی خاندان کا ممبر ایسا ہو سکتا ہے۔ علی کی ذاتی شہرت میدان کا ناز میں بہادری پیغمبر کی اطاعت اور سب بالاس پیغمبر سے رشتہ داری (وہ پیغمبر کے داماد بن گئے تھے) ان تمام باتوں نے ظاہر کر دیا کہ وہ خدائی منتخب کردہ امام نمونہ رسول تھے جو خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ تھے اور انکے جانشین

سٹرٹھامس لائبل

اسی قسم کے خدادادے ہونے چاہئیں۔ رائس اینڈ آٹس آف میسوپوٹیمیا (جانشینی رسول واسکے منصوص من اللہ
وقابلت کے متعلق کیسے پاکیزہ خیالات کا اظہار ہے) ۛ

(۴) مٹریڈیو موعز فرانسس بنی کتاب سپرٹ آف اسلام میں لکھتا ہے کہ اگر قربت کی وجہ سے تخت نشینی کا اصول علی
کی موافق ابتدائے مانتا جاتا تو وہ برباد کن جہگڑے نہ ہوتے جس نے اسلام کو مسلمانوں کے خون میں غوطہ دیا۔ "خسین کشتہ
شہر و رقیقہ کی پوری تائید ہوتی ہے" اسپرٹ آف اسلام ۛ

(۵) علی ۳۵۵ء میں تخت خلافت پر بٹھائے گئے جو حقیقت کے لحاظ سے بیس سال قبل رسول کی رحلت کے بعد ہی ملنا
چاہئے تھا۔ الفاظ حقیقت کے لحاظ سے قابل غور ہیں (بریف سروے آف مہٹری)

(۶) ڈیکلارن اینڈ فال آف رومن امپائر میں ہے کہ علی کی خصلت، خاندان، اور قربت انہیں آپس میں
زیادہ بلند مرتبہ ٹھہراتی ہے۔ اور عرب کے خالی تخت کے لیے ابکا حق جائز ٹھہرایا جاسکتا ہے ابوطالب کا بیٹا خود اپنے ذاتی حق
سے خاندان ہاشم کا سردار اور شہر کے علاوہ کعبہ کے معبد کا ستویں تھا۔ بی اب زندہ نہ تھے۔ لیکن روج فاطمہ کے بچے

کی میراث اور برکات کی امید کر سکتا تھا۔ عرب اکثر اوقات عورتوں کی حکومت سے بھی راضی ہے۔ میں رسول نے اپنے
دونوں نواسوں کو گود میں پالا تھا اور میر پر سے لوگوں کو دکھایا تھا کہ یہ سید جو انان بہشت کے اور میری زندگی کی امید
ہیں، علی بن شاعر مرد میدان اور ولی ہونے کی صفوں کا مجموعہ تھا۔ انکی عقل اب تک اُنکے اخلاقی و دینی ضرب لا مثیل

سے معلوم ہوتی ہے۔ انکا دشمن تلوار و زبان میں انکی جرات و فصاحت کے آگے مغلوب ہو جاتا تھا۔ دعوت کے
پہلے گنبد سے تجیز و تکفین کے آخری وقت تک اس عالی ہمت دوست نے رسول کو نہ چھوڑا۔ رسول نے اسکو خوشی
سے اپنا بھائی، ولیعہد اور دو سرے موسیٰ کا ہارون کہا۔ ابوطالب کے بیٹے کو لوگوں نے نطفہ دیا کہ اپنے فائدہ کیلئے

اپنے حق کا اظہار نہ کیا جس سے کل رقابت ختم ہو جاتی اور ولیعہدی پر حکم خدا کی ہر سو جاتی تھا۔ البتہ وقت کا رروائی
سقیقہ کی نسبت لکھا ہے، لیکن اس غیر متوہم مرد میدان کو اپنے اوپر بھروسہ تھا۔ سلطنت کا حسد و مخالفت کا خوف
مکن تھا کہ رسول کے ارادہ کو ملتوی رہنے دیتا۔ رسول کے بستر کو ترفن عایشہ نے جو علی کی دشمن اور ابو بکر کی

بیٹی تھی محصور کر رکھا تھا ۛ

(۷) مٹریڈیو موعز فرانسس کتاب المینیس آف جنرل مہٹری مطبوعہ ۱۹۵۵ء میں لکھتے ہیں کہ "محمد نے خود ہی اپنے داماد علی
کو اپنا خلیفہ و جانشین بنادیا تھا۔ لیکن اسے خسر ابو بکر نے لوگوں کو اپنی سازش میں لیکر خلافت پر قبضہ کر لیا۔ سازش
میں لیکر قابل لحاظ ہے" ۛ

مٹریڈیو

موعز فرانسس

یٹ سرو آف

مہٹری

ڈیکلارن اینڈ فال

آف رومن امپائر

مسٹر ڈیون پورٹ

۸) مسٹر ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب خلافت میں نہایت مفرح و بہت کیسا تھا اس پر بحث کی ہے جس کا ضروری ضروری اقتباس ہدیہ ناظرین ہے وہ لکھتا ہے کہ آنحضرت نے چند مرتبہ (علی کو) اپنا جانشین بھی ظاہر کیا تھا علی الخصوص دو موقعوں پر ۱) جب آنحضرت نے اپنے گھر میں بنی ہاشم کی دعوت کی تھی اور علی نے باوجود سحر و توہین کفار کے اپنا ایمان لانا ظاہر کیا تھا آنحضرت نے اپنی ماہین اس نوجوان کے گلے میں ڈالکر اور اسکو چھاتی سے لگا کر آواز بلند کہا دیکھو میرے بھائی میرے وہی خلیفہ کو جب حضرت نے اپنے انتقال سے چند ماہ پیشتر حکم خدا خطبہ پڑھا تھا.... اس گانے پاس جسے غدیر خم کہتے ہیں.... (یہاں پر مورخ نے تمام خطبہ و آیہ بلع کا ترجمہ اور اہتمام کی کیفیت تحریر کی ہے).... کہا تھا کہ تین دفعہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں ظاہر کروں کہ علی میرے خلیفہ.... وہی دامام ہیں.... اور بعد میری وفات وہ تمہارے ہادی ہونگے.... جس کسی نے علی کی نافرمانی کی اسے خدا و رسول کی نافرمانی کی.... جو کوئی اس بات کو نہ مانگا اللہ کی واپسی لعنت ضرور اس پر ہوگی.... علی کے بعد مجھے بیٹے حسن و حسین اور ان کے جانشین ہونگے.... ۶۳۲ء میں بھی صرف تین دن قبل انتقال کے آنحضرت نے پھر اپنے تابعین کو بلا کر.... مزید تاکید کی اور یوں فرمایا کہ جو مجھ کو مولیٰ مانتا ہے وہ علی کو بھی اپنا مولیٰ سمجھے..... (پھر آگے چلکر لکھتا ہے کہ) ایسے مکرر و صریح بیانات جو خود رسول کے لبوں سے ادا ہوئے تھے ایک وقت تک تو شک و شبہ امر خلافت کے متعلق دور رہا مگر آخر میں سب کو بالواسطہ کی کہ نبی بنی عالیہ ابوبکر کی بیٹی اور آنحضرت کی زوجہ دوم نے کچھ اپنے ساز و باز کر کے اپنے باپ کو پہلا خلیفہ لوگوں سے مقرر کروالیا۔ ملک الموت کے انتظار میں آنحضرت کا چہرہ عالیہ میں جانا خواہ انکی مرضی سے ہوا ہو یا بی بی عائشہ کے حکم سے وہ ان کے خاص مکر مفید مطلب ہو گیا کہ آنحضرت کا حکم آخر دربارہ خلافت علی کے لوگوں کے کانوں تک نہ پہنچے دیا.... پس علی العموم یہ سمجھا گیا کہ رسول نے نیز اپنی جانشینی کے متعلق آخری وصیت کے انتقال فرمایا اور اس طرح یہ بات ہوئی کہ تین خلیفوں نے یہ سہم راج کیا قبل اسکے کہ علی اپنے حق کو پہنچیں جس کے وہ استحقاق تھے۔

صرف بلحاظ قرابت و زوجیت فاطمہ زہرا رسول کے بلکہ نیز بلحاظ ان میں شمار اور بڑی خدمتوں جو انہوں نے مذہب اسلام کی کی تھیں۔ یہ بھی یقینی ہے کہ شاید بی بی عائشہ کی اس تدبیر کے باعثوں میں ایک خدمت فرزند ہی بھی ہو کہ اپنے باپ کے خلیفہ ہونے میں اعانت کی مگر اس میں شک و شبہ نہیں کہ نہایت قوی باعث اسکا بغض و کینہ دیرینہ علی کی طرف سے تھا جب کا سبب معاملہ افک تھا.... اسکو وہ کبھی نہ بھولیں اور کبھی درگزر نہ کی ہمیشہ اسکے بدلے میں علی کو ستایا کین اور ایسا انتقام لیا کہ مثل اسکے کسی نے نہ لیا ہوگا.... (پھر آگے سقیفہ کی تمام کارروایاں اور عمر کے فاطمہ کے گھر چھوکنے کی دہائی کی کیفیت تحریر کر کے کہتا ہے کہ) عمر کے اس طرح جبری بلکہ

دہ ہسٹراوکلے۔ تمام مسلمانوں میں بالاتفاق علی کی قتل و دانی کی شہرت ہے جسکو سب تسلیم کرتے ہیں آپ کے چند کلمات ابھی تک محفوظ ہیں جسکا عربی سے ترکی و فارسی میں ترجمہ ہو گیا ہے ماسوائے آپ کے اشعار کا دیوان بھی ہے جسکا نام دلائل القوال ہے اور بولین لائبریری دکتب خانہ امین آپ کے اقوال کی ایک بڑی کتاب موجود ہے جسکا نمونہ اس کتاب میں شامل ہے۔ لیکن آپ کی مشہور ترین تصنیف جعفر و جامعہ ہے جو ایک وصلی پر ایک بعید الفہم خط میں جسکے ساتھ اعداد و ہندسے بھی شامل ہیں لکھی ہوئی ہے یہ ہندسے ان تمام عظیم الشان واقعات کو جو ابتداء اسلام سے بقاء عالم تک ہونیوالے ہیں بتلاتے ہیں یا نیز دلالت کرتے ہیں۔ یہ وصلی جواب آپ کے خاندان میں بطور امانت رہا کی ہے اسوقت تک پڑھی نہیں جاسکی ہے البتہ حضرت جعفر صادق اسکے کچھ حصہ کی تشریح و تفسیر کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں لیکن اسکے مطالب کا مکمل حل بارہویں امام کیلئے مخصوص ہے جسکا لقب مہدی (بڑا ہدایت کرنیوالا) ہے۔ علاوہ ان کتابوں کے جسکا ہم تذکرہ کر رہے ہیں متعدد مصنفین کی کتابوں میں بہت چلے اور کلمات حکمت علی کے نام سے ملتے ہیں۔ اس جلیل القدر خلیفہ کی یادگار زمانہ داستانیں ہیں۔ اگر ان تمام خارق عادت لکھے ہوں قصوں جو آپ کے بارے میں ذکر کئے جاتے ہیں قطع نظر بھی کیلئے اور آپ کا سفر آپ کی جرات بہت خصلت مزاج پر پرہیزگاری فہم اور دانش سے اندازہ کیا جائے تب بھی اُس قوم عرب میں جو عظیم الشان شخصیتیں گزری ہیں ان میں آپ سب سے زیادہ ممتاز تھے۔ دانیخ عرب از اوکلے ص ۳۲۲ و ص ۳۳۲۔

دہ ہسٹراوکلین لکھتے ہیں کہ وہ (یعنی علی)، اس لحاظ سے بھی قابل احترام ہیں کہ آپ ہی وہ پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے علم و فن کی کتابت کی پرورش کی اور حکمت سے مملو اقوال کا ایک بڑا مجموعہ آپ کے نام سے منسوب ہے اگر وہ واقعی آپ ہی کی عقل و فکر و دماغ کے نتائج میں تو یقیناً آپ کا قلب و دماغ ہر شخص سے خراج تحسین وصول کرتا رہیگا۔ آپ کے متعلق بہت دلچسپ اور عقل کو حیرت میں ڈالنے والے واقعات لکھے ہوئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا قلب و دماغ مجسم نور تھا۔ جب ہم زوج فاطمہ کے حسرت ناک انجام پر پہنچتے ہیں تو اپنے جذبات سے مجبور ہو جاتے ہیں کہ تھوڑی دیر توقف کیے بغیر گزشتہ زندگی پر ایک نگاہ ڈالیں اُس روز سے جب عنفوان شباب میں علی نے محمد کے پیرو ہوئے مگر مصمم ارادہ ظاہر کیا تھا اور غور کریں اس استقلال مزاج چربس کے ذریعے سے اُس مقصد پر اڑے رہے جو محض وقتی آمد کا نتیجہ معلوم ہوتا تھا ہم یاد کرتے ہیں اُس بلا کو جو آپ نے ہجرت کے وقت محمد کو دی۔ وہ شجاعانہ جنگی کارنامے جو بعد اسکے وقوع ہوئے ابو بکر کی بیعت خلافت کو قبول کرنے میں پس پیش کو چونکہ جانتے تھے کہ اس عہدہ کی عزت اہل حق تھی ہم افسوس کرتے ہیں کہ آپ کی زندگی حسرت و آلام و شکست سے مملو تھی۔ آپ نرم دل اور تحمل مزاج۔ دنیوی لذات و عمارت کے لیے پرواہ اور ہنسی تھے مخالفت اور انتقام کو طرح دینے کے عادی تھے۔ صلاح و مشورہ میں آپ کی دانائی اور پر مغز ہمت

سخن ضرب الامثال کی ایجاد میں آپ کی مسلم الثبوت فراست بہت اعلیٰ پایہ کی تھی تاریخ عرب از گلین :
 (۸) مسٹر جسٹس زلڈ جج ہائیکورٹ ممبئی نے مقدمہ ایڈووکیٹ جنرل بنام محمد حسین خوجہ تجویز میں لکھلے کہ الغرض علی
 کی شہادت سب مسلمانوں میں ایک تہلکہ عظیم ٹپ گیا۔ علی کو سب لوگ دل سے دوست رکھتے تھے اور وہ اسی قابل تھے
 بھی۔ اس زمانہ میں جبکہ شجاعان عرب شہرہ آفاق تھے ضرغام آل البطال۔ اسد اللہ الغالب انکا لقب تھا
 اور انکو اشجع العرب کہتے تھے۔ شجاعت۔ حکمت۔ بہمت۔ عدالت۔ سخاوت۔ زہد اور تقویٰ میں علی کا عدلِ نظیر تاریخ عالم میں
 کمتر نظر آتا ہے (انڈین لارپورٹ ممبئی جلد دوازدہم)

علی کے سختی خلافت
 میں نہ کا تصفیہ خلافت
 علی کی بابت رسول
 کی حدیث میں

ان مختصر اقتباسات کی ہی معنویت کی اگر تشریح اور توضیح کیا دے تو جداگانہ بسوط کتاب ہو سکتی ہے مگر ہمارا کام محض
 تاریخی حیثیت سے ہوا تو ہم کے مختلف پہلو دکھانا ہے لہذا محض نقل مضمون پر ہی اکتفا کیا گیا پس اب اتنی آزاد شہادتوں
 اور علی کے مسلمہ فضائل۔ اوصاف خدمات و استحقاق کے بعد کیا کوئی منصف شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ علی سختی خلافت والی
 نہ تھے اور کارروائیات سقیفہ جائز و حق بجانب تھیں۔ اور رسول کے اس قدر صاف و صریح اقوال احکام و اعلانیات
 کے بعد بھی اگر کوئی اسلام میں سے یہ کہنے کی جرات کرے کہ رسول نے علی کو صاف و صریح الفاظ میں اپنے بعد کو واسطے
 خلیفہ نہیں مقرر کیا تھا تو ہم اسکو لے دینگے کہ وہ ذرا روضۃ الاحباب کی اس حدیث کو ہی دیکھ لے جو حضرت ام سلمہ
 سے مروی ہے جس کی تصدیق حضرت عائشہ نے بھی کی ہے کہ رسول نے فرمایا علی خلیفہ علیکم فی حیاتی
 و صحتی فمن عصاه فقد عصانی (علی پر میرا خلیفہ ہے میری زندگی میں اور میرے مرنے کے بعد پس جس کو
 اس کو آزر دے کیا اسے مجھے آزر دے کیا) (روضۃ الاحباب) اب خلیفہ کی صراحت علیکم کی عمومیت اور حیاتی و صحتی
 کی قوت تسلسل قابل غور ہیں۔ اس سے کون شخص اور کون زمانہ بچ سکتا ہے اور اس سے انحراف اختلاف و
 نکث کی صورت میں نقد عصائی سے کیسے مفر ہو سکتا ہے ؟

تخلفین بیعت کے
 ساتھ طریقہ عمل

خلافت ابوبکر کی کیفیت حقیقت و استحقاق کی حالت تو ناظرین کے ملاحظہ سے گذر چکی۔ اب دکھانا یہ ہے کہ اس خلافت
 استحقاق خلافت کیواسطے کس کس طریقہ پر بیعت لینے کی کوششیں کی گئیں اور انکار و انحراف کرنے والوں کے ساتھ
 کیا کیا عمل ہوئے۔ ناظرین گہرا بین نہیں اس امر میں ہم حبلہ تخلفین بیعت کے جداگانہ حالات نہیں دکھانا چاہتے کہ چونکہ
 اس میں طوالت ہو جائیگی اور ہم کو اپنی حدتالیف سے بہت زیادہ بڑھانا پڑیگا۔ ہم محض علی و فاطمہ و حضرت رسول
 کے ساتھ جو طریقہ عمل ہوا اسکی ہی مختصر کیفیت پر ختم کر دینگے ؟

سعد بن عبادہ کی نسبت ابن خلدون نے تو لکھا ہے کہ ان سے چہرہ چہاڑ نہیں کی گئی مگر صواعق محرقة بخاری

شرح فقہ اکبر تاریخ کامل اصحاب و استیعاب غیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سعد شہید خلافت پریشان ہو کر شام کو چلے گئے تھے۔ اور وہیں فوت ہوئے۔

بیعت ابو بکر کے لئے علی پر جابرانہ زور عمر کا آگ لیکر چڑھنا اور قصد احراق خانہ فاطمہ

علی پر بے تحریک عمر بن خطاب خلافت کی طرقت بیعت کیواسطے ایسے جابرانہ زور دیئے گئے کہ بروایت ابو الفدا عمرؓ کو کچھ پاپا سوئے کھڑا اور آگ لیکر خانہ فاطمہ پر چڑھ گئے۔ گہر ہوئے کچھ کی قسم کھا کر دیکھی دی اور علی کو گرفتار کر کے لے گئے۔

ہم تو ضرور اس امر کے یقین کرنے میں تامل کرتے کہ حضرات خلافت ماب اول و دوم کا رسول کی آنکھیں بند ہوتے ہی علی و فاطمہ کیساتھ جسکی نسب انہوں نے رسول کو اکثرانی مسلم لمن سالکم و حرب لمن حاربکم یا من اذاھا

واغضبھا فقد اذانی و اغضبنی کہتے ہوئے خود سنا ہوگا۔ ایسا ظالمانہ برتاؤ ہوا ہوگا مگر ہم کیا کریں تواریخ سابقہ مستند اہلسنت ہی اسکی تصدیق کرتی ہیں چنانچہ اصل عبارت ابو الفدا ملاحظہ ہو عثمان ابا بکر لعنہ عمر

بن الخطاب الی علی ومن معہ لیخرجنہ من بیت فاطمہ فقال ان ابو انفا لکمہ فاقبل عمر بنیہ من نار علی ان یضرم النار فلقیتہ فاطمہ فقال الی ابن یابن الخطاب اجئت لہرق دارنا

فقال نعم پھر ابو بکر نے عمر کو بھیجا کہ وہ علی اور جو انکے ساتھ ہیں انکی طرف جائیں اور انکو فاطمہ کے گہرے نکالیں اور یہ بھی حکم دیا کہ اگر وہ انکار کریں تو انکو قتل کر ڈالو پس عمر کچھ آگ لیکر گئے کہ گہر کو جلا دالیں اسوقت فاطمہ دروازہ پر

آئیں اور کہنے لگیں کہ اے خطاب کسے بیٹے یہ کیا قصد ہے کیا تو ہمارے گہر کو جلائے آیا ہے۔ عمر نے کہا کہ بیشک (یہ علاؤہ ابو الفدا کے مشاہیر و مستند متقدمین علماء اہلسنت یعنی امام شہاب الدین احمد معروف بابن عبد ربہ اندلسی بقدر

میں عمر بن شیبہ نے کتاب تنقیح میں علامہ ابو الولید محمد بن شحہ نے روضۃ المناظر پر جاشیہ جلد یازدہم تاریخ کامل میں وابن خرابہ نے کتاب غرر میں وابو جعفر محمد بن جریر طبری شافعی نے تاریخ الامم والملوک تاریخ کبیر میں وامام ابو الفتح

محمد بن عبد لکیر محمد شہرستانی نے کتاب ملل و النحل میں امام ابی محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ نے کتاب الامت و السیاسة میں و نیز واقدی نے اس واقعہ کی اور حضرت عمر کے قصد احراق خانہ سیدہ کی روایت کی تصدیق کی ہے و نیز ابن

میں بھی مولوی ولی اللہ نے ازالتہ الخفا میں امام عبد البر نے استیعاب میں اور مولوی شبلی نعمانی نے اپنی کتاب لغار و میں اسکو تسلیم کرتے ہوئے اسکی تصدیق کی ہے بلکہ مولوی شبلی صاحب نے تو یہاں تک تحریر فرمایا ہے کہ انکار کی کوئی چیز نہیں

حضرت عمر کی تندہی و تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں ہے اور صاحب الملل و النحل نے تو صاف طور پر بروایت نظام جو حضرت عمر کے ہمراہیوں میں تھا شکم فاطمہ سے اسقاط حضرت محسن کا سبب بھی تشدد حضرت عمر جو اسوقت اپنے

بیعت علی پر چڑھ
ایمان خانہ فاطمہ

مشاہیر و مستند علماء اہلسنت
کی تصدیق

ہوا بتلایا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ قال النظام ان عمر ضرب بطن فاطمہ علیہا السلام يوم البيعة حتى القت
 حسان من بطنها وكان يصيح احرقوها بن فيها وما كان في الدار غير علي وفاطمہ والحسن والحسين
 النظام کہتا ہے کہ عمر نے لات ماری فاطمہ علیہا السلام کے بطن پر بیعت کے دن یہاں تک کہ اسقاط ہوا محسن کا بچہ شکم سے اور
 عمر غل چاتے تھے کہ جلا دو گھر کو موائے جو امین ہیں۔ حالانکہ گھر میں سوا علی وفاطمہ و حسن حسین کے اور کوئی نہ تھا انور باندہ من لکنا
 اتے مستند حوالہ جات کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس پر ہب کے دھوکہ کو مولوی فضل روز بھان کی طرح آنکھوں پر ٹپی باندھ کر اس قہ
 سے انکار کرے اور اسکو ایسا دروافض بتلائے تو یہ اسکی ہمت اگر اسکو اول ن کل علما متبحرین اہلسنت و فض کا عقد ہونا
 پڑیگا۔ بہر حال ہر کو کسی کے اعتقاد سے کچھ مطلب نہیں ہمارا کام واقعات اصلی کا دکھانا دینا ہے اور انکے بہرہ پر ناظرین کی توجہ
 دلا دینا۔ لیکن دیکھیں تو اس حیرت انگیز واقعہ متعلق عیسائی مؤرخین کی کیا تحقیق ہے جبکہ کسی فرقہ بندی سے تعلق نہیں۔ ملاحظہ ہو۔

عیسائی مؤرخین کی تصدیق نسبت قصدا حراق خانہ فاطمہ

۱) مسٹر ڈیون پورٹ لکھتے ہیں کہ کھلے طور پر عمر نے کہا کہ اگر اس حکم بیعت کی تعمیل نہ ہوگی تو وہ اس گھر میں آگ لگا کر اسکو اور
 جو لوگ امین ہیں ان سب کو جلا کے سزا جاری کرینگے پس فاطمہ بطور شیعہ کے کمال غیظ و غضب چلائیں کہ اسے خطاب کے
 بیٹے تو ایسے ظلم قبیح و وحشیانہ کا مرتکب نہ ہونا عمر نے جواب دیا میں ضرور ضرور ایسا کر دوں گا۔ (کتاب خلافت)
 ۲) مسٹر گبن نے لکھا ہے کہ بنی ہاشم نے بیعت انکار کیا اور انکا سردار علی ۶ ماہ سے زیادہ تک بالکل بے تعلق اور چپ چاپ گھر
 میں بیٹھا رہا۔ اسے عمر کی دیکھوں کی کچھ پرواہ نہ کی جسے دختر رسول کے گھر کو آگ لگا دینے کا قصد کیا تھا۔ (ڈیکلارن اینڈ فال)
 ۳) مسٹر ایر ونگ لکھتے ہیں کہ عمر نے کہا کہ بیعت کرو۔ ورنہ گھر اور جو لوگ امین ہیں سب کو بھونک دوں گا۔ فاطمہ نے ملامت کے
 طور پر چلا کر کہا کہ اے ابن خطاب تو ایسا ظلم نہ کچھو عمر نے جواب دیا کہ اگر تم لوگ وردن کی طرح جمیعت کرو گے تو واللہ میں ضرور
 جلا دوں گا۔ (ر سکسیسز آف محمد)

۴) مسٹر اوکلے نے لکھا ہے کہ عمر گھر میں آگ لگانے ہی کو تھا کہ فاطمہ نے پونچھا تیرا مطلب کیا ہے عمر نے کہا کہ اگر اور دن کی
 طرح تم بیعت نہ کرو گے تو میں گھر کو جلا کر خاک سیاہ کر دوں گا۔ (مہٹری آف سیر سنز)

۵) ابوالفرج نصرانی نے بھی اپنی تاریخ عربی مختصر الدول میں یہ روایت اسی طرح لکھی ہے جس طرح اوکلے نے لکھی ہے۔

علی کی طلبی جوابات و بھر گفستاری

علی کے اس طرح پر بوزن حصول بیعت ملائے اور بہرہ پر لیا نیکو روضۃ الصغار و روضۃ الاحباب۔ اعظم کوئی تاریخ الاسلام و کتب الاما
 والیا تہ میں بھی یہ تغیر الفاظ و بیتر کی بعض جزئیات تحریر کیا گیا ہے جسکو ہم امام ابی قتیبہ کی کتاب امامۃ والیا تہ میں یہ ناظرین کے سامنے

اسقاط محسن ضرب عمر
 سے ہوا

عیسائی مؤرخین کی
 تصدیق نسبت قصدا
 حراق

مسٹر ڈیون پورٹ

مسٹر گبن

مسٹر ایر ونگ

مسٹر اوکلے

ابوالفرج نصرانی

مصنف موصوف حضرت عمر کے لکڑیاں آگ لیکر چڑھ جانے کا ذکر کرتے ہوئے اس وقت کا نقشہ بھی دکھایا ہے جب عمر نے اول مرتبہ آگ علی کو روانہ فاطمہ پر آواز دی تھی۔ اور بیعت کیے باہر بلایا تھا اور اول جواب علی منکر واپس چلے گئے تھے۔ اور پھر دوبارہ آگ و لکڑیاں لیکر آئے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ علی نے کہا کہ میں نے تو قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن نہ جمع کر لوں گا۔ روانہ اور ہو گا نہ گھر سے نکلے گا پس فاطمہ دروازہ پر آئیں اور عمر سے کہا کہ ہم سے اُس قوم سے کچھ مطلب نہیں جو تم ایسوں کی طرح فعل بدر پر قائم تھے رسول کو چھوڑ دیا انکا جنازہ ہمارے ہاتھوں میں رہا اور تم نے امر خلافت کو اپنے لیے طے کر لیا۔ تم کہو نہ کہ میرے گھر میں اور ہمارے حق کو ہم سے کیونکر ملے گا۔ واپس عمر ابو بکر کے پاس واپس گئے یہ پہلا آنا تھا اور اس نے کہا کہ کیا تم اس مخالفت کرنے والے سے بیعت نہ لو گے۔ پس ابو بکر نے اپنے غلام قنفذ کو بھیجا کہ علی کو بلا لائے وہ گیا اور علی کو پکارا۔ علی نے پوچھا کیا کام ہے؟ اس نے کہا کہ آپ کو رسول کے خلیفہ نے بلایا ہے۔ علی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ پر کیا جلد بہتان باندھا ہے پس وہ لوٹ آیا اور جواب بیان کر دیا۔ تو ابو بکر دیر تک روتے رہے عمر نے دوسری مرتبہ کہا کہ اس مخالفت کو مہلت نہ دو۔ پھر ابو بکر نے قنفذ کو بھیجا کہ جا کر کہنے کہ میں نے آج کو بلائے ہیں تاکہ بیعت لین۔ پس قنفذ گیا اور پیغام ادا کیا تو علی نے بلند آواز سے کہا کہ سبحان اللہ ایسی صفت کا دعویٰ کرتے ہیں جو انہیں نہیں ہے۔ قنفذ نے واپس کر یہ بھی کہہ دیا۔ پھر ابو بکر دیر تک رویا کئے پس عمر کھڑے ہو گئے اور ایک گروہ کو ساتھ لیکر آئے یہ دوبارہ آنا تھا۔ جب آگ و لکڑیاں لیکر آئے تھے اور فاطمہ کا دروازہ کھینچا یا۔ پس جب فاطمہ نے ان لوگوں کی آوازیں سنی تو بلند آواز سے فریاد کی کہ اے میرے باپ۔ اے خدائے رسول! آپ کے بعد ابن خطاب وابن قحافہ کے ہاتھوں سے ہلکوا کیا کہہ پہنچ رہے ہیں جب قوم نے فاطمہ کی یہ آواز سنی تو یحییٰ بن مارکر دوتے ہوئے پلٹے دریا لیکر آئے۔ دل پارہ پارہ اور کلیجے ٹکڑے ہو رہے تھے مگر عمر اور اس کے ساتھ کے کچھ آدمی ٹہرے رہے۔ یہاں تک کہ علی کو گھر سے نکالا اور ابو بکر کے پاس لے گئے۔ "ذوٹ۔ کیسے نکالا؟ اور فاطمہ کی ایسی آہ و زاری کیوں کر سوجھ سے تھی جس سے دوسرے کچھ کھڑے ہوئے؟ اسکا تذکرہ یہاں سے متروک ہے۔ لیکن ناظرین اگر یہاں پر مل داخل کی نظام والی روایت کو جو اوپر ذکر ہو چکی ہے ملاحظہ فرمائیے۔ ظاہر ہو سکتی ہے اور علی اپنی قسم کی خلاف کس طرح گہے نکالے گئے ہونگے۔ اور خلاف مرصی سچا لگے ہونگے۔ اسکا قیاس ناظرین فرمائیے۔

در بار خلافت میں طلبی بیعت پر علی و شیخین ابو عبیدہ وغیرہ کی گفتگو علی کا انکار بیعت

اب در بار خلافت میں طلب بیعت پر جو مکالمہ مابین علی و شیخین ہوا خواہ ان خلافت کے ہوا وہ زیادہ پر لطف و معنی خیز ہے۔ روضۃ الصفا۔ تاریخ الاسلام۔ روضۃ الاحباب صحیح مسلم۔ و تاریخ الامم والملوک بن جریر طبری و کتاب امامت و السیاسة و اعظم کوئی حسب ذیل حدیث ناظرین ہے۔ جب علی لائے گئے اور ان سے سوال بیعت کیا گیا۔ تو علی نے جواب دیا کہ میں نے جو انصار پر بیعت کی عزت قائم کی وہی دلیل میری حجازین پر ہے۔ اور حسب عبارت ابن قتیبہ بن زید کہ کتاب امامت و السیاسة و اعظم کوئی علی

مکالمہ علی و شیخین ابو عبیدہ
وغیرہ و انکار بیعت

کہا کہ میں اس امر کا تم سے زیادہ متاثر ہوں۔ تم لوگوں کو لازم ہے کہ میری بیعت کرو تم لوگوں اس امر کو انصاری سے لیا۔ اور حجت کا
تم اپنی قرابت رسول کے ساتھ اور قیام ہومہم اہلبیت حصص غصب کے طور پر آیا نہیں زعم کیا تم لوگوں انصاری سے کہ تم اسوجہ
زیادہ سختی ہو کہ رسول تم میں سے ہیں پس ان لوگوں نے تمہارے سامنے گردن جھکا دی اور حکومت تمہاری سپرد کر دی پس نبی
حجت میں تم پر قائم کرتا ہوں جو انصاری تم نے قائم کی ہے اس طرح کہ ہم زندگی و موت میں رسول کے اقرب ہیں اگر تمہارا
مومن ہو نہ کیا دعویٰ سچا ہے تو ہمارے لیے انصاف کرو۔ ورنہ یاد رکھو کہ تم محمد اطعم کرو گے عمر نے کہا کہ یہ تحقیق نمکونہ چوڑا جا
جب تک تم بیعت نہ کرو گے۔ علی نے کہا کہ وہ لے خوب دو ہنہا کہ تیرا بھی ایمان حصہ ہے اور تو آج اس کیلئے اس کام کو خوب
مضبوط کر کیونکہ وہ کل تیری طرف پہنچا۔ پھر کہا کہ قسم ہے اللہ کی میں تیرا قول قبول نہیں کرتا۔ اور نہ اس کی بیعت کرتا ہوں
عمر نے کہا کہ تمکو بیعت کرنی پڑیگی۔ علی نے کہا کہ اگر ہم بیعت نہ کریں تو کیا ہوگا۔ عمر نے کہا خدا کی قسم تمہاری گردن اڑا دیں گے
علی نے جواب دیا۔ اسکا کھوکھلا اندیشہ ہے جب تک رستے جان بھی باقی ہے اپنے حق سے دست بردار نہ ہو گا۔ اور
بقول بن قتیبہ کہا کہ تو تم ایک خدا کے بندے اور اسکے رسول کے بھائی کو قتل کرو گے۔ پس عمر نے کہا کہ خدا کا بندہ ہونا
تسلیم لیکن رسول کے بھائی تم نہیں ہو سکتے ہو (غالباً اسے گفتگو کا رخ بدلتے کو ابو عبیدہ جراح نے کہا کہ تمہاری فضیلت
اور بیعت اسلام سب پر روشن ہے اور تم اہلبیت میں سے ہو بیشک تم زیادہ حقدار ہو۔ لیکن جب صحابہ نے ابو بکر کی
بیعت پر اتفاق کر لیا تو تم بھی موافقت کرو۔ علی نے جواب دیا۔ اے ابو عبیدہ وہ بات نہ کر جو سچ سے علیحدہ ہو خدا
جو عزت خاندان رسالت کو دی ہے اور سلطنت عرب جو محمد کی ہے اسے گھر سے نکال کر دوسرے گھر کی طرف منتقل نہ کرے
گھر میں قرآن نازل ہوا۔ معدن علم دین و سنن سید المرسلین ہم میں بشریت اور مصالح ملت کو ہم بہتر جاننے والے ہیں
پس ہوا و حرص کی متابعت نہ کرو ورنہ خدا کے راستہ سے گمراہ ہو جاؤ گے اور حق سے دوری میں پکڑے جاؤ گے۔
اب بشیر بن سعد نے کہا۔ یا علی بیعت ابو بکر سے پہلے اگر یہ کلام انصاری آپ سے سنتے تو وہ آدمیوں سے (غالباً ابو بکر و عمر) کو
ہوگی زیادہ کوئی اور کی طرف نہ جاتا سب تمہاری بیعت کر لیتے۔ چونکہ تم گہرین بیٹھ رہے۔ بکو خیال ہوا کہ تمکو غربت خلا کی
نہیں اب یہ باتیں لوگوں کے قرار داد کی خلاف ہو گئی۔ لوگوں اس خوف کے مبادا دین رسول میں خلل پڑے ابو بکر کی بیعت
کر لی۔ علی نے جواب دیا۔ اے بشیر کیا تو اسے پسند کرے گا کہ میں رسول کو گہرین بے غسل و کفن چھوڑ جاتا اور لوگوں کے ساتھ سلطنت
کے جھگڑنے کے لیے کھڑا ہو جاتا۔ اب بکو خاموش دیکھ کر ابو بکر نے کہا کہ۔ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم مخالفت کرو گے تو میں ہرگز
قبول نہ کرتا۔ اب اگر بیعت کرو تو مناسب نہیں تو قہر کوئی تکلیف نہیں ہے (کیا ڈیلو میٹنگ گفتگو ہے) عمر نے ابو بکر سے
مخاطب ہو کر کہا کہ تم کچھ حکم کیوں نہیں دیتے (غالباً حکم قتل کے ہی خواستگار ہو گئے) ابو بکر نے کہا۔ میں انکو کسی شے پر مجبور

علی بابیت چلے گئے

نکرونگا جب تک فاطمہ پہلو میں ہیں پس علی قبر رسول پر جا کر لیٹ گئے اور با آواز بلند رورو کر فریاد کرتے تھے کہ اے میری ماں کے بیٹے قوم نے مجھے کمزور و مجبور کر دیا اور اب چاہتی ہے کہ مجھے قتل بھی کر دے۔ کہ کتاب مائتہ والیاستہ اعظم کوئی درود ضلہ الاحباب

واقعہ طلبی و گرفتاری علی و طریقہ عمل تنقیدی نظر

اب اس تمام واقعہ و تحریات ابوالفداء ابن قتیبہ وغیرہ میں چند امور قابل غور ہیں اور چند نتائج برآمد ہوتے ہیں جن کی طرف ناظرین کی توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ حسب ذیل ہیں :- امور غور طلب

غور طلب

(۱) الفاظ من موئذہ درجہ عبارت ابوالفداء سے ملد کون تھے؟ آیا کوئی اور مجمع خانہ فاطمہ میں تھا جیسا کہ اس عمل قبیح کی توجیہ ریک میں کہہ دیا جاتا ہے یا اس سے صرف علی و فاطمہ و سین ہی مراد تھے؟ یہ ظاہر ہے کہ جب وقت علی کو گہرے باہر نکالا گیا ہے تو صرف یہی ایک گرفتاری عمل میں آئی تھی اگر اور کوئی موجود ہوتا تو وہ بھی علی کے ساتھ گرفتار ہوتا۔ اس سے ظاہر ہوتا کہ روایت مبالغہ کی ہی صحیح ہے کہ سوائے علی و فاطمہ و سین کے اور کوئی نہ تھا اور خبر اجماع رفع الزام یا حاجت علی (۲) کیا فاطمہ کا احتجاج و بیان شیخین کی نسبت کہ تم فعل بدر پر ہو اور تمہیں میت رسول کو چھو کر امر خلافت اپنے لئے طے کر لیا، جو ہمارا حق تھا صحیح ہے یا جھوٹا؟ فاطمہ کو بقول رسول صدقہ ماننے ہوئے اسکا غلط جھنڈا دراز شمار معلوم ہوتا ہے اور نیز کی طرف سے اسکا کوئی معقول جواب تردیدی بھی نہیں دیا گیا۔

(۳) قفذ کی زبانی علی کی طرف سے القاب خلیفہ رسول امیر المؤمنین کی عدم تسلیم کو نکرا ابو بکر کے گریہ طولانی کی کیا وجہ تھی؟ کیا یہ علی کے اعتراضات کی تسلیم نہیں جاسکتی؟ کیا کچھ علی نے کہا تھا وہ غلط تھا؟ زبان رسول سے الحق مع علی و علی مع الحق تنکیر بھی ماننا دشوار معلوم ہوتا ہے۔

(۴) خلیفہ وقت ابو بکر کے ہوتے ہوئے تمام مجمع میں سے صرف حضرت عمر کا ہی بیعت علی پر اسقدر اصرار اور ایسا خود اختیاری سنگین عمل کس قانونی یا اخلاقی حق سے تھا؟ کیا یہ محض غیر خواہی خلافت کی وجہ سے تھا یا علی سے انکو کوئی خاص وجہ عداوت کی تھی؟ کیا مسٹر ڈیون پورٹ کا خیال صحیح ہے کہ مقابل علی کا راستہ تطعی اخراج ہی انکی ذاتی کامیابی کی ضمانت کر سکتا تھا؟

(۵) دروازہ فاطمہ بند تھا آخر کیسے کھلا؟ کیا واقعی اس گ سے جو بقول ابوالفداء وغیرہ ساتھ لائی گئی تھی کچھ کام لیا گیا؟ یا بقول بل شیخ وہ دروازہ جلا کر لایا گیا جو پہلو سے فاطمہ پر گر کر اسقاط حضرت حسن کا باعث ہوا جسکو صبا مل نے حضرت عمر کے لات مار نیچے صدر سے لکھا ہے۔ فاطمہ کی ایسی فریاد کے جسکو نکر باہر کے آدمی بھی نہیں مار کر روئے لیکن کچھ نہ کچھ استبا تو ضرور ہونگے جسکو ناظرین خود قیاس کر لیں گے۔

(۶) علی آخر کس طرح گہرین سے نکالے گئے نکالا جانا سوا جبر کے نہیں ہو سکتا پس وہ جبر کیا تھا؟ کیا گلابا بندہ نے کی روایا صحیح ہیں؟ (واللہ اعلم بالصواب)

(۷) حضرت عمر کثیف سے اس قدر خواہش اصرار قتل علی کیلئے اور حضرت ابوبکر کا اس سے گریز و انکار ان دونوں کا نہیں مسلم کو ان حق پر تھا۔ اور کون ناق پر؟ اور اگر اس وقت بجائے ابوبکر کے عمر خلیفہ ہوتے تو کیا علی اس وقت قتل نہ کر دیئے جاتے اور اس حالت میں فیصل کیسا ہوتا؟

(۸) کیا علی رسول کے بھائی نہیں تھے؟ علاوہ قول ہوا شیخی فی الدنیا والاخرۃ کے کیا رشتہ کے لحاظ سے علی رسول کے چچا زاد بھائی نہیں تھے؟ کیا چچا کے بیٹے کو سوا بھائی کے اور کچھ بھی کہا جاتا ہے؟ پس حضرت عمر کے صریحی انکار کو کیا کہنا؟ (۹) کیا ایسی جبر و سختی کی حالت میں اگر علی بیعت کر بھی لیتے تو وہ بیعت واقعی بیعت کہلائے جانیکی قابل ہوتی؟ ہرگز نہیں؟ (۱۰) کیا کسی حالت میں بھی علی و فاطمہ کے ساتھ جیسے فضائل مراتب و تعلقات رسول سے شخص واقعاً ان حضرت کا ایسا جابرانہ طرز عمل و ایسا توہین آمیز جبر و تشدد و زیبا و مناسب تھا جسکے اثرات آئندہ کو فو و نہام و دہلا کے خونی مناظر کی ضرورت میں رونما ہوئے کیا اس طریقہ عمل سے بنت رسول کی حرمت و اہلیت کی وقعت کو تنگی مودت اجر رسالت تھی ناقابل تلافی صدمہ نہیں پہنچا؟ کیا وفات رسول کا اونکی مصیبت زدہ پیاری بیٹی کو ایسی طرح پر سادیا جانا چاہتا تھا؟ (۱۱) کیا علی کے ادعا فضیلت کی کسی نے تردید کی؟ کیا شیخین نے خاموشی سے اور ابو عبیدہ و بشیر نے لفظ نہیں اس کو تسلیم نہیں کیا؟ ان حجاب امور کے تصفیہ کو ہم ناظرین کی عقل سلیم و رائے و انصاف پر چھوڑ کر ان لازمی نتائج کی طرف متوجہ کرتے ہیں اس واقعہ و روایت سے پیدا یا مترتب ہوتے ہیں جو حسب ذیل ہیں نہ نتائج روایت و واقعہ:-

نتائج واقعہ

(۱) علی و فاطمہ کے نزدیک یہ خلافت و بیعت شیخین بالکل خلاف استحقاق و ناجائز بلکہ غصبی تھی جو جو جمعیت انکار کرتا ہے جو علی مع الحق کی رو سے غلط نہیں سمجھے جاسکتے علی کے اعتراضات پر ابوبکر کا رد و دنیا خلیفہ رسول کے خطاب کے بدلہ امر الیکون کی ترمیم اور علی کے ادعا فضیلت استحقاق پر خاموشی اعتراضات و ادعا مذکور کی صحت و تسلیم پر دلالت کرتے ہیں۔ (۲) یہ کہ حضرت عمر کو حضرت ابوبکر سے زیادہ فکر و کوشش بیعت علی یا نہی قتل کی تھی۔ اور اسے قلب میں کوئی حرمت خانہ بتول و عزت و محبت اہلیت رسول کی نہ تھی۔

(۳) بیعت لینے کی واسطہ ایسے جبر و تشدد سے بھی کام لیا جاسکتا ہے اور لیا گیا۔ جو معلوم نہیں کہ کہا نکال ایسی شریعت میں جو کافروں پر بھی ایسی مظالم کو روا نہ رکھتی ہو جائز ہو سکتا ہے۔ (۴) حضرت ابوبکر کا دامن بھی روایت ابوالفضل کی روان مظالم کے بدعا دہیہ بالکل پاک نہیں ہوتا۔ کیونکہ خانہ فاطمہ کے مکینوں

کے اخراج و ہلاکت کا حکم انکی طرف سے ہی ہوا تھا جیسا کہ الفاظ ”ان ابابکر و ثنی عشر سے ظاہر ہوتا ہے اور نہ معلوم ہونیکے بعد انہوں نے مرتکب کو کوئی سزا دی۔“

(۵) علی نے باوجود اس جبر و خوف و ہلاکت کے بیعت نہیں تو پہلے مذکور کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ۷ ماہ بعد ایا اور کسی وقت میں جبکہ کوئی جبر بھی نہ کیا گیا ہو بیعت کر لی ہوگی۔

علی کی بیعت ابوبکر کے متعلق تحقیق و دلائل عدم امکان بیعت از علی و نتیجہ تحقیق

اب بعض تعصب، خالی از ذہن یا محض سطحی نظر رکھنے والوں نے جو محبت شخصین میں علی کے موافق وصیت رسول صبر و تحمل و تقصیر مصلحت و وقت سکوت و خاموشی و از روئے اخلاق محمدی خلفائے ظاہری میں جوں بے باعث بھی ہمدردی اسلام کے مفید نیک شوق وینے یا بر بنیاد فیض امامت جابر خود و ذمہ داری ہدایت راہ مستقیم خلاف شریعت اخلاقیوں کو وقتاً فوقتاً روئے اصلاح کر دینے سے یہ نتیجہ نکالا ہے اور اپنی تواریخ و تصانیف میں ذکر کیا ہے کہ علی نے بھی ابوبکر کی بیعت کر لی تھی۔ یہ بات تو انکی عقل و فہم کا قصور ہے کہ وہ کسی واقعہ کی تحقیق کے اور ان امتیاز کی قوت نہیں رکھتے یا تعصب انکی آنکھوں پر پردہ ڈال رہا ہے علی کی سیرت و فطرت کے مطالعہ کرنے اور سمجھنے والے غور کر سکتے ہیں کہ وہ بہادر جس نے اپنی بہادری کے عرب میں سکے بٹھائیے ہوں جو ہزاروں کی تعداد مخالفین کو بھیج بھجھا ہوا۔ وہ مستقل مزاج و محکم ارادہ و محکم شخص جسے سنت شخصین پر عمل کرنے کی زبانی اتوار سے بھی جس سے خلافت ملی جاتی تھی قطعاً انکار کر دیا ہو جس نے اپنی چند روزہ خلافت ظاہری کے زمانہ میں اپنے پیروں سے بوسیلہ منشور و ٹوکہ معاویہ و دیگر ظالم عمال کو باغ و لالچہ چڑھا کر بے ستور قائم رکھا جابا وجود حالت پر آشوبی کے بالکل لاپرواہی سے پس پشت ڈال کر انکی برطرفی کے احکام صادر کر دیے ہوں جو حق کے مقابلہ میں دنیا کی کسی قوت سے مرعوب کسی قربانی سے باا نہوتا ہوا و جو بقول مخیر مورخین بھی محل دنیا داری کو جانتا بھی نہ ہو۔ وہ خلافت ابوبکر یا دیگر خلفائے کثر کو ناجائز سمجھنے و یقین کرنے بلکہ مجمع عام میں اسکو غضبی ظاہر کرنے اور یہ کہنے کے بعد کہ جب تک رہتی جان باقی ہے ہرگز بیعت نہ کروں گا اور اپنے حق سے دست بردار ہوں گا کیسے دوسروں کی بیعت واقعی یا ظاہری کر لیتا اور پھر یہ خلافت کے انعقاد کی وقت بلکہ ہر وقت میں اپنے جائز حقدار ظاہر کر کے دعویٰ خلافت بھی رہتا۔ یہی صحیح عقل آدمی کے سمجھ میں آتی بات معلوم نہیں ہوتی۔

جو لوگ اپنی سادہ لوحی یا تنگ نظری سے اس بات کے قایل ہوتے ہیں کہ واقعی تو نہیں البتہ ظاہری بیعت کر لی تھی انکی کجالت اور زیادہ قابل فحش ہے انہوں نے قطعی اندازہ نہیں کیا کہ اگر علی کی طبیعت ایسی مکرر یا ڈیپلومیٹک (دو عملی کی) ہوتی تو وہ اول ہی بیعت ظاہری کر لیتے۔ کیا علی کی طبیعت سلمان بمقداد ابوذر و معدو وغیرہ سے بھی مکرر تھی کہ وہ تو آخر عمر تک بیعت تقبیہ بھی نہ کریں اور علی بلا کسی مزید جبر کے بیعت ظاہری کر لیں۔ کیونکہ تمام تاریخیں متفق ہیں کہ ان لوگوں نے آخر عمر تک بیعت

علی ہرگز بیعت نہیں کی
نہ کر سکتے تھے

علی ظاہری بیعت بھی
نہ کر سکتے تھے

نہیں کی باوجودیکہ بہت بہت مطالبہ پڑھوئے کیا علی یہ بھی نہ سمجھتے تھے کہ انکا ظاہری بیعت کر لینا بھی ان لوگوں کے واسطے جو انکو خلیفہ منصوص و امام مقرر حق الطاعہ سمجھتے ہیں جبکہ انکی قلبی کیفیت کا اندازہ یا علم نہ ہو سکے گا۔ کس قدر مخالفین میں ڈلنے والا عمل ہوگا؟ اور وہ اس عمل سے ایسے امر یعنی خلافت امامت امین جو دونوں فرق اسلامی میں داخل اصول دین و دین پرستوں کے باعث ہونگے؟ جو کسی طرح قیاس میں تو کیا وہ ہم گمان میں بھی نہیں آسکتا پس اگر کہیں ایسا قول ملے تو وہ یقینی رد ہوا سے دے مارنے کی قابل ہے۔

واقعہ کی صحت عدم
جانچنے کے طریق و نتیجہ

ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ ہر واقعہ اختلافی و متنازعہ کی صحت کی جانچ کیواسطے عقلاً چند امور کا دیکھنا اور انکا کافی طور پر ثابت ہونا لازمی ہوتا ہے جس اس کی صحت یا عدم صحت کا انکشاف ہو جاتا ہے اول یہ کہ وہ واقعہ کس مقام خاص پر ہوا، دوسرے یہ کہ کب و کس وقت ہوا، تیسرے یہ کہ کس حالت میں ہوا، چوتھے یہ کہ کن کن اشخاص کے درمیان ہوا، پانچویں یہ کہ شہادت واقعہ معتبر و آزاد ہے یا نہیں۔ چھٹے یہ کہ کوئی ایسا امر یا مواد موجود نہیں ہے جو عدم وقوع یا عدم صحت پر دلالت کرتا ہو پس اگر جانچ متذکرہ بالا امور متحقق ہوں یا ان کی بابت شہادت میں صریحی اختلاف ہو تو فطری اور یقینی طور پر نتیجہ اخذ کر لیا جاتا ہے کہ واقعہ دراصل ہوا ہی نہیں اور مسئلہ معقولی بھی ہے کہ اذاجاء الاحتمال بطلان لاسند کالاب خلاف ابو بکر کے متعلق بیعت علی کے واقعہ کے جانچنے کیواسطے جب ہم امور مذکورہ بالا کو تاریخ سے جانچ کرتے ہیں تو امر اول کی بابت تو کسی تاریخ سے یہ نہیں چلتا کہ یہ بیعت کس مقام پر واقعہ ہوئی، مسجد رسول میں ہوئی یا دار الخلافہ میں، علی کے مکان پر ہوئی یا منازل یثرب پر یا راستہ چلتے ہوگی پس جب مقام واقعہ ثابت نہیں تو واقعہ کا کیسے یقین کیا جاسکتا ہے۔

امردوم کی بابت تو تاریخ میں سخت اختلاف ہے، مطالبہ اول کی بابت تو روضۃ الصفا کی عبارت ”کو بیعت ناکرہ برضاست“ اور حبیب السیر میں ہے کہ شاہ ولایت بے آنکہ صدیق را بیعت نمایند راجعت فرمود اور بعض اور تاریخیں بھی اس متعلق ہیں لیکن اسکے بعد کے متعلق، حبیب السیر لکھتے ہیں کہ عقیدہ فرقہ شیوہ کا یہ ہے کہ آنجناب ابو بکر ایک خلفائے میں کسی سے بزرگ بیعت نہیں کی مگر بعض المہندت کہتے ہیں کہ وفات رسول سے چالیس روز بعد بیعت کی اور ایک فرقہ کا اعتقاد ہے کہ تاجا فاطمہ کے بیعت نہیں کی اسکے بعد کی رکب کی کچھ تہ نہیں اور بعض کتب میں نظر سے گذرے کہ اسی روز جب علی نے خلافت ابو بکر کی خبر سنی نہایت تعجب کے ساتھ انکے پاس جا کر بیعت کر لی۔ روضۃ الاحباب جلد ۲ ص ۲۳ میں ہے کہ ۶ ماہ تک تاحیات فاطمہ علی نے نہ بیعت نہیں کی، شرح عقاید میں ہے کہ علی نے بعد اس تو تفسد کے جو بار بار و گردواہان ابو بکر سے کر لی بدعت و نام گواہان کا یہ نہیں مسلم جلد ۱ ص ۹۱ میں ہے کہ بعد انتقال فاطمہ علی نے بیعت کی خواہش کی مگر صحت النفا مسعودی جلد ۱ ص ۲۸ میں ہے کہ یہ تحقیق بیعت علی بن ابیطالب ابو بکر سے ہوئی اس میں اختلاف ہے۔ بعض علمائے کبار

کہ بعد وفات فاطمہ دس دن گزرنے پر بیعت کی جو وفات رسول سے کچھ زیادہ نشردن گزرنے پر ہوئی تھی اور بعض کے نزدیک تین ماہ گزرنے کے بعد اور بعض کے نزدیک ۶ ماہ کے بعد اور بعض کے نزدیک ۱۰ در کچھ کم مدت کے بعد ہوئی؟

ان اختلافات کثیرہ کا فطری عقلی نتیجہ بھی عدم وقوع واقعہ بیعت علی کی طرف حجاج ہوتا ہے لیکن ہے کہ کوئی یہ شبہ پیدا کرے کہ اسی قسم کے اختلافات زمانی تو بہت اسلامی واقعات میں موجود ہیں مثلاً ولادت و وفات رسول کی ہی تاریخیں کتب تاریخ میں مختلف نظر آتی ہیں پس یہ اختلاف انکے عدم وقوع کی دلیل نہیں ہو سکتا مگر یہ شبہ بالکل اس طرح باطل و اسمو قعہ سے غیر متعلق ہے کہ وہاں یعنی وفات و ولادت میں واقعہ کا وقوع ہونا اختلافی یا متنازعہ نہیں ہے بلکہ ان کا وقوع ساری دنیا کو مسلم ہے اور نہ ان میں جملہ امور متفق طلب متذکرہ صدر اختلافی وغیرہ محقق ہیں اور اگر ان واقعات سے بھی کوئی انکار کرنے والا پیدا ہوگا جو ہو نہیں سکتا تو البتہ وہاں بھی عقلی ایسے اختلافات و عدم ثبوت اسی نتیجہ کی طرف منجر ہو سکتے ہیں۔ برخلاف اسکے مسئلہ بیعت میں تو نفس واقعہ ہی اختلافی و متنازعہ ہے اسلام میں ایک فرقہ شیعہ اصولاً و بالا استحکام اسے منکر ہے جبکہ کہ صاحب جلیب السیر بھی لکھتا ہے تو اب ان لوگوں کے اختلافات زمانی و مکانی سے جو وقوع بیعت کے قابل و مدعی ہیں قطعی طور پر یہ فیصلہ کر لینا حق ہے کہ بیعت مذکور واقعہ ہی نہیں ہوئی۔ ورنہ ایسا اہم اصولی وقت و جگہ کا ہرگز اختلاف نہوتا۔

اب تیسرے چوتھے اور پانچویں امور متعلق بھی کوئی تاریخ پتہ نہیں دیتی کہ کن کن اشخاص کے روبرو یہ بیعت ہوئی اور کس حالت میں ہوئی شرح عقاید میں اتنا تو لکھا ہے کہ روبرو گواہان کے ہوئی مگر نام گواہان کا پتہ نہیں تاکہ اسکی جانچ ہو سکے کہ دراصل اشخاص مذکور کہاں تک اس واقعہ کی تصدیق یا تکذیب کرتے ہیں اور وہ کس پایہ کے ہیں اور کہاں تک زاد و قابل اعتبار قرار پا سکتے ہیں نہ یہی کسی تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب پیشتر علی قسم کیا تہ بیعت انکار کر چکے تھے تو اب کس طور پر اس قسم شکنی پر آمادہ ہو گئے کاروائی سقیفہ سے عین مابعد کے علاوہ علی سے مطالبہ بیعت کے واسطے کوئی اور جلسہ قبل یا بعد وفات فاطمہ کے ہونا کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا اور اس جلسہ میں علی کے بیعت کرنے سے خود روضہ الصفا و جلیب السیر وغیرہ انکاری ہیں تو پھر کون سے جلسہ میں وہ بیعت ہوئی؟

اب رہا امر ششم تو بیشمار امور اسکے عدم وقوع و عدم صحت ثبوت میں ملتے ہیں جن میں سے کچھ تو پہلے ذکر بھی ہو چکے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ جب علی اپنے آپ کو حق پر اور خلافت ملنے کو باطل پر سمجھتے تھے اور قول رسول ہی الحق مع علی ہے تو اگر حق کبھی باطل کا اتباع کیا ہوتا تو البتہ یہاں بھی یقین کر لیا جاسکتا تھا کہ علی نے بیعت کر لی ہوگی۔ و دوسرے علی بصداق آیت طہم عصوم اور عذر آیت مباہلہ نفس رسول تھے انکا البکر یا نلشہ میں سے کسی کی بیعت کرنا ایک معصوم یا رسول کا غیر معصوم کی بیعت کرنا ہوتا جو قطعاً ناممکن ہے تیسرے خود علی کا وہ خطبہ جو خطبہ شقیفہ کے نام سے موسوم ہے اسکی کمال تکذیب کر رہا ہے اور اس کے صاف

طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ علی نے خلفائے ثلاثہ میں سے کسی کو بھی جائزہ خلیفہ نہیں سمجھا نہ کسی کی بیعت کی جبر کا ترجمہ بقدر ضرورت پیش کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ۔

پیغمبر کی وفات کے بعد جو بنے جہاد اور احقاق حق میں تاخیر کی اسکی وجہ یہ تھی کہ اعدائے حق تھے اور ہمیں وہ حق نہیں پہنچتا تھا اے سینے والے خبردار ہو جا کہ ابوبکر نے پیر میں خلافت کو ناحق زب تن کیا۔ حالانکہ وہ خوب جانتا تھا اور اسے اچھی طرح یقین تھا کہ خلافت کے لیے میر (یعنی علی کا) وہ مقام ہے اور مجھے اس کے وہ نسبت جو آپ کو مطلب یا ہے۔۔۔ جب ابن قحافہ ابوبکر نے اس پیر میں کو ناحق اپنی زینت بنالیا تو میں نے اپنے اور اس خلافت کے میان پر وہ ڈال دیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ میری میراث کس طرح تاراج و غارت ہو رہی ہے۔۔۔ جب خود ابوبکر ہی کی مصاحبت بیعت مجھے پسند نہ تھی جو اسکا پیشوا تھا تو اسکا شریک شہرہ ہونا مجھے کیونکر پسند ہوتا۔ (اب دعیان بیعت دیکھیں کہ کہا تھا نکاحا دعویٰ قول علی سچا ثابت ہوتا ہے)۔۔۔ پھر عمر کخلافت کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ ”اول (یعنی ابوبکر) تولیٰ راستہ سے گزر گیا مگر اپنے بعد خلافت کے بدل کر ابن خطاب کے گھوڑے میں جھونک گیا مگر مجھے تو تعجب و رنج تھج ہے کہ وہ جانے والا اپنی حیات میں تو بیعت خلافت کے توڑنے کا حکم دیتا تھا اور اقرار طلب کیا کرتا تھا مگر باوجود اس قول کے اپنے مرثیہ کے بعد دوسرے کے ساتھ خلافت کو منقہ کر گیا۔ واقعی امر یہ ہے کہ پستان نافہ خلافت کہ دونوں نے آپس میں خوب چوںسا انوس وہ خلافت کو ایک درخت مزین و متنوع حوالہ کر گیا جسکی زبان کے زخم نہایت سخت اور زہریلے جھکا پہونا بھی ناگوار تھا جس کی گفتار اور کردار دونوں ہموار تھے اسکی طبیعت میں سخت لغزشیں تھیں۔۔۔ میں نے ان عداوت پر بھی صبر کیا۔ اب ناظرین دیکھیں کہ کیا ان خیالات کے علی کا بیعت کرنا ظاہر ہوتا ہے؟ بلکہ آخر تک جبکہ خلافت ظاہری آپ کو ملی ہے تب ہی آپ ارشاد فرمایا تھا کہ: ”اگر شہ علی احسانہ قدر جی الحق انی ہکائہ“ یعنی خدا کا شکر ہے اسکے احسان پر کہ اب حق اپنے مرکز اعلیٰ پر واپس آیا جسکے صفات میں یہ ہوتے ہیں کہ اس کے پہلے جہان جہان بھی نہایت رہی وہ ناحق تھی۔ اب ناظرین کو اختیار ہے کہ اگر وہ علی کو سچا سمجھتے ہیں تو خلفائے ثلاثہ کے ان اوصاف اور انکی خلافت کی اس حقیقت کو جو علی نے ظاہر کی ہے قابل مومن و زنداں کے برعکس مگر یہ یاد رہے کہ پھر علی کو جو تھی خلافت بھی علیحدہ کرنا پڑیگا اور اسلام سے ہی ہاتھ اٹھانا لازم ہوگا۔ حالانکہ اس کے کچھ حجت نہیں۔ ہائی غرض تو یہ کہ علی کی تھی کہ جب خلافت اسے سانبند کے متعلق تھی اسے ایست خیرات تھے۔۔۔ تو یہ کہ یہ تھی۔۔۔ ایست خیرات لیا کی کر سکتے تھے۔ پس ان تمام وجوہ و مواد خالفہ کے موجود و ثابت ہوتے ہوئے اور جو امور جوئی سند رجحانہ و جزئیات خلاف و عام ثبوت لازمی تھے پھر اسکے اور کیا عمل اسکا ہے کہ علی نے حقیقتاً کبھی بھی بیعت نہیں کی۔ واقعی بیعت تو درکنار وہ مقرر حق اسکا جو نیکی حالت میں وہ ظاہری یا تقدیر بھی بیعت نہیں کر سکتے تھے جو ایک سخت مخالط میں ڈالنے والا عمل ہوتا جسکا کہ ہم دیر اور کہا آئے ہیں جو ان کی شان سے تھی۔ بیعت تھا۔ بیعت تو ایک طرف انفاذ خلافت سو مگر قدرت محض نہایت چمک کر نیکی ظاہر

یا زبانی اقرار کو علی نے گوارہ ہی نہ کیا اگر علی اس وقت واقعی یا ظاہری بیعت کر چکے ہوتے تو سنت نبیین علیؑ کر نیکی انکار پر اس وقت سیکڑوں آدمی کہتے کہ موجود ہو جائے کہ آپ تو پہلے بیعت کر چکے ہیں اب ان کے طریقہ عمل کرنے سے کیوں انکار کرتے ہیں مگر ایسا کسی نے نہیں کیا کہ نہ واقعہ ہی نہ تھا امام کی واسطے غیر حقیقی کی بیعت تو ایسی چیز تھی کہ امام حسن سے تو باوجود صداقت طلب ہی نہیں کی گئی امام حسینؑ کے جو وقت طلب کی گئی تو انہوں نے اپنی اور اپنے ساتھ بیعت کی قربانی کر دی اور ناحق کی بیعت کرنا گوارا نہ کیا۔ ورنہ ممکن تھا کہ وہ بھی ظاہری بیعت کر لیتے جس سبب کی جان کنبہ کی بربادی پہنچ جاتی۔

حضرت عمر کا خط
انتباس

اس کے متعلق ایک در سکت تردید خود حضرت عمرؓ کی ایک تحریر ہے جو انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں معاویہؓ کا حکم شام کو ایک خط میں لکھا یہ بھی تھی جو نیرید کے پاس محفوظ تھی اور اس نے وہ تحریر علیؓ کے بعد کو جب وہ بعد واقعہ کر بلائے نیرید کو لعنت ملامت کرنے شام آگئے تھے دیکھا کہ اس کا کیا تھا یہ ایک بہت طولانی تحریر ہے جو کو علامہ سی نے اپنی کتاب بحار الانوار میں حسب جازہ روایت علیؓ کے حکم وہ روایت دلائل الامت سے ملی تھی درج کیا ہے جو بعض تصانیف اہلسنت میں بھی موجود اس میں ہم صرف اس قدر لکھ کر جو بحث ہذا کے متعلق میرا خیال مشہدات کی عبارت میں بدیہ ناظرین کے لئے ختم کر دیں گے اس بحث پر تفصیلی تحقیق و بحث ثبوت دلائل ہم انشاء اللہ ایک جداگانہ رسالہ کی شکل میں نذر ناظرین کریں گے۔ تحریر مذکور حسب ذیل ہے ملاحظہ ہو حضرت عمرؓ اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ قسم میں کہنے کی بیعت کرنے دوازہ نفر دیگر و مشہرت داؤد یا یاراں خود کہہ بیعت کر دے و قصیر نہ کر دے۔ درجیت یار غار پیغمبرؐ قدر ابوذرؓ فرما دے میرے کہ نہ کہ نہ بیت مانگنا دیا دھودہ منوش کر دیم۔ قسم ہے کہ نہ علیؑ نے بیعت کی نہ اور بارہ آدمیوں نے اور میرے اپنے دوستوں کے ساتھ مشہرت دیدی کہ بیعت کر لی اور یار غار پیغمبرؐ کی بیعت میں کوتاہی نہیں کی اور بعد ابوذرؓ فرما درتے تھے کہ بیعت نہیں کی ہم نے اسکو جھٹکا کر آمیزش میں لایا اب ناظرین خود را قیام فرمائیں اور تصفیہ منصفانہ فرمائیں۔

ناظرین کی وضاحت
ختم کلام

اب ہم خلافت اول کے انعقاد استحقاق و قابلیت و جیت وغیرہ کے متعلق جو واقعہ وفات رسولؐ سے دست و گریبان تھے تمام کیفیت حالات اور علیؑ و اہلبیت رسولؐ کے ساتھ بعد رحلت اصحاب خاص کا طریقہ اہلسنت کی ہی مستند کتابوں سے کافی وضاحت کی جا سکتی ہے ناظرین کو دیکھنا چاہیے یہی ہماری حد تالیف تھی مسئلہ خلافت جو بحث اختلافی بلکہ بااختلاف فرق اسلامی کا ہے ہمارے واسطے اور ہمارے موضوع تالیف کی واسطے البتہ ایک سخت دشوار گزار مرحلہ تھا جس پر سے بغیر اپنے بیان کی تحقیق کے حوالہ دے کر نہ گزرا اور عبور کرنا مشکل تھا لیکن ناظرین دیکھ لیں گے کہ ہم نے اس میں کہیں بھی اپنے بیان کی تاریخ یا تالیف سے کام نہیں لیا بلکہ تمام حالات اہلسنت ہی کتابوں و غیر اقامہ کی تاریخوں سے بدیہ ناظرین کے ہیں اور ان کے معقول پہلو دیکھا دیکھے ہیں پہلی ایک طریقہ آزاد خیالی کا ہمارے پاس تھا۔ لہذا اب ہم یہی اس ناچیز تالیف کو دعا پر ختم کرتے ہیں کہ پروردگار عالم اور اس کا حبیب پاک اس حقیر بدیہ کو مقبول فرمائیں ناظرین اس سمجھ تراشی اور صرف اوقات عزیز کی جو اس کے مطالعہ میں واقع ہوئی معافی کے خواست نگار ہو کر رخصت ہوتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ناظرین بلکہ کرم اس حقیر کو عافیت یا د فرماتے رہیں اور اگر کسی طرح کوئی

علی پائیں تو نظر اصلاح اسکی دوستی فرما کر حقیر کو نمون فرمائیں۔ والسلام علیہ علی من اتبع الهدی
 اللہم صلی علی محمد آل محمد وبارک وسلم علی خیر خلقہ سید الاولین والآخرین اشرف المرسلین
 خاتم النبیین ابی القاسم محمد وآلہ الطہیین الطاہرین المعصومین من یومنا هذا ابی یوم الدین

اقل الزائرین اختر الکونین السید نصار حسین ذکی نقوی ہمدانی

(نوٹ) ناظرین۔ تالیف کتاب ہذا کو شاہ شعبان ۱۳۴۶ھ میں اپنے دوسری مرتبہ کر بلا علی جانے سے پیشتر ختم کر چکا تھا۔
 جسکو بعض علمائے شریف کچھ دست میں بغرض توثیق پیش کیا گیا جنہیں سے جناب علامہ طباطبائی نے مضامین کتاب کے
 مطالب کی ترجمانی کر کر جناب مولانا علی نقی صاحبزادہ جناب غفرنا ب صبا اعلیٰ الشہ مقامہ کہنوی نے خود مطالعہ فرما کر
 اپنی پیش بہا تقاریض سے اسکو مزین و موثق فرمایا ہے اور وہاں سے واپسی پر بعد اضافہ بعض مضامین خاتمہ دفعہ جا
 مشہور اسکو افاضل مستند علمائے ہند کے ملاحظہ سے گذرانا گیا۔ ان مقدس بزرگواروں کے متعلق جن زرین خیالات
 کا اظہار فرما کر میری قدر افزائی فرمائی ہے جس کی میں اور میری ناچیز تالیف قابل نہ تھی۔ اسکا شکریہ میرے وسعت
 قدرت باہر ہے وہ سب سلسلہ تقاریض میں ناظرین کے ملاحظہ سے گذرین گی۔ (مولف)

قطعات تیار از مولف کتاب

شہ فہم ین مرقع	کہ مثال بوستان است	کہ بیان آں رسولے	کہ شفیع انس جان است
شاہ فکر سال طبعش	چو دگر خوش بیاں را	از فلک ندائے آمد	چہ بہار بخیر جان است
کز کی شکوہ خالق علام	جو کہ واحد ہے اور رب انام	ذات واجب کی محو د	جسکا آغاز ہے نہ کچھ انجام
عادل و قادر و سمیع و بصیر	رازق و رب و نعم و منعم	جس نے حکم عطا کیا وہ نبی	ہے جو سراج انبیاء کرام
مقصود کن و مطلع لولا کہ	بنع فیض و مصدر اکرام	عاصی و کما شفیع روز نشور	بیکسو کما عین روز قیام
ہے وہی جبکہ منظر آیات	بولتا جاگتا خدا کا کلام	وجہ حق تو حق علی دلی	کل بیان و سابق اسلام
حائی دینا ناصر ملت	ماہی کفر و کاسر اہنام	ذات جس کی شتی دین کو	بہر نگلے ہین گیارہ امام
گیارہ چشمے ہین جو بہائے	جسے جاری ہین دین کے احکام	بارہ یہ رکن ہیں رسالت کے	انہ خالق کا ہود و دوسلام
سے دعا ب کی عاصی کی	کہ الہی بحق خیر انام	کرینخت مری قبول ہند	ہو یہ مرغوب طبع خاصل عام
میری بخشش کا یہ ذریعہ ہو	معفرت کا ہود مری ملہ تمام	تیرے محبوب کی شفاعت کے	بہرہ درخشاں ہونہ ناکام
فکر تہ سال طبع کی تیرے	طبع موزوں کو یہ ہوا الہام	بن گیا فیض رحمت حق سے	ضیغ خدا ان مرقع اسلام

فہرست غزوات اسلام ہر زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے کشتیاں تھیں حضرت رسول خود پیش قدمی میں شریک رہے

سلسلہ	نام غزوات	تاریخ و ماہ سن	متخاصمین	سبب جنگ	تعداد لشکر		علماء لشکر		نتیجہ جنگ	جنگ کی جگہ	خاص گمان واری
					اسلام	کفار	اسلام	کفار			
۱	غزوہ ابواء	صفر ۲	یہود بن نضیر بن عدی بن شیبہ بن غزوہ ابواء	بنی صغیر نے یہودیوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر لیا تھا۔	۰	۰	۰	۰	بنی صغیر نے یہودیوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر لیا تھا۔	جنگ بن نضیر	۰
۲	غزوہ عسیرہ	رجب ۲	ابوہذیلہ بن اسود قریشی	قائد قریش بنی نضیر نے بنی صغیر کو قید کر لیا تھا۔	۰	۰	۰	۰	بنی صغیر نے یہودیوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر لیا تھا۔	جنگ بن نضیر	۰
۳	غزوہ بدر	۱۰ رمضان ۲	کرناہ بن ابی جہز قریشی	کرناہ بن ابی جہز قریشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر لیا تھا۔	۰	۰	۰	۰	بنی صغیر نے یہودیوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر لیا تھا۔	جنگ بن نضیر	۰
۴	غزوہ بدر	۱۰ رمضان ۲	ابوہذیلہ بن اسود قریشی	قائد قریش بنی نضیر نے بنی صغیر کو قید کر لیا تھا۔	۰	۰	۰	۰	بنی صغیر نے یہودیوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر لیا تھا۔	جنگ بن نضیر	۰
۵	غزوہ بدر	۱۰ رمضان ۲	کرناہ بن ابی جہز قریشی	کرناہ بن ابی جہز قریشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر لیا تھا۔	۰	۰	۰	۰	بنی صغیر نے یہودیوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر لیا تھا۔	جنگ بن نضیر	۰
۶	غزوہ بدر	۱۰ رمضان ۲	ابوہذیلہ بن اسود قریشی	قائد قریش بنی نضیر نے بنی صغیر کو قید کر لیا تھا۔	۰	۰	۰	۰	بنی صغیر نے یہودیوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر لیا تھا۔	جنگ بن نضیر	۰
۷	غزوہ بدر	۱۰ رمضان ۲	کرناہ بن ابی جہز قریشی	کرناہ بن ابی جہز قریشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر لیا تھا۔	۰	۰	۰	۰	بنی صغیر نے یہودیوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر لیا تھا۔	جنگ بن نضیر	۰
۸	غزوہ بدر	۱۰ رمضان ۲	ابوہذیلہ بن اسود قریشی	قائد قریش بنی نضیر نے بنی صغیر کو قید کر لیا تھا۔	۰	۰	۰	۰	بنی صغیر نے یہودیوں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر لیا تھا۔	جنگ بن نضیر	۰

۹	غزوہ بنی النضیر عطفان	غزوہ بنی النضیر عطفان	رسول اللہ	غزوہ بنی النضیر عطفان	۲۵۰	۰	۰	۰	غزوہ بنی النضیر عطفان	جنگ نہین	حضرت محمدؐ و ہمدانی
۱۰	غزوہ احد	غزوہ احد	ابوسفیان قریش مکہ	غزوہ احد	۶۰۰	۰	۰	۰	غزوہ احد	جنگ نہین	حضرت محمدؐ و ہمدانی
۱۱	غزوہ بدر	غزوہ بدر	ابوسفیان قریش مکہ	غزوہ بدر	۱۰۰۰	۰	۰	۰	غزوہ بدر	جنگ نہین	حضرت محمدؐ و ہمدانی
۱۲	غزوہ بنی النضیر	غزوہ بنی النضیر	ابوسفیان قریش مکہ	غزوہ بنی النضیر	۱۰۰۰	۰	۰	۰	غزوہ بنی النضیر	جنگ نہین	حضرت محمدؐ و ہمدانی
۱۳	غزوہ بنی النضیر	غزوہ بنی النضیر	ابوسفیان قریش مکہ	غزوہ بنی النضیر	۱۰۰۰	۰	۰	۰	غزوہ بنی النضیر	جنگ نہین	حضرت محمدؐ و ہمدانی
۱۴	غزوہ بدر	غزوہ بدر	ابوسفیان قریش مکہ	غزوہ بدر	۱۰۰۰	۰	۰	۰	غزوہ بدر	جنگ نہین	حضرت محمدؐ و ہمدانی

تاریخ	نام واقعہ	تاریخ ماہ و سنہ	حالات و مسائل خاص رسول اللہ	ایہ لوگ	حالات	مطابق	تعلی
۱	ازاد تہذیب و ولایت تابلغت رسول	۰	حالات کفرین بہت پرست تھے، احوال میں حق پرست کی ہر سال کی عمر میں ان کو بغیر حق پرست تہذیب ساتھ لے کر لے گئے تھے۔	حالات کفرین بہت پرست تھے۔	حالات کفرین بہت پرست تھے۔	مطابق	یوم ولادت کے پرورش و تربیت رسول، نیل کے پانی کو چھوئے، نہیں کیا، ہمیشہ ہمیشہ رسول کے سوا پروردگار نہیں۔ رسول کی خاص نگاہوں کا فرمایا۔
۲	تصدیق و قبول اسلام	۰	بہشت برین میں ان لوگوں میں سے ایک آدمی کا بیان ہو گیا۔	سال ششم نبوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلمان بن زید کے تھے۔	حالات کفرین بہت پرست تھے۔	مطابق	دو روزہ و دو رات خود اس کا بیان کرتے تھے اور روزہ و رات پہلے تصدیق رسالت کی، اور پہلے نماز رسول کے پہنچے ہوئے۔
۳	دعوت و العشرہ	سال چہارم ازاد تہذیب	شہر مکہ میں سے شعیب بن رسول کیسا تھو نہیں تھے پارہ کا خیر و بد و اذیت، شہر کو رسول کے آئے تھے۔	شعب بن حضرت کیسا تھو نہیں تھے۔	حالات کفرین بہت پرست تھے۔	مطابق	رسول سے وصایت و زرات و خلافت رسول کا چھوڑ دیا رسول کیسا تھو نہیں میں مخصوص اور خلافت کر کے سب خواہش بران ہوئے تھے کہ یہ خلیفہ میں تہذیب و پہنچ کر کہ رسول کے چھوڑ کر طرف سے دین و تہذیب انفسہ استحضار اللہ کا انعام یا رسول کی واسطے خاتمہ رسالت و خاتمہ رسالت کیساتھ، انعامات رسول ادا کے ہیں، میں رسول کیساتھ رسول کو کیا دینا دینا دینا دینا آپ کا رسول میں رسول دینا دینا دینا دینا دینا دینا رسالت و اصل شہر و حیات۔
۴	محبوبی شہر و طالب	ششم ازاد تہذیب	شہر مکہ میں سے شعیب بن رسول کیسا تھو نہیں تھے پارہ کا خیر و بد و اذیت، شہر کو رسول کے آئے تھے۔	شعب بن حضرت کیسا تھو نہیں تھے۔	حالات کفرین بہت پرست تھے۔	مطابق	رسول سے وصایت و زرات و خلافت رسول کا چھوڑ دیا رسول کیسا تھو نہیں میں مخصوص اور خلافت کر کے سب خواہش بران ہوئے تھے کہ یہ خلیفہ میں تہذیب و پہنچ کر کہ رسول کے چھوڑ کر طرف سے دین و تہذیب انفسہ استحضار اللہ کا انعام یا رسول کی واسطے خاتمہ رسالت و خاتمہ رسالت کیساتھ، انعامات رسول ادا کے ہیں، میں رسول کیساتھ رسول کو کیا دینا دینا دینا دینا آپ کا رسول میں رسول دینا دینا دینا دینا دینا دینا رسالت و اصل شہر و حیات۔
۵	حجرت رسول مکہ	چہارم ازاد تہذیب	شہر مکہ میں سے شعیب بن رسول کیسا تھو نہیں تھے پارہ کا خیر و بد و اذیت، شہر کو رسول کے آئے تھے۔	شعب بن حضرت کیسا تھو نہیں تھے۔	حالات کفرین بہت پرست تھے۔	مطابق	رسول سے وصایت و زرات و خلافت رسول کا چھوڑ دیا رسول کیسا تھو نہیں میں مخصوص اور خلافت کر کے سب خواہش بران ہوئے تھے کہ یہ خلیفہ میں تہذیب و پہنچ کر کہ رسول کے چھوڑ کر طرف سے دین و تہذیب انفسہ استحضار اللہ کا انعام یا رسول کی واسطے خاتمہ رسالت و خاتمہ رسالت کیساتھ، انعامات رسول ادا کے ہیں، میں رسول کیساتھ رسول کو کیا دینا دینا دینا دینا آپ کا رسول میں رسول دینا دینا دینا دینا دینا دینا رسالت و اصل شہر و حیات۔

تاریخ واقعہ	نام واقعہ	تاریخ واقعہ	حالت عمل اصحاب خاص رسول اللہ ﷺ		عثمان	علی
			ابوبکر	عمر		
۴	عقد موافقہ	۱۰	الحاکم عمر سے عقد باندھا گیا۔	الحاکم ابوبکر سے عقد باندھا گیا۔	الحاکم ابولحسن بن عوف سے۔	الحاکم عقد موافقہ رسول نے خود اپنے ساتھ باندھا۔
۵	غزوہ عقیقہ	۱۱	کوئی نمایاں کام نہیں کیا۔	کوئی کام نہ کیا ظاہر نہیں ہو سکتا۔	کوئی کام نہیں کیا	خدمت جاسوسی پر مامور ہوئے اور قحط بل بوتلا
۸	عقد فاطمہ پر درخت رسول	۱۲	ان کی درخواست نامنظور ہوئی۔	درخواست نامنظور ہوئی۔	خواستگار نہیں کی۔	میر جبریل علیہ السلام کی درخواست اپنی منظوری کے لئے تھیں۔
۹	غزوہ بدر کے پہلے	۱۳	دوران جنگ میں رسول کے پاس عرض پیش کی گئی۔	کوئی نمایاں کام کسی سے جنگ کرنا یا فتح سے ظاہر نہیں ہوتا البتہ بعد فتح جنگ کے ابو حنیفہ کے قتل کی سفاک شہادت رسول سے ضرور کی گئی جو رسول نے منظر نہیں کی اس پر ان جنگ کی بات بھی خلاف رسول قتل کا مشورہ دیا تھا جو قبول نہ ہوا۔	کوئی کام نہیں کیا۔	علی رضی اللہ عنہ نے دشمن کو ہتھیاروں سے محروم کیا۔
۱۰	غزوہ بنی قریظہ	۱۴	کوئی کام نہیں کیا۔	کوئی کام نہیں کیا۔	یہ بھی دشمن کے سپیدی حاکمین جھگڑ گئے بغیر پر۔	علی رضی اللہ عنہ نے دشمن کو ہتھیاروں سے محروم کیا۔
۱۱	غزوہ احد	۱۵	جسٹرائی کا فتح جو خلافت کے لئے نہ ہوا اور دشمن کا خوف حملہ ہوا تو رسول نے کچھ چھوڑ دیا جھگڑا کچھ ہوئے۔ اور تین روز کے بعد واپس آئے تھے۔	دشمن کے حملہ پر بھی رسول نے کچھ چھوڑ دیا جھگڑا کچھ ہوئے۔ اور تین روز کے واپس آئے تھے۔	یہ بھی دشمن کے سپیدی حاکمین جھگڑ گئے بغیر پر۔	علی رضی اللہ عنہ نے دشمن کو ہتھیاروں سے محروم کیا۔

فہرست واقعات اہم جو رسول کو پیش سے اور حالت عمل اصحاب خاص رسول کی محض تواریخ اس وقت سے

۱۲	غزوہ حمرالاس	شوال ۳۲ھ	بوجہ فرار جنگ حد ساتھ نہیں لے گئے تھے۔	بوجہ فرار حد ساتھ نہیں لے گئے تھے۔	بوجہ فرار حد ساتھ نہیں لے گئے تھے۔
۱۳	غزوہ بنی النضیر	بیچ الاول ۳۳ھ	کوئی کام نہیں کیا	کوئی کام نہیں کیا	کوئی کام نہیں کیا
۱۴	غزوہ بنی مصطلق	ربیع الاخر ۳۳ھ	ایضاً	ایضاً	ایضاً
۱۵	غزوہ خندق	شوال ۳۴ھ	دشمن کے نامی مبارز عربوں عبد مکہ کے مقابل جانے سے بخوف گریز کیا۔	بوجہ فرار حد ساتھ نہیں لے گئے تھے۔	بوجہ فرار حد ساتھ نہیں لے گئے تھے۔

تاریخ واقعہ	تاریخ ماہ و سنہ	ابوکر	تحریر	عثمان	علی
۱۶ غزوہ بنی قریظہ	شوال ۳۰ھ	غزوہ بنی قریظہ	رسول کے امور کرنے پر کمال قریشین چاروں صحابیوں کو خوف فدا کر کے اور کہا کہ ان کو یہ بھی کہیں چاہیے وہ بھی کہیں اپنے غلطی سے غلطی صلیح بہت برا فرزند ہو اور قبول خود اپنے دشمنین غلطی نسبت رسالت حق کے پر کیا ہو یا اور حضرت کہہ کر کیا آپ نبی ہیں یا پیام مسلمان نہیں اور حضرت ان بات میں جواب دینے پر کہہ کر کہہ کر ان سے ڈرٹ تھا رہے غلطی کی حضرت کے جواب پر کہہ گئے صلیح فدا ہو جائے دیکھ کر انہوں نے اور فرما بعد از خود قریش یا دلا یا یا تم مجھے رسول سے باہر لاؤ کہ اسے اپنے غلط بیان کیے جنہوں نے نبیہ کی جبر حضرت معذرت کی اور از مرزوبیت کی	رسول کے امور کرنے پر قریش کے پاس گئے نبیہ کے لیے ان کو بھروسہ کر لیا کرتا تھا حضرت نے مہاجرین میں دشمنی کے سر جو کر لیا کہہ کر لیا اس دوران میں جو وہ باہر ہجرت کی تو ان کی جانب سے رسول نے اپنا بیان یا تھا اپنے واسطے ہاتھ پر بطور قیامت رکھا۔	علی رضی اللہ عنہ نے یہاں تک کہ قریش کے پاس گئے نبیہ کے لیے ان کو بھروسہ کر لیا کرتا تھا حضرت نے مہاجرین میں دشمنی کے سر جو کر لیا کہہ کر لیا اس دوران میں جو وہ باہر ہجرت کی تو ان کی جانب سے رسول نے اپنا بیان یا تھا اپنے واسطے ہاتھ پر بطور قیامت رکھا۔
۱۷ غزوہ بنی قریظہ	شوال ۳۰ھ	غزوہ بنی قریظہ	رسول کے امور کرنے پر کمال قریشین چاروں صحابیوں کو خوف فدا کر کے اور کہا کہ ان کو یہ بھی کہیں چاہیے وہ بھی کہیں اپنے غلطی سے غلطی صلیح بہت برا فرزند ہو اور قبول خود اپنے دشمنین غلطی نسبت رسالت حق کے پر کیا ہو یا اور حضرت کہہ کر کیا آپ نبی ہیں یا پیام مسلمان نہیں اور حضرت ان بات میں جواب دینے پر کہہ کر کہہ کر ان سے ڈرٹ تھا رہے غلطی کی حضرت کے جواب پر کہہ گئے صلیح فدا ہو جائے دیکھ کر انہوں نے اور فرما بعد از خود قریش یا دلا یا یا تم مجھے رسول سے باہر لاؤ کہ اسے اپنے غلط بیان کیے جنہوں نے نبیہ کی جبر حضرت معذرت کی اور از مرزوبیت کی	رسول کے امور کرنے پر قریش کے پاس گئے نبیہ کے لیے ان کو بھروسہ کر لیا کرتا تھا حضرت نے مہاجرین میں دشمنی کے سر جو کر لیا کہہ کر لیا اس دوران میں جو وہ باہر ہجرت کی تو ان کی جانب سے رسول نے اپنا بیان یا تھا اپنے واسطے ہاتھ پر بطور قیامت رکھا۔	علی رضی اللہ عنہ نے یہاں تک کہ قریش کے پاس گئے نبیہ کے لیے ان کو بھروسہ کر لیا کرتا تھا حضرت نے مہاجرین میں دشمنی کے سر جو کر لیا کہہ کر لیا اس دوران میں جو وہ باہر ہجرت کی تو ان کی جانب سے رسول نے اپنا بیان یا تھا اپنے واسطے ہاتھ پر بطور قیامت رکھا۔
۱۸ غزوہ خیبر	صفر ۳۱ھ	غزوہ خیبر	رسول کے امور کرنے پر کمال قریشین چاروں صحابیوں کو خوف فدا کر کے اور کہا کہ ان کو یہ بھی کہیں چاہیے وہ بھی کہیں اپنے غلطی سے غلطی صلیح بہت برا فرزند ہو اور قبول خود اپنے دشمنین غلطی نسبت رسالت حق کے پر کیا ہو یا اور حضرت کہہ کر کیا آپ نبی ہیں یا پیام مسلمان نہیں اور حضرت ان بات میں جواب دینے پر کہہ کر کہہ کر ان سے ڈرٹ تھا رہے غلطی کی حضرت کے جواب پر کہہ گئے صلیح فدا ہو جائے دیکھ کر انہوں نے اور فرما بعد از خود قریش یا دلا یا یا تم مجھے رسول سے باہر لاؤ کہ اسے اپنے غلط بیان کیے جنہوں نے نبیہ کی جبر حضرت معذرت کی اور از مرزوبیت کی	رسول کے امور کرنے پر قریش کے پاس گئے نبیہ کے لیے ان کو بھروسہ کر لیا کرتا تھا حضرت نے مہاجرین میں دشمنی کے سر جو کر لیا کہہ کر لیا اس دوران میں جو وہ باہر ہجرت کی تو ان کی جانب سے رسول نے اپنا بیان یا تھا اپنے واسطے ہاتھ پر بطور قیامت رکھا۔	علی رضی اللہ عنہ نے یہاں تک کہ قریش کے پاس گئے نبیہ کے لیے ان کو بھروسہ کر لیا کرتا تھا حضرت نے مہاجرین میں دشمنی کے سر جو کر لیا کہہ کر لیا اس دوران میں جو وہ باہر ہجرت کی تو ان کی جانب سے رسول نے اپنا بیان یا تھا اپنے واسطے ہاتھ پر بطور قیامت رکھا۔

۲۳	غزوہ تبوک	شوال ۱۰	ہولاء امی بخیر کرجہ اول خدانے لکھا کہ اس کو کربلا کی جیت ہوگا اور اس کے لیے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام بھی آئے ہیں۔ ایک علم لکھا کہ وہی دیا گیا تھا۔ قرآن میں ہے کہ جو یہودیوں نے رسول خدا کو قتل کیا تو ان کے لیے عذاب ہے۔	عباس کے غیرت دلائے پورا لوگوں سے تھے۔	کہا کہ جس سے رسول بہت خوش ہوتا ہے۔
۲۲	سیرہ خالید بن ولید	"	جسکو رسول نے منظور کیا ہے۔	عباس کے غیرت دلائے پورا لوگوں سے تھے۔	کہا کہ جس سے رسول بہت خوش ہوتا ہے۔
۲۱	فتح مکہ	۲۰ رمضان	حسب حال ابوبکر دوران فوج کشی میں اہل بیت کے لیے قتل کا جس کی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی جیت ہوگا اور اس کے لیے عذاب ہے۔	کہا کہ جس سے رسول بہت خوش ہوتا ہے۔	کہا کہ جس سے رسول بہت خوش ہوتا ہے۔
۲۰	سیرہ ذات السلاسل	۲۰	یہ بھی باہمی ابوعبید جیسے لگے تھے انہوں نے عمرو	کہا کہ جس سے رسول بہت خوش ہوتا ہے۔	کہا کہ جس سے رسول بہت خوش ہوتا ہے۔
۱۹	غزوہ وادی القری	صفر ۱۰	یہ بھی باہمی ابوعبید جیسے لگے تھے انہوں نے عمرو	کہا کہ جس سے رسول بہت خوش ہوتا ہے۔	کہا کہ جس سے رسول بہت خوش ہوتا ہے۔

شہادت بہادری سے جنگ کی عمارت مر جیسے رہا
کو قتل کیا۔ خبر بات سے لوگوں کی رائے واضح کر لی
فلک کشا و شیر خدا کا لقب پایا۔ جنگ میں باہمی صحابہ
پر علی کے واسطے جیت قسمت ہوئی ہے۔
علاؤ اللہ تھے جنگ کے فتح حاصل کی۔
بہنیں جیسے تھیں

علی نے خلافت رسول و خلیفان کے بعد عہد نامہ لکھا
سفارش کرنے سے انکار و اسامہ کے خطاط طبع
واپس اپنے برادر زادہ و خطیر کے کرت کر لیا علی
لکھا کہ یہ خطبہ علی کو دیا گیا کہ خلیفہ مسلمانوں پر
جو عمل کی رسول نے اپنے کا مذہب پر پورا چڑھا کر کہیں
تکلیف کوئی بعض قابل ان شہادت کو حکم رسول قتل کیا ہے
قالہ بلہ بلا وجہ عداوت خاندانی بنی خزیمہ کے
قرآن کریم ہے جو یہاں پہلے تھے علی ابوقحط رضامن
کرنے و دینے و بیت قبیلہ مذکور مامور کیے اور سب کو حاکم
کر دیا جس سے رسول بہت خوش ہوتا ہے۔
علاؤ اللہ رسول تھے۔ رسول کی یہ بات تھی کہ اگر وہ
و دشمن کے حکم کو نہایت بہادری سے روکا اور جو دل نامی

کو اس دور کے علم شننے سے بہتر نہیں تھا
مگر خوش کام ہے۔

بہنیں جیسے تھیں
کچھ تذکرہ حسین

نام واقعہ	تاریخ واقعہ	ابوبکر	عمر	عثمان	علی	
۲۶	سیرت رادی الریل یا ذات السلاسل	مضناں	اولا علم دیہہ کو جو چار ہزار کی جمع ہو گیا تھا جن میں سے کھار کھارک آئے تھے روزہ الصفا آیت سے روزہ کی تکلیف تھیں لیکن علی کے آگے کامیابی پر ریل انکار کو خلاف علی کی اتنی تھیں لیکن جسے بنو نہوہ عمرو عاص کو خلاف علی کے اٹھا لگا کر کامیاب نہیں ہوئے	کوئی عہدہ سپرد نہیں ہوا	پہچان نشان اقول کیا اور عداوت کے ۴۴ دی اور دشمن کے قتل کیے کہ دشمن کے پیر کو لگے اور وہ جنگ کی دستہ اس میں آئی بہادری کی ہر دلت ہوئی	
۲۷	غزوہ طایف	شوال	رسول کے علی سے ویتک راز داری کے پران سے شاک ہوئے اور جواب پاکر میں نے جنگ خذایا کیا ہے جو پرامن ہوئے راجب جابر	کوئی خاص کام نہیں کیا	علی دشمن کی قتل کیے کہ دشمن کے پیر کو لگے اور وہ جنگ کی دستہ اس میں آئی بہادری کی ہر دلت ہوئی	
۲۸	غزوہ تبوک	آخر ربیع یا رمضان	ابوبکر کے علم بخبر کیا تھا رسول کے خلاف اس سفر میں سارن کی کمی تھی ہم ادنیٰ انہیں بہت رسول انکار کیا تھا مثلاً شی کو جو ہوئے تھے۔ واپسی میں حضرت کا اونٹ بھی ہٹ گیا تھا غلطی سے حضرت کی سوار میں گندہ گان کو غلطی سے کوڑھ لیا تھا کہیر کی ان سارن گندہ گان کو غلطی سے کوڑھ لیا تھا کہیر کی ابن ابوبکر نے سیرت رادی یا ذات السلاسل میں گندہ گان میں شریک کیا ہے۔ واپسی میں حضرت کا اونٹ بھی ہٹ گیا تھا غلطی سے حضرت کی سوار میں گندہ گان کو غلطی سے کوڑھ لیا تھا کہیر کی	ابوبکر کے علم بخبر کیا تھا رسول کے خلاف اس سفر میں سارن کی کمی تھی ہم ادنیٰ انہیں بہت رسول انکار کیا تھا مثلاً شی کو جو ہوئے تھے۔ واپسی میں حضرت کا اونٹ بھی ہٹ گیا تھا غلطی سے حضرت کی سوار میں گندہ گان کو غلطی سے کوڑھ لیا تھا کہیر کی	کچھ نہیں کہاں تھے	پہچان نشان اقول کیا اور عداوت کے ۴۴ دی اور دشمن کے قتل کیے کہ دشمن کے پیر کو لگے اور وہ جنگ کی دستہ اس میں آئی بہادری کی ہر دلت ہوئی

فہرست و حالات مختصر از واجہ طہات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[illegible]

تاریخ وفات		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد و ازواج		اولاد	
------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	---------------	--	-------	--

۴	حفصہ	والدہ عمر بن خطاب خلیفہ دوم والدہ زینب بنت مطلعون	بنی حنفیہ بنی حنفیہ بنی حنفیہ	شعبان ۳۰	پیشین کہاجاتے کہ بعد ازاں نکاح شوال کی کہ خود اپنے ابوہریرہ سے عثمان غفرلہ کہا۔ نیک نظر نہ کرنے پر رسول سے ان کی شکایت کی رسول نے جنگ شروع کر دی عقد کیا۔ رطلقات، مگر اصلاحی ایک جنگی عقد تہذیب کا ایک خانہ میں عایشہ موجود تھیں ایک طرح سے چاہتے تھے وہ اس طرح سے شکایت ایک طریقہ تحریک تھا۔	ان کے شوہر اسی جنگ اور مصلاح تھی۔ عایشہ ابوہریرہ سے عثمان غفرلہ کہا۔ نیک نظر نہ کرنے پر رسول سے ان کی شکایت کی رسول نے جنگ شروع کر دی عقد کیا۔ رطلقات، مگر اصلاحی ایک جنگی عقد تہذیب کا ایک خانہ میں عایشہ موجود تھیں ایک طرح سے چاہتے تھے وہ اس طرح سے شکایت ایک طریقہ تحریک تھا۔	۴۰	تبع
۵	زینب کنیت ام السائین	والدہ خزیمہ بن عات بن عبد مناف ۲۔ ابوہریرہ بن عات ۳۔ عبد اللہ بن عات	رضوان ۳۰	پیشین کہاجاتے کہ بعد ازاں نکاح شوال کی کہ خود اپنے ابوہریرہ سے عثمان غفرلہ کہا۔ نیک نظر نہ کرنے پر رسول سے ان کی شکایت کی رسول نے جنگ شروع کر دی عقد کیا۔ رطلقات، مگر اصلاحی ایک جنگی عقد تہذیب کا ایک خانہ میں عایشہ موجود تھیں ایک طرح سے چاہتے تھے وہ اس طرح سے شکایت ایک طریقہ تحریک تھا۔	ان کے شوہر اسی جنگ اور مصلاح تھی۔ عایشہ ابوہریرہ سے عثمان غفرلہ کہا۔ نیک نظر نہ کرنے پر رسول سے ان کی شکایت کی رسول نے جنگ شروع کر دی عقد کیا۔ رطلقات، مگر اصلاحی ایک جنگی عقد تہذیب کا ایک خانہ میں عایشہ موجود تھیں ایک طرح سے چاہتے تھے وہ اس طرح سے شکایت ایک طریقہ تحریک تھا۔	۴۰	تبع	

[illegible]

تعاریف

جناب شہید الانام ابو البرکات الفاضل المقام فقیر الملک علیہ السلام قای
ابو القاسم التبریزی الغروی علامہ طباطبائی وامت افواہ الہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم و بے ثقی و رحبا۔ لقا تعصیت عن مطالعہ شطرنج۔ ہذا کتاب المسی
بمرقم الاسلامی فی احوال خیر الانام علیہ والہ الصلوٰۃ والسلام والیف جناب الفاضل المقام لالحسب
والسید اللیب الا دیب السید الفاضل ابن المرحوم المغفور السید ابراہیم بن النقی بن املہما
اللہ بلطفہ الخفی و طری واجلت فیہ قداح نظری فوجدتہ مشتملاً علی ذخائر جواهر کافہ الحسان لم
یطشہن انس قبلہم ولا جان ففی کل لفظ منہ روض من المنی۔ و فی کل سطر منہ عقد من الدر لکنی
اتلف و اناسفہ حیث لم یسعی المقام لمطالعہ بالتامہ لا عرف الغث من السہین و اتخذ منہ بالدر
الثمن فجعلت العمدۃ فی ذلک علی افاضل علم الہند دامت افادہم فانہم ادلی بہذا الشان۔
حیث انہم من اهل اللسان واللہ المستعان وغیرہ الفکار۔ فی ۸ اشوال المکرم ۱۳۳۳

ابو القاسم التبریزی الغروی الدعوی علامہ طباطبائی

علامہ
الطباطبائی

سرکار شہید اتحاد الاسلام المسلمین بنجم الملوک الدین شہید العلما العصر مولانا صاحب
السید نجم الحسن صاحب قبلہ و امت برکاتہم

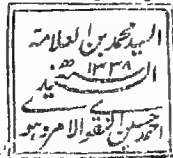
بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی بعث فی الامم رسولا منهم تلو علیہم آیاتہ و یزکیہم و یعلمہم الکتاب و
الحکمۃ وان کالوا من قبل لہی منلال مبین۔ والصلوٰۃ علی رسولہ خاتم النبیین واشرف الالنبیاء والمرسلین و
الہ و عترتہ الطیبین الطاہرین اما بعد کتاب مرقم اسلام و حالات خیر الانام جو میرے بالیاقت عزیز یہ الفیاض سید
سے تاریخی حیثیت تحریر فرمائی ہے میری نظر سے گزری اور میرے دل کو بہت سرت واصل ہوئی۔ درحقیقت کتاب مذکور قابل
مراجہ اور مصنف مدد کی محنت وادینے کی لائق ہے واقعات کی صحیح ترجمانی کیساتھ ساتھ ہی عمدہ طور پر کتابت اور حاشیہ
اعتراضات کا بھی بغیر پارہ میں جواب یا عبارت ہی لطیف ہے اس کی اشاعت نظر میں بہت فائدہ ہوگا۔ فائدہ عالم مولف مدد و
خیر عطا کرے اور اسی قسم کی دیگر تصانیف کی توفیق عطا فرمائے نجم الحسن عفی عنہ لعلہ

لا الہ الا اللہ ذوالجلال
والاخر الحسن

جناب شریعہ فخر العلماء بدر الفقہ اشرف المتکلمین افضل المتفہمین اعلیٰ العلامۃ الواحد والمجتہد المستند مولانا السید محمد صاحب قبلہ دامت فیہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ اھل العلیٰ والصلوٰۃ علی رسولہمصلیٰ وعلیٰ آلہ وصحبہ بدو الدجی وولدہ
خیر الہدیٰ۔ انا بعد علم تاریخ وہ علم شریف و فن لطیف ہے جس کی غرض و غایت ارباب اذہان زاکیہ و اصحاب آراء صافیہ
پوشیدہ نہیں ہے۔ اس کے بیان میں آنیوالے مناظر قدرت۔ موجب خبرت و عبرت اہل بصیرت۔ اور باعث صلاح سیرت و حسن
سریرت ہوتے ہیں کہیں تاریخی کتابیں و قاری بدائع روزگار کا خزینہ کہیں عجائب و غرائب امصار کا آئینہ ہوتی ہیں۔ یہ فن
مواظفہ متکاثرہ و فضیلع متواترہ کے پیش بہادار و موتیوں کا بحر خازن اور اثمار اخبار و ازہار آثار کا وہ گلستان ہے خار چمنستان
ہمیشہ بہار ہے جس سے کارخانہ عالم کے تغیرات اور قرون ماضیہ کے تبدلات ہزار ہزار آوازوں میں پیدا و نمودار ہو رہے ہیں
اور شان کبریائی کل کو چھوٹی شان مثل آفتاب نصف النہار ہو دیا و آشکار ہوتی ہے خصوصاً حالات بزرگان دین
جلالتیاء و مرسلین۔ بالخصوص سید المرسلین۔ البینین۔ فخر اولین و آخرین باعث تزیین زمین و علت تکوین غرض برین
و حالات ائمہ طاہرین سلام اللہ علیہم جمعین کہ ایسی کتب سیر کی سیر ہے جس میں شہید ہدایات ہیں افضل عبادات و اکمل طاعات
انہیں میں سے یہ کتاب جلیل الشان و رفیع المکان ہے جس کو میرے محترم منظم و مخیر عابج معالج تحقیق۔ جامع مناجیح ترفیق
حبیب لیبب متورع زکی۔ ادیب اریب متوقد کی جامع الفضائل و الفضائل مجمع محاسن الاخلاق و الشامل بملائے
المصطفین جناب السید الفاضل حسین حماد اللہ فی الدارین نے حلیہ تصنیف سے آراستہ و حلیہ تالیف سے پرستہ کیلے حقیر نے
بالاستیعاب اس کتاب کو دیکھا۔ مرقع اسلام و افعات کی واقعی تصویر۔ اور اسکی ہر تقریر و لفظ پر و پرتا شہرادر ہر تحریر پر بے نظیر و
پر تیزی ہے اسکی روش توضیح مطالب میں صیح مستطیز تنویر قلوب میں شمس سنیر از الہ طلبت او ہا کم کیلے بدرستیز اسکا ہر عنوان
بوجہ تجدید برہان۔ موجب کمال عرفان و ایمان او عموماً اہل اسلام کو اسطے باعث ازوایا ایمان۔ مخالفین کا قاطع لسان ہے
جس سے منکرین رسالت کے تمام شبہات لبواء نہ کہہ کر آپ بقیعہ نہ بھگسیہ الظم ان اءع نمو۔ بے بود اور مقصود الوجود نظر آئے
او مضمون جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقاً جلوہ گر ہو جائیگا۔ یہ تالیف شریف و لایف و تصنیف منیف
و نظیف صرف حالات جناب مرور کائنات علیہ والا الصلوٰۃ کا تاریخی رسالہ ہی نہیں ہے بلکہ صداقت اسلام اور حقیقت رسالت
حضرت خیر الانام کا استدلالی صحیفہ ہے جس میں معانیدین کے عقائد اور لمحیدین کے مکائد مع دندان شکن جوابات کے۔ اصولی
تقریرات میں واضح ہوتے چلے گئے ہیں مزید برآں اکثر مقامات پر معرض احتجاجات میں انغیار کے نتائج انکار اور اونٹے مکمل جواب
سونے پر سہاگے کا کام دیتے ہوئے اصل مطالب کے باطنی اختراک کا استحکام کر رہے ہیں خصوصاً محققین یورپ کی بارکامیاب

جو مولانا کی طبع و قلوب کے تفحص عمیق اور ذہن نقاد کے تجسس انتہائی کا نتیجہ ہے اس امر کو عیان کر رہا ہے کہ غیر ان کے
 یعنی حقیقتہً بانی اسلام اور اسلام کے جملہ احکام و تقاضا و اتباع و ایمان میں۔ لیکن ظاہر بظاہر سلامی اطاعت سنگدلی برتی ہو
 اور زبان اعتراض و عصیان گھولی جاتی ہے و الفضل ما اشہد بہ اکھلا عموماً ممدوح کی توجیہ مختصر نے
 تصویر فتحیت الذی کثر کہیں کہیں ضعیف و خیف خیالات اور بے بنیاد اعتراضات کو پارہ پارہ کرتے ہوئے حالت تری
 الناس سکاری و ما هم بسکاری طاری کر دی ہے پر لطف یہ کہ عبارت ساری بالکل محکف ماری ہے زبان
 سلیس نہ سجع ہے نہ مرقع بس فلسفیانہ طرز میں واقعات کا سچا مرقع ہے اس دور جدید میں جیسی تصنیفات شریفہ و
 تالیفات منیفہ کی ضرورت و حاجت ہے۔ بہت بڑی حد تک اسکے انجام و انصرام کا سہل مرتع اسلام کے سر رہا اور یہ ایسا
 قابلِ قدر اضافہ ہو جس سے اکثر لفظیں اعصار و مسنفین روزگار کی مولفات و مصنفات خالی نظر آتی ہیں۔ آخر کتاب میں
 چند نہایت مفید نقوشوں کا بطر جدیداً فائدہ بخشہ اضافہ کتاب نہایت تسہیل و تخریج مطالب میں پیش بہا معلومات کی گان
 اور کل تاریخ کی جان ہے ما افاد قد اجاد باوجود جامعیت کتاب نہ اس میں ایجاز و خل ہے نہ اطناب و تل۔ بیشک اگر
 اشجار یک قلم ہو جائیں اور تمام دریا و نادی کی ادا کریں سطوح افلاک بجائے صفحات قرطاس پنجائیں تمام اس میں جن
 و ملک ازل سے ابد تک شغلہ تحریر یہ مجالیں تو بھی حضرت ختمی مرتبت و اہلبیت رسالت کے فضائل و مناقب بحد درنا
 و مرتبہ بے عدد بیٹھے تاہم مواف ممدوح کا یہاں ہی پایہ بلند ہے کہ یہ کتاب دریا ہے جو کو نہ میں بند ہے۔ کیسا طالع بیدار
 بخت ساز گار ہے اس شخص کا جو اپنے کچھ اوقات لیل و نهار۔ اوکار رسول مختار و ائمہ اطہار میں صرف کرے بلخص مادیت و
 اخبار ہے کہ جو کوئی ایک ورق ایسے مسائل میں یادگار چھوڑ جائے تو وہ درقہ ایسا باعث تحقیق و ثواب اور اس طرح مانع خدا
 ہوگا کہ اس شخص کیلئے آتش جہنم سے حجاب ہو جائیگا اور خداوند عالم ہر حرف کے عوض میں وہ نعمات عطا فرمائیگا جو دنیا و
 باقیہاں چند درجات بڑی ہوئی ہوگی پس انشاء اللہ تعالیٰ جس طرح یہ کتاب دنیا میں بلحاظ اپنے خصوصیات کے منظر انوار
 طریق مبین اور ناظرین با تکمیل کیلئے مادی سبیل حق یقین ہے اس طرح پنجاہ قیامات صالحات یوم لا ینفم مال و کلب
 موجب اجر خلیل و ثواب جمیل ثابت ہوگی خداوند عالم مولف ممدوح کی اس مبارک سعی کو نظر قبول سے منظور اور کرم کامل
 فضل شامل سے منکون فرمائے۔ و اوصلہ اللہ المنعم الی ما یتناهی حقی خلد لا ناء۔ والہ البرۃ الکرامہ فجل
 اخلا الکلام۔ حررہ خادم الملک السید محمد ایدہ الصمد۔ التقویٰ الامر وہو ی۔ ۱۰ جمادی آخری ۱۳۳۴ھ



العالَمُ لا فخرَ والفاضلُ لا كرمَ السَّيِّدُ لا كَيْفَ الْمُعْتَمِرُ مولانا المجدد الحاج السيد آل محمد صاحب تظلمهم العالی

بسم الله الرحمن الرحيم محمد لله الودود ولا تجرى عليه حكمة ومحمود ولا يوصف بقباه وتعود ومثله
غير موجود بل مفقود والصَّلوة والسلام على رسول محمد المحمود جبراً خير الجبر ودلاً برحق في الخلد
وعلى وصيه علي المرتضى قاتل لكفار الجحود وعلى آله وعترته اهل لكرم والجود الى اليوم الموعود اما بعد
لاحظت بعض المقامات من هذه الرسالة الفها النجيب السعيد سؤة الزايرين السيد انصارين
صانه الله عن كل شين ابن فخر الحاج والزوار السيد برا حسين النقوي المرحوم اصله الله
حاله في حالات رسول الله الصمد شفيعنا ابى القاسم محمد عليه صلوات الله الاحد فرائية دُرّاً
بهتاً وسراً مضياً وهي مشتملة على بيانات صحيحة وكلمات سليمة وعبارات نظيفة وفقرات لطيفة
وان المؤلف احسن اجاد فيما افاد فخره الله احسن الجزاء وادف الجزاء لان تحتم الكلام داعياً بالانصاف
فَاللّٰهُ يَبْسُطُ لَنْ هُوَ رَيْفَ اَنَّهُ * وَيَتَفَرَّحُ النَّاطِرُ بِمُحْسِنٍ مِّثْلِهِ *

محمد ربه الرحيم الى رحمة ربه الصمد احقر الحاج والزوارين السيد محمد النقوي المرحوم
جناب مع المعقول المنقول حاوي لافروع والاصول لعالم النحر والفاضل الخبير
الحج اللوئعي والمتوقد اليكم مولانا السيد علي نقی صاحب الكهنومي بنجی
بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى بشارع اسلامي مقدس ذات دور
پاک سیرت پر خالصین اسلام کی طرف سے جو اعتراضات کئے جا رہے ہیں وہ ہر باخبر شخص کے پیش نظر ہیں بلکہ مال زبان و قلم
حیدر و سیاست غرض ہر طریق سے فضائل عالم میں وہ نہ بریلی ہوا پہیلی جاری ہے کہ اگر اسکا تذکرہ کیا گیا تو دیانت اسلامیہ
لیے ہلکے تاثرات ظاہر ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

آریہ اور عیسائی فرقہ کی طرف سے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ کی ذات پر جن بے بنیاد الزامات لگائے گئے ہیں مسلسل جہد
جاری ہے ان کو دیکھ کر ہر باطلاع شخص انگشت برداں رہتا ہے اول ذکر فرقہ کی رسوائی عالم تصانیف ”تنگیلا رسول“ اور ”دین“
وغیرہ اور دوسرے فرقہ کی کتابیں ”الہدایہ“ اور ”صلۃ حجازیہ“ وغیرہ سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

ایسی صورت میں اسلامی افراد کا فرض ہے کہ وہ شارع مقدس کی پاکیزہ سیرت اخلاقی خصوصیات ذاتی محاسن قابل تقلید
طرز عمل کو روشنی میں لانے کی کوشش کریں اور دنیا کو اسلام کی حقیقی خط و خال کے مطابق کامو قہ دین۔

عیسائیوں کی طرف سے جو اعتراضات ہوتے ہیں وہ زیادہ تر انگریزی کتابوں کے اندر ہیں مگر جبکہ وجہ سے مسلمان اہل علم کا غالب طبقہ ان سے بے خبر ہے اسکے علاوہ بعض منصف مزاج علماء مغرب نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے تعلق جن خوشگوار خیالات کا اظہار کیا ہے اور جبکہ مخالفین کے سامنے پیش کرنا بہت حد تک مفید ہے وہ بھی انگریزی قالب میں ہیں۔

لہذا اس موقع پر ضرورت اسکی ہے کہ علماء اسلام کیساتھ (جو حقائق و ایمان کی کھجلی اور انکے اثبات کے ذمہ دار ہیں) علوم مغربیہ کے تعلیم یافتہ افراد پہلو پہلو کر اسلامی حمایت کریں اور دشمن کے خیالات اور انکے وہ جواب جو انہی کی کتابوں سے حاصل ہوتے ہیں روشنی میں لائے جائیں مافسوس ہے کہ اس وقت اس ضرورت پر توجہ بہت کم ہے۔

لیکن میں مبارکباد دیتا ہوں جناب علی القاب سلاۃ اللہ والیہ انصار حسین صاحب کی مروی امتیازت معالیہ کو جنہوں نے اس ضرورت کو بہت حد تک انجام دیا ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی تاریخ مرقع اسلام میرے پیش نظر ہے۔ اگرچہ وقت کی کمی اور کثرت مشاغل کی وجہ سے میں اپنی دلی خواہش کی مطابقت پوری کتاب کا مطالعہ نہیں کر سکا لیکن بعض عقائد کی سیر ضرور کر سکا ہوں مسئلہ معراج اور اس اعتراض کا جواب کہ اسلام تلوار کے زور سے قائم ہوا اور بجز قرطاس کی بحث وغیرہ عقائد میں نے خصوصیت دیکھے انکے مطالعہ سے جو کچھ نتیجہ اخذ کر سکا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ کتاب تاریخی سلسلہ تصنیف میں ایک قابل قدر اضافہ کا باعث ہے، قیاس بتلاتا ہے کہ تمام کتاب اور خصوصیات کو لیے ہوئے ہوگی جو ان مقالات پر نمایاں ہیں اس میں شک نہیں کہ استدلال کی مضبوطی واقعات کا تسلسل تاریخی بیانات سے صحیح نتائج کا استخراج پیچیدہ اخلاقی مسائل کو خوبصورتی کیساتھ سلجھانا تہذیب و شائستگی کی طرعات زبان کی سلاست یہ امور تمام کتاب میں خصوصیت پائے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ مصنف نے انگریزی زبان کے معلومات کو بھی باجا موقع سے صرف کیا ہے اور موزن مغرب کے تحقیقات سے بہت کچھ مدد لی ہے جس کی موجودہ زمانہ میں سخت ضرورت ہے حضرت احادیث غرامہ موصوف کے اس محنت شاکہ کو قبول فرمائیے اور تمام انبائے اسلام کو نصرت دین و حمایت شریعت کی توفیق عطا فرمائے اللہ تعالیٰ عاجل عاقبت امورنا خیر۔

علی نقی النقی عفی عنہ قبلہ از نجف اشرف ۲۱ شوال ۱۳۳۶ھ

جناب زبدۃ العلماء الفخام عہدہ الفضل العظام البحر العالم والخیر الیقین مولانا الحاج

محمد اعجاز حسین صاحب قبلہ بدایونی پروفیسر ناظمیہ عربیہ کالج کھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ والیہ و اہلہ والصلوٰۃ علی نبیہ وآلہ۔ اما بعد حضور ختمی منزلت مد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ متعدد و نامہرمان اس وقت تک میں کبھی میں جو موزن میں خدین اہلسنت نے تالیف فرمائی ہیں لیکن اباب نظر خوب قف میں کہ ان نقاد نے نفع رسائی کے بدلے دریا اسلام میں انقلاب عظیم اور قیامت خیز تلاطم پیدا کر دیا ہے یہ معلوم کتنی فزون کی کوہ یا سورجوں کے قمر گری میں پہنچا میں۔ بڑے بڑے افاضل اسکے بیچ فرسا تھنور دن میں ادھک غرق ہو گئے بلکہ درک اہل میں پہنچے خود دو بگنے مگر اپنی

یا دیگر بہت سی خط و زنی کہشتیان چھوڑ گئے جو اس کے بلوران ملت کو انہی کے پاس پہنچا رہی ہیں ۔

دوسریوں جہانے مولوی غلام الدین صاحب کی سوانحی لکھنے کی کوشش کی ہے اور ان کے پاس بھیجے گئے تھے مگر مولوی غلام الدین صاحب نے ان کی کاپی اپنے پاس رکھ لی اور
کتیل کا دیش مولانا کو لکھ کر بھجوا دیا۔ اب اس کا نام نہ رہ سکا۔ آپ نے اپنی کتابوں میں جو غیر اسلام کے دامن پر بہت بگاڑ دیا ہے اسے اپنے جنموں کے ذریعہ
عمامہ الدین کے ستون گرا دیے۔ آپ نے اپنی آباؤ اجداد کے مسلک کے مسلم و داعی کو کر کے قلعہ نصرانیت میں پناہ لی۔ پہر تو اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کی قلمی کھوج
کرتا پس من کا شیرازہ توڑا خوب خوب بھیاں ڈرائیں۔ دین قدیم کے مجسمہ پر نہ ہام زلزلہ اور برسائے اسلام کے بر غلامان بہت سی کتابیں
شائع کر کے تخریب کا جہاد انصاف کیا افضل غزوات کے پاکیزہ دامن عصمت اور جامعہ عصمت پر نہر تہذیب کے آب کے دیکھ کر ہر کس دیا
مگر خدا نے جس اصلاب طاہرہ اور ارحام معلومہ مستقل کر کے طیب طاهر چیز وجود و عرصہ شہود میں لایا ہوا اس کے دامن تک کوئی تباہ
نہیں پہنچ سکتی ہے۔ دینا نہ سوتا کہ لکھ گوازی نبی انہیں روایات عامہ و احادیث کا ذریعہ کو اخذ بنا کے حضرت خیر الانام کی شان
زبان طعن اپنے منہ سے باہر نکالی ہے سیرا تو پر کاش درگیا آری مسافرانِ خرافات نے ملوہ میں ان مع فرسا حلو کی فراری کو باطل طرہ و طریق
قابل غور ہے یہ بات کہ مشرکین عرب نے آنحضرت پر کوہ مظالم کر کے اظفار ذرا ہی میں کوئی امکا فی تدبیر اٹھانہ کہی لیکن آپ کے عصمت
کو کسی نجاست کو نہ کیا۔ آپ کے اخلاق و افعال کے چہرہ نورانی کو داغ دار نہ بنایا۔ آج متدین و امین و صادق و پاک دامن سمجھے تھے مگر
افسوس افسوس مورخین و محدثین عامہ نے غیر اسلام کی سوانحی ایسی نفرت خیز دکھائی ہے کہ جن کی وجہ لاکھوں گمراہ گوارہ اسلام
خارج ہو کر اہل ورت یا اقلیم نصرانیت میں پناہ گزین ہو گئے کا حکم یہ گول نصاف کا مانتے اور حقیقی اسلام کا مٹا کر دیتے۔ اور جس کے بالظلم و
لمس و انحراف نہ پہنچتے تو یہ روز بد و انہیں کہیں انصاف ہوتا۔ الحمد للہ فرقہ شاخہ عشرہ کی تاریخوں کو اذیت خرافات میں ابھی افضل خلافت معصومہ
کی جوشان عالی ہے اس کا پرتو انہیں ان صفات میں نظر آتا ہے جن میں شامل غرضی کی صحیح ترجمانی معذرتی کے ساتھ اذیت کا مٹا دینا نہیں ہوتا۔
صحت کیرو کا تو ذکر ہی کیلئے ایک مختصر سوانحی یعنی مرقع اسلام کا فرمایا جسکو جلال آباد لکھنؤ میں ابھی ابھی مرقع فرمایا ہے
اس کا اول خزانہ مطالعہ کیا کہ اس کی شرح قاصر ہوا کسی خوبی متاخر شاخہ سلو بی لکھا۔ جو میں نے کیسا تحریر کی قوت واقعہ نگاری سے شگفتہ اسلام
جاہا حلو کی مدافعت حقیقی اسلام کی تصویر تھانے شہدائے وہ خصصہ جیسا ہیں اس فن کو خیر نہیں ابھی تک نظر نہیں آتی ہیں۔

اس کتاب مستطاب کے مطالعہ کے بعد میر دل کہتا داکھی اسیدیل مناسطربہ عدیل طوبی لکھ امانی میں الحق اپنے وہ کام کیا جسکی نظیر نہیں
آپ نے وہ کتاب لکھی جسے ناظر صیر ہو کر ایمان میں چنگی دی معلوم اس میں تی حاصل کر گیا تشکیک مشکاک اہل اطلال و مخفونہ ہو گیا گویا بہرین ایک
مختصر شہرہ ہے گویا اسکے دامن میں ایک بحر زہار موجیں جس میں خواجہ جواہر عالمی دستیاب ہو سکتے ہیں لیکن ابھار و بصیرت درکار ہے ۔
میں اپنی نعمت پدید حانی شمس العلماء بالفقہا حضرت مولانا نجم الدین مولانا علی کا شکر ادا ہوتا ہے جس نے کتاب زیارت شہر فرمایا اور کچھ مرقع حیات
اظہار کردہ لہذا یہ چند نظریں ہر مرقع کی تہمیں دیا ہوا آخرین پیرا ہوا خدا مان پی نہرانی سے اس کتاب قبول کر کے موعودہ کو گراؤ غلط
الراحم الامم محمد مجاہد حسین بایوئی مدرس ناظمیہ کالج لکھنؤ ۲۴ صفر ۱۳۲۸ھ

میں نے اس کتاب کو مولانا علی کا شکر ادا کیا ہے جس نے کتاب زیارت شہر فرمایا اور کچھ مرقع حیات

3197 DUE DATE

[Handwritten mark]

1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12
---	---	---	---	---	---	---	---	---	----	----	----

